ماہنامہ

روحانی ڈائجسٹ

کراچی

اگست ۲۰۰۵ء

یہ پرچہ بندہ کو خدا تک لے جاتا ہے
اور بندہ کو خدا سے ملا دیتا ہے

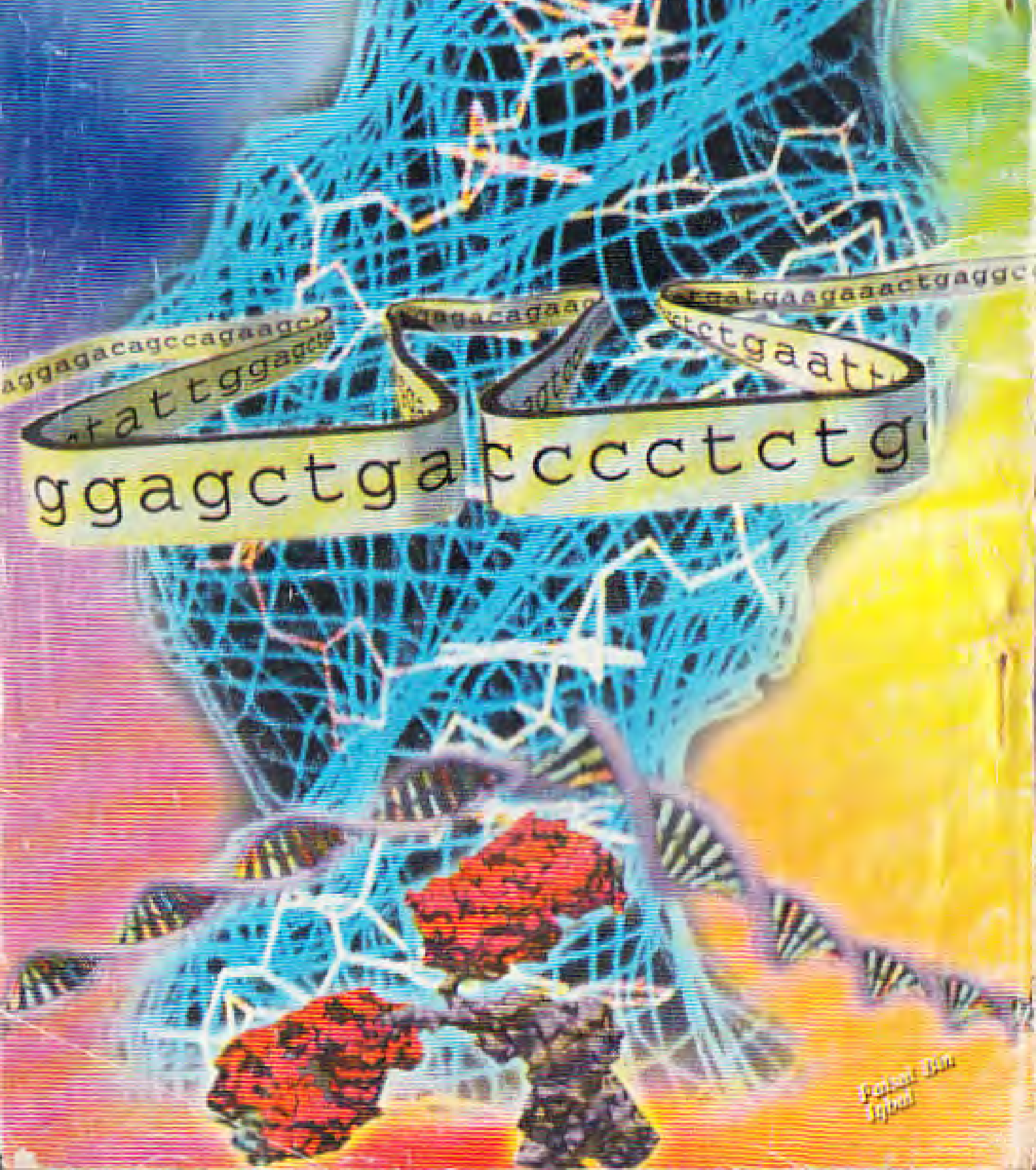

فی شمارہ 25 روپے	جلد 22 شمارہ 11	اگست 2000ء	جمادی الاول ۱۴۲۱ھ

سب ایڈیٹر
جمیل احمد خان

سرکولیشن منیجر
محمد ناصر

اعزازی معاونین
سیدہ راشدہ عفت
سعیدہ خاتون
سہیل احمد

سالانہ خریداری کی شرح

پاکستان (بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک)	سالانہ 340 روپے
مشرقِ وسطیٰ اور عرب ممالک	سالانہ 800 روپے
ترکی۔ مصر۔ انڈونیشیا۔ سری لنکا۔ نیپال۔ ایران۔ برما	سالانہ 800 روپے
مالدیپ۔ سنگاپور۔ بھارت۔ بنگلہ دیش	سالانہ 800 روپے
ہالینڈ۔ تھائی لینڈ۔ چین۔ نائیجیریا۔ ملائیشیا۔ جاپان	سالانہ 1000 روپے
آسٹریلیا۔ نیوزی لینڈ۔ امریکہ۔ کینیڈا	سالانہ 1200 روپے

خط و کتابت کا پتہ

1-D,1/7 ناظم آباد کراچی 74600 پوسٹ بکس 2213 ۔ فون نمبر: 6688931
فیکس: 6621037 ۔ ای میل: roohani@pienet.net

ایڈیٹر و پبلشر وقار یوسف عظیمی نے فرخ اعظم کے زیرِ اہتمام مکتبہ تاج الدین سے طبع کروا کر 1-D,1/7 ناظم آباد کراچی سے شائع کیا

پڑھ تیرا رب بڑا کریم ہے جس نے علم سکھایا قلم سے

اسلامی سائنس روحانی علوم اور نظریہ رنگ و نور کا نقیب

ماہنامہ روحانی ڈائجسٹ کراچی

ممبر آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی

سرپرست اعلیٰ
ابدالِ حق قلندر بابا اولیاءؒ

چیف ایڈیٹر
خواجہ شمس الدین عظیمی

ایڈیٹر
وقار یوسف عظیمی

کہکشاں

نورالہٰی نور نبوت ...... اللہ کے پیغام کی تبلیغ حکمت اور نرمی کے ساتھ کیجئے ...... ☆☆☆ 8
صدائے جرس ...... ہر آدمی کا چہرہ اس کا انڈیکس ہے ...... ☆☆☆ 10
دبستانِ خیال ...... معزز قارئین کرام کے گرامی نامے ...... قارئین کرام 15
رباعیات ...... نور معرفت سے لبریز اور علم حقیقی کی روشنیوں سے مزیّن رباعیات ...... قلندربابااولیاءؒ 20
گفتگو - شخصیت کا وقار ...... اپنی گفتگو میں نکھار اور وقار کیسے پیدا کیا جاسکتا ہے ؟ ...... محمد سغیر احمد 63
انتخاب ...... ہر وہ شخص منافق ہے جس کے اندر منافق والی صفات پائی جائیں ...... کوثر معین رضوان 66
کشته الماس ...... سائنس پر ہونے والی جدید اچھوتی تحقیق کا احوال ...... طارق محمود (بریڈ فورڈ) 67
ایوان فکر ...... کیا موجودہ دور پچھلی چند دہائیوں کے مقابلہ میں سستا ہے ؟ آپ کی کیا رائے ہے ...... ☆☆☆ 71
ہنو بھائی ...... سطر سطر مسکراہٹیں بکھیرتی دلچسپ فکاہیہ تحریر ...... محمد منور عرفان 77
سراب ...... ان افراد کا عکاس افسانہ جو امید و آرزوؤں کے سراب کے پیچھے بھاگتے ہیں ...... ادارہ 81
تنہا مسافر ...... تاریخ کے اوراق سے ایک عبرت انگیز سلسلہ وار کہانی ...... نور آگینہ قاضی 87
میرا پیغام ہے ...... مختلف لوگوں کے نام قارئین کرام کے پیغامات ...... قارئین کرام 92
قندیل ...... لوحِ محفوظ کی کہانیوں میں سے ایک ایسی کہانی جو دل کے تاروں پر بار بار دوہرائی جارہی ہے ...... سعیدہ خاتون 93
ذوقِ آگہی ...... علم و آگہی کی تلاش میں سرگرداں ایک نوجوان کی سرگزشت ...... منیر حسین کیف 101
ہفت اقلیم ...... باباتاج الدین ناگپوری کی کرامات کا ایمان افروز تذکرہ ...... سید نعمان ظفر 109
مشعل معرفت ...... اولیائے کرام کی پاکیزہ زندگی کے منتخب واقعات ...... مرتبہ: سید نعمان علی 113
حاصل مطالعہ ...... قارئین کرام کے پسندیدہ فکری و اصلاحی اقتباسات ...... مرتبہ: دانش علی 115
قرآنی انسائیکلوپیڈیا ...... کتاب حکمت و معرفت قرآن کی تعلیمات پر مبنی سلسلہ ...... ادارہ 117
روحانی سوال و جواب ...... قیامت کے دن لوگ کس جسم کے ساتھ اٹھائے جائیں گے ...... الشیخ عظیمی 121
قرینہ خیال ...... شعر و سخن سے دلچسپی رکھنے والے قارئین کے لئے علم رخاص ...... ☆☆☆ 124
ایک ادیب ایک تعارف ...... نصف صدی سے ادبی سرگرمیوں میں مصروف محمد شفیع عارف دہلوی ...... احتشام الحق 125
قندِ سخن ...... قارئین کرام کے پسندیدہ اشعار ...... قارئین کرام 128
گوشه کتب ...... نظر کرم اچھلے پھر کا چاندنی مجموعوں پر تبصرہ ...... یو سکی 129
شوخی تحریر ...... اردو ادب کے نثری فن پاروں سے دلچسپ انتخاب ...... مرتبہ: نعمان ظفر 133
آپ کا بچہ کیا سوچتا ہے ؟ ...... والدین کے لئے رہنما تحریر ...... وصی الدین 137
خوبانی ...... گردوں کے افعال کو درست رکھتی ہے ...... نصر عباسی 143
دسترخوان ...... خواتین خانہ کا پسندیدہ سلسلہ ...... فرحت صدیقی 145
املی ...... نظام ہاضمہ کی اصلاح کرتی ہے ...... شرجیل بٹ 154
جہاں نما ...... دلچسپ و عجیب عالمی واقعات اور سائنسی تحقیقات پر مبنی سلسلہ ...... مرتبہ: حسن احمد شیخ 155
معلوماتِ عالم / اس ماہ کے بہترین مضامین ...... ادارہ 157
بچوں کا روحانی ڈائجسٹ ...... بچوں کے لئے خصوصی کہانیاں اور متفرقات ...... مرتبہ: محمد ذیشان خان 159
انعامی مقابلوں کے نتائج ...... انعام یافتگان جمال الدین۔ کراچی / فرحت شاہین۔ راولپنڈی ...... ادارہ 165
روحانی ینگ رائٹرز کلب ...... نئے قلمکاروں کی تحریروں کا ہمہ رنگ گلدستہ ...... ادارہ 167
میزبانِ رسول ﷺ کے دیس میں ...... الشیخ عظیمی کے دورہ استنبول کا احوال ...... دلوی: طاہرہ نثار 173
افق ...... روحانی مشن کی سرگرمیوں پر مبنی روداد ...... ادارہ 179
محفلِ مراقبہ ...... ان خواتین و حضرات کے نام جن کے لئے محفل مراقبہ میں اجتماعی دعا کی گئی ...... ادارہ 189
ماورائی دنیا ...... روحانی طالبات و طلباء کی روحانی واردات و کیفیات ...... روحانی طالبات، طلباء 195
روحانی ڈاک ...... لاعلاج امراض اور پیچیدہ نفسیاتی و روحانی مسائل کا حل ...... خواجہ شمس الدین عظیمی 201

عصر حاضر میں ترقی یافتہ ممالک نئے نئے علوم کی بنیادیں استوار کررہے ہیں جبکہ ہم اب تک منصفانہ نظام تعلیم ہی مرتب نہیں کرپائے ہیں۔ آج ہمیں کیا حکمتِ عملی اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔.......... (جمیل احمد خان ۔21)

قیام پاکستان سے لے کر اب تک قدرت بے شمار کرشمے دکھا کر ہمیں متوجہ کررہی ہے۔ قدرت کے اس خاموش پیغام میں کون سا راز پنہاں ہے ؟.......... (محمد امین ۔ 29)

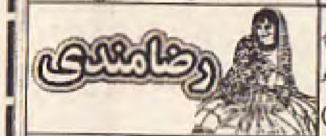

شادی ایک ایسا مدحسن ہے جو دو خاندانوں کو باہم ملاتا ہے۔ شادی کے موقع پر لڑکی کی رضامندی کو بعض گھرانوں میں یکسر نظر انداز کردیا جاتا ہے جو اسلامی نقطہ نظر سے قطعی غلط ہے.......... (خالد ریاض ایڈوکیٹ ۔37)

آواز ایک توانائی ہے جو صحت پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔ اس حقیقت کو مد نظر رکھ کر ماہرین نے آواز کے ذریعے علاج کی بنیاد رکھی ہے جسے ساؤنڈ تھراپی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے.......... (ایم ایچ خان ۔43)

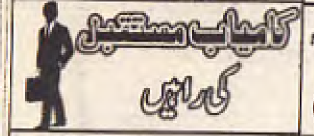

نوجوانوں کی رہنمائی کے لئے نیا سلسلہ شروع کیا جارہا ہے جس میں کم سرمائے سے زیادہ آمدنی والے کاروبار یا ملازمت کی نشاندہی کی جائے گی.......... (نعت طلعت ۔47)

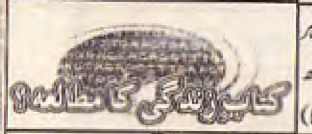

جین کی ساخت کو 97 فیصد سمجھ لینے کے دعوے کے بعد سائنسی ماہرین امید ظاہر کررہے ہیں کہ آئندہ بہت سے موروثی امراض کی تشخیص و علاج کے ساتھ کتابِ زندگی کو بھی پڑھا جاسکے گا.......... (سید اسد علی ۔51)

حضور نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ، بعض صحابہ کرامؓ اور مشہور سلاسل کے پیشوا روحانی بزرگوں کی تعلیمات سے یہ روشنی ملتی ہے کہ دولت کا حصول کوئی بُری چیز نہیں اور انہوں نے وسائل کا بھرپور استعمال کیا.......... (عامر غنی ۔57)

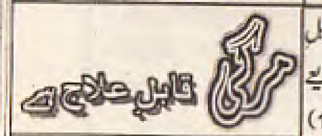

گذشتہ کچھ عرصہ تک مرگی کو لاعلاج مرض سمجھا جاتا تھا مگر اب یہ مرض قابل علاج ہے جڑی بوٹیوں سے علاج، مناسب احتیاطوں اور روحانی علاج کے ذریعے اس مرض کو بہت کم یا ختم کیا جاسکتا ہے ؟.......... (سید آصف علی ۔139)

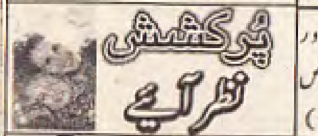

چہرے کو خوبصورت و دلکش بنانے، داغ دھبوں، جھریوں اور کیل مہاسوں سے نجات اور سدا جوان نظر آنے کے لئے خاص نسخے اور آسان ورزشیں.......... (صدف قمر ۔ 147)

بال آپ کی شخصیت میں جاذبیت پیدا کرتے ہیں۔ گنجا پن شخصیت کو ماند کردیتا ہے۔ گنجے پن سے بچنے اور اسے دور کرنے کے لئے مفید غذائیں، اس کا یونانی اور روحانی علاج.......... (رضیہ سلطانہ ۔ 151)

Azeemi Roohani Library
Shop No. F Block 16,
Masjid-e Hanfia
New Karachi,

نورِ الٰہی

"تم بہترین امت ہو جو سارے انسانوں کے لئے وجود میں لائی گئی ہے۔ تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور خدا پر کامل ایمان رکھتے ہو"۔ (آلِ عمران)

"کیا تم لوگوں کو نیکی کی تلقین کرتے ہو اور خود کو بھول جاتے ہو"۔ (البقرہ)

"تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو"۔ (الصف)

پیغامِ توحید کی تبلیغ کے ساتھ ساتھ ہمیں اس بات پر بھی غور کرنا ہوگا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم جس غلط روش سے لوگوں کو بچنے کی تلقین کر رہے ہیں اور اس کے بُرے نتائج سے انہیں خبردار کر رہے ہیں، ہم خود دانستہ یا غیر دانستہ طور پر اسی راہ پر چل رہے ہوں۔

اللہ کے راستے کی طرف دعوت دینے میں ہماری بات میں اسی وقت تاثیر پیدا ہوگا جب ہم خود اس دعوت اور تعلیم کا نمونہ ہوں اور ہمارا رابطہ اللہ کے ساتھ ویسا ہی ہو جو ایک حقیقی بندے کا اپنے رب سے ہوتا ہے۔

خدمت اور قلبی لگاؤ ایک ایسا عمل ہے کہ آدمی نہ چاہتے ہوئے بھی دوست بن جاتا ہے۔ اپنے مذہب کی تبلیغ حکمت کے ساتھ کیجئے۔ جس مسلک اور جس عقیدے پر وہ قائم ہے اور اس پر تنقید و تبصرہ نہ کیجئے۔ پہلے کوشش کی جائے کہ وہ آپ کو اپنا ہمدرد اور محسن سمجھے۔ اس لئے ضروری ہے کہ دامے، درمے، قدمے، سخنے اس کی خدمت کی جائے۔ جب آپ کے اوپر اس کا اعتماد حاصل ہو جائے، نہایت نرم اور شیریں لہجے میں اسے نصیحت کیجئے کوئی بات سمجھنے کے لئے وہ بحث و مباحثہ کرے تو اپنے مقدور بھر اس کے سوالات کا شافی جواب دیجئے۔ بات کرتے وقت مخاطب کی صلاحیت کو ہر گز نظر انداز نہ کیجئے۔ ان حقیقتوں کو باہم افہام و تفہیم کے ساتھ دعوت کی بنیاد بنایئے جن میں اتفاق ہو اور جو آپس میں رشتہ محبت کی راہ ہموار کریں۔ تبلیغ کی گراں بہا دولت کو جلد بازی، ناروائی اور جھنجھلاہٹ سے ضائع نہ کیجئے۔ ہر طبقے، ہر گروہ اور ہر فرد سے اس کی فکری رسائی، استعداد، صلاحیت، ذہنی کیفیت اور سماجی حیثیت کے مطابق بات کیجئے۔ ضد، ہٹ دھرمی، نفرت اور تعصب کے جذبات سے ہمیشہ اپنا دامن بچائے رکھئے اور جہاں یہ کیفیتیں پیدا ہوتی نظر آئیں اپنی زبان بند کر لیجئے اور اس محفل سے اٹھ جایئے۔

نورِ نبوت

سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشادِ گرامی ہے

"تم لوگ جنت میں نہیں جاسکتے جب تک کہ مومن نہیں بنتے اور تم مومن نہیں بن سکتے جب تک کہ ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو۔ آپس میں سلامتی کو پھیلاؤ"۔

ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

"خدا کے بندوں میں کچھ ایسے ہیں جو نبی اور شہید تو نہیں ہیں لیکن قیامت کے روز خدا ان کو ایسے رتبوں پر سرفراز فرمائے گا کہ انبیاء اور شہداء بھی ان کے مرتبوں پر رشک کریں گے۔"

صحابہؓ نے پوچھا وہ کون خوش نصیب ہوں گے یا رسول اللہ

آپ ﷺ نے فرمایا

"یہ وہ لوگ ہیں جو آپس میں ایک دوسرے سے محض خدا کے لئے محبت کرتے تھے۔ نہ یہ آپس میں رشتہ دار تھے اور نہ ان کے درمیان کوئی لین دین تھا۔ خدا کی قسم! قیامت کے روز ان کے چہرے نور سے جگمگا رہے ہوں گے۔ جب سارے لوگ خوف سے کانپ رہے ہوں گے تو انہیں کوئی خوف نہ ہوگا اور جب سارے لوگ غم میں مبتلا ہوں گے اس وقت انہیں قطعاً کوئی غم نہ ہوگا۔"

غصہ، نفرت، تفرقہ، بغض و عناد اس شخص کا تشخص ہے جو بارگاہِ ایزدی سے معتوب اور گم کردہ راہ ہے۔ منفی کیفیت، حسد اور ذاتی طور پر غرور کا پرچار کرتا ہے۔ اس گروہ میں وہ تمام عوامل کار فرما ہیں جن سے بندہ اللہ سے دور ہو جاتا ہے اس کے اوپر تاریکی گھٹائیں کر چھا جاتی ہے۔ انبیاء اور اولیاء اللہ مقربین سے اس طرح متنفر ہو جاتے ہیں کہ یہ خود اپنی نظروں میں ذلیل و خوار ہو جاتا ہے۔ دل میں ایک ایسا سمندر پیدا ہو جاتا ہے کہ اس کے تعفن سے روح کے اندر لطیف انوار انتشار ختم کر لیتے ہیں اور جب قلب شدید کی یہ عادت مستحکم ہو جاتی ہے تو انوار کا ذخیرہ ختم ہو جاتا ہے اور اللہ کے ارشاد کے مطابق دلوں پر، کانوں پر مہر لگ جاتی ہے اور آنکھوں پر پردے ڈال دیئے جاتے ہیں۔ یہ محرومی اس کو نہ صرف یہ کہ دنیا میں امن سکون سے دور کر دیتی ہے بلکہ ایمان اور اللہ کی معرفت اور عرفانِ حق سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔

یورپ میں 24 گھنٹے کھلے ہوئے اسٹوروں میں، بڑے بڑے دفاتر میں، آسمان سے چھوتی ہوئی 110 منزلہ عمارتوں میں کیمرے نصب ہیں۔ کیمرے سے لگا ہوا چند انچ کا شیشہ ہر آنے جانے والے فرد اور ماحول میں جو کچھ موجود ہے اس کا عکس قبول کرتا رہتا ہے اور یہ عکس ایک فلم کی طرح ریکارڈ ہوتا رہتا ہے۔

سپر اسٹور کا مالک شام کو کرسی پر بیٹھ کر T.V اسکرین کے ذریعے پورے دن کی کارگزاری دیکھ لیتا ہے۔ کسی سیلزمین یا مینیجر نے اسٹور میں سے ایک سیب بھی کھا لیا ہے تو اس کی فلم بھی اسٹور کے مالک کے سامنے آجاتی ہے۔ کہکشانی نظام کو دیکھنے کے لئے بھی دوربینیں ایجاد ہوئی ہیں۔ مائیکرو اسکوپ پر کروڑوں سال پر محیط موجود ستارے اور کہکشائیں نظر آتی ہیں۔ مادی سائنس نے اتنی ترقی کرلی ہے کہ مادے کو صیقل کرکے جین GENE اور DNA انسان کے سامنے آگیا ہے۔

ہر مذہب کے پیروکار کا یہ عقیدہ ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے، ہونے والا ہے یا ہو چکا ہے

وہ سب پہلے سے لکھا ہوا ہے۔ پہلے سے لکھی ہوئی تحریریں زمین کی اسکرین پر T.V اسکرین کی طرح نظر آرہی ہیں۔

سائنسی ترقی کی یہ مثالیں ہمیں اس طرف متوجہ کرتی ہیں کہ یہ دنیا ماضی ہو حال ہو یا مستقبل ہو...... ایک ریکارڈ شدہ عمل ہے یعنی فلم ریلیز ہو رہی ہے۔ زندگی کا تجزیہ کرنے سے یہ بات منکشف ہوتی ہے کہ ہر انسان ایک فلم ہے اور اس فلم میں اس کی زندگی کا ہر لمحہ...... ہر خیال ہر تصور...... ہر احساس ریکارڈ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"ہم نیکوکاروں کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیں گے ان کے چہروں کو ذلت ورسوائی سے محفوظ رکھیں گے اور انہیں جنت میں بہترین مقام عطا کریں گے"۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"ہم بدکاروں کو ان کے اعمال کے مطابق سزا دیں گے۔ ذلت ورسوائی سے ان کے چہرے سیاہ ہوجائیں گے۔ ان کی کھال کا رنگ ایسا ہوجائے گا۔ جیسے سیاہ تاریک شب کا کوئی ٹکڑا ان کے چہرے پر چپکا دیا ہو۔ یہ لوگ جہنم میں رہیں گے"۔

قانون یہ ہے کہ بندہ جس قسم کے کام کرتا ہے اسی مناسبت سے اس کے چہرے پر تاثرات قائم ہوتے رہتے ہیں اور یہ تاثرات دراصل اچھے اور برے اعمال کا عکس ہیں......

مشاہداتی آنکھ سے دیکھنے والے خواتین و حضرات بتاتے ہیں کہ ہر انسان کے دائیں بائیں کندھوں پر دو فرشتوں کی ڈیوٹی ہے اور ان دونوں فرشتوں کے پاس دو الگ الگ وڈیو کیمرے ہیں اور یہ وڈیو کیمرے اس طرح فٹ ہیں کہ انسان کا ہر اچھا، برا عمل اور حرکت کی فلم مسلسل بن رہی ہے۔

ترقی یافتہ ممالک میں سڑکوں اور شاہراہوں پر ٹریفک کنٹرول کرنے کے لئے کیمرے نصب ہیں۔ یہ کیمرے ٹریفک کے قواعد و ضوابط کی خلاف ورزی کا ریکارڈ رکھتے ہیں انتہا یہ ہے کہ وہ موٹر کار کی اسپیڈ کو بھی ریکارڈ کر لیتے ہیں۔ U.A.E میں ایک صاحب کا تیز رفتاری میں چالان ہو گیا۔ انہوں نے اس جرم کو قبول نہیں کیا۔ پولیس نے انہیں بلا کر ایک کمرے میں بٹھایا اور ان کی تیز رفتاری کی فلم انہیں دکھادی۔ مفہوم یہ ہے کہ مادی دنیا میں بھی انسانی زندگی کا ہر عمل ریکارڈ ہو سکتا ہے۔

جب مادی دنیا میں زندگی کا ہر عمل ریکارڈ ہو رہا ہے تو یہ بات ہر طرح قابلِ قبول ہے کہ کراماً کاتبین بھی ہماری زندگی کی وڈیو فلم بنا رہے ہیں۔ کراماً کاتبین کی بنائی ہوئی فلم انسانی چہرے پر چلتی رہتی ہے۔

ہمارا مشاہدہ یہ ہے کہ ایک پریشان حال مصیبت کا مارا اور غموں و آلام میں ڈوبے ہوئے آدمی کے چہرے پر پریشانی اور اضطراب کے پورے پورے آثار موجود ہوتے ہیں۔ ایسا کوئی ایک آدمی خوش باش لوگوں کی محفل میں آجائے تو ساری محفل افسردہ ہو جاتی ہے اور یہ بات بھی مشاہدے میں ہے کہ ایک مطمئن پُر سکون اور پاکیزہ شخص کسی محفل میں موجود ہو تو پوری مجلس میں خوشی یا مسرت و سکون کی فضا قائم ہو جاتی ہے۔ ہر انسان کو اس بات کا یقین کر لینا چاہئے کہ کسی بڑی بلڈنگ کی طرح ...... سپر اسٹور کی طرح یا ٹریفک کنٹرول کرنے والے کیمرے کی طرح انسان پر بھی دو کیمرے لگے ہوئے ہیں اور یہ ہر ہر انسانی عمل کو ریکارڈ کر رہے ہیں۔ اس ریکارڈ میں کسی بھی طرح کی خرابی یا کوتاہی اس لئے نہیں ہوتی کہ ان کیمروں کا کنٹرول فرشتوں کے ہاتھ میں ہے یہی وہ فلم ہے جس کو انسان زندگی میں بھی دیکھتا رہتا ہے اور آخرت میں بھی یہی فلم دکھائی جائے

گی......

کوئی انسان جب غمگین، پریشان، بے چین اور مضطرب ہوتا ہے تو غم و آلام کے خیالات اس کے شعور پر مسلط ہو جاتے ہیں اور جب کوئی انسان خوش ہوتا ہے اسے اطمینان و سکون قلب حاصل ہوتا ہے۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کے شعور میں پاکیزہ لطیف اور معطر خیالات کا غلبہ ہوتا ہے یعنی انسانی زندگی کی وڈیو فلم کے مناظر اس کے ذہن کی اسکرین پر نشر ہوتے ہیں۔

ہر انسان آنکھ سے دیکھتا ہے آنکھ سے دیکھنے کا مطلب یہ ہے کہ آنکھ کے اندر ہزاروں عضلات ہیں جو دیکھنے کا ذریعہ بنتے ہیں آنکھ کے کیمرے کو دماغ کنٹرول کرتا ہے دماغ میں 12 کھرب خلئے کام کرتے ہیں۔

اچھے یا برے خیالات، اچھے یا برے اعمال...... خوشبو، بدبو کی طرح ہیں۔ ماحول میں جب خوشبو پھیلتی ہے تو کوئی سونگھے یا نہ سونگھے خوشبو اسے ضرور آتی ہے۔ ماحول میں جب بدبو پھیلتی ہے اس سے بھی ماحول میں رہنے والے لوگ متاثر ہوتے ہیں۔

اسی طرح جب اچھے اعمال کا عکس چہرے پر پڑتا ہے لوگ اسے دیکھ کر خوش ہوتے ہیں جب بُرے یا اعمال کا عکس چہرہ پر پڑتا ہے تو لوگ پراگندہ خاطر ہوتے ہیں۔

ہر آدمی کا چہرہ اس کا انڈکس ہے...... ہمیں اگر اس بات کا یقین حاصل ہو جائے کہ ہمارے اعمال کی ہر وقت فلم بن رہی ہے اور فلم چہرہ کی اسکرین پر موجود رہتی ہے تو ہمارا رویہ منفی رویہ کی بجائے خود بخود مثبت ہو جائے گا۔

21, جولائی 2000ء

کوپن ہیگن۔ ڈنمارک

دبستانِ خیال

دبستان خیال میں خط لکھنے والے کرم فرما خواتین و حضرات سے گزارش ہے کہ وہ اپنے خطوط اس طرح بھیجو ڈاک کریں کہ ہمیں مہینے کی چدرہ تاریخ تک موصول ہو جائیں۔

روحانی ڈائجسٹ جون 2000ء کا رسول ﷺ نمبر بہت پسند آیا اور اس کو مزید بہتر بنانے کی کاوش جاری رہنی چاہئے تاکہ نئی نسل کے ذہنی اور روحانی مسائل کے حل میں مدد مل سکے۔ جو کہ بہت سارے نفسیاتی مسائل کا سبب بنتے ہیں۔ اس شمارے میں تمام موضوعات قابلِ ستائش ہیں۔

عام خیال یہ ہے کہ زیادہ تعلیم یافتہ لوگ دین کے بارے میں زیادہ علم نہیں رکھتے لیکن مضمون "رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات اور دور جدید کا انسان" پڑھ کر احساس ہوا کہ تعلیم یافتہ افراد کا مذہب کی طرف رجحان بڑھنے لگا ہے۔

دوسرا مضمون "رسول اللہ ﷺ کے مشن میں خواتین کا کردار" "اسلامی معاشرے میں خواتین کے کردار اور اسلام کے لئے خواتین کی جدوجہد کے بارے میں اچھی تحقیق ہے۔

نیز ایسی مثبت کاوشوں کی ہمارے معاشرے کو بہت ضرورت ہے۔

(ڈاکٹر سیما مناف۔ انچارج انسٹی ٹیوٹ آف کلینکل سائیکالوجی، کراچی)

"انوکھی روح" نامی سلسلہ وار کہانی "ڈر ڈائجسٹ" کے لئے مناسب ہو سکتی تھی "روحانی ڈائجسٹ" کے لئے نہیں۔ روحانی ڈائجسٹ کا کردار تعمیری با مقصد اور ایک پر خلوص راہنما کا ہے نہ کہ بے مقصد تفریحی ادب مہیا کرنے والے رسالے کا۔ دوسرے جو سلسلے ہیں مثلاً "ذوق آگہی" اور "قندیل" ان کی مقصدیت میں کلام نہیں۔ اسلامی، تاریخی، معلوماتی، سائنسی، طبی سب مضامین اپنی جگہ خوب ہوتے ہیں۔ سچ یہ ہے کہ ایک بار ختم کرنے کے بعد ہر مضمون بار بار پڑھنے کا دل کرتا ہے اللہ تعالیٰ سب لکھنے والوں کو زیادہ سے زیادہ اور خوب سے خوب تر لکھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ مجھے روحانی ڈائجسٹ کی خدمت کرتے زیادہ عرصہ نہیں گزرا لیکن اس تھوڑی سی مدت میں، میں اس کے تمام قلمکاروں کے لئے بے حد اپنائیت اور عقیدت کے جذبات محسوس کرنے لگی ہوں۔ اس کی وجہ شاید اس پاکیزہ رسالے کا نیکی کی بنیادوں پر قائم ہونا ہے۔

(نورالکینہ قاضی۔ گجرات)

میں عرصہ 5 سال سے روحانی ڈائجسٹ کا قاری ہوں اور میرے گھر میں روحانی ڈائجسٹ باقاعدگی سے آتا ہے بہت مناسب قیمت میں یہ ایک بہترین رسالہ ہے جس سے بچے اور بڑے دونوں مستفید ہوتے ہیں اس رسالے میں جو بھی مواد ہوتا ہے وہ بچوں اور بڑوں کو سیدھی راہ دکھانے کی بہترین کاوش ہے۔ نورالٰہی نور نبوت، صدائے جرس، روحانی ڈاک وغیرہ میرے پسندیدہ مضامین ہیں۔

(توصیف احمد، سابق منیٹ کرکٹر۔ کراچی)

روحانی ڈائجسٹ میں شائع ہونے والے تقریباً تمام مضامین اور سلسلے اچھے ہوتے ہیں۔ عظیمی صاحب کا سفر نامہ "میزبان رسولؐ کے دیس میں"۔ پڑھ کر قلب میں سرور کی کیفیت محسوس ہوئی۔ اس کے علاوہ سعیدہ خاتون عظیمی کی "قندیل" پڑھ کر اس بات کا اندازہ ہوا کہ ہم اس دوراہے پر کھڑے ہیں جہاں نوع انسانی کی اجتماعی برائیوں نے ایسے ناسور کو جنم دیا ہے جس کے خاتمے کے لئے قدرت کی طرف سے آپریشن ضروری ہے۔

روحانی ڈائجسٹ مسلسل روحانی علوم کے جوہر کو منظر عام پر لانے کے لئے کوشاں ہے اور روحانی علوم کے حصول کے لئے روحانی استاد کا ہونا بہت ضروری ہے۔

روحانی استاد ہمیں اس شعور سے متعارف کراتا ہے جو روح کا شعور کہلاتا ہے جس میں پابندی نہیں ہے جو غیر فانی ہے۔ جس میں تغیر نہیں ہے جو کائنات کا مطالعہ زمانہ غیر متواتر میں کرتا ہے۔ روح کی آنکھ 21ویں صدی کے حالات کو دیکھتی ہے اور اسی لمحے حشر و نشر کا مشاہدہ کرتی ہے، جنت و جہنم کا مشاہدہ کرتی ہے اور اسی لمحے ماضی کی گزری ہوئی لاکھوں سال پیچھے کی تہذیب کا مشاہدہ کرتی ہے کیونکہ روح کی رفتار کے سامنے زمان و مکان زیر بحث نہیں آتا لہٰذا روح کائنات کی انفرادی اور اجتماعی کتاب کا مطالعہ جہاں سے مرضی چاہے کر سکتی ہے بالکل اسی طرح جیسے ہم ایک فلم دیکھتے ہیں فلم دیکھنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ تسلسل میں رو کر فلم دیکھی جائے یعنی پہلا سین، دوسرا سین اور پھر تیسرا اس طرح مکمل فلم تین گھنٹے میں دیکھی جائے

لیکن اگر ہم چاہیں تو اپنی مرضی سے جو سین ایک گھنٹے کے بعد DISPLAY ہونے والا ہے FORWARD کر کے اس سین کو وقت آنے سے پہلے دیکھ سکتے ہیں۔ اصل میں ہم نے FORWARD کے ذریعے رفتار میں اضافہ کر دیا ہے۔ لہٰذا ایک گھنٹے کے وقت کی نفی ہو گئی اور ایک گھنٹے بعد پیش آنے والے سین کا مشاہدہ ہم نے کر لیا۔ بالفاظ دیگر رفتار میں تصرف کر کے مستقبل کا مشاہدہ حال میں کر لیا۔

(محمد صلاح الدین۔ اورنگی ٹاؤن)

سرورق دیکھ کر اندازہ ہوا کہ فروٹ کی تصویریں اور ساتھ ہی دو بچوں کی تصویریں وسائل کی غلط تقسیم کی عکاسی کرتی ہیں۔ صحرا قحط کی نشانی اور ایک گیلن کی تصویر سے ظاہر ہوا کہ پیٹرول قدرت نے انسانوں کو عطا کیا ہے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لئے بے حساب وسائل ودیعت کر دیئے ہیں لیکن سب سے بڑی رکاوٹ انسان خود ہے جن کے پاس وسائل ہیں وہ بے دریغ ضائع کر دیتے ہیں حتیٰ کہ قحط زدہ علاقوں سے چشم پوشی کی جاتی ہے۔

"لے سانس بھی آہستہ" ایک اچھا اور تحقیقی مضمون تھا۔ پاکستان میں اور بیرون ملک میں بہت سے مراقبہ ہالز قائم ہیں میں امید کرتا ہوں کہ ان مراقبہ ہالز سے وابستہ افراد بھی قلندر بابا اولیاءؒ اور عظیمی صاحب کے روحانی علوم کی روشنی میں طارق محمود کی طرح کی تحقیق کا آغاز کریں گے۔ ہم بحیثیت مسلمان قوم پہلے ہی ترقی یافتہ قوموں سے صدیوں پیچھے ہیں۔ جناب قلندر باباؒ اور ان کے شاگرد عظیمی صاحب ؒ نے ہمیں تحقیق اور ریسرچ کی نئی راہ دکھائی ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ عظیمی صاحب کے مشن سے وابستہ لوگ ضرور اس سے فائدہ اٹھائیں گے تاکہ ہم اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کر سکیں۔ بار بار ایک ہی جیسی طرز فکر حاصل کرنے کے لئے جب کوئی اپنے شعور پر ضرب لگاتا ہے تو اسے وہ طرز فکر حاصل ہو جاتی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ روحانی ڈائجسٹ پیغمبرانہ طرز فکر حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے اور اسے حاصل کرنے کے لئے ہمیں بھی روحانی ڈائجسٹ کو ایک مرتبہ نہیں کئی مرتبہ پڑھنا چاہئے ایک ہی پسندیدہ مضمون کو بار بار پڑھنا چاہئے اس وقت تک جب تک کہ ذوق کی تسکین نہ ہو جائے یعنی اپنے ذوق کی توانائی کے ساتھ روحانی ڈائجسٹ کے مضامین میں غور و فکر بھی کرنا چاہئے۔

(محمد سلیم۔ ملتان)

روحانی ڈائجسٹ کے جون، جولائی کے شمارے پڑھے تمام مضامین انتہائی معلوماتی اور فکر انگیز تھے روحانی ڈائجسٹ کا ہر شمارہ پچھلے شمارے کی نسبت اپنے اندر زیادہ انفرادیت اور جدت لیے ہوتا ہے روحانی ڈائجسٹ بہت تیزی سے علم کی رفعتوں کی جانب رواں دواں ہے۔

ایوان فکر میں قارئین کو اظہار خیال کی دعوت دی جاتی ہے۔ یہ بہت قابلِ تعریف سلسلہ ہے اس کے ذریعے ہمیں یہ جاننے کا موقع ملتا ہے کہ ہمارے معاشرے کے مختلف لوگ ایک ہی مسئلے کے بارے میں کس کس انداز میں سوچتے ہیں...... عظیمی صاحب کی تحریریں تو روحانی ڈائجسٹ کی روح ہیں...... جمیل احمد خان ہر ماہ ایک نئے احساس ایک نئی فکر سے روشناس کراتے ہیں۔ وقار یوسف عظیمی کی تحریریں بہت کم ڈائجسٹ کی زینت بنتی ہیں اگر وقار صاحب کی تحریروں کا بھی کوئی مستقل سلسلہ ہو تو بہت اچھا ہو۔

آخر میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ "روحانی ینگ رائٹرز کلب" میں اپنی تحریر کے ساتھ قومی شناختی کارڈ یا تعلیمی ادارے کے شناختی کارڈ کی فوٹو کاپی ارسال کرنا ضروری ہے......؟ میں روحانی ینگ رائٹرز کلب میں اپنی تحریر بھیجنا چاہتی ہوں مگر میرا شناختی کارڈ ابھی تک نہیں بن سکا ہے اور چونکہ میں نے میٹرک کے بعد پرائیویٹ طور پر تعلیم حاصل کی ہے اس لئے میرے پاس تعلیمی ادارے کا شناختی کارڈ بھی نہیں ہے تو کیا میں "روحانی ینگ رائٹرز کلب" میں اپنی تحریر بھیج سکتی ہوں۔

(شازیہ کنول)

(آپ اپنی نگارشات اپنے والدِ گرامی کے شناختی کارڈ کی فوٹو اسٹیٹ کے ہمراہ ارسال کرسکتی ہیں۔)

روحانی ڈائجسٹ پیاسے، الجھے، بے بس اور محروم لوگوں کے لئے میٹھے کنوئیں کی مانند ہے۔ یقین کریں یہ سب میں صمیم قلب سے تحریر کر رہی ہوں۔ دبستان خیال پڑھ کر قاری سے قاری کے رابطے کا شدت سے احساس ہوا صرف اس کالم سے ہی کئی الجھنوں کی نشاندہی ہوتی ہے۔ میں روحانی ڈائجسٹ تیسری بار خرید رہی ہوں مگر لگتا ہے کہ میں اس کی عرصے سے قاری رہی ہوں۔ خیر تعریف تو سب ہی کر رہے ہیں ماشاء اللہ...... لیکن میرا انداز محسوس کرنے اور لکھنے کا الگ ہے میں چاہتی ہوں سب کی طرح میں بھی اس رسالے کی مستقل ممبر بن جاؤں۔

(شمیم سحر راجپوت۔ لطیف آباد حیدر آباد)

(آپ نے روحانی ڈائجسٹ کے لئے جن جذبات کا اظہار کیا ہے اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائیں۔ آپ اپنی

نگارشات ارسال کر دیں قابلِ اشاعت ہوئیں تو روحانی ڈائجسٹ کی زینت بن جائیں گی۔)

جولائی کا شمارہ کھولتے ہی نور الٰہی نور نبوت پر نظر پڑی تو ماحول سے بے خبر ہو کر مطالعہ میں غوطہ زن ہو گیا۔ پڑھنے کے بعد احساس ہوا کہ الشیخ عظیمی صاحب نے کتنے آسان پیرائے میں دعا کے مفہوم کو سمجھا دیا اور دعا مانگنے کا طریقہ بھی بتا دیا۔ عظیمی صاحب کی بصیرت و دانائی میں اللہ تعالیٰ مزید اضافہ فرمائیں اور ان کی ذات ہم مسلمانوں میں مثبت تبدیلی کا ذریعہ بنائیں۔ (آمین) آپ ہر بات اس طرح سے سمجھا دیتے ہیں کہ پڑھنے والا بآسانی اپنے دل و دماغ میں جذب کر لیتا ہے اگر ہم عجز و انکساری سے ماحول سے لاتعلق ہو کر اور گڑگڑا کر اللہ سے دعا مانگیں تو وہ کیونکر اپنے بندے کو مایوس کرے گا۔ جب کہ ہمارا عموماً طریقہ یہ رہتا ہے کہ دل و دماغ کہیں اور ہوتا ہے اور زبان سے دعا کے رٹے ہوئے الفاظ جاری ہوتے ہیں۔ دعا کی قبولیت کی بھی مختلف صورتیں ہیں دعا کے بدلے اللہ تعالیٰ آنے والی مصیبت کو ٹال دیتا ہے یا اس کی جگہ دوسری دعا قبول کر لیتا ہے یا پھر اس کی جگہ اللہ تبارک و تعالیٰ کوئی خوشی عطا کر دیتا ہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ مایوس نہیں کرتا کیونکہ وہ ستر ماؤں سے زیادہ پیار کرتا ہے۔

(سجاد علی۔ نواب شاہ)

ماہ جون 2000ء کے روحانی ڈائجسٹ میں صحابہ کرامؓ اور راہِ سلوک کے عنوان سے مضمون میں صفحہ نمبر 61 پر سیرت پاک سے ایک واقعہ حضرت حارثؓ سے منسوب ہے اسی عبارت کا واقعہ حضرت عوف بن مالکؓ کے حوالے سے بھی بیان کیا جاتا ہے۔ براہِ مہربانی اس کی وضاحت فرمائیے۔ علمی کتب ارسال کرنے کا طریقہ بھی لکھیں، کیا ایک لفافے میں ایک سے زیادہ موضوعات یا سلسلوں کے لئے تحریریں ارسال کی جاسکتی ہیں؟

(محمد ممتاز ملک۔ میانوالی)

(حضرت داتا گنج بخشؒ کی معروف کتاب کشف المحجوب میں مذکورہ واقعہ حضرت حارثہؓ ہی سے منسوب ہے۔ علمی تعاون کے لئے کتابیں بذریعہ ڈاک اور ٹرین بھیجی جاسکتی ہیں۔ روحانی ڈاک یا سرکولیشن کے علاوہ دیگر شعبوں کے لئے کتنی تحریریں ایک ہی لفافہ میں ارسال کی جاسکتی ہیں۔ لفافے پر شعبہ مضامین ضرور تحریر کردیجئے گا۔)

آپ روحانی ڈائجسٹ کے سرورق کے بارے میں بھی لکھا کریں کہ جو سرورق آپ ڈائجسٹ پر چھاپ رہے ہیں وہ کس بات کی طرف نشاندہی کرتا ہے۔ امید ہے کہ ڈائجسٹ کی اس کمی کو پورا کریں گے۔

(سید عابد امام زیدی ایڈووکیٹ۔ چنیوٹ)

صدائے جرس میں الشیخ عظیمی صاحب کے الفاظ "خدا کرے میرا جنون آپ کا جنون بن جائے"۔ (آمین) دل میں اترتے چلے گئے۔ دیگر مضامین میں ایوان فکر، خالد ریاض ایڈووکیٹ کا خیر البلاغ، مداوا، قندیل اور عظیمی صاحب کا سفر نامہ بہترین رہے۔ اس کے علاوہ تمام مستقل سلسلے بھی اچھے جا رہے ہیں۔ ہر ذہن اور ذوق کے معیار کے مضامین ہونے کی وجہ سے لوگ اس کا مطالعہ دلچسپی سے کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو تحفتاً بھی دیتے ہیں۔

روحانی ڈائجسٹ میں جو تصاویر شائع کی جاتی ہیں ان کو چار کلر میں شائع کریں اور کتابوں کے اشتہارات کو بھی کلر میں شائع کرنے سے اس کا معیار اچھا ہو جائے گا۔

بچوں کے صفحات میں گوشہ مکتب کے عنوان سے اسکول کا تعارف اور طالب علموں کی تحریر شائع کرنے سے روحانی ڈائجسٹ کا پیغام نونہالوں میں بھی عام ہو گا۔

(عقیل احمد۔ کراچی)

جون روحانی ڈائجسٹ میں معلومات عالم اپریل 2000 کے نتائج دیکھنے پر معلوم ہوا کہ اس مہینے میرے 7 جوابات درست تھے۔ میرے پاس جو پروف ہے اس میں بالکل صحیح نتائج کے مطابق 8 جوابات درست ہیں ہو سکتا ہے میں نے غیر ارادی طور پر Tick غلط لگایا ہو براہِ مہربانی نشاندہی کر دیجئے۔

(خان محمد۔ چارسدہ)

(آپ نے سوال نمبر 8 کے جواب میں "جسم مثالی زیادہ لطیف ہوتا ہے" پر TICK MARK کیا تھا جب کہ صحیح جواب "کوئی فرق نہیں ہے" تھا۔)

عظیمی صاحب کے سفر کی روداد پڑھی تو دل بڑا مسرور ہوا "میزبان رسول ﷺ کے دیس میں" پڑھ کر بے اختیار راحت ملی روح میں سرشاری کی سی کیفیت محسوس ہونے لگی۔

(ڈاکٹر محمد یاسین انصاری۔ پھلڈیون سندھ)

وہ خواتین و حضرات جن کے خطوط جگہ کی کمی یا تاخیر سے ملنے کی وجہ سے شامل نہ ہو سکے۔

شبانہ بلقیس۔ سانگھڑ، عبدالکریم۔ بال سندھ، سیدہ نصرت عاشق۔ کراچی، محمد عرفان۔ وہاڑی، محمد اشرف مغل۔ لاہور، ولید احمد شیخ، کوئٹہ۔

علمی تعاون کیجئے!

موجودہ دور ذرائع ابلاغ کا دور ہے۔ اس دور میں کسی بھی پیغام کو پھیلانے کے لئے ذرائع ابلاغ کا کردار نہایت موثر ہے۔ اس وقت جبکہ پوری دنیا اخلاقی و اقدار کی زد میں ہے، ثقافتی اور تہذیبی یلغار عالم اسلام پر حملہ آور ہے ایسے میں روحانی ڈائجسٹ وسائل کی کمی کے باوجود مسلسل تیس سال سے لوگوں کی روحانی، مذہبی اور اخلاقی تعلیم و اصلاح میں کوشاں ہے۔ پیغمبران علیہم السلام کی طرز فکر اور روحانی اقدار کی ترویج و اشاعت میں مصروف عمل ہے۔

الحمدللہ روحانی ڈائجسٹ کو سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روحانی علوم کے وارث حضور قلندر بابا اولیاءؒ کی روحانی سرپرستی اور آپؒ کے شاگرد رشید حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی کی نگرانی حاصل ہے۔ روحانی بزرگوں کی توجہ اور سرپرستی میں شائع ہونے والے اس رسالے سے ہزاروں لوگ معرفت الٰہی کی راہوں پر گامزن ہوئے اور پیغمبرانہ طرز فکر کے تحت زندگی گزارنے لگے۔ روحانی ڈائجسٹ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روحانی مشن کی ترویج و اشاعت میں سرگرم عمل ہے اس مشن میں ہمارے معزز قارئین کرام بھی شامل ہو سکتے ہیں۔

ہم آپ کے پسندیدہ رسالے روحانی ڈائجسٹ کو مطلوبہ معیار سے بہتر بنانے کے خواہاں ہیں اور اس کے ہر مضمون میں مزید نکھار پیدا کرکے معزز قارئین کرام کی روحانی و علمی تشنگی پوری کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کے پسندیدہ رسالہ کو مزید بہتر بنانے کے لئے کثیر تعداد میں کتب اور علمی مواد کی شدید ضرورت ہے۔ کرم فرما قارئین کرام سے درخواست ہے کہ اپنے پسندیدہ رسالہ کے ساتھ اس سلسلہ میں تعاون فرمائیں اور مختلف موضوعات پر کتابیں اور دیگر علمی مواد عطیہ کریں۔ کسی بھی موضوع، عنوان، مصنف، تصانیف، غیر تصانیف اردو یا غیر ملکی زبانیں، نئی اور پرانی کتب، کتابچہ، رسالہ، جریدہ، ہفت روزہ یا سال کے جاسکتے ہیں۔ آپ کے ارسال کیے ہوئے ایک صفحہ اور ایک کتابچہ کو بھی ہم شکریے اور محبت کے ساتھ قبول کریں گے۔

جو کتابیں آپ کے زیر استعمال نہیں ہیں، وہ بوسیدہ شکستہ ہو گئی ہیں وہ بھی عطیہ کی جاسکتی ہیں۔ آپ کی یا آپ کے لواحقین کی منتخب کردہ ان کتابوں کا عطیہ ایک علمی اور علمی جہاد کی حیثیت رکھتا ہے جس کا اجر عظیم آپ کو اس وقت تک ملتا رہے گا جب تک ان کتب سے استفادہ کیا جاتا رہے گا اور لوگوں کو فائدہ پہنچتا رہے گا۔ روحانی ڈائجسٹ میں معزز عطیہ کنندگان خواتین و حضرات کے نام شکریے کے ساتھ شائع کیے جائیں گے۔

ہم آپ کے علمی تعاون کے منتظر ہیں۔

نیاز مند
وقار یوسف عظیمی
ایڈیٹر روحانی ڈائجسٹ
D-1, 1/7 ناظم آباد۔ کراچی 74600

وہ معزز کرم فرما خواتین و حضرات جنہوں نے ہماری درخواست پر کتب، رسائل و جرائد ادارہ روحانی ڈائجسٹ کو ارسال کئے ہم ان کے نہایت شکر گزار ہیں۔ ان کے نام درج ذیل ہیں:

1- قرۃ العین جمال۔ پاپوش نگر، کراچی 2- وسیم احمد تبسم۔ سمندری، ضلع فیصل آباد 3- شگفتہ شرقی۔ نیو کراچی 4- عظمیٰ انعام۔ ناظم آباد، کراچی 5- منور سلطانہ۔ ناظم آباد، کراچی 6- روبینہ علی اعوان۔ منظور کالونی، کراچی

رباعیات

قلندر بابا اولیاءؒ

اک آن کی دنیا ہے فریبی دنیا
اک آن میں ہے قید یہ ساری دنیا
اک آن ہی عاریت ملی ہے تجھ کو
یہ بھی جو گزر گئی تو گزری دنیا

ماتھے پہ عیاں تھی روشنی کی محراب
رخسار و لب جن کے تھے گوہر نایاب
مٹی نے انہیں بدل دیا مٹی میں
کتنے ہوئے دفن آفتاب و ماہتاب

ہو جھونپڑی یا قلعہ تری ملکیت
لیکن اجل اک دم کی نہ دے گی مہلت
رکھ کر کسی گڈھے میں کہیں گے احباب
پائی ہے فلاں ابنِ فلاں نے رحلت

تو آج خدارا کل کے بارے میں نہ سوچ
آئیگی اجل اجل کے بارے میں نہ سوچ
رشتہ تو ہمارا ہے ازل سے لیکن
پی اور پلا ازل کے بارے میں نہ سوچ

ڈپریشن نمبر

چند لوگ بے سکونی، ذہنی انتشار اور اعصابی دباؤ کا شکار پرانے زمانے میں بھی ہوا کرتے ہوں گے مگر آج کل تو ان مسائل کی کثرت نے بے شمار لوگوں کو نڈھال کر کے رکھ دیا ہے۔ کیا امیر کیا غریب، برسر روزگار یا بے روزگار، شادی شدہ غیر شادی شدہ، بے اولاد صاحب اولاد، مرد عورت، لڑکے لڑکیاں، جوان بوڑھے غرض ہر عمر اور ہر طبقے کے لوگ ڈپریشن کی شکایت کرتے نظر آتے ہیں۔

ڈپریشن کے اسباب کیا ہیں؟ موجودہ دور میں اس کیفیت کے تیزی سے پھیلاؤ کی وجوہات کیا ہیں؟ ڈپریشن سے چھٹکارا اور خوش و خرم پر اعتماد زندگی گذارنا کس طرح ممکن ہے؟

ان موضوعات پر اظہار خیال کے لئے روحانی ڈائجسٹ ماہ ستمبر 2000ء میں ایک خصوصی نمبر شائع کر رہا ہے۔

روحانی ڈائجسٹ کے اس خصوصی نمبر میں مندرجہ ذیل موضوعات شامل ہوں گے۔

ڈپریشن کے اسباب و محرکات

☆......بے روزگاری، کاروباری مسائل۔ ☆...... تعلیمی میدان میں پیچھے رہ جانا یا کیریئر بنانے میں ناکامی۔ ☆......ہم پیشہ ساتھیوں کے مقابلے میں افسران بالا کی زیادتیاں ترقی حاصل نہ کرپانا۔ ☆...... امن و امان کی صورتحال سے عدم تحفظ کا احساس۔ ☆......حادثات یا مرنے کا خوف۔ ☆...... والدین کی جانب سے عدم توجہی کی شکایت۔ ☆...... صنعتوں اور ٹریفک کے دھوئیں سے فضائی آلودگی۔ ☆...... ریموٹ کنٹرول، ڈش انٹینا، ٹیلیفون، موبائل فون اور دیگر الیکٹرانکس آلات کی وائبریشن۔ ☆...... معاشرہ میں بڑھتا ہوا تشدد اور کرپشن۔ ☆...... ہر حالت میں دولت کے حصول کے لئے دیوانہ وار بھاگ دوڑ۔ ☆...... سماجی مسائل، انصاف کی عدم فراہمی یا تاخیر سے فراہمی۔ ☆...... ٹوٹی ہوئی سڑکیں، ابلتے ہوئے گٹر، بجلی کی لوڈشیڈنگ، بڑھتی ہوئی مہنگائی۔ ☆...... جنسی ناآسودگی۔ ☆...... عورتوں کا سن یاس۔ ☆...... جنسی ہیجان۔

ڈپریشن سے نجات

☆......بزرگان دین کی دعائیں اور وظائف۔ ☆...... پیغمبرانہ طرز فکر اور استغنا بے سکونی کا موثر علاج۔ ☆...... ڈپریشن اور اس سے پیدا ہونے والے امراض کے سدباب میں مراقبہ کا کردار۔ ☆...... یوگا اور سانس کی آسان اور قابل عمل مشقیں۔ ☆...... مختلف طریقہ ہائے علاج کے ذریعے بے سکونی کا علاج۔ ☆...... خوش کیسے رہا جائے؟ ☆

قارئین کرام، مشترین حضرات اور ایجنٹ صاحبان نوٹ فرمالیں۔

عصر حاضر میں ترقی یافتہ ممالک نے جدید علوم کی بنیاد پر ایجادات و انکشافات کا سلسلہ جاری کر رکھا ہے جبکہ ہم اب تک منصفانہ نظام تعلیم ہی مرتب نہیں کر پائے ہیں۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ قرآن میں پنہاں روحانی علوم کی بنیادوں پر نظام تعلیم کی بنیادیں استوار کی جائیں۔

جمیل احمد خان

گذشتہ ماہ کے اواخر میں جینیاتی سائنس کے اندر حیرت انگیز پیش رفت کے حوالے سے عالمی افق پر ایک خبر خاصی نمایاں رہی جس کے مطابق انسانی جسم کی ساخت کے انتہائی پیچیدہ جینیاتی نظام پر امریکہ، برطانیہ، فرانس، جرمنی، جاپان اور چین میں آٹھ سالوں سے جاری سائنسی ریسرچ میں ایک عظیم اور حیرت انگیز تاریخ ساز کامیابی کا اعلان کیا گیا ہے اور اس کے بعد کرہ ارضی پر انسانی زندگی میں ایک بڑا انقلاب برپا ہو جانے کے امکانات قوی تر ہو گئے ہیں۔ دراصل سائنسدانوں نے انسانی جین کا ابتدائی خاکہ مرتب کر لیا گیا ہے۔ مادی سائنس اس نہج پر جا پہنچی ہے جہاں انسانی بنیاد کی تشکیل ہوتی ہے۔ اس موضوع پر سید اسد علی کا تحریر کردہ مفصل مضمون، اسی شمارے میں شامل ہے۔ مذکورہ پیش رفت کی تفصیلات آپ اس میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ ہم یہاں اس بات پر غور کریں گے کہ جینیات کی سائنسی تحقیق کے میدان میں چین کے علاوہ یورپ کے چار ممالک اور امریکہ کے نام فہرست پر ہیں مگر مقام افسوس ہے کہ اقوام متحدہ کے رکن 56 مسلم ممالک میں سے کسی ایک کا بھی اس کام میں دور دور تک کہیں کوئی پتہ نہیں ہے۔ حالانکہ مسلم دنیا کے کئی ممالک نے اپنی دولت کا بڑا حصہ مغربی دنیا کے مختلف بینکوں اور سرمایہ کاری کے بین الاقوامی اداروں میں لگایا ہوا ہے اور ان مسلم ممالک کا شمار دنیا کے متمول ممالک میں ہوتا ہے۔ تحقیق اور تفکر سے دوری کا نتیجہ ہے کہ مسلم دنیا کل بھی، آج بھی جیسا کہ محسوس ہوتا ہے شاید آئندہ بھی مغربی دنیا کی ہی دست نگر بنی رہے گی۔

جینیاتی تحقیق میں تاریخ ساز کامیابی کے اعلان کے ساتھ ہی یہ بات کھل کر سامنے آگئی ہے کہ اس تحقیق کے نتائج سے میڈیسن اور بیالوجی کے شعبوں پر تقریباً اجارہ داری رکھنے والی بڑی امریکی اور یورپی ملٹی نیشنل کمپنیاں

فوراً ہی میدان میں اُتر آئی ہیں اور ان کے موجودہ رویے کو دیکھتے ہوئے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ وہ آئندہ جدید ریسرچ کے تحت تیار ہونے والی تمام نئی ادویہ اور آئندہ تیار ہونے والے ضروری کیمیکلز پر اپنی اجارہ داری قائم کرنے کی تگ ودو تیز کردیں گی جس کے نتیجے میں ترقی پذیر اور غریب مسلم ممالک اور غیر مسلم ممالک ان کی تاجرانہ ذہنیت اور منافع خوری کے ہتھکنڈوں کی چیرہ دستیوں کا مسلسل ہدف بن کر رہ جائیں گے۔

دنیا کے ترقی یافتہ ممالک نے تحقیق و ترقی کو ایک دوسرے سے اس طرح مربوط کرکے رکھا ہے کہ ہر نیا دن ان کے لئے نئی دریافت اور انکشافات کا دن ہوتا ہے۔ جب کہ ہم مسلمانوں کے نزدیک ترقی کا مطلب محض زندگی کی آسائشوں کا حصول ہی رہ گیا ہے۔ تحقیقی شعبے میں سرمایہ کاری تو دور کی بات ہے تعلیمی شعبے میں ہی گذشتہ صدی کے دوران اکثر مسلم ممالک کوئی خاص پیش رفت نہیں کرسکے ہیں۔

موجودہ عالمی منظر نامے میں تین علاقے خوشحال نظر آرہے ہیں۔ ان میں شمالی امریکہ، یورپ اور مشرقی ایشیاء شامل ہیں۔ اگر ہم ترقی یافتہ معیشتوں کی تازہ ترین مثالیں اپنے سامنے رکھیں اور دنیا کے معاشی منظر نامے کو دیکھیں تو یہ بات درست معلوم ہوتی ہے کہ ترقی کے پرانے ذرائع یعنی زمین، سرمایہ اور قدرتی وسائل ہی اب ترقی کے لئے ضروری نہیں رہے ہیں کہ اب محض زمین کی کوئی اہمیت ہی باقی نہیں رہی کیوں کہ جدید طریقے استعمال کرنے کی بناء پر زرعی پیداوار میں اضافے کی وجہ سے کئی صنعتی ممالک میں ان کی اپنی ضروریات سے زیادہ غذا پیدا ہوجاتی ہے۔ جہاں تک سرمائے کا تعلق ہے تو سرمایہ عالمی منڈی سے نفع بخش کاروبار کے لئے بآسانی دستیاب ہوجاتا ہے اور محض قدرتی وسائل پر تکیہ کرکے ترقی کرنا بھی اب ممکن نہیں رہا کیوں کہ ان کو استعمال کرنے کے لئے جدید ٹیکنالوجی کی ضرورت پڑتی ہے، فرسودہ طریقے سے قدرتی وسائل کو نکالنے کے بعد وہ جدید صنعتوں میں استعمال کے قابل بھی نہیں رہتے۔ چنانچہ ترقی یافتہ دنیا میں شامل ہونے کے لئے، محض وسائل ہی کافی نہیں ہیں۔ سنگا پور، تائیوان، ہانگ کانگ اور جاپان کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں ان کے پاس نہ زمین تھی، نہ سرمایہ اور نہ ہی وسائل لیکن انہوں نے بڑی تیزی سے ترقی کی منازل طے کرلیں۔ موجودہ عہد میں روایتی ذرائع کے بجائے مستعدی، تنظیم، نظم وضبط اور غیر روایتی ریسرچ ہی کسی معاشرے کی ترقی کے اہم حوالے بن چکے ہیں۔

مشرقی ایشیائی ممالک کی ترقی کی ایک اہم وجہ تعلیم کے شعبے پر بھرپور توجہ ہے۔ جاپان میں 93فیصد طلباء ہائر سیکنڈری ایجوکیشن حاصل کرتے ہیں اور تقریباً اتنی ہی تعداد میں گریجویشن بھی کرلیتے ہیں۔ گریجویشن کے وقت ان کی عمر صرف 18سال ہوتی ہے۔ یورپ میں 68% فیصد 18سال کی عمر کے جرمن طلباء، 48%فیصد فرانسیسی اور 29% فیصد انگریز طلباء ہائر سیکنڈری ایجوکیشن مکمل کرپاتے ہیں۔ دوسرے مشرقی ایشیائی ممالک میں بھی تعلیم کی شرح بہت زیادہ ہے۔ چین میں تعلیمی دنوں کی اوسط تعداد سال کے 365دنوں میں 251ہے کوریا اور تائیوان میں 222ہے۔ جب کہ فرانس میں 174، امریکہ میں 178، پرتگال میں 172، اردن میں 191اور برازیل میں 181ہے۔

جاپان، کوریا اور چین میں زیادہ تر طلباء شام کے اسکولوں میں پڑھتے ہیں تاکہ وہ امتحانات کے لئے بہتر تیاری کرسکیں۔ امتحانات اور داخلوں کے زمانے میں پوری قوم اس قدر منہمک ہوتی ہے کہ اخبارات یونیورسٹیز اور اسکولوں کے گذشتہ سالوں کے پیپرز شائع کرتے ہیں، ان پر تبصرہ کرتے ہیں اور ان کے ماڈل جواب شائع کرتے ہیں یوں ایک ایسا ماحول پورے ملک میں پیدا کردیا جاتا ہے جہاں تعلیم کا حصول ہر چیز سے اہم ہوجاتا ہے اور جب یہ نوجوان نسل حصولِ علم کی تکمیل کے بعد عملی زندگی میں قدم رکھتی

ہے تو انہیں ملازمت کے دوران ہی تربیت دے دی جاتی ہے۔ چین نے پوری کوشش کی ہے کہ وہ جنرل ایجوکیشن اور مینجمنٹ ایجوکیشن میں موجودہ معاشی ضرورت کے مطابق تعلیم دے۔ 1980ء میں انہوں نے ایک ایسا پروگرام بنایا تھا جس میں وہ ایک مینیجر کو یہ سکھاتے تھے کہ وہ منڈی کے اشاروں پر کس رد عمل کا مظاہرہ کرے۔

مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ترقی کرنے والی معیشت کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے لوگوں کی تربیت میں اضافہ کے ساتھ ساتھ اسے وقتاً فوقتاً جدید تقاضوں سے ہم آہنگ بھی کرتی رہے۔ یہی وہ اصول ہے جس سے لوگوں کی ذہنی استعداد اور نظم وضبط میں اضافہ ہوتا ہے۔

مشرقی ایشیائی ممالک کو بیشتر قدرتی وسائل میسر نہ تھے۔ لیکن ان کے پاس اس سے بھی بڑی ایک دولت میسر تھی اور وہ دولت تھی انسانی دماغوں کی...... انہوں نے اس بیش قیمت دولت کو زبردست تعلیم و تربیت کے بعد استعمال کیا اور آج بعض شعبوں میں ان کا مقابلہ یورپ و امریکہ کے ترقی یافتہ اداروں سے کیا جاتا ہے۔

ہم جس دین کے پیروکار ہیں، اس کا پہلا لفظ ہی اقراء ہے اور علم کا حصول ہمارے مذہب میں فرض قرار دیا گیا ہے۔ صرف پاکستان کا جائزہ لیا جائے تو یہاں شرح خواندگی 1981ء کی مردم شماری کے نتائج میں 26فیصد کے لگ بھگ ظاہر کی گئی تھی۔ جب کہ یونیسکو کی چند سال قبل کی رپورٹ کا مطالعہ کیا جائے تو اس کے مطابق پاکستان میں خواندگی کی شرح محض 10%فیصد ہے۔ جب کہ جاپان میں آج سے 200سال قبل شرح خواندگی 100فیصد تھی اور آج بھی 100فیصد ہی ہے۔ اس حقیقت کو سامنے رکھتے تو یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ جاپان ہم سے 200سال آگے ہے۔

ترقی یافتہ دنیا سے سینکڑوں سال پیچھے ہونے کے باوجود اب بھی ہم ترقی کی بنیادیں تک تعمیر نہیں کرسکے ہیں۔ اگرچہ ہمارے ملک میں سائنسی تعلیم کا آغاز اسکول کی سطح سے ہی کردیا جاتا ہے لیکن ان اسکولوں میں نہ تو مناسب تجربہ گاہیں موجود ہیں اور نہ ہی سائنسی تعلیم میں استعمال ہونے والا مواد اور نہ ہی سائنسی آلات...... بیشتر اسکول حقیقی تجربہ گاہ سے محروم ہیں۔ بلکہ کسی ایک کمرے کو لیب کا درجہ دے کر اسی میں دو چار ٹوٹی پھوٹی اشیاء رکھ دی جاتی ہیں اور بچوں کو مداری کے تماشے کی طرح عملی سائنس کے ان تجربات سے روشناس کرالیا جاتا ہے جو بیس پچیس سال سے آج کے اس جدید ترقی یافتہ دور میں بھی جوں کے توں دہرائے جارہے ہیں چونکہ اکثر ٹیچرز کی اپنی ذاتی دلچسپی وابستہ نہیں ہوتی اس لئے وہ محض مُردہ دلی کے ساتھ چند کرشمے دکھا کر کھیل ختم کردیتے ہیں اور طالب علم ان سائنسی تجربات کو اپنی عملی زندگی سے یکسر جدا پاتا ہے۔ کسی طالب علم میں اگر تجسس کا مادہ ہو تو اکثر نہ صرف اس کی حوصلہ شکنی کی جاتی ہے بلکہ اس کے تجسس کو اکثر نشانہ بناکر مطعون کرنے سے بھی گریز نہیں کیا جاتا، انہی رویوں کا نتیجہ ہے کہ عموماً طالب علم ابتدائی سائنسی اسباق کو ایک مجبوری، بوجھ یا پھر کسی قسم کی غیر مرئی کارستانی سمجھ کر لاتعلق ہوجاتا ہے اور اپنا مقصد استاد کی خوشنودی اور امتحان میں زیادہ سے زیادہ ویرسنٹیج کے حصول تک محدود کرلیتا ہے۔ یہ تعلیمی بنیاد ہے...... جسے دیکھتے ہوئے کیا آپ سمجھ سکتے ہیں کہ کسی محقق، سائنسدان یا کسی شعبے کے ماہرین کی تیاری ممکن ہے؟؟!......

ہمارے ملک میں اسکول ہوں، کالجز ہوں یا پھر جامعات عموی طور پر تجربہ گاہوں کا یہ حال ہے کہ نہ تو جدید آلات میسر ہیں اور نہ ہی ان اجزاء کی فراوانی ہے جو عملی تدریس میں درکار ہوتے ہیں۔ اگر وسائل موجود نہ ہوں تو انسانی ذہن ان وسائل کی کمی پوری کرسکتا ہے بشرطیکہ اسے استعمال کیا جائے۔ لیکن ہمارے ہاں تو اکثر استاد اور شاگرد دونوں اس کوشش میں لگے دکھائی دیتے ہیں کہ کسی طرح معین وقت پورا ہوجائے اور وہ اپنی حاضری لگاکر گھر کو بھاگیں۔

ہمارے ہاں اکثر و بیشتر مختلف دانشوروں اور مختلف فورم کی جانب سے یہ جملہ دہرایا جاتا ہے کہ "صد حیف ہمارے ملک میں ہر سال ایک سو سے بھی کم پی ایچ ڈی تیار ہوتے ہیں۔ جب کہ ہمارے پڑوسی ملک میں یہ تعداد چار ہزار سالانہ ہے"۔ دراصل ہم یہ حقیقت فراموش کیے بیٹھے ہیں کہ پڑوسی ملک میں آزادی کے وقت سے ہی سائنسی ادارے نہ صرف وجود رکھتے تھے بلکہ برسوں سے تحقیق کے میدان میں خاطر خواہ ترقی بھی کررہے تھے، ان کے ہاں سائنس اور ٹیکنالوجی کی بنیادیں بے حد مضبوط اور انفرا اسٹرکچر اپنی جگہ پر قائم ہے اور یہ صورت تقریباً شروع ہی سے موجود ہے۔ اگر ان کے ہاں ڈاکٹریٹ کی سطح کے سائنس دان ہزاروں کی تعداد میں نکلتے ہیں تو ان کی کھپت اس ملک کے اداروں میں ہو جاتی ہے اگر ہم ترقی کا معیار اس بات کو سمجھ لیں کہ ہمارے ہاں بھی سالانہ ہزار پی ایچ ڈی تیار ہوں تو یقیناً ان میں بڑی تعداد خام اور ناپختہ ہی رہ جائے گی کیوں کہ ہم بنیادی سطح کی تعلیم کے معاملے میں انتہائی قحط زدہ ماحول میں کھڑے ہیں۔

اس وقت پاکستان میں عملاً تین یا چار اقسام کے نظام رائج ہیں اور ان نظام تعلیم کے تحت چھ سات قسم کے تعلیمی ادارے کام کررہے ہیں کراچی کے امریکن اور گرامر اسکولوں جیسے اداروں کا نصاب اور نظام تعلیم کلیتاً درآمد شدہ ہے، اور اس کا نظریہ پاکستان کی روح سے مطابقت رکھنا قطعاً ضروری نہیں ہے۔ اس کے بعد دوسرے درجے میں نہایت گراں انگریزی میڈیم اسکولز ہیں جہاں "او لیول" اور "اے لیول" کے لئے تعلیم دی جاتی ہے۔ پھر گلی گلی محلے محلے، تیسرے اور چوتھے درجے کے انگلش میڈیم اسکول ہیں جہاں نہایت معمولی تنخواہ پر تعینات ٹیچرز علم کا بوجھ اپنے سر سے اتار کر طالب علموں کے کندھوں پر لاد دیتے ہیں۔ سب سے آخر میں سرکاری اسکولوں کا درجہ ہے جہاں عموماً اردو میڈیم یا پھر مقامی زبانوں میں تعلیم دی جاتی ہے۔ تعلیمی اداروں کا ایک سلسلہ نیم سرکاری پبلک اسکولوں کا بھی ہے لیکن یہاں عموماً مراعات یافتہ طبقے کی ہی رسائی ہے۔ غریب اور متوسط طبقے کے بچے یہاں تک نہیں پہنچ پاتے۔ ایک سلسلہ مشنری اسکولوں کا بھی ہے۔ ان کے بھی مختلف طبقات ہیں۔ غریب بستیوں کے لئے ان کا معیار الگ ہے اور امراء کے لئے الگ۔

ان سب کے علاوہ ہمارے ملک میں ایک سلسلہ تعلیم دینی مدارس کا بھی ہے۔ ان کے بھی کئی درجات اور قسمیں ہیں۔ دور افتادہ گاؤں اور پس ماندہ علاقوں میں نہایت قلیل وسائل سے کام کرنے والے مدارس اور بڑے شہروں میں بڑے بڑے اور باوسیلہ مدارس۔ ان مدارس میں بھی مختلف فقہی مکاتب اور مسالک کے یکسر الگ الگ رنگ ہیں۔ ان سب اداروں کا اپنا اپنا کلچر ہے جن کا آپس میں شدید تضاد بھی نظر آتا ہے۔ چونکہ ہماری ثقافت کے متغیر اور متلون رنگوں نے بھی ہمارے مدارس پر بڑے گہرے اثرات مرتب کیے ہیں چنانچہ اس کی عکاسی اکثر جگہ اور حالات میں نظر آتی رہتی ہے۔

ارباب اختیار اور طبقہ اشرافیہ نے شاید قومی اور ملی سطح پر تعلیم کی حرکیات اور ترقی کے حوالے سے اس کی بنیادی اہمیت کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ ان کے اپنے طبقے کے لئے تو گرامر اسکول اور امریکن اسکول کی طرز کے ادارے موجود ہیں یہ ادارے ایک مخصوص طبقے کی نشوونما کا کردار تو ادا کررہے ہیں لیکن ملی سطح پر فکری، شعوری اور علمی ارتقاء کا کام ہرگز نہیں کر سکتے۔ چنانچہ مذکورہ طبقات کی ترجیحات اور توجہ میں قومی تعلیم اور خصوصاً ابتدائی تعلیم بہت ہی نچلا مقام رکھتی ہے۔ جیساکہ ہم بیان کرچکے ہیں کہ انسان سازی جو موجودہ ترقی یافتہ دنیا میں کسی باعزت مقام پر کھڑے ہونے کے لئے بے حد ضروری ہے ان کی نظر میں، ایک بے معنی ہدف ہے۔

تعلیم کی ساخت اور ہیئت کو متعین کرنے والا دوسرا گروہ، انتہائی معذرت کے ساتھ ان "ماہرین تعلیم" کا ہے جو ارباب اختیار اور طبقہ اشرافیہ کے مقاصد سے غیر متصادم

اور ان کی مقرر کردہ حدود و اہداف کے مطابق وقتاً فوقتاً پالیسیاں مرتب کرتے ہیں۔ یہ لوگ ایک قوم، ایک معاشرے اور ایک خاندان کے لئے تعلیم کی اہمیت اور اس کے دوررس نتائج سے قطعاً بے بہرہ نہیں ہیں لیکن بدقسمتی سے جب کہ وہ قوم کے اور اس کے بچوں کے مستقبل کے خاکے اور نقشے مرتب کررہے ہوتے ہیں تو خود ان کے مفادات قومی مفادات سے ہم آہنگ نہیں رہتے۔

چند برس قبل ایک ماہر تعلیم نے صاف اور واضح الفاظ میں بتایا تھا کہ کراچی کے جو طلباء میٹرک پاس کرتے ہیں ان کی اکثریت کا معیار تعلیم پانچویں جماعت پاس کرنے کے لائق بھی نہیں ہوتا ہے اور ان کی اس بات کا تجزیہ گذشتہ ایک عشرے کے دوران، میٹرک اور انٹر میڈیٹ کی سطح کے امتحانات کے نتائج سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

چنانچہ یکسر مختلف نظام ہائے تعلیم کے ذریعے ہمارے معاشرے میں مختلف طبقات، ثقافتیں اور مختلف درجوں کے حاکمین اور محکومین پیدا ہورہے ہیں۔ جن کے ذریعے غیر اخلاقی، ظالمانہ، استحصالی نظام ہی استوار ہو سکتا ہے۔ تعلیمی اداروں میں کیا پڑھایا جائے؟ کون پڑھائے؟ کیا فیس لی جائے؟ اور ماحول کیسا ہو؟ اس حوالے سے بظاہر کوئی قدغن نظر آتی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پورا ملک تعلیم کے شعبے کے حوالے سے ایک مچھلی مارکیٹ کی سی حیثیت اختیار کر تا جارہا ہے جہاں بھانت بھانت کی آوازیں ایک چیخ و پکار کا سا ماحول برپا کیے ہوئے ہیں ظاہر ہے یہ کسی باشعور معاشرے کی تصویر نہیں ہو سکتی۔ اس صورتحال کے باوجود "دیوانہ بکار خویش ہشیار" کے سنہرے اصول کے مطابق ان حالات میں بھی طبقہ اشرافیہ کی ضروریات اور مفادات کا پورا پورا خیال رکھا گیا ہے۔ اس کے لئے وسائل اور ذرائع فراہم کرنے کا انتظام و انصرام بھی موجود ہے۔ نتیجتاً ہمارے معاشرے میں ایک تہذیبی بحران اور انتشار پیدا ہوچکا ہے اور "وحدتِ ملی" جس کا ذکر کرتے کرتے ہمارے علمائے کرام، دانشوروں، ادیبوں، شاعروں، قلمکاروں کی زبانیں نہیں تھکتیں، اب ایک خوابِ پریشاں سے زیادہ کچھ نہیں رہی۔

معاشرے کے اندر بہت سے طبقات میں گذشتہ پچاس سالوں کے دوران دو طبقے تیزی سے اُبھرے ہیں اور دونوں میں یکساں شدت پائی جاتی ہے۔ ایک طبقہ، اشرافیہ طبقے کے نوجوانوں کا ہے جن کی تربیت امریکن اور گرامر اسکولوں میں ہوئی ہے۔ ان میں سے بیشتر کا رشتہ اپنی ملی اقدار سے یکسر ٹوٹ چکا ہے۔ ان لوگوں نے Junk Food کلچر کو اپنایا ہوا ہے، شور شرابہ ہلاگلا موج مستی ان کے پسندیدہ مشاغل ہیں۔ مغرب کے طرز بود و باش اور فیشن سے ہم آہنگ رہنا ان کی اولین ترجیح ہے۔

جب کہ دوسرا طبقہ دنیا میں برپا ہونے والے کمپیوٹرائز اور جینیاتی انقلاب سے لاتعلق جدید ایجادات کے استعمال کے حوالے سے ہی شک و شبہات میں مبتلا ہے۔ دنیا آج ایک گلوبل ویلج میں تبدیل ہوچکی اب جبکہ پرنٹ میڈیا ٹی وی، ڈش اور انفارمیشن ٹیکنالوجی نے فاصلوں کو یکسر ختم کردیا ہے۔ انٹرنیٹ کے مختلف چیٹنگ چینلز پر رات دن مختلف گروپس خیالات اور معلومات کے باہمی تبادلے میں مصروف رہتے ہیں۔ ای میل کے ذریعے بلا طلب معلومات آپ کو گھر بیٹھے میسر آرہی ہیں۔ لیکن یہ طبقہ ان تمام تبدیلیوں کو آج بھی کافروں کی چیرہ دستیاں کہہ کر ان سے اس لئے گریزاں ہے کہ مبادا یہ دین میں مکروہ یا ناجائز نہ ہو۔

ہم یہاں یہ سوال کرتے ہیں کہ کسی نو ایجاد چیز کے استعمال کو مکروہ یا ناجائز ٹھہرانے کے لئے کیا محض یہ بات کافی ہے کہ عہد رسالتؐ، عہد صحابہؓ یا عہد ائمہؒ میں موجود نہ تھی؟

ہمارے خیال میں قدرت کا منشاء ہرگز یہ نہیں ہو سکتا کہ انسان کی قوتِ ایجاد ایک خاص دور کے بعد ختم ہوجائے اور کائنات میں جاری وساری قدرت کے فارمولوں کی تلاش و جستجو اور ان کے استعمال کے نت نئے

طریقوں کی دریافت کا سلسلہ ایک خاص زمانے یا فلاں بزرگ یا امام کے دور تک ہو تو جائز اور اس کے بعد ہو تو حرام قرار دے دیا جائے۔ ایسے افراد جو عصر حاضر کی ایجادات و انکشافات کے متعلق شک و شبے میں مبتلا ہیں وہ درحقیقت نادانستہ طور پر دشمنانِ اسلام کے اس الزام کی تصدیق کر رہے ہیں کہ "اسلام کوئی دائمی مذہب نہیں بلکہ ایک خاص زمانے تک کے لئے آیا تھا اور اب اس کے اتباع میں انسانی تمدن کے ارتقاء کا دروازہ بند ہو چکا ہے"۔

یہ شک و شبہات اس لئے بھی پنپتے جا رہے ہیں کہ اکثر مذہبی ذہن کے افراد نے اپنے اسلاف کی تعبیرات کو اس قدر دوامی حیثیت دے دی ہے جس کا حق صرف اور صرف قرآن و سنت کو حاصل ہے۔

علامہ محمد اقبال نے بیسویں صدی کے ابتداء میں ہی اس رجحان کو بھانپ لیا تھا اور اس خیال کو کہ اجتہاد کا دروازہ بند ہو چکا ہے، ایک افسانہ قرار دیا تھا۔ علامہ اپنی کتاب "تشکیل جدید اور الٰہیات اسلامیہ" میں تحریر کرتے ہیں۔

"یہ خیال محض اس لئے پیدا ہوا کہ بعض افکار و نظریات جن کی حیثیت محض قرآن و حدیث کی انفرادی تعبیر کی حد تک تھی، فقہ کی ایک معین صورت اختیار کرتے چلے گئے۔ کچھ اس ذہنی تساہل کے باعث کہ روحانی زوال کی حالت میں لوگ اپنے اکابر مفکرین کو بتوں کی طرح پوجنا شروع کر دیتے ہیں"۔

بعض روشن خیال مذہبی مفکرین نے جدید تقاضوں سے خود کو ہم آہنگ کرنے کی کوشش تو کی ہے لیکن معذرت کے ساتھ عرض ہے کہ اس طرز عمل سے بھی اُس بنیاد کو استوار نہیں کیا جا سکا ہے کہ جس کے ذریعے ہم دو سو سال کے اُس ذہنی، فکری عملی اور اخلاقی فاصلے کو طے کر سکیں جو ہمارے اور ترقی یافتہ دنیا میں پیدا ہو چکا ہے۔ اگر ہم آج قرآن شریف، صحاح ستہ اور دیگر مذہبی مواد کو سی ڈی اور انٹرنیٹ پر لے آئے ہیں تو یہ تبدیلی کا آغاز نہیں ہے بلکہ جذباتی انداز فکر سے ہٹ کر دیکھئے تو ہم مغرب کے کنزیومر کی حیثیت سے آگے نہیں بڑھ سکے ہیں۔

بظاہر یورپ و امریکہ کے دانشور اور حکمران اس حقیقت کا زبانی اقرار کریں یا نہ کریں...... مگر حقیقت یہی ہے کہ وہ پاکستان کو ہی مسلم دنیا کی قیادت کا حامل سمجھتے ہیں اور انہیں خدشہ ہے کہ اگر پاکستان کے حکمرانوں اور عوام نے اس حقیقت کا ادراک کر لیا تو "نیو ورلڈ آرڈر" کے ذریعے نافذ کی جانے والی گلوبلائزیشن میں شدید رکاوٹ پیدا ہو سکتی ہے۔ نیو ورلڈ آرڈر امریکہ کی وہ پالیسی ہے جس پر گیارہ جنوری 1998ء سے عمل شروع کیا گیا۔ اس پالیسی کی تشکیل میں سابق وزیر خارجہ ہنری کسنجر سابق سلامتی امور کے مشیر برزنسکی اور پروفیسر شموئیل ہنٹنگٹن بھی شامل تھے اور اس پالیسی کے حوالے سے انہوں نے تہذیبوں کے تصادم کی تھیوری پیش کی یعنی ایک تہذیب دوسری تہذیب کو ختم کر دے گی اور یہ جنگ درحقیقت مغرب اور مسلمانوں کے مابین ہو گی۔ یہ پالیسی 1989ء میں عملی طور پر شروع ہوئی اور 2005ء سے 2010ء تک پایہ تکمیل کو پہنچے گی۔ اس پالیسی کا اصل مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ ساری دنیا کی معیشت کو اپنے پنجوں میں جکڑ لیا جائے اور دنیا بھر کے انسانوں پر مبنی علمی برتری کی دہشت طاری کر کے انہیں اپنا ذہنی، فکری، علمی اور معاشرتی غلام بنا لیا جائے...... اس حوالے سے ہم مئی 2000ء کے شمارے میں "کمرشلزم۔ شرک کا جدید عالمی بہروپ" کے عنوان کے تحت تفصیلی گفتگو کر چکے ہیں۔

عالمی طاقتوں کا اولین ہدف، پاکستان پر شدید دباؤ ڈال کر ایسے حالات میں دھکیل دینا ہے جہاں وہ مسلم دنیا کی قیادت کے حوالے سے کوئی خیال بھی ذہن میں نہ لا سکے۔ سب سے پہلے مسلم دنیا میں خاندانی نظام کو ترقی کی راہ میں رکاوٹ قرار دے کر توڑا جا رہا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک انٹرنیشنل کریمنل کورٹ کو جن خطوط اور اختیارات کے ساتھ قائم کرنے کی کوشش ہو رہی ہیں اس کے قیام

کے بعد تو اس عدالت کے ذریعے دنیا کے کسی بھی ناپسندیدہ لیڈر یا عام شہری کو بھی سزا دی جا سکے گی۔ جس کا جواز صرف یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس نے اپنی بیوی کی مرضی و آزادی کا پاس نہیں رکھا اور وہ جبر کا مرتکب ہوا۔ کسی بھی مذہبی یا ثقافتی قدروں کی پاسداری کرنا بھی جرم قرار دینے کا یہ جواز ہو سکتا ہے کہ یہ اقدام ظلم پر مبنی ہے اور جبر و غلامی کا باعث ہے۔ مسلم دنیا ہی اس نئی مجوزہ عالمی عدالت کا اصل ٹارگٹ ہو گی اور مسلم دنیا کے حکمران بھی شاید اس سے محفوظ نہ رہ سکیں اور عام آبادی میں بھی مغربی خیالات سے اختلاف رکھنے والے بھی گرفت میں لائے جا سکیں گے۔

یہ عصر حاضر کا ایک مختصر جائزہ ہے۔ ہم مسلم دنیا میں پاکستان کے حوالے سے تعلیمی بنیادوں پر گفتگو کر چکے ہیں۔ موجودہ حالات کو ہم محض عالمی طاقتوں کی اسلام کے خلاف سازش قرار دے کر ان کے خلاف نعرے بازی کی فضا پیدا کر کے درست نہیں کر سکتے۔ کیوں کہ ترقی یافتہ عالمی طاقتیں، سازشوں کے ذریعے ترقی یافتہ نہیں بنی ہیں بلکہ انہوں نے عجائبات قدرت میں تفکر سے کام لیا اور قدرتی وسائل کو اپنے استعمال کے لئے مسخر کر ڈالا۔ اللہ تعالیٰ...... ربُّ العالمین ہیں...... ربُّ المسلمین ہرگز نہیں...... دنیا کی کوئی بھی قوم کوئی بھی فرد چاہے وہ اللہ کو اپنا رب تسلیم کرتا ہو یا انکاری ہو...... اگر وہ کائناتی قوانین میں تفکر کرے گا تو اسے کائناتی قوانین کی حقیقت کا سراغ مل جائے گا۔ عصر حاضر کا منظر یہ ہے کہ طاقت کا توازن مغرب کے ہاتھ میں ہے، اس لئے کہ انہوں نے سائنس و ٹیکنالوجی کے میدان میں زبردست ترقی کی ہے۔ اس توازن کو محض نعرے بازی یا مغرب کا تعصب قرار دے کر بدلا نہیں جا سکتا...... کیوں کہ یہ مسئلہ تو خود ہماری اپنی کمزوریوں اور غفلتوں کی وجہ سے پیدا ہوا ہے اور اسے ہم نے خود ہی درست کرنا ہے۔ یہ تو صریحاً ناانصافی ہو گی کہ ہم اس کا ذمہ دار دوسروں کو ٹھہرا کر خود مطمئن رہیں یا دوسروں کا واویلا کر کے انہیں اپنی طرف متوجہ کر لیں۔

پیغمبر اسلام سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مومن کی صفات میں سے ایک صفت بصیر ابزمانہ یعنی اپنے زمانے کی بصیرت رکھنے والا بھی بتلائی ہے۔ اس اعتبار سے جانچا جائے تو موجودہ زمانے میں بعض مسلم مذہبی دانشور اس صفت سے بالکل عاری نظر آتے ہیں۔ یہاں یہ بات ذہن میں رکھئے کہ زمانے کی بصیرت سے مراد صرف یہ ہی نہیں ہے کہ محض جدید ایجادات سے استفادہ کر لیا جائے بلکہ عہد جدید کے ماحول میں اسلام کے توحیدی اصولوں کی ترویج کے لئے راستے تلاش کیئے جائیں۔

مقام افسوس یہ ہے کہ اکثر مسلمانوں کے نزدیک اب توحید اصل نہیں رہی بلکہ ان کا قبلہ و کعبہ تاریخ قرار پا چکی ہے۔ اور بقول علامہ اقبال "ذہنی تساہل کے باعث روحانی زوال کی حالت میں لوگ اپنے اکابر مفکرین کو بتوں کی طرح پوجنا شروع کر دیتے ہیں" کا ماحول پیدا ہو چکا ہے۔

معروف روحانی اسکالر حضرت عظیمی صاحب نے کراچی میں کسی مقام پر عظیمیہ روحانی لائبریری کے افتتاح کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ "مغرب کی ایجادات اور انکشافات کا منبع قرآن مجید ہے۔ مغربی سائنسدان قرآن کی آیتوں پر تفکر کرتے ہیں اور اس تفکر سے آیت میں چھپی ہوئی حکمتوں کو تلاش کرتے ہیں اور نتیجے میں کوئی چیز ایجاد ہو جاتی ہے"۔

کیسی عجیب بات ہے کہ قرآن کو تسلیم کرنے کا دعویٰ ہم کرتے ہیں۔ اللہ کی پسندیدہ قوم خود کو قرار دیتے ہیں لیکن ہم قرآن کی آیات پر تفکر کے لئے تیار نہیں ہیں اور اسے محض عذاب و ثواب کی ایک کتاب سمجھے بیٹھے ہیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے 756 آیات میں تفکر کرنے، تلاش کرنے، تحقیق کرنے، ایجاد کرنے، ریسرچ کرنے کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"مشاہدہ کرو جو کچھ کہ ہے آسمانوں اور زمینوں

میں"۔

"کیا تم مشاہدہ نہیں کرتے؟"
"کیا تم غور و فکر نہیں کرتے؟"
"کیا تم تدبر نہیں کرتے؟"

"خداوند قدوس کی نظر میں بدترین مخلوق وہ لوگ ہیں جو گونگے بہرے ہیں یعنی گونگے بہروں کی سی زندگی گزارتے ہیں اور عقل و تدبر سے کام نہیں لیتے"۔

"کتاب جو ہم نے آپ ﷺ کی طرف بھیجی برکت والی ہے تاکہ وہ اس میں غور و فکر کریں اور عقل والے اس سے نصیحت حاصل کریں"۔

مغربی قوموں نے قرآن پر تفکر کیا اور قدرت کی نعمتوں اور وسائل کو اپنے لئے مسخر کر ڈالا۔ ان کے ہاں پائی جانے والی جنسی آزادی کو ایک طرف رکھ دیں تو ان کے ہاں رائج اکثر نظام مساوات کے انہی اصولوں پر قائم ہیں جنہیں قرآن نے بیان کیا ہے۔ جب کہ ہمارے ہاں معاشی، معاشرتی، اخلاقی، عملی غرض تمام شعبوں میں قرآن سے دوری واقع ہو چکی ہے۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ قرآن میں پنہاں روحانی علوم کی بنیادوں پر ایک ایسے نظامِ تعلیم کی بنیادیں استوار کی جائیں جو معاشی، سیاسی، اخلاقی اور معاشرتی سطحوں پر یکساں آبیاری کر سکے۔

اس کام کی تکمیل کے لئے ہمیں صوفیائے کرام کی تعلیمات سے استفادہ کرنا ہوگا۔ مسلم صوفیاء کی عظیم الشان تاریخ میں ایک زبردست کردار ہمیں حضرت امام غزالیؒ کا نظر آتا ہے۔ امام غزالیؒ محقق اور مجتہد ہونے کے ساتھ ساتھ مجددانہ فکر کے بھی مالک تھے۔ آپؒ نے اپنی کتابوں کے ذریعے عقائد و افکار، تصوف و طریقت، اخلاق و فلسفہ اور تعلیم و تربیت کے متعلق خاصی معلومات فراہم کی ہیں۔ امام غزالیؒ کے نزدیک انسانی شخصیت ظاہر و باطن سے مرکب ہے اور حواس ظاہری اور حواس باطنی پر قائم ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں انسان کی سعادت اللہ تعالیٰ کی معرفت میں ہے اور نفسیاتی لحاظ سے سب سے مرغوب علم علم معرفت ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اللہ کی خشیت علماء کے دلوں میں ہے"۔

جس شخص کو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوگی صحیح معنوں میں وہی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر سکے گا اور علم ہی سے اللہ کی معرفت اور پہچان ممکن ہوگی۔

امام غزالیؒ نے ظاہری علوم اور باطنی علوم کے مابین جو بُعد پیدا ہو چکا تھا، اُسے اپنی متوازن حکمت علمی سے دور کیا۔ ظاہری علوم کے عالم اپنے علم کو ہی سب کچھ سمجھے بیٹھے تھے اور باطنی علوم کے نام لیوا ظاہری علوم کو مذہب کی سب بڑی رکاوٹ قرار دیتے تھے۔ مثلاً اس زمانے میں طب کے شعبے میں مسلمانوں کا فقدان تھا اور یہ پیشہ مسلم سلطنت میں بھی یہودیوں اور عیسائیوں کے لئے مخصوص تھا۔ حضرت امامؒ غزالی نے اسے فرض کفایہ قرار دیا۔ اسی طرح آپؒ نے علم ریاضی کی تدریس پر بھی خاصا زور دیا۔ اس کے علاوہ صنعتی علوم، کاشتکاری، پارچہ بافی، چمڑے کی مصنوعات کی تیاری، غرض سائنس و ٹیکنالوجی کے تمام شعبوں کے علوم کے حصول کو فرضِ کفایہ قرار دیا۔ جبکہ فقہی علوم کو جو تقدس اور فرض عین کا درجہ حاصل ہو گیا تھا انہوں نے اس رویے کو غلط قرار دیا۔ اس لئے کہ اس کا مقصد ملازمت کا حصول، مناظرے میں کامیابی یا شہرتِ عام حاصل کرنا یا اس علم کی بدولت سلاطین کے درباروں میں رسائی اور منصب حاصل کرنا تھا۔

علم کا ماخذ جاننا، تلاش و جستجو ہے۔ علم کا سب سے بڑا ذریعہ ہمارے سامنے قرآن مجید ہے۔ ہم شاید اس حقیقت کو مشاہداتی اور تجرباتی طرزوں میں بُھلا چکے ہیں۔ قرآن ہمیں وہ وسیع تر روحانی بنیاد فراہم کرتا ہے جس کی بدولت ہم علمی، سائنسی، فکری، معاشی، معاشرتی، اخلاقی اور سماجی نظام ترتیب دے سکتے ہیں۔ جب ہم قرآن کو اپنی علمی اور تجرباتی زندگی کا حصہ بنالیں گے تو علم کی راہیں ہمارے سامنے کھلتی چلی جائیں گی۔

محمد امین

گذشتہ دنوں اخبار کی ورق گردانی کرتے ہوئے ایک خبر پر نظر پڑی تو نظریں ٹھہر گئیں اور دل اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سامنے سجدہ ریز ہوتا چلا گیا۔ خبر یہ تھی کہ حیدر آباد ریلوے اسٹیشن پر بم دھماکے کے بعد جہاں بہت لوگ مجروح ہوئے اور کچھ جانیں بھی ضائع ہوئیں وہاں سول اسپتال حیدر آباد کے میڈیکل سپرنٹنڈنٹ پروفیسر ڈاکٹر اکبر حیدر سومرو نے روزنامہ جنگ کے نمائندے کو بتایا کہ مکیش کمار نامی ایک شخص کا دھماکے کے نتیجے میں بھیجا پھٹ گیا اور اس نے کام کرنا چھوڑ دیا تاہم دل کی دھڑکنیں کام کر رہی ہیں۔ یہ قدرت کا عظیم الشان معجزہ ہے کہ مکیش کمار اپنی دنیاوی سانسیں پوری کر رہا ہے لیکن ہم اس کو طبی طور پر مُردہ قرار دیتے ہیں، اس لئے اس کا نام ہلاک شدگان کی فہرست میں شامل کر دیا گیا ہے۔

قدرت اپنے معجزات دن رات دکھلاتی رہتی ہے۔ ہماری ظاہری آنکھیں اور ہمارا ظاہری علم توجیہیں تلاش کرتا رہ جاتا ہے اور قدرت ایسے ایسے ذرائع سے اپنا کام کر جاتی ہے کہ عقل پرستوں کی عقل، دانشمندوں کی دانش اور منطقیوں کی منطق دھری کی دھری رہ جاتی ہے۔

آج سے تقریباً 53 سال قبل دانشمند، منطقی اور عقل پرست یہ پیشین گوئی فرمارہے تھے کہ اسلام کے مقدس نام پر قائم ہونے والی نوزائیدہ مملکت پاکستان بمشکل چند سال قائم رہ سکتی ہے...... ان کے پاس دلائل تھے۔ عقل کو مسخر کر دینے والے ٹھوس ثبوت تھے، منطق کے حیران کن اصولوں سے وہ اپنی بات کو ثابت کر رہے تھے...... اس وقت اس نوزائیدہ مملکت کی مالی پوزیشن بھی نہایت دگرگوں تھی...... گورنمنٹ آف پاکستان کے پاس اپنے ملازمین کو تنخواہ دینے کے لئے رقم موجود نہ تھی۔ لیکن قائداعظم محمد علی جناحؒ کی بصیرت افروز نگاہیں اس بات کا قیام پاکستان سے قبل ہی ادراک کر چکی تھیں کہ پاکستان ہمیشہ قائم رہنے کے لئے بنا ہے...... اور انہوں نے پاکستان کی سلامتی پر تشکیک آمیز گفتگو کرنے والوں پر اس بات کو ببانگِ دہل واضح بھی کر دیا...... وقتی طور پر پاکستان میں مملکت کا سسٹم چلانے کے لئے نظام دکن اور دیگر متمول افراد سے کچھ رقم بطور امداد حاصل کی گئی......

جیسا کہ ہم نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ وہ ناممکن کو ممکن کر کے دکھاتا ہے مردہ سے زندہ اور زندہ سے مردہ کو نکالتا ہے۔ حالات و واقعات گواہ ہیں کہ پاکستان کی تخلیق اور پاکستان کی بقا قدرت کا زبردست معجزہ ہیں۔

قیام پاکستان کے حوالے سے جب تاریخ کا تجزیہ کیا جاتا ہے تو عقل حیران رہ جاتی ہے۔ ہندوستان کے مسلمان اقتصادی، معاشی اور علمی لحاظ سے انتہائی پست سطح پر تھے۔ قیام پاکستان سے قبل اس خطے کے بڑے شہروں میں گنتی کے مسلمان تاجر تھے۔ تمام بڑے اداروں اور فیکٹریوں کے مالکان ہندو تھے۔ 1967ء کے اعداد و شمار کے مطابق بمبئی اور احمد آباد میں 400 سے زیادہ کپڑے کے کارخانے تھے، ان 400 کارخانوں میں سے صرف 4 یا 5 کے لوز مسلمان تھے۔ پنجاب میں صرف دو ملیں تھیں۔ زرعی پیداوار میں بھی قدرت کے کھلے وسائل نے ہمیں خوش آمدید کہا۔ 40 سال کے دوران چاول کی پیداوار میں 333 فیصد، مکئی کی پیداوار میں 154 فیصد، گنے کی پیداوار میں 294 فیصد اور کپاس کی پیداوار میں 446 فیصد اضافہ ہو چکا ہے۔ آج اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پاکستان ہندوستان کے مقابلے پر ہے۔

گویا پاکستان کا وجود میں آکر قائم رہنا اور ترقی کرنا ایک بڑا معجزہ تھا خوش قسمتی سے ہماری جغرافیائی پوزیشن بھی ایسی ہے کہ افغانستان و ایران اور چین نے ہمیشہ پاکستان کے لئے ہمدردی اور دوستی کا اظہار کیا۔ بعد کے حالات میں بھی اکثر مواقع پر اللہ کا معجزہ نظر آئے گا۔ 1965ء کی جنگ میں دشمن ملک نے جس بھرپور قوت سے حملہ کیا تھا اس کا دفاع اہل پاکستان نے ایسا کیا کہ دنیا بھی دنگ رہ گئی۔ یہ حملہ اتنا زبردست تھا کہ BBC نے اپنے خبر نامے میں بتایا کہ ہندوستانی فوج پاکستان کے اندر پیش قدمی کر رہی ہے اور لاہور پر قبضہ کر لیا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس قوم میں ایسا جذبہ پھونک دیا کہ دنیا کو بظاہر فاتح نظر آنے والی ہندوستانی فوج بری طرح شکست کھا کر پیچھے ہٹی اور بھاگنے پر مجبور ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ یہی وہ جوش و جذبہ تھا جس کو دیکھتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناح نے ایک لازوال جملہ ادا فرمایا تھا۔ جدوجہد آزادی کے دوران قائداعظم سے سوال کیا گیا کہ اپنے نصب العین کی خاطر آپ پوری دنیا سے لڑنے کا عزم ظاہر کرتے ہیں حالانکہ نہ آپ کے پاس پیسہ ہے نہ سامان حرب۔ کیا لکڑی کی تلواروں سے مقابلہ کریں گے؟ اس پر قائداعظم نے فرمایا Every nation has a secret weapon and me too have it, but it will be disclose at the proper time.

...... یعنی "ہر قوم کے پاس ایک خفیہ ہتھیار ہوتا ہے ہمارے پاس بھی ہے مگر ہم اسے مناسب وقت پر ظاہر کریں گے"۔ قائداعظم کا اشارہ دراصل اسی جوش و جذبہ کی طرف تھا جس کا مظاہرہ تحریک پاکستان کے موقع پر ہوا، 1965ء کی جنگ میں یہی مخفی ہتھیار منصہ شہود پر آگیا 1965ء کی جنگ میں نظر آنے والا یہ عظیم الشان جذبہ اللہ تعالیٰ کا احسان اور اللہ کے برگزیدہ بندوں کی دعاؤں کا نتیجہ تھا۔ دنیا کے کسی بھی ملک میں جنگ کے دوران اقتصادی حالت خراب ہو جاتی ہے جس کے باعث غذائی اجناس کمیاب ہو جاتی ہیں، صنعتیں مکمل یا جزوی طور پر بند ہو جاتی ہیں اور اشیائے صرف کی قیمتوں میں اضافہ ہو جاتا ہے اور یہ ساری تبدیلیاں ناگزیر ہوتی ہیں مگر سن 65ء کی جنگ پر غور کیجئے تو ضروریات زندگی کی چیزوں کی قیمتیں بجائے بڑھنے کے مزید کم ہو گئیں۔

اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ اس جوش و جذبہ کا مظاہرہ مئی 1998ء میں دیکھنے میں آیا۔ جب پاکستان نے ایٹمی دھماکہ نہیں کیا تھا اس وقت پوری قوم کا بس ایک ہی مطالبہ ایک ہی خواہش تھی کہ اپنی سلامتی کے لئے، مادرِ وطن کی حفاظت کے لئے پاکستان کو یہ اقدام کر دینا چاہئے۔ اس وقت تمام عقلی جائزے اور دانشورانہ تجزیے اسی بات پر زور دے رہے تھے کہ اس اقدام کے بعد ملک کی معیشت اگر تباہ نہ ہوئی تو کم از کم ناقابل بیان حد تک بگڑ جائے گی مگر غور کیجئے ایٹمی دھماکہ کیے دو سال گزر چکے ہیں لیکن ہم پیچھے جانے کے بجائے مزید آگے بڑھے ہیں۔ ایٹمی دھماکہ کے بعد مختلف مالیاتی اداروں آئی ایم ایف، عالمی بینک، پیرس کلب،

لندن کلب اور عالم اسلام کے تمام مالیاتی اداروں نے پاکستان سے کسی قسم کے مالی معاہدے نہیں کئے اور گزشتہ دو سالوں سے پاکستان کو ان اداروں سے ایک پیسے کی امداد بھی نہیں ملی ہے۔ اس کے باوجود دیکھئے ہمارا وطن کسی بھی مالی مدد کے بغیر اپنا اقتصادی سفر جاری رکھے ہوئے ہے۔

ترقی کا سفر چند جائزے

	1975-70	1993
زرعی اراضی	54.89%	65.49%
بچوں کی اوسط تعداد	7.0%	6.1%
شکر کی برآمدات	1.1 ملین ڈالر سالانہ	3.1
کم وزن نو مولود بچوں کی پیدائش	27%	25%
صحت کے مراکز تک لوگوں کی رسائی	64%(1985)	85%
بجلی کی پیداواری صلاحیت	3518000kw سالانہ	9137000kw
شرح خواندگی	15%(1951)	36%
اوسط عمر	43(1960) سال	62 سال
مینوفیکچرنگ	7.8%(1950)	25%
زرعی پیداوار کی شرح نمو	2.33%	3.75%

دو سال قبل یا ان سالوں کے درمیان جو عقلی جائزے اور دانشورانہ اقتصادی تجزیے پیش کیے گئے اگر ان میں سچائی ہوتی تو اب تک پاکستانی معیشت کو زیرو زبر ہو جانا چاہئے تھا مگر مقام حیرت ہے کہ ان منفی اعداد و شمار کے برعکس پاکستانی معیشت مزید ترقی کر رہی ہے اور ترقی کی شرح نمو آٹھ سے دس فیصد کے درمیان رہی۔ یہ بتا دینا ضروری ہے کہ کسی بھی معیشت کی شرح ترقی اگر دس فیصد تک پہنچ جائے تو اسے ایک مثالی معیشت کہا جاتا ہے۔ یہ یاد رہے کہ یہ ترقی عالمی مالیاتی اداروں کے کسی بھی تعاون کے بغیر ہوئی ہے۔ پھر بھلا یہ کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ پاکستانی معیشت کو سنگین خطرات لاحق ہیں۔ اے کاش ترقی کے انہی شواہد کو دیکھ کر "ملکی معیشت خطرے میں ہے" کا راگ الاپنا بند کر دیا جائے مگر افسوس ایسا نہیں ہو رہا ہے۔ بھارت جس کی اقتصادی حالت کئی ذرائع میں ہمارے مقابلہ میں کئی گنا بہتر بتائی جاتی ہے اس کی ترقی کی شرح ان سالوں میں چھ سے سات فیصد کے درمیان رہی جب کہ اسے کئی ترقی یافتہ ممالک کی مالیاتی حمایت بھی حاصل ہے مگر اس کی حقیقی شرح نمو پاکستان کے مقابلہ میں کم تر ہے۔

یہاں یہ غلط فہمی قطعی طور پر رد کر دینی چاہئے کہ ہماری معیشت خود کفیل نہیں۔ یہ ایک تاریخی جھوٹ ہے۔ اعداد و شمار کے مطابق ہماری مجموعی قومی سرمایہ کاری جی ڈی پی کا پندرہ فیصد ہے اور ہماری قومی بچت 14 فیصد ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہماری معیشت میں صرف ایک فیصد حصہ بیرونی امداد یا سرمایہ کاری پر ہے۔ یہ ایک فیصد بھی ہمیں دو سال سے نہیں مل رہی۔ اب ہمارا یہ سوال ہے کہ جو معیشت سو فیصد اپنے پاؤں پر کھڑی ہے اور ترقی بھی کر رہی ہے اسے ایک کمزور، ناکام اور خستہ حال معیشت کیسے کہا جا سکتا ہے؟ چند سال پیشتر آئی ایم ایف نے یہ ریمارکس دیئے تھے کہ پاکستان کی معیشت کی شرح نمو بہت عمدہ ہے۔ اس بات کی مزید توثیق رواں بجٹ کے دوران دیکھنے میں آئی۔ موجودہ بجٹ کا حجم 6 کھرب 98 ارب روپے بتایا گیا ہے جب کہ آمدنی 7 کھرب 2 کروڑ روپے دکھائی گئی جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس سال کا بجٹ گذشتہ چند سالوں کی طرح خسارے کا نہیں بلکہ فائدہ کا بجٹ ہے جسے اقتصادی اصطلاح میں "سرپلس بجٹ" کہا جاتا ہے۔ آیئے

اب ایک اور معجزہ کو دیکھتے ہیں جو اہلِ پاکستان نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا۔

گذشتہ کئی سالوں سے پاکستان گندم دوسرے ممالک سے درآمد کر کے اپنی ضروریات پوری کر رہا تھا۔ جس وقت ایٹمی دھماکہ کیا اس وقت بھی یہی مسئلہ تھا مگر اس سال 50 سالہ تاریخ میں پہلی مرتبہ پاکستان میں گندم کی پیداوار اتنی بڑی مقدار میں ہوئی ہے کہ نہ صرف ہماری قومی ضروریات پوری ہو گئیں بلکہ اسے دوسرے ملکوں میں برآمد بھی کیا جا رہا ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ کے معجزہ کے علاوہ کوئی نام نہیں دیا جاسکتا۔ کہاں تو اپنی ضرورت بھی پوری نہیں ہو رہی تھی اور باہر سے گندم منگوانا پڑ رہا تھا۔ اب نہ صرف قومی ضرورت پوری ہو گی بلکہ دوسرے ممالک کو فروخت بھی کی جائے گی۔ اب ہم اس پوری بحث کے اہم ترین حصہ کی جانب آتے ہیں۔ ابتداء میں ہم نے عرض کیا تھا کہ قدرت اپنے معجزات دن رات دکھلاتی رہتی ہے جس پر عقل پرستوں کی منطق دھری کی دھری رہ جاتی ہے۔ قیام پاکستان کے بعد پچاس سالوں میں تمام تر کرپشن، بدعنوانیوں اور بندر بانٹ کے باوجود اللہ تعالیٰ کی عطا، اس کے برگزیدہ بندوں کی دعائیں، اہلِ تکوین کا تصرف آخر بار بار کیوں اس قوم کے شاملِ حال رہا ہے؟

اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ اللہ اس ملک کو اس قوم کو قائم و دائم رکھنا چاہتے ہیں۔ قائداعظم کا یہ یقین کہ "پاکستان ہمیشہ باقی رہنے کے لئے بنا ہے" اللہ کے اسی احسان کی طرف اشارہ ہے۔ قدرت ہمیں بار بار معجزے دکھا رہی ہے جس کا صرف ایک ہی مقصد ہمیں نظر آتا ہے کہ ملک قائم و دائم رہے گا اور مستحکم و مضبوط رہے گا۔ اور مستحکم اسی صورت میں ہو گا جب انفرادی مفادات کو بالائے طاق رکھ کر اجتماعی مفادات کا دفاع کیا جائے۔ گذشتہ تاریخ میں اللہ کے عطا کردہ اجتماعیت کے کئی مواقع اسی محدود فکر کی بدولت غیر موثر کر دیئے گئے ہیں۔ ایٹمی دھماکہ کے وقت اہلِ پاکستان اتحاد و یگانگت کے ایک ہی پلیٹ فارم پر کھڑے ہو گئے تھے مگر اس واقعہ کے بعد انفرادی مفاد کے حامل چند اشخاص نے اس سے صرف ذاتی فوائد حاصل کئے۔ اس تاریخی واقعہ کے فوراً بعد فارن کرنسی اکاؤنٹ منجمد کر دیئے گئے۔ بیرون ملک مقیم ہمارے ہزاروں محنتی بھائیوں کی خون پسینہ کی کمائی کو منجمد کر دیا گیا۔ اربوں روپے کی یہ رقم کہاں چلی گئی کن مفاد پرستوں کے ہاتھ لگی یہ بھی ہنوز ایک سوال ہے۔ اس غیر دانشمندانہ فعل کا نتیجہ کچھ بھی ہو سکتا تھا اگر اللہ تعالیٰ کی مدد شاملِ حال نہ ہوتی تو یہ تمام متاثران مل کر کوئی بھی منفی اقدام اٹھا سکتے تھے اور نہ معلوم اس کے ملک پر کتنے بڑے اثرات پڑتے اور کس قسم کی کشیدگی اور بدامنی پیدا ہو جاتی۔ عوام کے جذبات کا اس طرح سے استحصال ملک کو کسی بھی خوفناک صورتحال سے دوچار کر سکتا تھا۔ بالکل اسی طرح اب گندم کی اضافی پیداوار بھی ایسا موقع ہے جہاں اس کی تقسیم اجتماعی مفاد کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اور منصفانہ طور پر کرنے کی ضرورت ہے۔

بحیثیت پاکستانی ہم سب کا فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ان معجزوں کے خاموش پیغام کو سمجھیں اور ان پر غور کریں کہ ان میں کیا راز پنہاں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو مخفی ہتھیار ملّی جوش و جذبہ کی صورت میں عطا کیا ہے اسے محض چند جذباتی مواقع کے لئے ہی نہ اٹھا رکھیں۔ اس کے ذریعے ملک و قوم کی تعمیر کا بیڑا اٹھائیں۔ لوگوں میں بہت مایوسیاں ہیں ان مایوسیوں کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں امید کے چراغ جلائیں اس بات سے قطع نظر ہو کر کہ ہمیں اس سے کیا فائدہ ہو رہا ہے۔ مشن چلانے والے لوگ دیوانے ہوتے ہیں۔ یہ دیوانگی ہی کسی نصب العین کے ہدف کو پورا کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ ہمیں اسی دیوانگی کی ضرورت ہے۔ اس میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ دیوانگی میں اپنی ذات کو بالائے طاق رکھنا پڑتا ہے۔ جہاں اپنی ذات زیرِ بحث آجائے وہاں ذاتی منفعت، اغراض اور نفس پرستی شامل ہو جاتی ہے اور ٹیم ورک کی صورت میں کام نہیں ہوتا۔ مل بیٹھ کر کام کرنے کے لئے ٹیم ورک ضروری ہے

اور ٹیم ورک کے لئے اخلاص، اتحاد اور یکجہتی...... ماحول میں موجود ناانصافیوں کے باوجود اپنا مقصد صرف اور صرف وطن کی تعمیر سے وابستہ کر کے ہی ہم زندگی کی شاہراہ پر کامیابی کا سفر کر سکیں گے۔

یقین جانئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہر طرح کی نعمتوں سے سرفراز کیا ہے پاکستان برصغیر کا وہ واحد ملک ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قدرتی گیس کی دولت سے مالامال کیا ہے۔ سوئی گیس ہماری سماجی، اقتصادی، صنعتی اور تجارتی زندگی میں نمایاں انقلاب کا سرچشمہ ثابت ہوئی۔ اب پاکستان کے بہت سے دوسرے علاقوں میں بھی قدرتی گیس کے ذخائر دریافت ہو رہے ہیں جو ہماری ترقی کے سفر کا نیا باب ہے۔ معدنی خزانوں میں ایک اور اہم چیز تیل ہے۔ سوئی، زن اور اوچ کے مقام پر تیل کے ذخائر سن پچاس کے عشرے میں دریافت ہوئے۔ غیر ملکی ماہرین کا اندازہ ہے کہ پاکستان میں تقریباً 50 بلین بیرل سے زیادہ تیل کے ذخائر موجود ہیں۔ اس اندازے کے پیچھے درحقیقت اس تیل کی کتنی مقدار مزید پوشیدہ ہو گی اس کا تو کسی کو بھی علم نہیں ہے۔

تیسرا اہم معدنی ذریعہ کوئلہ ہے جس کی صنعتوں میں کھپت ہوتی ہے۔ پاکستان میں معدنی کوئلے کی مجموعی سالانہ پیداوار اوسطاً 11 کروڑ ٹن سالانہ ہے۔ سندھ میں لاکڑہ، بلوچستان میں مری قبائلی علاقہ اور لورالائی میں نئے ذخائر کی دریافت سے اندازہ کیا جا رہا ہے کہ یہ پیداوار 16 کروڑ ٹن سالانہ تک پہنچ جائے گی۔ اس کے علاوہ معدنی خزانے کی ایک لمبی فہرست ہے جو ہماری مادرِ گیتی اس امید پر اپنے سینے میں چھپائے ہوئے ہے کہ کب ہم آگے بڑھیں اور وہ ہمارے اوپر یہ خزانے وار دے۔

اب ہم سمندری حیات کی طرف آتے ہیں۔ سن ستر کے عشرے تک بلوچستان کی مچھلی کی سالانہ پیداوار 40 ہزار ٹن تھی۔ اب ایک تخمینے کے مطابق یہ تعداد ڈھائی گنا بڑھ کر ایک لاکھ دو ہزار ٹن ہو چکی ہے۔ سولہ سو کلومیٹر وسیع قانونی سمندری حدود میں ان گنت اعلیٰ قسم کی مچھلیاں، جھینگے،

منزلِ نو کے سُراغ

چلے چلو کہ بہت دور ہم کو جانا ہے
بڑھے چلو کہ ابھی ناتمام ہے منزل
حریفِ جہد و طلب آج بھی زمانہ ہے
رہ طلب میں بہت صبح و شام ہیں حائل ! !

ہم اپنی جہد و طلب سے یہاں تک تو آگئے
مگر ابھی ہے بہت دور کا سفر باقی
مگر اپنی منزلِ نو کے سراغ پا تو گئے
مگر ابھی ہے بڑی سعیِ معتبر باقی ! !

یہ اضطراب ہے جہد و طلب کا سرمایہ
اسی سے منزلِ نو کے سراغ ملتے ہیں
یہ اضطراب ہے عیش و طرب کا سرمایہ
اسی سے گلشن و گلزار و باغ ملتے ہیں ! !

ابھی کچھ اور تب و تابِ شوق ہے درکار
نہیں ہے آخری منزل یہ منزلِ یک گام
ہنوز چاہئے کچھ اور جذبہ پیکار
ہزار مرگِ طلب ہے رہِ طلب میں قیام ! !

کہیں یہ منزلِ نو ہی نہ تھام لے دامن
یہاں تک آکے ہمارے قدم نہ رک جائیں
کہیں سمجھنے لگیں ہم نہ راہ کو مسکن
یہ ڈر ہے راہِ طلب ہی میں ہم نہ رک جائیں ! !

(تابشؔ دہلوی)

لائسٹرز اور دوسرے آبی حیوانات بھرے پڑے ہیں۔ اب ہم اپنے دریاؤں کی جانب آتے ہیں۔ دنیا کی سب سے بہترین ٹراؤٹ مچھلی پاکستان میں پائی جاتی ہے۔ دنیا کا سب سے بہترین آم اور دنیا میں دوسرے نمبر پر کپاس پاکستان میں پیدا ہوتی ہے۔ جفاکش و محنتی افراد، تخلیقی اذہان، معدنی ذخائر، زرعی اراضی و پیداوار اور صنعتوں کے لئے بے شمار وسائل ہمارے لئے بکھرے پڑے ہیں ان وسائل کے ساتھ ہی وسائل پیدا کرنے والی ذات باری تعالیٰ بھی اپنی رحمتیں اور برکتیں لٹانے کو بے قرار ہے۔ اللہ کے نظام تکوین سے وابستہ افراد ہمارے قدم بڑھانے کے منتظر ہیں کہ ہم آگے بڑھیں اور اللہ کی نعمتوں سے اپنا حصہ وصول کریں۔ اس بات میں ذرہ برابر مبالغہ نہیں کہ ہمیں اللہ نے ہر وہ نعمت عطا کی ہے جس کی بدولت ہم دنیا کے ترقی یافتہ ممالک کی صف میں سر اٹھا کر کھڑے ہو سکتے ہیں۔

جب ہم آزاد ہوئے!!

قیام پاکستان کے وقت برصغیر کے مسلمان جن صبر آزما، کٹھن اور خونریز امتحانات سے گزرے اس کا تفصیلی جائزہ لینا تو شاید ممکن ہی نہیں پھر بھی ان پُر آشوب حالات کی عکاسی کے لئے ہم نے تحریک پاکستان کے چند غازیوں سے ان کی مختصر یادداشتیں حاصل کی ہیں جنہوں نے اس وقت قدرت کے کرشمے اپنی آنکھوں سے دیکھے۔

محمد شفیع عارف دہلوی

راقم الحروف گورنمنٹ آف انڈیا میں ملازم تھا۔ پاکستان کے قیام اور قائداعظم کی اپیل پر میں نے پاکستان OPT کیا اور اپنی دلّی کی آبائی جائداد گھر بار وطن اور دلّی کی ادبی محفلیں جو میری زندگی تھیں سب کو چھوڑ کر ...... لال حویلی جس میں ہمارے خاندان کی تین پشتیں پیدا ہوئی تھیں اس پر ایک حسرت بھری نظر ڈال کر...... بچپن اور جوانی کی حسین یادوں کو سینے سے لگا کر دلّی کو خیرباد کہا اور کراچی چلا آیا۔ جب یہاں پہنچا تو عجیب عالم تھا۔ کیسا دفتر، کیسا گھر، بہرحال ہم سرکاری ملازمین کو شہر کے مختلف علاقوں میں خالی اسکولوں یا TENTS میں ٹھہرا دیا گیا۔ کچھ ملٹری بیرکس تھیں جنہیں دفاتر میں تبدیل کر دیا گیا۔ مسجد خضرا کے سامنے جو بیرکس ہیں ان میں سے ایک میں ہمارا دفتر قائم کیا گیا۔ یہ دفتر صرف نام کا دفتر تھا۔ اس میں کرسیاں اور میزیں تو کیا لکھنے کے لئے قلم دوات اور کاغذ تک میسر نہ تھا۔ ابھی صحیح معنوں میں دفتروں کی بنیادیں بھی نہیں رکھی گئی تھیں کہ ہندوستان سے مہاجرین کی لُٹی پٹی اور انسانی لاشوں سے بھری ہوئی ٹرینیں والٹن کیمپ لاہور میں آنا شروع ہو گئیں یہ خبر آگ کی طرح ملک میں پھیل گئی اور لوگوں میں غم و غصے کی لہر دوڑ گئی۔ ہر طرف صفِ ماتم بچھی تھی زندگی اجیرن ہو گئی۔ لاکھوں آدمیوں کی خالی ہاتھ آمد...... ان کی رہائش، خورد و نوش کا انتظام، ڈاکٹروں اور دواؤں کی فراہمی غرض مسائل کا اژدہام تھا اور خزانہ خالی تھا۔

بہرحال پروردگار عالم کے کرم سے وہ وقت آن پہنچا جب سرکاری ملازمین نے اپنی خداداد صلاحیت، تجربہ اور ملی جذبہ سے دفتروں میں کام شروع کیا۔ ہم نے استعمال شدہ بوسیدہ کاغذوں کی پشت پر دفتری تحریریں لکھیں۔ آل پن کی جگہ ببول کے کانٹے استعمال کئے۔ کرسیوں کی جائے پرانے ٹاٹ کی بوریوں پر بیٹھ کر صبح سے شام تک کام کیا۔ دفتر آنے کا وقت تو مقرر تھا لیکن واپس جانے کا کوئی وقت مقرر نہیں تھا۔ جب کام ختم ہو جاتا تو کسی چھوٹے سے ہوٹل میں جا کر دال روٹی کھا لیتے اور سو جاتے۔

اس وقت ہماری زندگی کا مقصد صرف یہ تھا کہ عوام کے مسائل جلد سے جلد حل کئے جائیں اور ملک کو اپنی محنت سے اتنا مضبوط، خوشحال اور ناقابل تسخیر بنا دیا جائے کہ انڈیا پاکستان کو میلی آنکھ سے نہ دیکھ سکے۔ اس

لئے کہ ہمارا وجود پاکستان کی بقا اور سالمیت سے وابستہ تھا اور آج بھی ہے۔ دلّی میں باپ کی جائداد پر عیش کی زندگی گذر رہی تھی۔ مگر پاکستان آنے کے بعد آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہوا۔ اب ایک نوزائیدہ اسلامی ملک کی ذمہ داریاں سر پر تھیں۔ لہٰذا میں نے اپنی ادبی سرگرمیاں یکسر پاکستان کی تعمیر و ترقی پر وار دیں، قربان کر دیں اور ادبی دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر کے اپنی تمام تر صلاحیتیں اور توانائیاں پاکستان کے استحکام کے لئے وقف کر دیں۔ 1980ء میں گورنمنٹ سروس سے عزت کے ساتھ سبکدوشی حاصل کرنے کے بعد دوبارہ قلم سنبھالا۔

طاہرہ خاتون

ہمارا خاندان دہلی کے ایک محلے میں آباد تھا۔ اعلان پاکستان سے پہلے ہی قتل و غارت گری شروع ہو گئی تھی رات دن گولیاں چلتی رہتیں اور گلیوں، محلوں میں ہندوؤں اور سکھوں بلوائیوں کے نعرے لگتے جاؤ پاکستان جاؤ اور جو کوئی بھی دروازے سے باہر نکلتا اس کو مار دیا جاتا تھا۔ اس کے بعد ایسا ہونے لگا کہ کپڑے کے گولے تیل میں بھگو کر آگ لگا کر گھروں کے صحنوں میں گرنے لگے اور انہی گولوں سے کتنے ہی گھر جل گئے علاقے میں ہفتوں کرفیو لگا رہتا ایک بار دو گھنٹوں کے لئے کرفیو کھلا تو ہم جیسے تیسے سب مال و اسباب چھوڑ کر بڑی جدوجہد سے حاصل کئے گئے دو تانگوں میں سوار ہوئے۔ راستے میں جگہ جگہ انسانی لاشیں نظر آئیں۔ خون میں لت پت چیتھڑے کہیں ہاتھ پڑا ہے کہیں ٹانگ پڑی ہے۔ کرفیو میں اگر کسی سے ذرا سی غلطی ہوتی تو ہندوستانی فوج بھی پکوار سے ہی اس کا کام کر دیتی تھی۔ بہرحال ہائی کمشنر کی کوٹھی میں بہت مشکل سے پہنچنے میں کامیاب ہوئے یہ کوٹھی لیاقت علی خان کی رہائش گاہ تھی وہ اور ان کے بچے کراچی جا چکے تھے۔ چند نوکر لان میں موجود تھے گیٹ پر چند پاکستانی سپاہی حفاظت کے لئے کھڑے تھے عورتوں کو اوپر کے حصے میں ٹھہرنے کو کہا گیا اور مرد نیچے کے حصے میں تھے ہم لوگ اوپر پہنچے ہی تھے کہ چند منٹوں میں سینکڑوں کی تعداد میں عورتوں اور بچوں کا ان کمروں میں ایک ہجوم جمع ہو گیا۔ بڑے بڑے خاندانوں کی بیٹیاں، بہوئیں، مائیں اور بیگمات بے سروسامانی کے عالم میں لرزتی، کانپتی اور سہمی ہوئی داخل ہو رہی تھیں۔ سب ہی بھوک پیاس سے بے کل تھے اور کسی ضرورت کا انتظام نہیں تھا فضا میں مسلسل رونے چیخنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ صبح شام چند لڑکے جھولیوں میں بسکٹ لاتے اور بچوں کو دو دو بسکٹ دے کر چلے جاتے اسی طرح سات روز بڑے کرب میں گزرے۔ پانچ ستمبر 1947ء کو ہم یہاں آئے۔ چودہ ستمبر کو اعلان ہوا کہ کل آپ لوگوں کو پرانے قلعے پہنچا دیا جائے گا رات ہوتے ہی اس علاقے پر بھی حملہ شروع ہو گیا اور برابر کی کوٹھیوں پر بلوائی چڑھ آئے اور فائرنگ شروع ہو گئی عورتیں اور بچے سہمے ہوئے تھے۔ صحن میں تِل دھرنے کی جگہ بھی نہ تھی۔ موسم برسات کا تھا اور پھوار پڑ رہی تھی پھر سامنے سڑک پر لائن در لائن فوجی ٹرک لاشیں اٹھانے کے لئے آتے رہے یہ مناظر دیکھتے ہوئے صبح ہو گئی 8 بجے صبح ٹرک گیٹ کے باہر آنے لگے اور ہم تمام لوگ فاقہ زدہ حالت میں ہی ان پر سوار ہو گئے اور ہمیں پرانے قلعے حالیہ کیمپ قلعہ شیر شاہ سوری پہنچا دیا گیا۔ جہاں سے ہم کس طرح پاکستان پہنچے یہ ایک طویل اور کرب انگیز داستان ہے۔

احمد بشیر
سابق ڈائریکٹر جنرل اے پی پی

1942ء میں پنجاب یونیورسٹی سے میں نے ایم اے اکنامکس کی ڈگری حاصل کی اور تحریک پاکستان میں کردار ادا کرنے کے لئے قلم کا ذریعہ اپنایا اور اپنی تحریروں اور مضامین کے ذریعے مسلمانوں میں علیحدہ تشخص ابھارنے کی کوشش شروع کی 1939ء میں میں نے اور میرے ساتھیوں نے مجلس کبیر بنائی اور اس کی شاخیں تمام ہندوستان میں پھیلائیں، بعد ازاں قائداعظم کے حکم پر مجلس کبیر توڑ کر ہم مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ 1941ء میں اورینٹ پریس آف انڈیا میں چیف رپورٹر کی حیثیت سے کام کرنے لگا۔ اس مسلم نیوز ایجنسی کے قیام سے مسلمانوں میں بیداری پیدا کرنے میں مدد ملی بلکہ مسلمان صحافیوں کی ایک نئی کھیپ بھی میسر آئی۔

قائداعظم کے بارے میں ہندوؤں نے مشہور کر رکھا تھا کہ آپ بہت کم گو اور مغرور ہیں کسی سے ملنا اور بات کرنا پسند نہیں کرتے۔ ایک مرتبہ وہ کوئٹہ سے کراچی ٹرین کے ذریعے آ رہے تھے۔ قائداعظم کے سیکریٹری بھی ان کے ساتھ سفر کر رہے تھے ایک جگہ گاڑی رُکی تو قائداعظم اتر کر ہمارے پاس آئے اور پوچھا کہ آپ کو کسی قسم کی کوئی تکلیف تو نہیں اور کسی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے بتائیں۔ ایک ہندو سوالی مجھ سے پوچھنے لگا کہ یہ دُبلے پتلے صاحب کون ہیں میں نے کہا کہ یہ قائداعظم محمد علی جناح ہیں وہ گھبرا گیا اور کہنے لگا "یہ جناح صاحب ہیں"۔ میں نے کہا آؤ میں تمہیں ان سے ملواتا ہوں میں اسے بازو سے پکڑ کر قائداعظم کے پاس لے گیا۔ اس وقت وہ گاڑی کے دروازے پر کھڑے تھے۔ انہوں نے نیچے اتر

کر اس ہندو سپاہی سے ہاتھ ملایا اور اس کی خیریت دریافت کی بعد میں سپاہی کہنے لگا "جناح صاحب تو بہت اچھے انسان ہیں، ہم نے تو سنا تھا کہ وہ بہت مغرور ہیں اور کسی سے ملنا پسند نہیں کرتے۔"

1947ء میں جب پاکستان معرض وجود میں آیا تو اس وقت مشرقی پنجاب اور ہندوستان کے دوسرے علاقوں میں مسلمان مہاجرین پر ظلم کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے مگر اس طرف صورت حال مختلف تھی۔ کراچی میں ہندو عورتیں ہمارے دفتروں کو محفوظ سمجھتے ہوئے پناہ لینے آگئیں جب تک پولیس نے آ کر انہیں محفوظ مقام تک نہیں پہنچایا ہم نے انہیں اپنے دفتر میں پناہ دیے رکھی۔

اقبال فاطمہ

اقبال فاطمہ قیام پاکستان کے موقع پر پیش آنے والے ہولناک واقعات کے بارے میں بتاتی ہیں کہ قیام پاکستان کے وقت میں دہلی میں سبزی منڈی کے مقام پر اپنے شوہر اور ساس سسر کے ہمراہ بھی خوشی زندگی گزار رہی تھی۔ جیسے ہی قیام پاکستان کا اعلان ہوا بلوائیوں نے مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ گھروں میں گھس گھس کر لوگوں کو قتل کیا جا رہا تھا۔ ایک روز ہمارے گھر پر بھی حملہ ہوا اور اسے آگ لگا دی گئی۔ ہم سب جن میں میرے علاوہ شوہر، والدہ، ساس، جیٹھ اور چھوٹی بہن شامل تھے چھپتے چھپاتے آگے بڑھے۔ سفاک قاتل ہمارے پیچھے تھے۔ کچھ ہی فاصلے پر ایک سکھ کا چمڑے کا گودام تھا۔ اس نیک دل سکھ نے ہمیں گودام میں چند روز ٹھہرایا پھر فوجی ٹرک کے ذریعے ہمیں ایک قدرے محفوظ مقام "کنگڑہ ہال" پر پہنچا دیا گیا۔ جب ہم پاکستان آنے کے لئے اسٹیشن پہنچے تو ریل مہاجرین کے قافلہ کو لاہور چھوڑ کر آچکی تھی۔ ریل کے ڈبوں میں خون بکھرا پڑا تھا جس سے تعفن اٹھ رہا تھا۔ ہم لوگ اس میں بیٹھنے سے گریز کر رہے تھے۔ والد نے کہا کہ واپس جانا بھی موت کے منہ میں جانے کے برابر ہے اس لئے ہمیں ریل میں بیٹھنا پڑے گا۔ جب بات زیادہ بڑھ گئی تو والد صاحب نے ہم سب عورتوں کو زنانہ ڈبے میں چڑھا دیا۔ ریل کا سفر بھی ہولا دینے والا تھا۔ اسی ٹرین سے مہاجرین کے دو قافلے پاکستان جا چکے تھے اور ان میں سے اکثریت کو جنونی سکھوں نے شہید کر دیا تھا۔ ہمارا قافلہ تیسرا تھا۔ جب گاڑی امرتسر پہنچی تو چاروں طرف سے سکھ ٹڈی دل کی طرح آنے لگے۔ وہاں بڑے بڑے گڑھے تھے جن سے تعفن اٹھ رہا تھا۔ یہ سکھ مسلمانوں کو کاٹ کاٹ کر ان گڑھوں میں ڈال دیتے تھے۔ ریل چلانے والا گورکھ پوری تھا۔ اس نے لاکھ دباؤ کے باوجود ٹرین نہ روکی اور رفتار بڑھا دی سکھوں کی خون میں ڈوبی کرپانوں، بھالوں، تلواروں اور ان کے خون آلود کپڑے دیکھ کر دل خوف سے بری طرح لرز رہا تھا۔ گاڑی کی تیز رفتاری کے باوجود بہت سے سکھ پچھلی دو بوگیوں میں گھس گئے اور تمام لوگوں کو شہید کر کے ان کی لاشیں باہر پھینک دیں اور پھر خود بھی اتر گئے۔ امرتسر سے گاڑی آگے بڑھ کر جب بیاس کے مقام پر پہنچی تو دوبارہ حملہ ہوا۔ اس دفعہ سکھوں نے پہلے ٹرین چلانے والے کو گولی مار دی۔ ٹرین کے رکتے ہی ہر طرف سے چیخ و پکار شروع ہو گئی۔ سکھ ڈبوں میں لوگوں کو مار کر نیچے پھینک رہے تھے اور نیچے والے ان کو بری طرح کرپانوں اور بھالوں سے ٹکڑے ٹکڑے کر رہے تھے۔ جب ہماری بوگی پر حملہ ہوا تو والد صاحب چار سالہ چھوٹے بھائی کو لے کر ڈبے کے بیت الخلاء میں گھس گئے۔ ساس تو پہلے ہی حملہ میں ڈھیر ہو گئیں۔ والدہ اس افراتفری میں جانے کہاں چلی گئیں اور آج تک ان کا پتہ نہ چلا۔ چھوٹی بہن جوان تھی والد نے اس کے چہرے، بالوں اور جسم پر کپڑے سے خون ہی خون مل دیا تھا کہ اسے مُردہ سمجھ کر چھوڑ دیں۔ ایک سکھ نے تقریباً ڈیڑھ گز لمبی تیز دھار تلوار میرے پیٹ میں گھونپنا چاہی میں پیچھے ہٹ گئی مگر وہ میرے پیٹ پر آٹھ انچ لمبا شگاف ڈال گئی۔ خون کا فوارہ بلند ہوا۔ اس نے دوسرا حملہ کیا جو میری کمر پر تھا۔ اتنے میں شوہر بچانے آگے بڑھے تو ایک سنگدل نے ان کی گردن پر پیچھے سے حملہ کیا اور گردن کٹ گئی صرف نرخرہ باقی تھا۔ ان کا شعور بحال تھا۔ انہوں نے سر کو اسی حالت میں مضبوطی سے پکڑ کر گردن پر رکھا اور ٹرین کے پہیوں کے ساتھ چھپ کر بیٹھ گئے۔ اب سکھ نے میرے سر پر تلوار کا وار کیا۔ میں نے دونوں ہاتھ سے روکا تو سیدھے ہاتھ کی تین اور الٹے ہاتھ کی ایک انگلی کٹ کر گر گئی اور تلوار سر کے عین درمیان پڑی اور سر کی کھال دوہری ہو گئی۔ مجھ پر غشی طاری ہونے لگی۔ جب تک میں گری میرے دائیں ہاتھ کی کلائی پر دو جگہ اس نے مزید حملے کئے۔ میں بری طرح زمین پر گری۔ وہ مجھے مُردہ سمجھ کر چلا گیا۔ میں نے بے ہوش ہونے سے پہلے اپنے آپ کو لاشوں کے درمیان چھپا لیا۔ جب ہوش آیا تو ہم لاہور پہنچ چکے تھے۔ میرے شوہر اور میں معجزانہ طور پر بچ گئے تاہم دو ماہ تک ہسپتال میں رہے۔ چھوٹی بہن کو اس خوفناک حملہ میں زیادہ زخم نہ آئے۔ والد اور چھوٹا بھائی بھی الحمدللہ بچ گئے تاہم میری بہن کے سسرال والے جو دوسری ٹرین سے آ رہے تھے۔ سب کو شہید کر دیا گیا۔

☆☆☆

رضا مندی

شادی ایک ایسا بندھن ہے جو دو خاندانوں کو باہم ملاتا ہے۔ اس بندھن میں دولہا اور دلہن کا کردار مرکزی ہے۔ شادی کے موقع پر لڑکی کی رضامندی کو بعض گھرانوں میں یکسر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ یہ طرزِ عمل اسلامی تعلیمات کی رُو سے قطعی غلط ہے۔

خالد ریاض ایڈووکیٹ

بینا چار بڑے بھائیوں کی اکلوتی بہن تھی۔ متوسط گھرانے سے تعلق تھا۔ ماں باپ و بھائیوں کی بے حد لاڈلی ہونے کے باوجود امور خانہ داری میں ماہر، زیور تعلیم سے آراستہ بینا کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے بے حد حُسن عطا کیا تھا۔ گھر کیا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس گھرانے کو دنیا ہی میں جنت عطا کر دی تھی۔ بڑوں کا احترام اور چھوٹوں سے پیار، اس گھرانے کا خاصہ تھا۔ بینا بی اے فائنل کا امتحان دے کر فارغ ہو چکی تھی۔

والدین کو بھائیوں کی شادی کی اتنی فکر نہ تھی، جتنی بینا کے ہاتھ پیلے کرنے کی۔ بینا ایک نہایت ہنس مکھ اور سلجھی ہوئی لڑکی تھی۔ دورانِ تعلیم اس کے کئی رشتے آئے لیکن والدین نے یہ کہہ کر معذرت کر لی کہ بچی ابھی پڑھ رہی ہے۔ بینا کے گھر سے دو اسٹریٹ آگے طارق صاحب کا شاندار بنگلہ تھا۔ خود وہ مرچنٹ نیوی میں اعلیٰ عہدے پر فائز تھے۔ ان کا گھرانہ ان کی بیگم اور واحد و اکلوتے بیٹے علی پر مشتمل تھا۔ نہایت پڑھے لکھے اور شریف لوگ تھے۔ علی کراچی میں ملٹی نیشنل کمپنی میں افسر کی حیثیت سے تعینات تھا۔ کمپنی کی طرف سے گاڑی بنگلہ، نوکر چاکر، فون، بجلی، گیس کے بلوں کی تمام سہولتیں میسر تھیں۔ اس کے علاوہ پُرکشش تنخواہ علیحدہ تھی۔ علی کا بینا کے بھائی شہباز کے ساتھ گہرا دوستانہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ علی اکثر بینا کے گھر آتا جاتا رہتا تھا۔ بینا سے بھی اکثر علی کی بات چیت ہو جاتی تھی جو مختلف موضوعات پر مبنی ہوتی تھی۔ دن یوں ہی بیتے چلے گئے۔ بینا کے اس دوران کئی رشتے آئے لیکن اس کے والدین کی خواہش تھی کہ بینا کی شادی اس کے پھوپھی زاد سے ہو جو کسٹم میں پریونٹیو آفیسر کے عہدے پر فائز تھا۔ ایک دن بینا کے پھوپھا اور پھوپھی اپنے بیٹے نسیم کا رشتہ لے کر بینا کے گھر آئے۔ بینا کے والدین کی خوشی کا ٹھکانہ نہ تھا کہ ان کی بیٹی اتنے اچھے گھرانے میں جا کر ساری عمر عیش کرے گی۔ رسمی باتوں کے

بعد ہینا کے والدین نے بغیر ہینا کی رضامندی لئے ، رشتے کے لئے ہاں کردی۔ رات کو جب یہ خوشخبری ہینا کو سنائی گئی تو اُس کے پیروں تلے زمین نکل گئی۔ وہ تو من ہی من میں علی سے والہانہ پیار کرنے لگی تھی۔ اُس کے خوابوں کا شہزادہ تو علی ہی تھا۔ اُس کے بغیر وہ اپنی زندگی کا ایک پل گذارنے پر تیار نہ تھی۔ بات صرف ہینا تک ہی محدود نہ تھی بلکہ علی بھی اس آگ میں برابر سلگ رہا تھا۔ ہینا نے اپنی امی سے بھرپور احتجاج کیا۔ پھر بات والد تک پہنچی تو انہوں نے بھی ہینا کی پسند کو کوئی اہمیت نہ دی بلکہ یہ دلائل دے کر چپ کروادیا کہ نسیم میں کس بات کی کمی ہے پڑھا لکھا ہے، برسرروزگار ہے، اعلیٰ عہدے پر فائز ہے، شریف اور اپنے خاندان کا ہے۔

عشق اور مشک چھپائے نہیں چھپتے۔ علی کے والدین باضابطہ ہینا کے رشتے کے لئے آئے اور باوجود منت وسماجت کے ناکام ونامراد لوٹادیئے گئے۔ شادی کی تیاریاں زور وشور سے شروع کردی گئیں اور آخر کار ہینا رخصت ہوکر نسیم کے گھر آگئی۔ انسان جسمانی طور پر چاہے دوسرے سے کتنا ہی قریب ہو، جب تک دل ایک دوسرے کے قریب نہ ہوں اور ذہنی ہم آہنگی کا فقدان بدرجہ اتم موجود ہو تو ایسی صورت میں ہنسی خوشی زندگی گذارنا تقریباً مشکل ہی ہوجاتا ہے۔ ابھی مہینہ بھی نہ گذرا تھا کہ ہینا اور نسیم کے درمیان اختلافات نے جنم لینا شروع کردیا۔ ہینا کی بے رخی اور نسیم کا شک علی کے بارے میں اتنی شدت اختیار کرگیا کہ کئی مرتبہ ہینا اپنے والدین کے گھر آکر بیٹھی اور پھر واپس آگئی۔ دو گھرانوں کا سکون مکمل طور پر برباد ہوگیا۔ سال بھر بعد نسیم نے خود ہی ہینا کو طلاق دے دی اور یوں ایک ہنستا بستا گھر خود ہی جہنم کی منہ بولتی تصویر بن گیا۔

☆☆☆

برصغیر پاک وہند میں زیادہ تر گھرانوں میں لڑکی کی شادی اُس کی رضامندی کے بغیر ہی کردی جاتی ہے۔ نہ اُس کی پسند پوچھی جاتی ہے اور نہ ہی رضامندی۔ لڑکی کو یہ کہہ کر خاموش کردیا جاتا ہے کہ شریف گھرانوں میں لڑکی کو پوچھنے کا کیا حق ہے ؟ بس خاندان دیکھا اور خاندان کے بڑے بوڑھوں کو دیکھا اور شادی طے۔ اگر خدانخواستہ لڑکی نے ڈھکے چھپے الفاظ میں اپنی پسند کا اظہار کردیا تو چار چوٹ کی مار اُس کا مقدر بن جاتی ہے۔ یہاں تک دیکھنے میں آیا ہے کہ لڑکی نے لڑکے کو دیکھا تک نہیں، زیادہ سے زیادہ تصویر دکھادی جاتی ہے اور بغیر لڑکی کی پسند یا ناپسند کے اور بغیر اُس کی رضامندی حاصل کئے غریب کی شادی کردی جاتی ہے جو اکثر محرومیوں اور ناکامیوں کا شکار ہوجاتی ہے۔

آئندہ سطور میں ہم ان نکات پر گفتگو کریں گے کہ شادی / نکاح کے لئے والدین وسرپرست یا ولی کی رضامندی ضروری ہے ؟ کیا اُن کی رضامندی کے بغیر نکاح / شادی غیر قانونی ہے ؟ کیا لڑکی جس کی شادی ہونی ہے اُس کی پسند اور رضامندی کا ہونا ضروری ہے ؟

آیئے شرعی وقانونی طور پر مندرجہ بالا نکات کو دیکھتے ہیں۔

اسلام کے فقہی قوانین کی تشریح کے اعتبار سے مسلمان چار مختلف فقہی گروہوں میں تقسیم ہوچکے ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں

الف: فقہ حنفی — ب: فقہ مالکی
پ: فقہ شافعی — ت: فقہ حنبلی

شافعی مکتبہ فکر کہتے ہیں کہ ولی کی مرضی کے بغیر ہونے والے نکاح کلی طور پر غیر قانونی ہیں، جبکہ فقہ حنفی کہتے ہیں کہ ایسی تمام شادیاں جائز اور قانونی ہیں۔ وہ مزید کہتے ہیں کہ ایسی شادیوں کے بارے میں وہ احادیث جو شافعی حضرات پیش کرتے ہیں وہ اپنی صحت کے اعتبار سے ایسی ہیں کہ انہیں ایک قانون یا سنت کا نام دیا جاسکے۔ کیونکہ قرآن شریف کی آیات فقہ شافعی کے نظریات کو رد کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ترجمہ : اور ہم نے انسان کو والدین کے بارے میں تاکید کی کہ اُس کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا۔ کمزوری پر کمزوری جھیلی اور دو برس بعد دودھ چھڑالیا۔ یہ کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔ آخر مجھ ہی

تک آنا ہے۔ اگر وہ دونوں تجھ سے کوشش کریں کہ تو اللہ کا شریک ٹھہرائے تو اُن کا کہنا نہ مان اور ساتھ دے اچھی طرح اُن کا دنیا میں اور راہ چل اس کی جو رجوع ہو میری طرف۔ آخر کار میری طرف ہے تم کو لوٹنا، میں دکھادوں گا جو کچھ تم کرتے تھے "(سورہ لقمان۔ آیت 14۔15)

مندرجہ بالا آیت پر اگر آپ تفکر سے کام لیں تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ماں باپ کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنا اور ان کا حق ادا کرنا لازمی ہے۔ ہاں اگر والدین یہ کہیں کہ تم اللہ کے ساتھ کوئی شریک ٹھہراؤ، تو ہرگز ہرگز اُن کی بات نہیں ماننی۔ لیکن دنیا کے تمام معاملات میں ماں باپ کے حکم کی قطعی فرماں برداری کا قرآن حکیم میں کہیں کوئی براہ راست ذکر نہیں ملتا۔ نیک اولاد عموماً اپنے والدین کی فرماں بردار ہی ہوتی ہے۔ لیکن ایسا کرنے میں اولاد کا انفرادی حیثیت سے زندگی گذارنے کا حق ہرگز ختم نہیں ہوجاتا۔

سورہ النساء میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ

"رشتوں کا خیال رکھو، اللہ تمہیں ہر وقت دیکھ رہا ہے" ایک فیملی میں بچوں کی بہترین پرورش اور تعلیم و تربیت کے باب میں ماں اور باپ دونوں پر خاص خاص ذمہ داریاں ہیں، لیکن اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ جب اولاد بالغ اور باشعور ہوجائے تب بھی وہ اپنے نجی معاملات میں خود مختاری کے ساتھ فیصلہ نہ کرسکے۔ خاص کر حدود اللہ کے حوالے سے اور یہ کہ دنیاوی نقطہ نظر سے اہم معاملہ "شادی" کا فیصلہ ہو۔

یہاں یہ بات سمجھ لیجئے کہ قرآن نے عورت کے مردوں کی میراث ہونے کے تصور کو ختم کردیا ہے۔ قرآن میں واضح طور پر ارشاد ہے کہ قیامت کے دن مرد اور عورت یکساں ہوں گے، یعنی جزا یا سزا سب کو ان کے اعمال کے مطابق ملے گی۔

ایک سوال لڑکی کی پسند یا رضامندی کے حوالے سے یہ بھی اٹھایا جاتا ہے کہ عورت کمزور، لاغر، بے وقوف اور ناقص العقل ہے، اس لئے شادی کے معاملے میں اُس کے والدین یا ولی کی رضامندی ضروری ہے تاکہ وہ مزید بیوقوفیوں کا مظاہرہ نہ کرے۔

مذکورہ بالا سوال کی حمایت میں مندرجہ ذیل آیت کا حوالہ دیا جاتا ہے۔

ترجمہ : "مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس واسطے کہ بڑائی دی اللہ نے ایک کو ایک پر اور اس لئے کہ خرچ کئے انہوں نے اپنے مال "(سورہ النساء۔ آیت 54)

سوچنے کی بات یہ ہے کہ مرد کو جو برتری دی گئی ہے یہ برتری ہر معاملے میں نہیں ہے، صرف اس لئے ہے کہ مرد کو خاندان کا سربراہ بنایا گیا ہے اور جو فرائض مردوں پر ہیں سربراہ ہونے کی حیثیت سے وہ اس لئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جسمانی طور پر عورتوں سے زیادہ طاقت دی ہے، اس لئے ان کو ایک درجہ بلند دیا گیا ہے۔ (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 69 عمر احمد)

سورہ مریم میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کو ایمان والوں کے لئے مثال بنا کر پیش کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے "اور عمران کی بیٹی مریم نے ایمان کی مضبوطی حاصل تھی۔ پھر ہم نے پھونک دی اس میں اپنی طرف سے ایک جان اور اس نے سچ جانیں اپنے رب کی باتیں اور وہ تھی بندگی کرنے والوں میں"۔

سوچنے اور سمجھنے کی بات یہ ہے کہ عورت انفرادی طور پر کاروبار اور معاشرتی روابط قائم رکھ سکتی ہے، روپیہ پیسہ کما سکتی ہے، جائداد رکھ سکتی ہے غرض ہر وہ کام کرسکتی ہے جو مرد کرسکتا ہے۔ پھر بھی بعض لوگ کتنی آسانی سے کہہ دیتے ہیں کہ عورت کمزور ہے۔ ذاتی طور پر میں یہ ماننے کو تیار نہیں ہوں۔ اگر مرد کو تخلیق کے کربناک عمل سے گزرنا پڑے تو شاید اُسے اندازہ ہو کہ عورت کمزور نہیں ہے...... لہٰذا یہ دلیل تو قابل اعتبار نہیں رہی کہ عورت کمزور ہے اس لئے شادی جیسے اہم مسئلے پر اُس کی رائے اور رضامندی کو نظر انداز کیا جاسکے۔ تاریخ کی کتابوں صحابیات اور دیگر معروف مسلمان خواتین کے واقعات سے یہ ثابت

ہوتا ہے کہ وہ ملازمت کاروبار، زراعت اور تبلیغ کے شعبوں میں آزادانہ کام کرسکتی ہیں تو یہ کیسے کہا جاسکتا ہے شادی جیسے اہم فیصلے میں عورت کی رضامندی غیر ضروری ہے۔

مشہور ماہر قانون ابن ہمام کتاب "فتح القدیر" کی جلد نمبر 3 صفحہ 246 پر لکھتے ہیں کہ :

سرپرستی یا بچوں کی شادی بیاہ کے معاملات میں والدین کا اختیار دو قسم کا ہوتا ہے۔

1- ایک ولایت کا حق ایسی لڑکی پر استعمال کیا جائے؟ جو سب سے بڑی ہو، ذہین ہو، کنواری ہو یا کنواری نہ ہو۔

2- دوسرے ایسی لڑکی پر حق استعمال کرنا جو خاندان میں سب سے چھوٹی ہو، چاہے کنواری ہو یا نہ ہو۔

ابن ہمام کے نظریئے کے مطابق بڑی لڑکی شادی کے معاملے میں اپنی مرضی استعمال کرسکتی ہے۔ وہ فقہ شافعی کے اس نظریئے کے بالکل مخالف ہیں کہ شادی کے لئے ولی کی رضا ایک ضروری امر ہے، جس کے مطابق اگر نکاح کے تمام معاملات لڑکی کے سپرد ہوں تو اس میں غلطی کے امکانات ہوتے ہیں۔

علامہ عینی اپنی تصنیف "القساء الشرح الہدایہ" جلد نمبر 3 صفحہ 580 میں نکاح کے معاملات میں ولی کی رضا کے حق میں اور اس کے برخلاف دلائل دیتے ہیں۔ درمیان میں انہوں نے شافعی مکتبہ فکر کے حوالے سے بہت ساری احادیث کے حوالے بھی دیئے ہیں صفحہ 580 میں انہوں نے مزید تفصیل بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ "امام بخاری ان تمام احادیث کو کمزور حدیث کہتے ہیں جن کا فقہ شافعی کے لوگ اس معاملے میں حوالہ دیتے ہیں"۔

اسی لئے خود مصنف بھی کہتے ہیں ان کے علم میں ایسی احادیث نہیں ہیں جس سے امام شافعی کے نقطہ نظر کو تقویت ملے۔ علامہ عینی اس بات کی کئی وجوہات بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت کو اپنی مرضی سے نکاح کا حق حاصل ہے اور یہ حق والدین یا ولی میں سے کوئی ختم نہیں کرسکتا۔

عورت کے نکاح کے سلسلے میں ولی کی رضا کے حق میں امام شافعی جتنی بھی احادیث کا حوالہ دیتے ہیں، ان کو حنفی فقہ کے عالم تسلیم نہیں کرتے، اس لئے کہ ان کا کہنا ہے کہ ان احادیث کی صحت کے بارے میں شکوک اور ابہام ہے۔ علامہ عینی اس حوالے سے امام شافعی کی بیان کردہ احادیث میں سے تمام احادیث کی صحت کو صحیح نہیں قرار دیتے، لیکن ایک حدیث کو تسلیم کرتے ہیں جس کے مطابق "عورت کو اپنی شادی کے سلسلے میں ولی کے مقابلے میں اپنی رائے استعمال کرنے کا زیادہ حق ہے اور کنواری لڑکی سے اس کی مرضی پوچھنا ضروری ہے اور اس کی خاموشی ہی اس کی رضامندی ہے"۔

علامہ عینی کے مطابق ولی کی مرضی ضروری نہیں، جبکہ شافعی مکتبہ فکر ولی کی مرضی کو ضروری یوں قرار دیتا ہے کہ لڑکی چونکہ معاشرتی طور پر کمزور، لاغر و ناقص العقل ہے، جذباتی ہے اس لئے صحیح فیصلہ نہیں کرسکتی۔ آج موجودہ دور کے مشاہدے اور تجربے کے بعد یہ بات سامنے آتی ہے کہ جب ایک لڑکی ڈاکٹر ہے، وکیل ہے، جج ہے، ملک کی وزیراعظم بن سکتی ہے تو کیا اپنی زندگی کا فیصلہ خود نہیں کرسکتی؟

حنفی ماہرین یہ کہتے ہیں کہ معاشرتی اعتبار سے ہوسکتا ہے کہ یہ نظریہ درست ہو، مگر یہ نظریہ شادی کے سلسلے میں قانونی طور پر درست نہیں ہے۔ مزید یہ کہ کنواری لڑکی اپنی مرضی سے شادی کرلے تو کسی بھی طرز سے اس شادی کو غیر قانونی قرار نہیں دیا جاسکتا۔ حتیٰ کہ شافعی قانون سے متعلق کتاب "منہاج الطالبان" میں یہ واضح ہے کہ "ولی کی مرضی کے بغیر شادی کسی طرح بھی غیر قانونی قرار نہیں دی جاسکتی۔ اگر اس طرح نکاح کیا جائے تو وہ زنا کے زمرے میں ہرگز نہیں آتا اور اس طرح لڑکی کسی طرح بھی سزا کی مستحق نہیں"۔ (منہاج الطالبان، صفحہ 284 ایڈیشن 1914)

Pakistan Mulla's Mohammadan Law 1989 میں تحریر ہے کہ

"ایک عورت اپنی شادی خود نہیں کرسکتی چاہے اس کے سرپرست اس کو اجازت دے دیں اور کسی دوسری عورت کی سرپرست کی حیثیت سے بھی شادی نہیں کرسکتی اور نہ ہی اپنے شوہر کی شادی میں کوئی کردار ادا کرسکتی ہے۔ لیکن اگر عورت اپنی مرضی سے شادی کرلے تو تمام قانونی روایات لاگو ہوں گی اور نہ ہی دونوں میاں بیوی پر کوئی گناہ ہوگا"۔

فقہ حنفی و مالکی کے مطابق ولی کے ذریعے لڑکی کو اپنی رضامندی بتانی چاہئے۔ PLD1984FSC صفحہ 93 تا 101 ملاحظہ کیجئے جس میں اس طرح کے نکاح کے شرعی و قانونی طور پر جائز ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔ اسی سلسلے میں وفاقی شرعی عدالت کے PLD1981FSC صفحہ 308 کے فیصلے کو بھی زیر نظر رکھنا مناسب ہوگا۔

شافعی علماء کے نزدیک باپ کی رضا درا صل خاندان کے تحفظ کے پیش نظر ہے۔

پاکستانی قانون کے مطابق آئین کے آرٹیکل 18 کے مطابق ایک عورت مختلف قسم کے معاہدے کرنے میں مرد کی طرح آزاد ہے اور یہاں کے قانون کے مطابق کسی عورت پر اس حوالے سے کوئی پابندی نہیں بلکہ اس قسم کی پابندی میرے خیال میں پوری مسلم دنیا میں کہیں نہیں ہے۔ شادی و نکاح کے معاملے میں عورت کی کیا حیثیت ہے اس کے بارے میں پروفیسر طاہر محمود کی تصنیف Personal law in Islamic countries 1995 سے بھی مدد ملتی ہے۔ وہ تحریر کرتے ہیں کہ "تمام مسلمان چاہے ان کا تعلق کسی بھی فقہ یا مکتبہ فکر سے ہو وہ آپس میں شادی کرسکتے ہیں اور کسی مسلم ملک میں اس حوالے سے کوئی پابندی نہیں ہے"۔ (صفحہ 249 ملاحظہ کیجئے)

اگر ہم قرآن حکیم کی آیات کا بغور مطالعہ کریں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ صنف کے اعتبار سے کسی کو کسی پر برتری حاصل نہیں ہے۔ اگر مردوں کو کسی معاملے میں طاقت زیادہ دی گئی ہے تو اس پر معاشرتی ذمہ داریاں بھی ڈالی گئی ہیں۔ لیکن ایک بات پر تمام مکتبہ فکر لوگ اتفاق کرتے ہیں کہ اگر ایک عاقل و بالغ لڑکی رضامند نہ ہو، تو محض ولی کی رضا سے شادی کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہے۔

ہمارے موجودہ معاشرے میں لڑکے اور لڑکیاں اپنی رضامندی سے کورٹ میں جاکر شادیاں کرلیتے ہیں۔ وجہ یہ ہوتی ہے کہ لڑکا اور لڑکی ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں اور زندگی ایک دوسرے کے ساتھ بسر کرنا چاہتے ہیں، لیکن والدین، سرپرست یا ولی کی رضامندی نہیں ہوتی، جس کی بناء پر لڑکا اور لڑکی کورٹ میرج کا سہارا لیتے ہیں۔

یہ کس طرح ہوتی ہے اسے سمجھئے۔

لڑکا اور لڑکی وکلاء صاحبان کے پاس آتے ہیں کہ ہم دونوں شادی کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ اسٹامپ پیپر پر ایک حلف نامہ تحریر کیا جاتا ہے جسے "Affidavit of Free will" کہتے ہیں۔ یہ حلف نامہ لڑکی کی طرف سے تحریر ہوتا ہے جس میں یہ لکھا جاتا ہے کہ "میں اپنی مرضی سے فلاں لڑکے سے شادی کررہی ہوں اور مجھ پر کسی قسم کا کوئی دباؤ یا طاقت کا استعمال نہیں کیا گیا اور یہ کہ میں اپنے عمل، قول و فعل کی خود ذمہ دار ہوں، اور اس شادی کی تمام ذمہ داری مجھ پر ہے"۔

دوسرا مرحلہ یہ ہوتا ہے کہ لڑکی فرسٹ کلاس مجسٹریٹ کے سامنے پیش ہوتی ہے اور اپنی رضامندی کا اظہار کرتی ہے۔ مجسٹریٹ صاحب اس کی تصدیق کردیتے ہیں، مہریں لگ جاتی ہیں اور پھر قاضی صاحب باضابطہ ان کا نکاح پڑھوا کر رجسٹر کرلیتے ہیں۔

یہ سب کچھ اس لئے کیا جاتا ہے کہ کہیں لڑکی کے والدین یا سرپرست لڑکے کے خلاف اغواء کا مقدمہ نہ درج کروادیں۔ اس حلف نامہ کی موجودگی میں لڑکا محفوظ ہو جاتا ہے۔ مندرجہ بالا قانون سمجھانے کا مقصد صرف اتنا ہے کہ اکثر جگہ پر والدین، سرپرست، ولی وغیرہ اولاد کی پسند یا رضامندی کو اہمیت نہیں دیتے، جس کے نتیجے میں بچے مندرجہ بالا راستہ اختیار کرلیتے ہیں بعض بچوں کے فیصلے بھی غلط

ہوتے ہیں لیکن اس میں بھی سراسر ذمہ داری والدین پر ہی عائد ہوتی ہے جو سخت رویہ اختیار کئے بیٹھے ہوتے ہیں۔ والدین کو چاہئے کہ اُنہیں پیار سے سمجھائیں۔ منفی و مثبت پہلوان کے سامنے رکھیں۔ Demerits اور Merits اُن کے گوش گذار کریں، لیکن زبردستی نہ کریں کیوں کہ اس کا نتیجہ کچھ اچھا نہیں نکلے گا۔ اخبارات میں آئے دن اسی قسم کے واقعات شائع ہوتے رہتے ہیں جنہیں پڑھ کر دکھ ہوتا ہے۔ یہ مضمون تحریر کرنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ نہ صرف لڑکی بلکہ اُس کے والدین، سرپرست و ولی قانون کو اچھی طرح سمجھ لیں اور قرآن وسنت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے تفکر سے کام لیں۔ نوجوان کم عمر بیٹیوں سے بھی التجا ہے کہ بے شک شادی میں رضامندی اُن کا حق ہے لیکن اس کے باوجود اپنے والدین اور گھر والوں کی عزت کا خیال ضرور ملحوظ رکھیں کہ بزرگوں کی دعائیں بھی بہت بڑا سرمایہ ہوتی ہیں۔ آخر میں عرض کرنا چاہوں گا کہ مختلف مکتبہ فکر کے تمام علماء کرام نے قرآن کو ہی اولیت دی اور اُسے ہی راہنما قرار دیا۔ قرآن ہی وہ واحد ذریعہ ہے جو قیامت تک کے انسانوں کے لئے راہ ہدایت ہے۔ قرآن میں تفکر کیجئے۔

لمحاتِ مسرت

☆...... ملتان مراقبہ ہال کے رکن محمد سہیل کی بہن سمیرا نے میٹرک بورڈ کے امتحان میں نمایاں نمبروں سے کامیابی حاصل کی ہے۔

☆...... ملتان میں قائم عظیمیہ روحانی لائبریری کے لائبریرین محمد آصف کے چھوٹے بھائی محمد عاطف نے میٹرک کے امتحان میں نمایاں نمبروں سے کامیابی حاصل کی ہے۔

☆...... ملتان میں قائم عظیمیہ روحانی لائبریری کے لائبریرین خالد علیم مرزا نے ڈسٹرکٹ کراٹے چیمپئن شپ میں 55 کلو گرام کے مقابلوں میں دوسری پوزیشن حاصل کر کے سلور میڈل لیا ہے۔

☆...... حیدر آباد میں قائم عظیمیہ روحانی لائبریری کی لائبریرین فرح گزشتہ دنوں راحیل حسین کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئیں۔

☆...... ہری پور ہزارہ مراقبہ ہال کے نگران محمد پرویز خان کو اللہ تعالیٰ نے بیٹی کی رحمت عطا فرمائی ہے۔

☆...... ہری پور ہزارہ مراقبہ ہال کے سینئر رکن علی اصغر کے صاحبزادے ثاقب علی نے فیڈرل بورڈ اسلام آباد سے میٹرک کے امتحان میں نمایاں کامیابی حاصل کی ہے۔

☆...... راولپنڈی مراقبہ ہال کے رکن مبارک الٰہی کی صاحبزادی سارہ مبارک نے میٹرک کے امتحان میں نمایاں نمبر حاصل کرتے ہوئے بورڈ میں انیسویں پوزیشن حاصل کی ہے۔

☆...... حجرہ شاہ مقیم مراقبہ ہال کے رکن اشفاق احمد کو اللہ تعالیٰ نے بیٹی کی رحمت عطا فرمائی ہے۔

☆...... عظیمیہ روحانی لائبریری لیاقت آباد کے رکن محمد کامران، فرح انجم کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئے۔

☆...... عظیمیہ روحانی لائبریری لیاقت آباد کے رکن شکیل الرحمٰن شمسی، ثروت کے ہمراہ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئے۔

☆...... عظیمیہ روحانی لائبریری لیاقت آباد کے سرگرم رکن پروفیسر مشتاق احمد کو اللہ تعالیٰ نے بیٹے کی نعمت سے نوازا ہے۔

☆...... چنیوٹ مراقبہ ہال کے رکن ڈاکٹر محمد ارشاد کی صاحبزادی تمثیلہ ارشاد نے اپنی کلاس میں اول پوزیشن حاصل کی ہے۔

☆...... چنیوٹ مراقبہ ہال کے رکن زاہد نواز کے بھائی شاہد نواز کو اللہ تعالیٰ نے بیٹے کی نعمت سے نوازا ہے۔

☆...... چنیوٹ مراقبہ ہال کے رکن منیر مجاہد کو اللہ تعالیٰ نے بیٹے کی نعمت سے نوازا ہے۔

☆...... عظیمیہ روحانی لائبریری نوشہرو فیروز کے رکن ذوالفقار علی وسطرو کے صاحبزادے اور سندھ کے نامور پہلوان محمد چنل وسطرو کے پوتے امجد علی وسطرو نے سندھ گیمز میں کبڈی کے مقابلے میں سونے کا تمغہ حاصل کیا ہے۔ یہ اعزاز انہیں گورنر سندھ نے دیا ہے۔

☆...... عظیمیہ روحانی لائبریری عبداللہ پور فیصل آباد کی لائبریرین رخسانہ صادق کے بڑے بھائی رانا محمود صادق کو اللہ نے بیٹے کی نعمت سے نوازا ہے۔

☆...... عظیمیہ روحانی لائبریری شکار پور کے لائبریرین حق نواز کو اللہ تعالیٰ نے بیٹی کی رحمت عطا کی ہے۔

ساؤنڈ تھراپی

آواز ایک توانائی ہے۔ یہ ہماری صحت پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔ مغرب میں آج کل اس نے طریقہ علاج کی شکل اختیار کرلی ہے جسے "ساؤنڈ تھراپی" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

ایم ایچ خان

آواز ایک توانائی ہے جس کی آسان سی مثال یہ ہے کہ جیٹ طیارے کی آواز کی گونج سے شیشے ٹوٹ جاتے ہیں۔ اس سے دیواروں میں شگاف بھی پڑ جاتے ہیں۔ ایسے بے شمار واقعات ریکارڈ میں ہیں کہ کسی دھماکہ کی وجہ سے لوگ قوتِ سماعت سے محروم ہو گئے۔ آواز کی اس توانائی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کچھ ترقی یافتہ ممالک میں بلند وبالا اور مضبوط عمارتوں کو مسمار کرنے کے لئے دیواروں میں الٹراسونک ارتعاش پیدا کیا جاتا ہے اور دیواریں ریت کی مانند ڈھیر ہو جاتی ہیں اور آس پاس کی عمارتوں یا سڑکوں پر نہیں گرتی ہیں۔ آواز قدرت کی ایک معجز اثر تخلیق ہے۔ اس کے وسیع تر اثرات ہماری زندگی پر پڑتے ہیں۔ اس معجز اثر تخلیق کے کئی حیرت انگیز سائنسی انکشافات ہم آگے بیان کریں گے۔

ہماری زندگی میں صحت کو بہت اہمیت حاصل ہے آواز کا اثر صحت پر بھی نہایت گہرا ہے۔ آواز ہماری صحت پر بُرے اثرات بھی ڈالتی ہے لیکن اگر ہم اس حیرت انگیز تخلیق کے بارے میں خاطر خواہ معلومات حاصل کر کے اس کے مطابق اس کا مثبت استعمال کریں تو صحت کی بحالی بھی ممکن ہے۔ مغرب میں آج کل اس نے طریقہ علاج کی شکل اختیار کرلی ہے جسے "ساؤنڈ تھراپی" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

آواز کیا ہے؟

آواز ایک توانائی ہے جو اجسام کے ارتعاش سے جنم لیتی ہے مثلاً کسی دھاتی برتن پر چمچہ ماریں تو آواز پیدا ہوتی ہے۔ یہ بھی ارتعاش کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اگر ہم اس برتن کی سطح کو چھوئیں تو اس ارتعاش کو محسوس بھی کیا جاسکتا ہے۔ ہمیں آواز اس لئے سنائی دیتی ہے کہ کان کے پردے پر آواز سے ارتعاش پیدا ہوتا ہے۔ ہم نے ہر طرح کے ارتعاش کا ایک نام رکھا ہوا ہے مثلاً جب کوئی "علی" کہہ کر پکارتا ہے تو یہ آواز کان کے پردے کو متاثر کرتی ہے ہم نے چونکہ اس ارتعاشی آواز کا نام علی رکھا ہے اس لئے ہم فوراً سمجھ جاتے ہیں کہ "علی" پکارا گیا ہے۔

بعض آوازیں اتنی کم فریکوئنسی کی ہوتی ہیں کہ کان کے پردے میں وائبریشن نہیں ہوتی چنانچہ ہم ان کو سن نہیں پاتے۔ ان آوازوں کی فریکوئنسی 20 ہرٹز سے کم ہوتی ہے۔ ان آوازوں کو انفراسونک Infra Sonic کہتے ہیں۔ مثلاً کسی گھڑی کا حرکت کرتا پنڈولم ہمیں اس لئے بے آواز محسوس ہوتا ہے کہ اس کی آواز اتنی کم ہے کہ ہمارے پردہ سماعت میں ارتعاش پیدا نہیں ہوتا۔

اگر آواز کی فریکوئنسی 20,000 ہرٹز سے زائد ہو تو ان کو الٹراسونک کہا جاتا ہے۔ ان آوازوں کے ارتعاش کا دائرہ اتنا بڑا ہوتا ہے کہ کان کا پردہ اس کا احاطہ نہیں کر سکتا نتیجتاً پردے میں ارتعاش پیدا نہیں ہوتا۔ اس سے معلوم

ہوتا ہے کہ ہم بیس ہرٹز سے کم اور بیس ہزار ہرٹز سے زائد آوازوں کو اپنی سماعت کے بھرپور ہونے کے باوجود نہیں سن سکتے۔

الٹراسونک ارتعاش کو معالجاتی مقاصد کے لئے بڑے پیمانے پر استعمال کیا جارہا ہے اور اس نے صنعتی حیثیت حاصل کرلی ہے۔ الٹراساؤنڈ کو جسم کے نرم گوشت والے حصے خصوصاً حاملہ خواتین کے حمل کو دیکھنے میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ گردے یا پتے کی پتھری کو ختم کرنے، پانی میں بیکٹریا اور دیگر جراثیم کو ختم کرنے میں بھی الٹراساؤنڈ معاون ہے۔

آوازوں کی بنیادی طور پر دو اقسام ہیں۔ سریلی آوازیں **Musical Sounds** اور شور **Noise**۔ سریلی آوازوں میں ارتعاش اور حیطہ کے درمیان ہم آہنگی اور ترتیب پائی جاتی ہے جب کہ شور میں یہ ہم آہنگی نہیں پائی جاتی۔

روحانی توجیہہ:- کائنات کی بنیاد آواز پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب کن فرمایا تو یہ پوری کائنات جو اللہ تعالیٰ کے ذہن میں یکجائی پروگرام کے تحت موجود تھی عالم شہود میں آگئی۔ صدائے کن کا عمل اب بھی جاری ہے اور نئی نئی تخلیقات معرض وجود میں آرہی ہیں نئی نئی کہکشائیں، نظام، سیارے اور ستارے پیدا اور فنا ہورہے ہیں۔ سیاروں میں آبادیاں اور آبادیوں کے لئے ضروری وسائل اور ماحول نمو پذیر ہے۔ اس آواز کی بازگشت ازل سے جاری ہے اور تا ابد یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کائنات کی بنیاد ہی آواز ہے۔

ہر آواز کی مخصوص فریکوئنسی ہوتی ہے اس فریکوئنسی میں ایک نظم اور ترتیب ہے تو یہ آواز آدمی کو بھلی معلوم ہوتی ہے۔ جیسا کہ ہم نے بتایا کہ آواز کی فریکوئنسی بیس ہزار ہرٹز یا چکر فی سیکنڈ سے زائد یا بیس چکر فی سیکنڈ سے کم ہو تو ہم نہیں سن سکتے۔ آواز دائروں یا چکر کی صورت میں نشر ہوتی ہے۔ یہ دائرے جب کسی شخص کی اپنی فریکوئنسی سے ہم آہنگ ہوتے ہیں تو اسے متاثر کرتے ہیں۔ اس کا اثر انسان پر ہی نہیں ہر ذی روح پر ہوتا ہے۔

ایک مغربی فنکار خاتون پیٹریشیانیلسکو نے اپنی کتاب "ہیلرز ہینڈ بک" میں اس حوالہ سے یوں روشنی ڈالی ہے کہ "دھیمے سروں پر موسیقی سے چھٹے اور ساتویں چکر **Chakra** میں ٹھہراؤ پیدا ہوتا ہے۔ اساسی چکر **Root Chakra** کو تیز موسیقی سے توانائی ملتی ہے۔ ڈھولک کی خاص تال کی تبدیلی سے ان چکروں پر اثر پڑتا ہے۔ ہلکے سروں کی مدد سے نظامِ ہاضمہ اور گرم مزاجی کو ختم کیا جاسکتا ہے"۔

آواز کا اثر ہر ذی روح پر ہوتا ہے۔ مثلاً بیکٹریا اور وائرس الٹراساؤنڈ سے ہلاک ہوجاتے ہیں۔ چند سال قبل امریکی ریاست کیلی فورنیا کی یونیورسٹی میں ایک تجربہ کیا گیا۔ کیکٹس کے دو ہم عمر پودوں کو لیا گیا۔ ایک پودے کو بالکل خاموش ماحول میں رکھا گیا اور دوسرے کو دن میں وقفہ وقفہ سے موسیقی کی دھن سنائی گئی۔ تین ہفتوں کے بعد جائزہ لیا گیا تو خاموش ماحول کے پودے کے مقابلہ میں دوسرے پودے کی نشوونما پچیس فیصد زیادہ ہوئی تھی۔

عرب کے بدوی قبائل میں شتربان خاص اشعار مخصوص لحن کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ صدیوں پہلے کسی شتربان نے اس لحن کے مطابق چند اشعار گنگنائے تو اونٹ کی رفتار میں اضافہ ہوگیا اور اس میں سرشاری آگئی۔ اس کے بعد شتربانوں نے اسے ایک ترانے کی حیثیت دے دی جس کو سن کر اونٹوں کے جذبات میں سرشاری آجاتی ہے۔

ساؤنڈ تھراپی کے چند تجربات:-

مشی گن یونیورسٹی کے چند سرجن اور دو ڈاکٹروں نے ساؤنڈ تھراپی کے صحت بخش اثرات واوصاف پر ایک ریسرچ کی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ موسیقی کے مخصوص آلہ وائلن کی آواز کی فریکوئنسی سے سر درد دور ہوجاتا ہے اور دماغ کی رسولی کے لئے یہ بے حد مفید ہے۔ بربط کی خاص لَے رحم کے بعض دردوں میں قابلِ اثر پائی گئی۔

ایک جرمن کے خون میں ایک بیماری پیدا ہوگئی تھی جس کی تشخیص معالجین نہیں کرپارہے تھے۔ انہی دنوں اس شخص کے محلہ میں ایک شخص آباد ہوا جو روز شام کو بینڈ بجایا کرتا۔ مریض روزانہ شام کو اس کی ہلکی دھن سنا کرتا۔ چند ہفتوں کے بعد اس نے اس پر اسرار تکلیف کی شدت کو کم ہوتا محسوس کیا اور بلآخر مزید چار ہفتوں میں اس کی تکلیف رفع ہوگئی۔ بعض مغربی سرجنوں نے پیٹ کے آپریشن کے دوران ساؤنڈ تھراپی کو بہت کارگر پایا۔ انہوں نے تصریح کی کہ بردمائنڈ کے ہمراہ اگر ساؤنڈ تھراپی کا بھی اہتمام ہو تو اس کا زیادہ شافع اثر پڑتا ہے۔ دنیا کے دماغی امراض کے معروف اسپتال "پالٹرم اسٹیٹ ہسپتال" کے ڈائریکٹر ڈاکٹر ہیرج وردنگ کے مطابق کسی باقاعدہ منظم دماغی امراض کے اسپتال کے پروگرام میں ساؤنڈ تھراپی ایک قطعی اور واضح حیثیت رکھتی ہے۔

1947ء میں چند امریکی ماہرین نے ایک کونسل بنائی جس کا مقصد مختلف ہسپتالوں میں جاکر باقاعدہ طریقہ علاج کے طور پر اس تھراپی کو متعارف کرایا جائے اور اس کی اہمیت کا شعور بیدار کیا جائے۔ اس کونسل کی پیش رفت کو ان معنوں میں اہم قرار دیا جاسکتا ہے کہ اس سے بڑی حد تک ساؤنڈ تھراپی کا شعور لوگوں کے ذہنوں میں اجاگر ہوا۔

آج کل ماہرینِ نفسیات اس تحقیق میں دن رات سرگرداں ہیں کہ آواز کے کون سے مختلف اسلوب کن بیماریوں کے لئے مفید ہیں اور شاید وہ دن زیادہ دور نہیں جب یہ علاج سائڈ ایفیکٹ پیدا کرنے والی ادویات کا قائم مقام اور صحت بخشی کا ذریعہ ثابت ہوگا۔

نیویارک مین ہٹن کے اسٹیٹ اسپتال میں ساؤنڈ تھراپی کا باقاعدہ ریکارڈ محفوظ کیا گیا ہے اور اعداد وشمار سے ظاہر ہوا کہ اس علاج سے اڑتیس فیصد مریضوں کو مکمل شفا اور تینتیس فیصد مریضوں کو جزوی شفا ہوئی۔ رپورٹ میں بتایا گیا کہ تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ ساؤنڈ تھراپی غیر ارادی عضلات کی قوت اور تناؤ کو زیادہ اور ہاضمہ کے عضلات کو قوی کرتی ہے۔

ایک روسی ماہر چشم کا بیان ہے کہ آواز کے صحت بخش اثرات سے بصارت کو بھی پچیس فیصد بہتر بنایا جاسکتا ہے۔ سریلی آوازوں سے عضلاتِ چشم کو تحریک پہنچتی ہے۔ ڈینٹسٹ حضرات تو بہت پہلے سے برمے کی دلخراش تکلیف سے ذہن کو ہٹانے کے لئے ساؤنڈ تھراپی کو کام میں لارہے ہیں۔ کئی جیل خانوں میں ہلکی دھنوں پر مذہبی موسیقی کا تجربہ کیا گیا تو ظاہر ہوا کہ چند بے رحم ڈاکو متاثر ہوکر رونے لگے اور ان میں سے کئی پچھلی گناہوں بھری زندگی سے تائب ہوگئے۔

لندن کے ایک ماہر ڈاکٹر والٹر والٹے نے ایک مضمون بعنوان "ساؤنڈ تھراپی اور اس کے فعلیاتی اثرات" میں یہ نظریہ پیش کیا کہ یرقان، جگر کے دیگر امراض اور ہضم کی خرابی میں یہ ایک اچھا علاج ہے۔ انہوں نے ثابت کیا کہ اس سے دوران خون پر نہایت مفید اثر پڑتا ہے، خون کا بہاؤ تیز ہوتا ہے، بافتوں کو تازہ قوتِ حیات ملتی ہے اور عضلات سے فضلات خارج ہوتے ہیں۔

مذہبی رسالہ "دین و دنیا" (دہلی) کی اشاعت اکتوبر **1954**ء میں اس تحقیق کے بارے میں تفصیل شائع ہوئی جس کا ایک حصہ یہ ہے "سویڈن کے دارالسلطنت اسٹاک ہوم میں ایک عجیب وغریب ہسپتال کھولا گیا ہے جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے بالکل انوکھا ہے۔ اس ہسپتال کی خصوصیات یہ ہیں کہ اس میں دوا کے بجائے مریضوں کا علاج ساؤنڈ تھراپی سے کیا جاتا ہے"۔ آگے مزید تحریر ہے "اس ہسپتال میں مختلف امراض کے مریضوں کے علیحدہ علیحدہ کمرے ہیں جن میں ان مریضوں کی بیماریوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے خاص سُر بکھیرے جاتے ہیں جو تقریباً ہر وقت گونجتے رہتے ہیں اور مریضوں پر اس کا بہت ہی اچھا اثر پڑتا ہے۔ سویڈن کے نامور ڈاکٹر پونتاک اس جدید طریقہ علاج کے ماہر ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ محض غذا اور موسیقی کے ذریعے سے خطرناک مریضوں

کو تندرست کر سکتے ہیں"۔

روزنامہ "سیاست جدید" کانپور اشاعت اگست 1962ء میں تحریر ہے "نیویارک 30 جولائی، سینٹ لوئی اسپتال میں جن مریضوں کے معمولی آپریشن کئے جاتے ہیں۔ آپریشن کے درمیان ٹیپ ریکارڈ کے ذریعہ ان کے دلپسند نغمے لگائے جاتے ہیں۔ واشنگٹن یونیورسٹی کے ڈاکٹر ڈی۔ کلاف نے یہ طریقہ رائج کیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ مریض اسے سننے میں اتنا منہمک ہوتا ہے کہ آپریشن کی میز پر اسے تکلیف کا احساس نہیں ہوتا"۔

یہاں تک تو ساؤنڈ تھراپی پر ہونے والی ریسرچ کا کچھ احوال پیش کیا گیا ہے۔ اب ہم چند بیماریوں اور مسائل کا علاج پیش کرتے ہیں۔

مزاج میں سختی:۔ ہمارے معاشرے کا عام مسئلہ ہے۔ ذرا ذرا سی بات پر جھگڑے ہو جاتے ہیں۔ بس میں کسی مسافر نے غلطی سے پیر پر اپنا پیر رکھ دیا، کسی کو ناگوار گزرا میں جھٹکا لگ گیا، اسی طرح گھریلو زندگی کے دوران سالن میں نمک کی کمی بیشی جیسی چھوٹی چھوٹی باتوں پر جھگڑا وغیرہ۔ اب تو ایسا لگتا ہے کہ بد مزاجی اور غصہ معاشرتی رویہ بن گیا ہے اس کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں تاہم وجہ کچھ بھی ہو یہ مزاج تخریبی طرز فکر کا آئینہ دار ہے۔ معروف روحانی اسکالر حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی اس کا علاج یہ بتاتے ہیں کہ اسٹین لیس اسٹیل کا ایک پیالہ لے کر رات کو سوتے وقت اندھیرے میں چمچے سے بجائیں۔ پیالے میں تھوڑا سا پانی بھی ڈال لیں۔ چمچے سے جلترنگ ساز روزانہ رات اور صبح سویرے دونوں وقت دس دس منٹ بجائیں۔ جس وقت آپ یہ عمل کریں آپ کے علاوہ کمرے میں کوئی اور نہ ہو۔ مزاج کی تلخی اور لوگوں کی باتوں پر غصہ آنا ختم ہو جائے گا۔

جسم کے نظاموں کی درستگی:۔ اپنے اعصاب کو ڈھیلا چھوڑ کر گہرا سانس لیں اور منہ کھول کر نہایت ہلکی آواز میں کہیں "یا حی" (تلفظ : یا حی...... یوووو) اس دوران سانس اندر کھینچتے جائیں پھر سانس کو باہر نکالتے ہوئے ہلکی آواز سے کہیں "یا قیوم" (تلفظ : یاقیوم...... ممممممم) ادائیگی اس طرح ہو کہ یا حی کے حی پر کچھ ٹھہراؤ ہو اور اس کی "ی" کو اس وقت تک کھینچا جائے جب تک پھیپھڑے ہوا سے بھر جائیں پھر یا قیوم کی ادائیگی کے وقت "م" کی آواز آخر تک آتی رہے تا آنکہ سانس پوری طرح باہر نکل جائے۔ اس طرح پانچ دفعہ سے شروع کیا جائے اور مہینہ بھر میں اس تعداد کو دس تک لے جائیں۔ یہ علاج خالی پیٹ کیا جائے۔ اس سے جسم کی اندرونی مالش ہو جاتی ہے۔ آواز کا ارتعاش ہوا کی نازک جھلیوں پر اثر انداز ہوتا ہے جس سے یہاں جمع شدہ ناقص ذرات خارج ہو جاتے ہیں۔ یہ ارتعاش اینڈوکرائن، پچوٹری، پائنیل، تھائرائیڈ، تھائی مس، اسپرانیل اور جنسی گلینڈز کی کارکردگی کو بہتر بناتا ہے۔ چونکہ ان تمام گلینڈز ہی کی بدولت جسم کے اکثر نظام رواں دواں رہتے ہیں چنانچہ بیماریاں ختم ہو کر صحت کی نعمت حاصل ہوتی ہے۔

بہرہ پن:۔ پچھلی سطور میں ہم نے بتایا کہ ہم بیس ہرٹز سے کم فریکوئنسی کی آوازیں نہیں سن سکتے۔ یہ بیماری اس صورت میں ہوتی ہے جب نچلی سطح کا توازن خراب ہو جاتا ہے۔ اس کی کئی حادثاتی وجوہات بھی ہو سکتی ہیں جیسے کان کے پردے کا پھٹ جانا اور موروثی بھی جیسے پیدائشی بہرہ پن۔ تیسری صورت زیادہ شور والے ماحول میں کام کرنے والوں کے ساتھ پیش آتی ہے۔ اگر بہرہ پن تیسری صورت کی بناء پر ہے تو اس کا علاج یہ ہے۔ اسکولوں میں جو گھنٹہ استعمال ہوتا ہے اس طرز کا گھنٹہ لے لیں۔ کسی لوہے کا ٹکڑا لیں اور اس کو گھنٹہ پر زور سے ماریں۔ اس طرح ایک تیز آواز پیدا ہو گی جو آہستہ آہستہ کم ہوتی جائے گی۔ آپ کا کام صرف یہ ہے کہ اس آواز کو آخری سطح تک سنیں خصوصاً کم ہوتی ہوئی آواز پر توجہ دیں۔ جتنی زیادہ گہرائی تک آپ اس آواز کو سننے پر قادر ہوں گے کان کی فطری سماعت بحال ہوتی جائے گی۔ ایک دن میں دس مرتبہ اس طرح کیا جائے۔

غذائی اشیاء کا کاروبار

مختلف وجوہ کی بناء پر ہمارے بہت سے نوجوان بیروزگاری کے مسئلہ سے نبرد آزما ہیں اور انہیں کوئی رہنمائی نہیں ملتی۔ اس مسئلے کے پیش نظر ہم نے مستقل سلسلہ شروع کیا ہے جس کے ذریعے نوجوانوں کو مختلف شعبوں میں رہنمائی فراہم کی جائے گی۔

رفعت طلعت

آج کل بیروزگاری اس قدر بڑھتی جا رہی ہے کہ اس نے سنگین صورتحال اختیار کر لی ہے۔ ایک تعلیم یافتہ یا تجربہ کار شخص اگر تین، چار یا پانچ سال بیروزگار رہے تو وہ بہت کچھ بھول جاتا ہے۔ ملازمت کے علاوہ دوسرا راستہ کاروبار کا ہے لیکن بے یقینی اور عدم مساوات اس قدر زیادہ ہوتی جا رہی ہے کہ کاروبار میں ہاتھ ڈالتے ہوئے ہر شخص کئی بار سوچتا ہے حالانکہ یہی وہ راستہ ہے جس سے کم وقت میں زیادہ ترقی کی جا سکتی ہے۔ آج کل نوجوانوں کا ایک مسئلہ نام نہاد اسٹینڈرڈ بھی ہے۔ انہوں نے اس قدر معیارات بنا لیے ہیں کہ خدا کی پناہ ...... ملازمت ملے تو اس میں فلاں فلاں سہولیات ہوں، اتنی تنخواہ ہو۔ جسمانی محنت کم سے کم ہو۔ اگر کاروبار کریں گے تو وہ ایسا ہو کہ بڑی بڑی ڈیل ہو۔ یہ طرز فکر آپ کی ترقی میں مزاحم ہو سکتی ہے۔ دراصل اس کی اپنی جگہ کوئی حیثیت نہیں۔

ہم نوجوانوں کو ایک ایسے شعبہ کی جانب رہنمائی کرتے ہیں جس کی بدولت بعض مرتبہ جھونپڑے میں رہنے والے کو اعلیٰ رہائش، گاڑی اور آسائشیں حاصل کرتے دیکھا گیا ہے۔ اس میں ترقی کے اتنے امکانات ہیں کہ شمار نہیں کیا جا سکتا لیکن کامیابی کی ایک شرط ہے۔ وہ شرط ہے مستقل مزاجی سے محنت ...... یہ کاروبار غذائی اشیاء کا کاروبار ہے جو بہت کم لاگت سے شروع ہوتا ہے اور آسانی سے فروغ پذیر ہو جاتا ہے۔ اس کاروبار میں جو چند چیزیں فروخت کی جا سکتی ہیں ان میں مندرجہ ذیل زیادہ اہم ہیں۔

1 - فاسٹ فوڈ...... 2 - اسنیک بار...... 3 - سوپ سینٹر...... 4 - روسٹڈ چکن، فرائی چکن اور چرغہ...... 5 - جوس سینٹر اور آئسکریم شاپ...... 6 - سی فوڈ

فاسٹ فوڈ:۔ نئی نسل میں بڑی تیزی سے فاسٹ فوڈ کا رجحان بڑھا ہے۔ عام طور پر فاسٹ فوڈ ان اشیاء کو کہا جاتا ہے جو جلد تیار ہونے والی ہوتی ہیں۔ دفتروں اور کام میں مصروف ایسے لوگ جو اہتمام سے کھانا کھانے میں دشواری محسوس کرتے ہیں وہ برگر یا سینڈوچ طرز کی غذاؤں کو لینا پسند کرتے ہیں۔ طلباء و طالبات تو اسے بہت زیادہ پسند کرتے ہیں۔

فاسٹ فوڈ کا کاروبار نسبتاً کم سرمائے سے شروع کیا جا سکتا ہے۔ پہلے تو آپ کو اس کے لئے دکان کا انتظام کرنا ہو گا۔ دکان کس علاقے میں کھولی جائے یہ بھی بہت اہم ہے۔ کسی ہائی اسکول یا کالج اور دفتری علاقے میں اس کاروبار کے چلنے کے زیادہ امکانات ہوتے ہیں یا پھر ایسی جگہ جہاں رش زیادہ رہتا ہو مگر یہ دیکھنا ضروری ہے کہ دکان کسی خاص مارکیٹ میں اپنی انفرادیت نہ کھو بیٹھے۔ مثلاً کوئی الیکٹرونکس کی مارکیٹ ہے وہاں آپ کو کچھ ایسا انتظام کرنا ہو گا کہ دکان دوسروں سے الگ نظر آئے اور گاہک کی توجہ کا مرکز بن سکے۔ فاسٹ فوڈ

کی ہی ایک قسم موبائل فاسٹ فوڈ بھی ہے یعنی آپ کسی گاڑی میں سامان لے کر ایسی جگہوں پر تھوڑی تھوڑی دیر اپنی پروڈکٹ فروخت کریں جہاں لوگوں کا رش ہوتا ہے مثلاً صبح کے اوقات میں اسکولوں اور کالجوں کے قریب، دوپہر میں دفاتر اور کاروباری مراکز کے نزدیک اور شام میں تفریحی مقامات اور شاپنگ سینٹرز کے قریب...... اس کام کے لئے ایک پک اپ زیادہ موزوں ثابت ہوتی ہے۔ فاسٹ فوڈ کے لئے بازار سے مشینیں بھی خریدی جاسکتی ہیں لیکن ہوسکتا ہے یہ ابتدائی مرحلہ میں کچھ مہنگا محسوس ہو اس لئے مشینوں کی خریداری کاروبار میں ترقی سے مشروط رکھیں۔ ابتدا میں ہی زیادہ بوجھ اٹھانے کی کوشش نہ کریں۔

اس کاروبار میں ابتدائی طور پر جو اخراجات آتے ہیں ان میں دکان خریدنا یا کرائے پر حاصل کرنا (اس میں ایڈوانس بھی شامل ہوسکتا ہے) کچھ کرسیاں اور میزیں (اگر دکان میں گنجائش ہے) ورنہ ابتدائی سطح پر چھوٹی دکان میں بٹھا کر کھلانے کی سہولت نہ بھی دیں تو کوئی حرج نہیں اس طرح خرچ مزید کم ہوجائے گا۔ برتن اور ڈیکوریشن کی چیزوں کے ساتھ نہایت کم سرمائے سے یہ کاروبار شروع کیا جاسکتا ہے۔ جتنا گڑ ڈالیں اتنا ہی میٹھا ہوگا کے مصداق اگر سرمایہ زیادہ لگا سکیں تو زیادہ بہتر معیار کے مطابق اور اعلیٰ پیمانے پر یہ کام کرسکتے ہیں۔ لیکن کم سرمائے میں بھی آگے چل کر یہ کاروبار مستحکم ہوسکتا ہے۔

سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات میں ایک اور چیز بہت مشہور ہے۔ لوہے کی لمبی سلاخ میں گوشت کے بڑے پارچے پرو دیئے جاتے ہیں جس کے چاروں طرف آگ ہوتی ہے۔ یہ سلاخ مسلسل گھومتی رہتی ہے اور گوشت ہلکی آنچ پر یکسار پکتا رہتا ہے۔ دکاندار اس گوشت کے ڈھیر میں سے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کاٹ کر رول یا بن کے اندر رکھتا ہے اور ساتھ ہی سلاد اور چٹنی پیش کی جاتی ہے۔ اس طرح کے برگر وہاں بہت شوق سے کھائے جاتے ہیں۔ اس طرح کے اسٹال بھی لوگوں کی جلد توجہ حاصل کرسکتے ہیں۔ علاوہ ازیں مزید نئے طرز کے کھانے شروع ہوسکتے ہیں جو آپ نے پاکستان کے باہر کسی دوسرے ملک میں دیکھے ہوں بس یہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ اگر کھانے مغربی ہیں تو ان میں مشرقی چٹخارہ بھی شامل ہو۔ اس طرح ایک تو یہ آپ کی اپنی ایجاد ثابت ہوگی دوسرے لوگوں کی پسند بھی عموماً یہی ہے چنانچہ کاروبار میں کامیابی کے زیادہ امکانات ہیں۔

اسنیک بار:۔ یہ بھی فاسٹ فوڈ کی ہی ایک قسم ہے۔ کم لاگت میں منافع بخش کاروبار ہے اور کم جگہ کم سامان کے ساتھ شروع کیا جاسکتا ہے۔ اسنیک بار میں مشروبات کے ساتھ ساتھ گوشت کی مختلف اشیاء آرڈر کے مطابق تیار کرکے پیش کی جاتی ہیں۔ کباب، چکن تکہ، بوٹی، فرائی گوشت، مغز، دل، گردہ، کلیجی اور مرغ مسلّم، بروسٹڈ چکن، فرائڈ چکن اور چرغہ جیسے لذیذ کھانے پسند کے مطابق اسی وقت تیار کردیے جاتے ہیں۔ اسنیک بار کے لئے کوئی بھی کھلی اور کشادہ جگہ تقریباً سو مربع فٹ جگہ کافی ہے جہاں کچن اور سروس کاؤنٹر قائم کیا جاتا ہے بقیہ کھلی جگہ پر فولڈنگ کرسیاں اور میزیں لگادیجئے۔ تاہم سرمایہ کو دیکھتے ہوئے اس پروجیکٹ کو کم یا زیادہ بھی کیا جاسکتا ہے۔

جوس اور آئسکریم سینٹر:۔ بہت پرکشش آمدنی کا ذریعہ ثابت ہوسکتا ہے۔ ان دونوں شعبوں کو علیٰحدہ کرکے بھی شروع کیا جاسکتا ہے۔ ان دونوں شعبوں کے لئے پوش علاقے زیادہ بہتر ثابت ہوتے ہیں کہ وہاں اس کا زیادہ رجحان پایا جاتا ہے لیکن اس ماحول کے مطابق دکان سیٹ کرنے میں کافی زیادہ سرمایہ لگ سکتا ہے تاہم کسی بھی رش والے علاقے میں یہ کاروبار شروع کیا جاسکتا ہے۔ مناسب جگہ دکان، ڈیکوریشن، فرنیچر اور جوسر مشین یا مشینوں کے ساتھ یہ کاروبار جلد جم سکتا ہے یا ابتدائی طور پر کسی دکان والے کی اجازت سے اس کے سامنے یا قریب اسٹال بھی لگایا جاسکتا ہے۔

سوپ سینٹر:۔ یہ بھی نہایت منافع بخش آمدنی کا

ذریعہ ثابت ہوسکتا ہے جس میں لاگت کم اور منافع زیادہ ہوتا ہے۔ اس کاروبار میں گھر کی خواتین بھی شیئر کرسکتی ہیں۔ چکن کارن سوپ، ویجیٹیبل سوپ اور اسی جیسے بہت سے سوپ بناکر مختلف چٹنی اور کیچپ کے ساتھ پیش کیے جاسکتے ہیں۔ یہ کاروبار چھوٹی جگہ پر بھی شروع کیا جاسکتا ہے۔

سی فوڈ پوائنٹ:۔ سی فوڈ سے مراد سمندری غذا ہے جس میں مچھلیاں، جھینگے اور لابسٹرز شامل ہیں۔ ساحلی علاقوں یا شہروں میں یہ کاروبار آسانی سے ہوسکتا ہے۔ غیر ساحلی علاقوں میں دریائی مچھلیاں وغیرہ اس کا نعم البدل ثابت ہوسکتی ہیں۔ خوبصورت شاپ میں ان غذاؤں کے اہتمام سے منافع بخش کاروبار شروع کیا جاسکتا ہے۔ جن لوگوں نے تھائی لینڈ، فلپائن یا انڈونیشیا کا سفر کیا ہو انہوں نے ضرور ایسے ریسٹورنٹ دیکھے ہوں گے جن میں ایک تالاب میں سمندری حیوانات موجود ہوتے ہیں۔ کھانے والا تالاب میں سے مچھلی وغیرہ پسند کرتا ہے۔ اسے صاف کرکے اور کچھ دیر میں پکا کر پیش کردیا جاتا ہے۔

یہاں تک تو ہم نے غذائی اشیاء کے علیٰحدہ علیٰحدہ کاروبار کے بارے میں بتایا۔ یہ بھی عین ممکن ہے کہ ان میں سے کئی ایک ساتھ شروع کرلئے جائیں۔ مثلاً ایک سینٹر کے اندر کباب، برگر، تکے، ہنٹر بیف، چرغہ، حلیم، بریانی، قورمہ، روٹی اور نان، حلوہ، آئسکریم، بروسٹ، چاول مچھلی، سوپ، چکن، انڈے، فالودہ، قلفی، کباب، پراٹھا، نہاری، کلیجی، پوری، چھولے وغیرہ وغیرہ کی سہولت ایک ساتھ بھی دی جاسکتی ہے تاہم یہ ایک بڑا منصوبہ ہے جو کثیر سرمائے کے بغیر ممکن نہیں۔ البتہ انفرادی طور پر کئی غذائیں ایک ہی جگہ تیار کرنے کا اہتمام کیا جاسکتا ہے۔

آخر میں ایک بات واضح کرنا بہت ضروری ہے کہ کسی بھی کاروبار کے لئے صرف سرمایہ کافی نہیں ہوتا۔ انتظامی سمجھ بوجھ، چیزوں کو سلیقہ کے ساتھ آرگنائز کرنے کی صلاحیت، مارکیٹ کے رجحان کو دیکھتے ہوئے اس کے مطابق ردّوبدل کی لچک اور غذائی اشیاء کے معاملہ میں حفظانِ صحت اور صفائی کا خاص اہتمام بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ اس مضمون میں جن شعبوں کا ذکر کیا گیا ہے ان میں بیشتر کم لاگت کے ہیں۔ مختلف مقامات پر جگہ کی قیمت، سامان کی قیمتیں اور ملازمین کی تنخواہوں کی شرح کم یا زیادہ ہوسکتی ہے لیکن ان کا آغاز آسانی سے ہوسکتا ہے۔

آج کل ان شعبوں سے منسلک زیادہ تر افراد تعلیم یافتہ نہیں اس لئے عوام حفظانِ صحت کے اصولوں کے بارے میں شاکی رہتے ہیں اگر تعلیم یافتہ لوگ اس میدان میں آگے آئیں تو پرکشش آمدنی کے علاوہ عوام کا حفظانِ صحت کے بارے میں اعتماد بھی بحال ہوگا اس طرح یہ کام خدمتِ خلق کا ذریعہ بھی ثابت ہوسکتا ہے۔ نوجوان اپنے تخلیقی ذہن سے اس شعبہ میں نئی روایات رقم کرسکتے ہیں۔ دیر صرف قدم بڑھانے کی ہے۔

محقق نظریہ رنگ و نور الشیخ عظیمی کی زیرِ سرپرستی قائم انسٹیٹیوٹ آف کروموپیتھی کے زیرِ اہتمام کتاب

کروموپیتھی

شائع ہوگئی ہے۔

مصنف: مقصود الحسن

انسٹیٹیوٹ آف کروموپیتھی

80 26۔ لالہ ایوب لین۔ پشاور۔

تحریر قاری کے اوپر ایک تاثر چھوڑتی ہے اور یہ تاثر فکر و فہم میں تخم ریزی کرتا ہے اور جب فکر تناور درخت بنتی ہے تو طرزِ فکر میں سے نئے نئے شگوفے پھوٹتے ہیں۔

خواجہ شمس الدین عظیمی ایک نام ہے

جس کو سُن کر ماورائی دنیا کا نقشہ اُبھرنے لگتا ہے، فہم میں گہرائی پیدا ہوتی ہے۔

دل اللہ اور اللہ کی مخلوق کی محبت سے بھر جاتا ہے۔ عظیمی صاحب کے اوپر اللہ کا کرم محیط ہے۔ ان کے قلم سے لکھی ہوئی ہر کتاب کو عوام نے پسند اور قبول کیا ہے۔ عظیمی صاحب کی مندرجہ ذیل کتابیں پڑھیے اور سکون حاصل کیجئے۔

آوازِ دوست یہ کتاب ہمیں بتاتی ہے کہ درخت کا بیج ایک مائیکروفلم ہے۔ اس مائیکروفلم میں ایک پورا درخت اپنی جزئیات کے ساتھ پوشیدہ ہے۔	**جنت کی سیر** یہ کتاب پڑھ کر قاری جنت کی فضاؤں میں گُم ہو جاتا ہے۔
تجلیات اس کتاب میں صاحبِ قرآن کی رہنمائی میں قرآنی استدلال کے ساتھ زندگی کے ہر شعبے کی آبیاری کی گئی ہے۔	**ٹیلی پیتھی سیکھئے** ہر انسان کا دماغ قدرت کا بنایا ہوا ایک کمپیوٹر ہے۔ اس میں دو کھرب سے زیادہ آلات ہیں۔ جب ہم اپنے اندر اس کمپیوٹر کو چلانا سیکھ لیتے ہیں تو ہماری آنکھ خلاء کے پار دیکھنے لگتی ہے۔
کشکول بزرگوں، نوجوانوں، طلباء و طالبات اور ماورائی دنیا میں سفر کرنے والے خواتین و حضرات کے لئے ایک دستاویز۔	**قلندر شعور** روحانی علوم کے متلاشی خواتین و حضرات، راہِ سلوک کے مسافر، عرفانِ حق کے طالب، سائنسی علوم کے ماہر اور روحانی سائنس کے مبتدی طلباء و طالبات کے لئے یہ کتاب مشعلِ راہ ہے۔

یہ کتابیں ہر بڑے بک اسٹال پر دستیاب ہیں۔
براہِ راست منگوانے کے لئے اس پتہ پر رابطہ کیجئے:

مکتبہ روحانی ڈائجسٹ
D-1, 1/7 ناظم آباد - کراچی 74600
فون: 6621037 / 6685469

کتابِ زندگی کا مطالعہ؟

سید اسد علی

پیر 26 جون کے دن سائنسدانوں کا انسان کا سادہ جینیاتی خاکہ تیار کر لینے کا اعلان ذرائع ابلاغ کی وسیع تر توجہ حاصل کر لینے کا سبب بن گیا۔ یہ اعلان دو مختلف گروپ کی جانب سے مشترکہ طور پر کیا گیا جو عرصہ دس سال سے اس پر کام کر رہے تھے ایک گروپ کی سربراہی امریکا کا نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف ہیلتھ کر رہا تھا جسے کیمبرج یونیورسٹی برطانیہ کے "سنگر سینٹر" معاونت حاصل ہے جب کہ دوسرے گروپ کا نام سیلیر اجینو مکس کارپوریشن ہے اس پروجیکٹ میں بشمول امریکہ، برطانیہ، فرانس، جرمنی، جاپان اور چین کے اٹھارہ ممالک کے سائنسدانوں نے جینیاتی حروف پر تحقیق کی۔ اس پروجیکٹ کی تکمیل کا میابی کے بعد امید کی جارہی ہے کہ سائنسدان اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ کسی انسان میں موجود جینیاتی اور موروثی بیماریوں کی صحیح پیش گوئی کر سکیں۔ قبل از ولادت بچے کی شکل وصورت، ذہنی و جسمانی ساخت، شخصیت، مزاج اور دیگر خصوصیات کا تعین کرنا ممکن ہو جائے گا۔ ولادت کے وقت ہی کسی بچے کی درست عمر معلوم کرلی جائے گی اور طویل العمری کی خواہش کو بھی عملی جامہ پہنانا ممکن ہو سکے گا۔ مزید برآں کینسر، ذیابیطس، امراضِ قلب، ہیموفیلیا وغیرہ کا خاتمہ کیا جا سکے گا۔ یہ بتایا جا سکے گا کہ کرہ ارض پر انسانی حیات کا آغاز کب ہوا۔ آئیں اس بات کا جائزہ لیں کہ یہ جینوم کیا ہے؟ جینیاتی نقائص کے کہتے ہیں؟ عمر کا تعین کس طرح ممکن ہوگا۔

جینوم اور جینیاتی خاکہ:- ہمارا جسم کروڑوں اربوں خلیات سے مل کر بنتا ہے جن کی اپنی فعلیت اور کام ہیں مثلاً دماغ کے خلیات یادداشت اور ذہانت کے لئے کام کرتے ہیں۔ دل کے خلیات کی اجتماعی حرکت کی بدولت دل سکڑتا اور پھیلتا ہے۔ کان کے خلیات

ساعت میں معاونت کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ لاکھوں کروڑوں خلیات ہر سیکنڈ میں مر جاتے ہیں اور ان کی جگہ نئے خلیات لے لیتے ہیں (ان خلیات یا) خلیہ کے مرکز میں نیوکلیس ہوتا ہے جو خلیے کے تمام افعال کو منظم اور متحرک رکھتا ہے اس نیوکلیئس میں بہت باریک دھاگہ نما ریشے پائے جاتے ہیں جو عام مائیکرواسکوپ سے نظر نہیں آتے بلکہ ان کے مطالعہ کے لئے الیکٹرون مائیکرو اسکوپ استعمال کرنا پڑتی ہے۔ 1882ء میں ایک جرمن حیاتیات دان والتھر فلیمنگ (WALTHER FLEMING) نے دریافت کیا کہ ان دھاگہ نما چیزوں کو لیبارٹری میں خاص کیمیکل کے ذریعے رنگا جاسکتا ہے اسی لئے انہیں یونانی لفظ کروموسوم کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

Chroma کا مطلب رنگ جب کہ Soma سے مراد جسم کے ہیں یعنی رنگین اجسام۔ کسی بھی آدمی کا کروموسوم (رنگین اجسام) دراصل deoxy ribo nucleic acid(DNA) سے مل کر بنتا ہے یہ DNA آدمی کے خون، لعاب اور پسینہ سے بھی حاصل کیا جاسکتا ہے متذکرہ DNA فاسفورک ایسڈ، ڈی آکسی رائبوز شوگر (deoxy ribos sugar) اور چار مختلف نائٹروجن کے اساسوں سے مل کر بنا ہوتا ہے اگر آپ نے کروموسوم یا جین کا خاکہ model دیکھا ہو تو اکثر ماڈل میں آپ کو انگریزی حروف تہجی لکھے ہوئے ملیں گے مثلاً A,G,T,C وغیرہ۔ یہ نہ سمجھیں کہ یہ حروف تہجی سکھانے کی کوئی کوشش ہے DNA چار کیمیائی اجزاء نائٹروجن Base نیوکلیوٹائیڈ سے مل کر بنتا ہے اور یہ اجزاء Adenine, Cytosine, Thymine اور Guanine ہوتے ہیں جنھیں علی الترتیب C,T,A اور G سے ظاہر کیا جاتا ہے اور یہی دراصل حروف زندگی ہیں۔

DNA تقریباً 3.1 بلین کیمیائی حروف پر مشتمل ہوتا ہے ان حروف کو ملایا جائے (مثلاً GATCCA) تو یہ کہہ لیں ایک لفظ یا DNA کا چھوٹا سا حصہ بن گیا اور یہ الفاظ مل کر جملہ (ہدایت، اطلاع یا احکام) بن جاتے ہیں جس کو جین کہا جاسکتا ہے جبکہ جین کی تعداد کا اندازہ 28,000 سے 140,000 تک لگایا جاتا ہے یہ تمام جین اور ان کی ترتیب ہی دراصل جینوم کہلاتی ہے ان ہی حروف تہجی (ATGC) سے مل کر جین بنتا ہے) میں (چیونٹی سے لے کر ہاتھی تک) کے جسم کی تشکیل کے تمام احکامات اور وراثتی خصوصیات پوشیدہ ہوتی ہیں ان حروف تہجی کے مجموعہ کو کتاب زندگی یا تخلیق کی مائیکرو فلم کہا جاسکتا ہے جین جو DNA کا حصہ ہوتا ہے کا بنیادی فعل پروٹین پیدا کرنا ہے پروٹین جو ہمارے جسمانی نظام کے لیے بہت ضروری چیز ہے غذا کا ہضم ہونا یا پانی سے سیرابی کا معاملہ اور جسمانی نظام کے ہر کیمیائی عمل میں کسی نہ کسی طور پر پروٹین کی خدمات پیش پیش ہوتی ہیں یہ انسانی جسم کی اکائی یعنی خلیہ کے لئے ستون کی مانند ہیں جب کہ یہ DNA سے زیادہ پیچیدہ پروٹین ہی وہ عناصر ہیں جو ہمیں سوچنے اور حرکت کرنے کے لئے توانائی مہیا کرتے ہیں۔

ٹی بی کی بیماری بھی پروٹین کی کمی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ ٹی بی کا جرثومہ ایک ایسے جین کو ناکارہ کردیتا ہے جو بیماریوں کے خلاف لڑنے والے مدافعتی نظام کو ہوشیار کرنے کے لئے ایک خاص پروٹین پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح جن لوگوں میں ایک پروٹین alpha- anti trypsin موجود نہیں ہوتی ان میں عموماً عمر کی چوتھی دہائی میں پھیپھڑوں کی بیماریوں کے لاحق ہونے کا شدید خطرہ ہوتا ہے یہ توقع کی جاتی ہے کہ جینیاتی حروف کی ترکیب کے بعد ان بیماریوں کا مکمل علاج دریافت کرلیا جائے گا اب ہم جینیاتی نقائص جو مختلف بیماریوں کا موجب بنتے ہیں، کا تذکرہ کرتے ہیں۔

جینیاتی نقائص اور امراض:-

کروموسوم یا جین میں خرابی کو جینیاتی نقائص (Genetic error) کہا جاتا ہے۔ جس کی بدولت مختلف امراض جنم لیتے ہیں جو وراثتاً منتقل بھی ہوتے رہتے ہیں کچھ جینیاتی بیماریاں پیدائش پر ظاہر ہوتی ہیں جب کہ کچھ عمر گزرنے کے ساتھ نمودار ہوتی ہیں ہاتھ کی ہتھیلی میں معمول سے ہٹ کر لکیروں کا گچھا سا ہونا، پانچویں انگلی کا مڑا ہوا ہونا، پاؤں کے تلوے میں خم کا موجود نہ ہونا بلکہ سپاٹ ہونا، کانوں کی ساخت کا عام ساخت سے الگ ہونا مثلاً بہت بڑا یا چھوٹا ہونا، پیدائشی طور پر نشانات وغیرہ ہونا معمولی قسم کے جینیاتی نقائص کی بدولت ہوتے ہیں اس کے علاوہ کچھ بڑی جینیاتی بیماریاں بھی ہوتی ہیں مثلاً پیدائشی طور پر بچے کے دل میں سوراخ ہونا، دل کے والو کا چھوٹا ہونا، چھوٹے سر کا مالک ہونا (یعنی microcepholy) ذہنی معذور ہونا، اندھا یا بہرا ہونا، بونا ہونا (dwargism)، ریڑھ کی ہڈی یا حرام مغز میں نقص ہونا (یعنی spina bigida)، بڑے سر کا مالک ہونا (hydro cephalus) دماغی

انسانی جینوم:- انسانی جسم کے کھرب ہا کھرب خلیات کے مرکزوں میں پائے جانے والے جینز (Genes) کا مجموعہ یا سیٹ اصطلاحاً "جینوم" (Ge-nome) کہلاتا ہے۔ جینز، جو ایک کیمیائی مرکب "ڈی آکسی رائبو نیوکلیک ایسڈ" یا مختصراً ڈی این اے (DNA) سے بنتے ہیں، ہمارا جسم تشکیل دینے والے مادوں کے لئے بنیاد کا درجہ رکھتے ہیں۔ لہٰذا یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ انسانی جینوم ہی دراصل انسانی تخلیق یا "احسن تقویم" کا اہم ترین راز ہے۔

کتابت کی غلطی:- تمام تر بیماریاں ہمارے جینز میں بے حد مختصر پیمانے کے تغیرات (Mutations) کی وجہ سے لاحق ہوتی ہیں۔ یہ بالکل اسی طرح ہے، جیسے کتابت کی غلطی کے باعث خبر کچھ کی کچھ شائع ہو جائے لیکن جینز سے ہونے والی پیغام رسانی میں غلطی کا اثر یہ ہوتا ہے کہ خلیات (Cell) میں غلط (نقصان دہ مرکبات) بننے لگتے ہیں یا کچھ ایسی کارروائیاں ہونے لگتی ہیں، جو انسانی جسم کے لئے مفید نہیں ہوتیں اسی وجہ سے بیماریاں بھی پیدا ہوتی ہیں۔ ایسی جینیاتی (Genetic) خرابیاں موروثی بھی ہوسکتی ہیں اور ان کی وجہ ماحولیاتی یعنی آلودگی اور تابکار اشعاع کی زیادتی بھی ہوسکتی ہے۔

ویسے تو بیماری پیدا کرنے کے لئے صرف ایک خراب جین بھی کافی ہوسکتا ہے، تاہم بعض بڑی اور مہلک جینیاتی خرابیاں، جن میں دل کی بیماری اور کینسر وغیرہ شامل ہیں، نہ صرف ماحول بلکہ طرز حیات (Life style) اور متعدد جینز کا نتیجہ خیال کی جاتی ہیں۔

جینوم ایک کتاب:- اگر جینوم کو AGCT (یعنی ایڈینین، سائٹوسین، گوانین اور تھائی مین) پر مشتمل حروف تہجی میں تحریر کیا جائے تو اس سے بننے والی کتاب دو سو ٹیلی فون ڈائریکٹریوں جتنی ہو جائے گی اور اندازہ ہے کہ ان دو سو کی دو سو جلدوں کو بہ آواز بلند اور بغیر رکے پڑھنے میں (اگر خلیہ درمیان میں کوئی غلطی نہ ہو) نو سال کا عرصہ لگ سکتا ہے۔

انسانی جینوم کا نو دریافت نقشہ ایک ایسی کتاب ہے جس کے صفحات کی ترتیب اور جلد بندی کا مرحلہ ابھی باقی ہے۔

☆☆☆

امراض کا ہونا anencephaly خون کے سرطان، جلدی بیماریوں Eczema وغیرہ۔ جینیاتی حروف کی ترتیب کی کامیابی پر یہ توقع کی جاتی ہے کہ تمام تر جینیاتی بیماریوں پر قابو پالیا جائے گا اور ان کا جڑ سے خاتمہ کردیا جائے گا۔

قدیم بابل کی تہذیب میں موروثی اور جینیاتی عوارض کو عقائد کے ساتھ وابستہ کیا گیا تھا مثلاً اگر عورت ایسے بچے کو جنم دے گی جس کا ایک نتھنا نہیں ہو تو ملک پر مصیبت آئے گی اور ایسے آدمی کا گھر تباہ کردیا جائے گا اگر عورت ایسے بچے کو جنم دے گی جس کی ناک نہ ہو تو گھر کا مالک مر جائے گا وغیرہ وغیرہ۔

مگر اب ان جینیاتی خرابیوں کی وجوہات دریافت کرلی گئی ہیں جو تین ہیں۔ کروموسوم میں بے قاعدگیاں، جین میں تغیرات اور ماحول۔ کروموسوم میں بے قاعدگی اور جین میں تغیرات کی بدولت مندرجہ بالا بیان کردہ عوارض صورت پذیر ہوتے ہیں اس کے علاوہ بہت سے ماحولیاتی عوامل بھی انسانی جین پر براہ راست یا بالواسطہ اثر انداز ہوتے ہیں جیسے x-rays اور تابکاری کی شعاعیں بھی جین کو متاثر کرتی ہیں ہیروشیما اور ناگاساکی جہاں دوسری جنگ عظیم میں ایٹم بم گرائے گئے تھے میں تابکار شعاعوں نے افراد کے جین کو متاثر کیا ہے اور پیدا ہونے والے بچے اب بھی پیدائشی طور پر امراض کا شکار ہوتے ہیں، ان جیسی بیماریوں کے علاج میں امید افزاء پیش رفت ہوگی اور کامیابی کے ساتھ یہ پیش گوئی کی جاسکے گی کہ اس فرد کو عمر کے دوران کن امراض کے ہونے کا خطرہ ہے جیسے کچھ جینیاتی بیماریاں پیدائش کے فوراً بعد نمودار نہیں ہوتی ہیں بلکہ کچھ عرصے کے بعد ان کی علامات سامنے آتی ہیں یعنی اس عرصے تک وہ جین میں چھپی رہتی ہیں مثلاً ذیابیطس پٹھوں کی بیماری muscular dystrophy جس میں بیماری سے متاثرہ فرد چلنے پھرنے اور اٹھ کر بیٹھنے میں دقت محسوس کرتا ہے۔ جنس کے تعین نہ ہونے کا ایک مرض Klinegelter's syndrom جس میں پیدا ہونے والا لڑکا جب بلوغت کو پہنچتا ہے تو اس میں زنانہ خدوخال نمایاں ہوجاتے ہیں اور سرطان بھی موروثی طور پر بذریعہ جینز منتقل ہوتا ہے مگر علامات، عرصے بعد نمودار ہوتی ہیں اس طرح ان بیماریوں کی شناخت کرکے سدباب کے لیے انتظام کیا جائے گا۔

قبل از وقت بڑھاپا:- قبل از وقت بوڑھا ہوجانا بھی ایک مرض ہے جس کا سبب بھی جینیاتی خرابیاں ہیں اس مرض میں مبتلا بچے دس سال کی عمر کو پہنچتے پہنچتے بوڑھے ہوجاتے ہیں ان کی نشوونما رک جاتی ہے اور وہ مختلف بڑے امراض کا شکار ہوجاتے ہیں اس حالت کو progeria کہتے ہیں ایسے بچوں کے دس سال کی عمر میں ہی بال اڑ جاتے ہیں اور وہ دبلے ہوجاتے ہیں توقع یہ ہے کہ جینیاتی حروف کی ترتیب کے بعد اس کا مکمل علاج ممکن ہوسکے گا۔ اب ہم جینیاتی نقشے اور عمر کے تعین کے متعلق رائے کا تذکرہ کرتے ہیں۔

عمر کا تعین اور طویل العمری:- جینیاتی نقشے کی دریافت سے پہلے سائنسدان عمر کا تعین کرلینے اور دورانیہ عمر کو بڑھادینے کے متعلق اتنے پر یقین نہیں تھے جتنا وہ اب ہیں اس سے پہلے عمر کے تعین کے متعلق جو نظریات سائنسدانوں نے پیش کئے ہیں ان کے متعلق اوبرے ملونسکی (Aubrey Milunsky) اپنی کتاب "Know your genes" میں لکھتا ہے "عمر کی مدت اور دورانیہ آپ کے جین کے اندر پروگرام ہوتا ہے اس کے لیے وہ ایک تجربہ رقم کرتا ہے کہ اگر کسی جاندار کی جلد کے خلیے حاصل کئے جائیں اور ان کی لیبارٹری میں نشوونما کی جائے تو ان کا ایک مخصوص عمر کا دورانیہ ہوتا ہے اور جتنی جاندار کی مدت زندگی ہوتی ہے اسی تناسب سے جلد کے خلیات نشوونما پاتے ہیں جیسے گھوڑے کی عمر کا دورانیہ 40 سال ہوتا ہے تو اس کے خلیات زیادہ دنوں تک زندہ رہتے ہیں بہ نسبت چوہے کے جس کی مدت زندگی چار سال

ہوتی ہے"۔ اسی طرح وہ ایک اور مثال اس بارے میں پیش کرتا ہے کہ اگر خلیات کو (196 C-) مائع نائٹروجن پر منجمد کیا جائے اور کچھ مہینے یا سال منجمد رہنے کے بعد پھر نشوونما کا موقع دیا جائے تو وہ پھر نشوونما پانے لگتے ہیں یعنی ان میں یادداشت موجود ہے جو جین کے اندر لکھی ہوئی ہے عمر کے متعلق دوسرا نظریہ یہ ہے کہ انسان کی عمر کا تعین ماحولیاتی عوامل کرتے ہیں جینیاتی نقشے کے اعلان کے بعد ایک ہفت روزہ نے اس بات کا دعویٰ کیا کہ "یہ دریافت اکسیر طویل العمری ثابت ہوگی اور مزید تحقیق کی بدولت لوگوں کی عمر کا دورانیہ ایک ہزار سال یا اس سے زیادہ کردیا جائے گا"۔

ویلکم ٹرسٹ کے ڈائریکٹر ڈاکٹر مائیکل ڈیکسٹر نے جواب دیتے ہوئے کہا "ہم جانتے ہیں کہ عمر کا گزرنا ایک عمل ہے جو معلوم کیا جاسکتا ہے لیکن طویل العمری ہماری ترجیحات میں نہیں ہے"۔

جین پہ مزید تحقیق کی بدولت ممکن ہوسکے گا کہ سائنسدان پیدا ہونے والے بچے کی عمر کے متعلق درست پیشین گوئی کرسکیں بشرطیکہ وہ صحت مند ماحول میں زندگی گزارے اور اسے حادثاتی موت نصیب نہ ہو۔

جینیاتی طریقۂ تشخیص اور ادویات:- ہم میں سے بعض افراد اگر کچھ دوائیں استعمال کریں تو وہ جلد صحت یاب ہوجاتے ہیں مگر وہی ادویات اسی بیماری میں مبتلا دوسرے افراد استعمال کریں تو وہ دیر سے صحت مند ہوتے ہیں اکثر دفعہ یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ کچھ ادویات بعض افراد میں ردِ عمل reaction ظاہر کردیتی ہیں جو مرض کے بڑھ جانے یا الرجی کی صورت میں رونما ہوتا ہے آخر ایسا کیوں ہوتا ہے؟ اس کی وجہ بھی کسی فرد کی مخصوص جینیاتی ساخت، جینٹک میک اپ (یعنی جین کی ترتیب اور افعال) ہیں DNA کی پوری کتاب زندگی پڑھ لینے کے بعد ہر فرد کی جینیاتی ساخت یا جین کو مدِ نظر رکھ کر ادویات سازی کی جاسکے گی اور بیان کردہ صورت حال وقوع پذیر نہیں ہوگی ایک صحت مند آدمی کے DNA کے تمام حروف (جینیاتی لیٹر) سپر کمپیوٹر کی یادداشت میں محفوظ کردیئے جائیں گے اور علاج کروانے والے فرد کے DNA کا اس سے موازنہ کرکے اس میں موجود بیماریوں کی چھان پھٹک کی جائے گی۔

شبہات اور اندیشے:- بعض حلقوں کی جانب سے جینوم سائنس کی ترقی پر شدید تشویش کا اظہار بھی کیا جارہا ہے کہ اس کلچر کے مستحکم ہوجانے سے معاشرتی اور اخلاقی اقدار کو دھچکا لگ سکتا ہے ایسے افراد جن کا جینوم ٹیسٹ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ ان میں جینیاتی بیماریاں پوشیدہ ہیں ان کے ساتھ حکومتی اور نجی ادارے امتیازی سلوک کریں گے ایک بات یقینی ہے کہ جہاں یہ کلچر استحکام حاصل کرے گا اس ملک کی فوج میں جینیاتی امراض میں مبتلا افراد ہرگز نہ لیے جائیں گے ایسی صورت حال کا سامنا اور شعبوں میں بھی ہوسکتا ہے رفیق سفر کے چناؤ کے لیے جینیاتی ٹیسٹ ضروری قرار دیا جاسکتا ہے۔ آپ کا باس (Boss)، کاروباری یا سیاسی حریف جینیاتی ٹیسٹ رپورٹ کو اپنے حق میں بھی استعمال کرسکتا ہے۔

Time میگزین لکھتا ہے کہ 1984 میں ایک رپورٹر نے رونالڈ ریگن کے کاک ٹیل کا (نیپ کن) رومال (ٹشو پیپر) حاصل کرلیا اور اس کا جینیاتی تجزیہ کرانے کے بعد یہ خبر چھاپ دی کہ صدر (Alzheimer) الزائمر بیماری کا شکار ہونے والے ہیں یہ ایک ایسی بیماری ہے جس کا شکار لکھنے اور پڑھنے کی صلاحیت سے محروم ہوجاتا ہے اور اس طرح کے بہت سے واقعات وقوع پذیر ہوسکتے ہیں۔

مگر ذرا ٹھہریئے......

ان حضرات کی رائے کو بھی سنتے چلیں۔ گلیکسو ویلکم کے پوری دنیا کے جینیٹکس ڈائریکٹر نے کہا "جینوم کو ختم کرلینے کا اعلان ہمارے لیے ایک چھوٹا واقعہ ہے"۔

ہیومن جینوم سائنس Human Genome Science کے مالک ولیم کہتے ہیں کہ "ہمارے نقطہ نظر

سے اس کام کی کوئی عملی افادیت نہیں مگر جینز پر کام اہمیت کا حامل ہے"۔

نیوزویک کا تھامس ہیڈن B.Thomas Hay-den اپنے آرٹیکل میں لکھتا ہے "جینوم پر ریسرچ کے ذریعے بیماریوں کی پیشین گوئی سے لے کر اس کے لئے ادویات سازی کے فوائد ابھی برسوں دور ہیں"۔

اور حقیقت بھی یہی ہے سلیرا جینومکس کارپوریشن نے اب تک جو تحقیق کی ہے وہ یہ ہے کہ جینوم کے 97% حروف کو ترتیب دیا گیا ہے جب کہ 150 ملین حروف کا ابھی تک تعین اور ان کو ترتیب نہیں دیا گیا ہے اور دوسرے گروپ (Human Genome project) نے ابھی ان کیمیائی حروف کو ترتیب ہی نہیں دیا ہے اب جب کہ یہ دونوں گروپ مل کر کام کریں گے تو 150 ملین حروف کو ترتیب دینے کے لیے دو سال کا ہدف رکھا گیا ہے۔

جینیاتی خاکہ کی تیاری اور کیمیائی حروف کا تعین تو صرف ابتدائی مرحلہ ہے دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ اس بات کا تعین کیا جائے کہ کون سا جین کس قسم کی پروٹین اور کیمیائی مرکبات پیدا کرتا ہے صرف پروٹین کی تعداد کا انسانی جسم میں سائنس نے 50,000 سے 20 لاکھ تک کا اندازہ لگایا ہے تیسرا مرحلہ یہ ہوگا کہ اس بات کا علم حاصل کیا جائے کہ وہ پروٹین انسانی جسم میں کیا افعال سرانجام دیتی ہیں اور دوسری پروٹین سے کیسے ملتی ہیں چوتھا مرحلہ یہ ہے کہ ان معلومات کے مطابق ادویات سازی کی جائے جس کے بعد بیان کردہ باتیں پچ ثابت ہوں گی اسی لیے سائنسدانوں نے یہ کہا ہے کہ اندازاً پندرہ سال بعد ہر شخص کو انفرادی جینیٹک میک اپ کے مطابق علاج فراہم کیا جائے گا یعنی یہ تو صرف پہلا قدم ہے اور اس لحاظ سے اہم ہے کہ کسی الجھے ہوئے دھاگے کا سرا ہاتھ آگیا ہے جسے اب شاید سلجھانا بھی ممکن ہو جائے گا۔ ایک شاعر نے اس بارے میں کیا خوب کہا ہے۔

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

☆☆☆

ہر انسان کا دماغ قدرت کا بنایا ہوا ایک کمپیوٹر ہے اس کمپیوٹر میں دو کھرب سے زیادہ آلات ہیں جب ہم اپنے اندر اس کمپیوٹر کو چلانا سیکھ لیتے ہیں تو ہماری آنکھ خلا کے اس پار دیکھنے لگتی ہے۔ اس کمپیوٹر کا استعمال سیکھنے کے لئے روحانی اسکالر **حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی** کی مشہور زمانہ کتاب

ٹیلی پیتھی سیکھئے کا مطالعہ کیجئے

جس کا عوامی ایڈیشن شائع ہو گیا ہے۔

﴿ہدیہ صرف =/30 روپے﴾

اپنے قریبی بکسٹال سے طلب فرمائیں

مکتبہ روحانی ڈائجسٹ, 1/7 D-1 ناظم آباد۔ کراچی

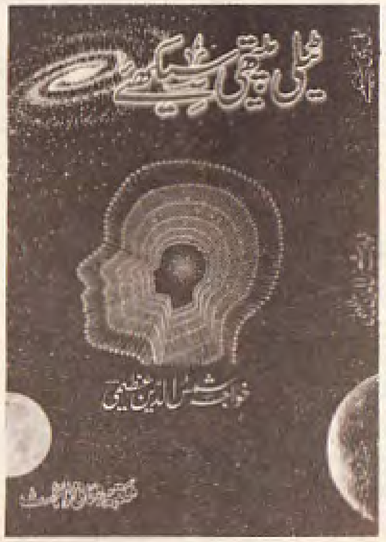

دولت

پرہیزگاری کے حصول میں اچھی معاون ہے

رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات سے یہ روشنی ملتی ہے کہ دولت کا حصول کوئی بُری چیز نہیں ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ، اہلِ صحابہ کرامؓ اور مشہور صحابہ کے بیشمار واقعات اور ان کی زندگی کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے وسائل کا بھرپور استعمال کیا۔ اس طرح یہ تصور غلط ثابت ہو جاتا ہے کہ اسلام اور تصوف وسائل کے حصول کو منع کرتا ہے۔

عامر نعمی

وسائل ضروریاتِ زندگی کا ایک لازمی جز ہیں، وسائل کے استعمال کے لئے دولت کا حصول ایک ناگزیر شے ہے۔ دولت کا حصول حکمتِ عملی ذہانت، جسمانی محنت و کوشش پر منحصر ہے۔ عام طور پر حکمتِ عملی، جس قدر اچھی ہو آدمی اتنا ہی ترقی کرتا ہے۔ آرام و آسائش خوشحالی اور سکون ہر فرد کا فطری حق ہے اب یہ فرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان عوامل کو حاصل کرنے کے لئے کیا اقدامات کرتا ہے۔ دولت کا حصول اس فطری حق کے حصول کے لئے ایک اہم ضرورت ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ قدرت بھی اپنی مخلوق کے سکھ چین، آرام و آسائش کے لئے ہمہ وقت کمربستہ ہے جب قدرت کے عطا کردہ وسائل اور نعمتیں استعمال ہی نہ ہو سکیں گی تو اس کی عطا کردہ نعمتوں کا شکر کیسے ادا ہو سکے گا۔

کسی بھی قوم اور ملک کی اقتصادی ترقی کا انحصار براہِ راست تجارت اور کاروبار کی ترقی پر ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ، صحابہ کرامؓ اور اولیاء عظامؒ نے اکثر دولت کے حصول کے لئے تجارت کو اپنا ذریعہ بنایا۔ لیکن موجودہ مسلمانوں میں کچھ لوگ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ دولت کا حصول پرہیزگاری میں رکاوٹ ہے چند افراد نے یہ تاثر بھی دینے کی کوشش کی ہے کہ اسلام نے دولت اور وسائل کے استعمال سے روکا ہے۔ شاید ایسا اس لئے ہوا کہ نبی کریم حضور ﷺ کی حالاتِ زندگی میں سے ایسے افراد نے آپ ﷺ کی معاشی تعلیمات اور دولت کے پہلو کو بالکل نظر انداز کر دیا۔ آپ ﷺ کی کوشش، جدوجہد، محنت، ذہانت، حکمتِ عملی پر توجہ مرکوز نہ کی گئی جس سے یہ تاثر قائم ہو گیا کہ دولت کا حصول شاید اسلام میں اہمیت کا حامل نہیں ہے۔

حضور ﷺ کی زندگی میں یہ بات تاریخ کے بعض مقامات پر نظر آتی ہے کہ آپ ﷺ نے فقر و فاقہ کی زندگی بسر کی۔ گھر کے دروازے کی جگہ ٹاٹ کا پردہ لگا رہتا بستر وہی چادر تھی جو تن پر رہتی لباس بوسیدہ یا پیوند لگا ہوتا تھا۔ نعت گو حضرات نے بھی اس نکتہ پر بہت زور دیا یوں بہت سے لوگوں کے ذہن اس طرز میں سوچنے لگے کہ شاید خدانخواستہ حضور ﷺ تنگ دستی کی زندگی بسر فرما رہے تھے وجہ یہی نظر آتی ہے کہ حضور ﷺ دینِ اسلام پھیلانے میں اس طرح مصروف ہو گئے کہ معاشی مشکلات ہونے لگیں اور فقر و فاقہ کی نوبت آگئی......

جس فرد کا سامانِ تجارت ساری دنیا میں Export ہوتا ہو وہ فقر و فاقہ اور تنگ دستی میں کیسے زندگی بسر کر سکتا ہے؟

آج کے دور میں ایک شادی کرنا اور ایک بیوی کی کفالت کرنا آسان کام نہیں ہے کہاں ایک بیوی کی کفالت اور کہاں آپ ﷺ نے گیارہ ازواج مطہرات کی کفالت فرمائی۔ آپ ﷺ نے تمام ازواجِ مطہرات کو الگ الگ رہائش طعام، لباس اور دیگر ضروریات کے اخراجات پورے

فرمائے۔ مسجد نبوی کے لئے آپ ﷺ نے اپنی ذاتی آمدنی سے زمین خریدی جو دو یتیم انصاری لڑکوں کی تھی مسجد نبوی ﷺ میں ایک حصہ علوم کی تحصیل، نشر و اشاعت اور ریسرچ کے لئے مخصوص تھا جہاں تقریباً ڈھائی سو افراد (اصحابِ صُفّہ) علوم حاصل کرتے تھے ان تمام طالب علموں کی رہائش، طعام اور لباس کا بندوبست صرف حضور ﷺ کے طفیل تھا یقیناً حضور ﷺ کے پاس دولت کے حصول کے بہترین ذرائع موجود تھے کہ آپ ﷺ گیارہ ازواج مطہرات، ڈھائی سو طالب علموں کی کفالت انتہائی احسن طریقے سے فرمارہے تھے۔

ڈیڑھ ہزار سال قبل عرب کی سواریوں میں بہترین سواری اونٹ تھی اونٹوں میں سفید اونٹنی سب سے زیادہ قیمتی اور اہمیت کی حامل تھی کیونکہ یہ بہت تیز رفتار ہوتی ہے اس کی حیثیت اس دور کی رولز رائس کاروں کے مساوی تھی ایک سفید اونٹنی کی قیمت میں کئی غلام اور کنیزیں خریدی جاسکتی تھیں۔ ہجرتِ مدینہ کے وقت حضور ﷺ نے قصوئی اونٹنی کو چار سو درہم کے عوض خریدا جو ایک خطیر رقم تھی۔

حضور ﷺ کو خوشبو پسند تھی عود آپ ﷺ کا پسندیدہ عطر بتایا جاتا ہے۔ اس وقت عود کا عطر چھ ہزار روپے تولہ ہے جو سونے سے بھی مہنگا ہے۔ حضور ﷺ کے زمانے میں عود کی لکڑی خوشبو کے لئے جلائی جاتی آج بھی عرب میں مہمانوں کو چوبِ عود کی دھونی دی جاتی ہے بازار میں عود کی لکڑی ڈیڑھ لاکھ روپے کلو ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ معاشی ومالی طور پر بہت مستحکم تھے کیونکہ ایک غریب آدمی اتنے اخراجات برداشت نہیں کرسکتا۔ سارے عرب میں آپ ﷺ کی سخاوت اپنی مثال آپ تھی کئی وہ شخص ہو سکتا ہے جس کے حصولِ دولت کے ذرائع مستحکم ہوں۔ آپ ﷺ بہت بڑے تاجر تھے تاریخی کتابوں میں یہ واضح نہیں ہوتا کہ کونسا مال کن کن ممالک میں جایا کرتا تھا اور منافع کی شرح کتنی ہوتی تاریخ میں اس کا کوئی حوالہ نہیں ملتا لیکن حضور ﷺ کی معاشی ذمہ داریاں اور سماجی خدمات کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ حضور ﷺ عرب کی متمول ترین شخصیت تھے۔ اس دور میں پیسہ کی قدر کو دیکھتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ آپ ﷺ آج کے دور کے لحاظ سے کھرب پتی افراد میں شمار ہوتے تھے۔ پھر یہ تاثر کیوں ملتا ہے کہ آپ ﷺ تنگ دستی فقر وفاقہ کی زندگی بسر فرمارہے تھے۔ کم کھانے کی اصل وجہ کچھ اور ہے جس کی وضاحت رسول اللہ ﷺ کے وارثین اولیاء اللہ کی تعلیمات سے ہوتی ہے کہ کم کھانے سے قلب میں ایک روشنی پیدا ہوجاتی ہے اور یہ روشنی بندے کو معرفت الٰہی کی راہوں پر ڈال دیتی ہے اور عرفان کی منزل آسان ہوجاتی ہے اس لئے یہ کم خوراکی اختیاری تھی حالات کی ستم ظریفی نہ تھی۔ حالات کی وجہ سے تنگ دستی عملی زندگی میں عام طور پر کوشش، جدوجہد، محنت، فراست وذہانت کے استعمال کے گریز پیدا کردیتی ہے سستی وکاہلی بھی تنگ دستی کو دعوت دیتی ہے۔

نامساعد حالات کی ایک وجہ ذہانت کی کمی بھی ہوتی ہے جس کی وجہ سے احساسِ محرومی اور کمتری شخصیت کا حصہ بن جاتی ہیں اور اعتماد کم سے کم ہوجاتا ہے اور انسان سستی، کاہلی اور جمود کا شکار ہوجاتا ہے اور اسے ہر جگہ تقریباً ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے جب کوئی شخص ایسی کیفیت میں اپنی ذہنی استطاعت وکوشش کے مطابق جو ملتا ہے اسی پر تکیہ کرکے رودھو کر زندگی بسر کرتا ہے۔ اگر اس کے اندر حالات کو بدلنے کا پختہ عزم وحوصلہ نہ ہو اور وہ اپنے اندر کوئی تبدیلی نہ لائے اور سستی وکاہلی کی وجہ سے یہ سوچے کہ میں ایسا ہی رہوں گا اور یہی میرا نصیب ہے تو وہ ساری زندگی تنگ دستی میں ہی گزار دیتا ہے کیونکہ وہ اپنے جمود کو نہیں توڑتا۔

تاریخ کا مطالعہ واضح کرتا ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ ایک نیک سیرت خاتون تھیں اور تجارت کے تمام پہلوؤں سے اچھی طرح روشناس تھیں درآمدات اور

برآمدات کے تمام اصول آپ کو ازبر تھے تن تنہا آپؓ نے اپنی ذہانت اور حکمتِ عملی سے تجارت کی دنیا میں ایک نمایاں مقام حاصل کرلیا تھا اور آپ کا شمار مکہ کے چند بڑے امراء میں ہوتا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ عرب کے متمول افراد میں شمار ہوتے تھے آپؓ کا نام بڑے تاجروں کی صف میں لیا جاتا تھا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کئی غلاموں کو کفار کے ظلم وستم سے نجات دلائی اور اس کے عوض بھاری بھاری رقوم ادا کیں ظاہر ہے کہ آپؓ کی آمدنی بھی اتنی ہی زیادہ تھی کہ کفار کے منہ مانگے دام ادا کرتے تھے۔

حضرت عثمان غنیؓ ایک ملٹی نیشنل تاجر تھے آپؓ گندم ودیگر اجناس اور شہد کی امپورٹ اور ایکسپورٹ کیا کرتے تھے اور آپؓ نے یہ ساری دولت مثبت طرزوں (اسلام) کے لئے وقف کردی تھی حضرت عثمان غنیؓ نے مدینہ کے کئی میٹھے پانی کے کنوئیں زر کثیر میں خرید کر عوام الناس کے لئے وقف کئے اور بہت سے لوگوں کو غلامی سے نجات دلائی۔

حضرت خواجہ ابو ایوب انصاریؓ بھی مدینہ کے چند بڑے رئیسوں میں سے ایک تھے جب حضور ﷺ آپؓ کے گھر مہمان ہوئے تو حضور ﷺ کے پاس دن میں سینکڑوں افراد ملنے آتے ان تمام افراد کے کھانے پینے کا انتظام اور حضور ﷺ کے شایانِ شان مہمان نوازی ایک غریب آدمی کس طرح کرسکتا تھا۔

صحابہ کرام کے بعد اب ہم صوفیائے عظام کی جانب آتے ہیں۔ حضرت امام جعفر صادقؒ انتہائی بیش قیمت لباس اور اعلیٰ طرز زندگی کے حامل تھے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اتنے بڑے تاجر تھے کہ آپ کے کئی بحری جہاز سامانِ تجارت لے کر ایک ملک سے دوسرے ملک جاتے تھے ایک مرتبہ آپؒ کے کسی خادم نے آکر عرض کی "حضور آپ کا فلاں جہاز سامان سے بھرا ڈوب گیا" آپؒ نے کمال بے نیازی سے فرمایا "الحمد اللہ!" کچھ وقفے کے بعد خادم دوبارہ آیا اور کہا کہ خبر آئی ہے غلطی سے وہ آپ کا جہاز سمجھ لیا گیا تھا لیکن آپ کا جہاز حفاظت وسلامت ہے آپؒ نے پھر کمال استغناء سے فرمایا "الحمد اللہ!" آپؒ روزانہ ایک جوڑا سلوا کر پہنتے یہ کپڑا اتنا بیش قیمت ہوتا کہ جسے بادشاہ وقت کے اہل خاندان ہی خرید سکتے تھے کھانے میں نہایت اعلیٰ قسم کے کھانے تناول فرماتے ہزاروں افراد روز آپؒ کے دسترخوان سے کھانا تناول کرتے تھے۔

حضرت جنید بغدادیؒ کپڑے کے بڑے تاجر تھے آپ کی آمدنی اتنی زیادہ تھی کہ آپؒ کپڑوں کے اسٹاک گودام میں رکھتے تاکہ مال ختم ہونے کی صورت میں لوگوں کو پریشانی نہ ہو۔

حضرت بہاؤالدین ذکریا ملتانیؒ بھی بہت امیر شخصیت تھے آپ کا لباس، رکھ رکھاؤ، گھر کی آرائش اعلیٰ قسم کی تھی اور مخلوق خدا کے لئے ہر وقت آپ کی دولت منتظر رہتی۔

خواجہ بہاؤالدین نقشبندیؒ اتنے دولت مند تھے کہ سنہری رتھ میں سفر کرتے جس کے آگے آگے ملازم ہٹو بچو کی آوازیں لگاتے چلتے۔ اسی طرح حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ، حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اور حضرت لعل شہباز قلندرؒ نے جب دین اسلام کی تبلیغ کے لئے ہجرت فرمائی تو بڑے لمبے سفر کے بعد ہندوستان پہنچے ظاہر ہے شب بسر کرنے کے لئے ہوٹل (سرائے) میں ٹھہرتے کھاتے پیتے بھی تھے یقیناً ان اخراجات کو ادا بھی کرتے ہوں گے اخراجات کے حوالے سے یقیناً ان کی معاشی ومالی حالت مستحکم ہوگی اور دولت کے حصول کے ذرائع بھی عمدہ ہوں گے کیونکہ اتنا لمبا سفر جو اکثر مہینوں پر مشتمل ہوتا تھا بغیر اخراجات کے نہیں ہوسکتا تھا اسی طرح علوم کے حصول کے لئے مہینوں کا سفر اور علوم کی حصولی تک جس کا عرصہ دس سے پندرہ سال تک بھی ہوتا تھا اخراجات ادا کرتے رہنا ان کے دولت کے ذرائع کے مستحکم اور مستقل بنیادوں پر قائم رہنے کی دلیل ہے۔

انہی قدسی نفس حضرات نے لنگر عام کی بنیاد ڈالی روزانہ ہزاروں لوگ بلاناغہ کھانا تناول کرتے تھے ظاہر ہے کوئی نہ کوئی ذریعہ تھا جو حصول دولت کے لئے مخصوص تھا

معاشی مشکلات کا روحانی حل

وسائل کی فراوانی اور مال و منال میں اضافے کے لئے ہم سب سے پہلے طبیبِ عالم، مقتدائے انسانیت رحمت للعالمین حضور پر نور ﷺ کی ایک بتائی گئی دعا بیان کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے مال و منال میں اضافے کے لئے اس درود کی تلقین فرمائی ہے :-

اللھم صل علی محمد عبدك و رسولك وعلی المومنین والمسلمات○

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ

☆...... ابتداء مہینے کے جمعہ سے چالیس جمعہ تک گیارہ مرتبہ بعد نماز مغرب پڑھیں۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل اور ہر جمعہ کے بعد کاغذ پر اس آیت کو لکھ کر کنویں میں ڈالتے جائیں۔ ولقد مکنکم فی الارض وجلعنا لکم فیھا معایش قلیلا ماتشکرون○

☆...... معاش کی تنگی دور کرنے کے لئے روزانہ اکثر اوقات یہ دعا پڑھیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم یا دائم العز والملك البقاء ذالجلال والجواد والفضل والعطاء یا ودود ذوالعرش المجید یا فعال لما یرید○

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ

☆...... دن میں اکثر اوقات اس کا ورد کر لیا کریں۔

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ○

☆...... فراخیٔ رزق کے لئے اس آیت کا بھی ورد رکھیں۔

ربنا انزل مائدۃ من السماء تکون لنا عیدا الاولنا و اخرنا ایۃ منك وارزقنا وانت خیر الرازقین○

حضرت شاہ ولی اللہؒ

1-یامغنی ہر روز گیارہ سو بار ورد کریں۔

2-جو شخص سورۂ واقعہ کو رات کے وقت ایک مرتبہ پڑھ لیا کرے وہ کبھی مفلوک الحال نہ رہے گا۔

مولانا احمد رضا خان بریلویؒ

☆...... طلوع فجر سے قبل بستر سے اٹھ جائیں اور وضو کرکے صاف کپڑے پہنیں اور خوشبو لگائیں جیسے ہی وقت فجر شروع ہو گھر میں دو رکعت سنت ادا کریں اور اسی جگہ بیٹھ کر درود شریف تین بار الحمد شریف سات بار پڑھ کر اپنے لئے دعا کریں اس کے بعد یامجیب چار سو بار اس کے بعد درود شریف پڑھتے ہوئے مسجد جائیں جب تک نماز سے فارغ نہ ہوں کسی سے کلام نہ کریں حصول روزگار کے لئے 40روز یہ عمل کریں۔ اگر کسی مجبوری یا جماعت کی ایک رکعت چھوٹنے کا خوف ہو تو بعد میں پڑھ لیں۔

مولانا اشرف علی تھانوی

☆...... ابتداء مہینے کے جمعہ سے 40جمعہ تک بعد مغرب گیارہ مرتبہ ثم انزل علیکم من بعد الغم امنۃ سے واللہ علیکم بذات الصدور○ تک پڑھیں۔ (سورہ آلِ عمران۔154)

سورہ اعراف کی دسویں آیت ولقد مکنکم فی الارض وجلعنا لکم فیھا معایش قلیلا ما تشکرون○ کاغذ پر لکھ کر کنویں میں ڈال دیں۔

☆...... ایک وقت مقرر کرکے ہر روز گیارہ مرتبہ اول آخر درود شریف پڑھ کر گیارہ سو گیارہ مرتبہ یامغنی پڑھیں۔ پھر گیارہ مرتبہ سورہ مزمل پڑھیں یہ عمل 40روز تک کریں۔

حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی

☆...... تنگ دستی، معاشی بدحالی، ملازمت کے حصول میں رکاوٹیں دور کرنے کے لئے چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے، وضو بغیر وضو کثرت سے یاحی یاقیوم کا ورد کریں۔ سلام میں پہل کریں۔ اللہ کی مخلوق کی خدمت کریں۔ خدمت صرف پیسے سے ہی نہیں ہوتی۔ آپ کسی طرح بھی اللہ کی مخلوق کے کام آجائیں۔ یہ خدمت ہے۔

☆...... عظیمی صاحب فرماتے ہیں میں آپ کو زندگی گزارنے کا وہ گر بتاتا ہوں جو مجھے میرے آقا مرشد کریم حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے خصوصی کرم سے تلقین فرمایا ہے۔

1-معاش کا کام پوری تندہی اور کوشش سے انجام دو لیکن نتیجہ پر کبھی نظر نہ رکھو۔ نتیجہ اللہ کے اوپر چھوڑ دو۔

2-کسی شخص سے اگر کوئی تکلیف پہنچے تو اسے فوراً معاف کردو۔

3-تمہاری ذات سے کسی کو تکلیف پہنچ جائے (وہ کوئی بھی ہو) تو اس سے فوراً معافی مانگ لو۔

یہ کیمیا کا نسخہ ہے۔ اس عمل کو آپ دستِ غیب کا عمل بھی کہہ سکتے ہیں کوشش کیجئے اور بامراد ہو جائیں۔

☆...... بعد نماز عشاء اول و آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف کے ساتھ 41مرتبہ آیۃ الکرسی عظیم تک پڑھ کر آنکھیں بند کرکے اندازاً10منٹ عرش کا تصور کریں۔ تصور کے بعد گھر یا کاروبار میں برکت، ملازمت کے حصول قرض وصول ہونے اور تمام مالی پریشانیاں دور ہونے کی دعا کریں دعا کے بعد گفتگو کریں ایک نیند لینے کے بعد بات کرسکتے ہیں یہ عمل چالیس روز تک کریں۔

حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے لنگر سے ہزاروں افراد روزانہ تین وقت کھانا تناول کرتے حاکم وقت کو یہ بات ناگوار گی اور وہ آپؒ کی شہرت و عزت سے حسد کرنے لگا اس نے اپنے اہلکاروں کو حکم دیا منادی کرادو کہ کوئی بھی نظام الدین کو لنگر کے پیسے نہ دے کیونکہ وہ اسے اپنی ذات پر زیادہ خرچ کرتا ہے اور جس نے ایسا کیا اس کو سزا دی جائے گی جب حضرت نظام الدین اولیاءؒ کو اس کی خبر ہوئی تو آپؒ نے فرمایا 2ہزار افراد کے کھانے کا مزید اضافہ کردو اور پھر سب نے دیکھا کہ پہلے سے بھی زیادہ تعداد آنے لگی۔

بعض مذہبی دانشوروں نے صحابہ کرامؓ اور اولیاء کرامؒ کے حوالے سے ان کے دولت کے حصول کے ذرائع کے لئے ان کی کوشش، حکمتِ عملی، ذہانت اور محنت کو اکثر نظر انداز کر دیا ہے جس سے لگتا ہے کہ ان لوگوں کو دنیا سے کوئی لگاؤ نہ تھا اس ان کا واحد کام ایک گوشے میں بیٹھے رہنا اور وہیں عبادت کرنا تھا جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ حصول دولت کے لئے انتہاء پسندی کا رجحان پیدا ہو جانا جس طرح غلط ہے اسی طرح یہ خیال کہ دولت کا حصول بقدر ضرورت کے علاوہ اسلام میں حرام یا ناپسندیدہ ہے ہم سمجھتے ہیں کہ یہ بھی انتہاء پسند رجحانات ہیں۔

حضور ﷺ کے دور میں حصول معاش و دولت کی طرف سے بے رغبتی کے رجحانات کہیں کہیں نظر آتے ہیں جس کا آپ ﷺ نے سدِباب فرمایا تین صحابہؓ نے ایک دوسرے سے عہد کیا۔ ایک نے عہد کیا کہ میں کھانا نہیں کھاؤں گا یعنی تمام عمر روزے رکھوں گا دوسرے نے کہا میں اپنی بیوی کے پاس نہ جاؤں گا تیسرے صحابیؓ نے کہا میں ساری زندگی عبادت کرتا رہوں گا آپ ﷺ نے ان کی یہ باتیں سنیں تو ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا

"میں تم سب سے زیادہ اپنے اللہ سے پیار کرتا ہوں لیکن میں روزے بھی رکھتا ہوں اور کھانا بھی کھاتا ہوں میں بیوی کے پاس بھی جاتا ہوں اور اپنے اہل و عیال کے حقوق بھی ادا کرتا ہوں عبادت بھی کرتا ہوں اور آرام بھی کرتا ہوں جو میرے طریقے سے اجتناب کرے اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے"۔

اسی طرح ایک خاتون آئیں اور اپنے شوہر کی شکایت کی کہ وہ حقِ زوجیت ادا نہیں کرتا اور روزے پر روزہ رکھتا جاتا ہے آپ ﷺ نے ان صاحب کو بلوایا اور وجہ دریافت کی انہوں نے جواب دیا کہ "آپ ﷺ بھی تو روزہ رکھتے ہیں"۔ حضور ﷺ کو یہ بات ناگوار گذری آپ ﷺ نے فرمایا "تجھے کیا معلوم میرا اللہ مجھے کہاں سے کھلاتا ہے تو میری نقل کیسے کرسکتا ہے"۔ یہاں اتباع اور نقلِ عمل کے فرق کو واضح کردیا گیا ہے نقل عمل انتہاء پسندی ہے۔ اتباع میانہ روی کی نشاندہی کرتا ہے معذرت کے ساتھ آج زیادہ تر نقلِ عمل کو اتباعِ سنت سمجھ کر ادا کیا جا رہا ہے ظاہری عمل کی طرف اس طرح توجہ دینا کہ اس کی اصل حقیقت و حکمت کی طرف ذہن نہ جائے وہ عمل محض نقلِ عمل ہے اور شاید انتہاء پسندی اس کی منزل ہے انتہاء پسندی اجتماعیت کو پارہ پارہ کردیتی ہے اور یہی انتہاء پسندی اکثر اوقات ہمیں قرآن اور حضور ﷺ کے ارشادات اور اعمال کی حکمت پر غور و فکر سے روک بھی دیتی ہے اس طرح ہم جس راہ کو صحیح سمجھ رہے ہیں وہ سمجھ کی حد تک ہے عملی زندگی میں اسلام اور ہمارے درمیان ہوا واضح فرق نظر آتا ہے۔ بات یہ ہے کہ ان قدسی نفس حضرات نے حصول دولت کے ذرائع کو مستحکم کرنے کے ساتھ ساتھ مادی دنیا کے تشخص کو اپنے اوپر حاوی نہ ہونے دیا ان کے نزدیک مٹی اور سونا برابر تھے۔

دولت کا حصول کوئی بری بات نہیں ہے دولت حاصل ہونے کے بعد دولت مند پر کچھ اخلاقی، سماجی اور معاشرتی ذمہ داری بھی عائد ہو جاتی ہے جس طرح ایک شخص پیدل سفر کرتا ہے تو اس کی ذمہ داریاں کم ہوتی ہیں لیکن اگر اس کو کار چلانے کو دی جائے تو اس پر کئی ذمہ داریاں عائد ہو جاتی ہیں یعنی ٹریفک کے اصولوں کی پاسداری کرنا، اسپیڈ کو مخصوص رکھنا، پیدل چلنے والوں کا احساس کرنا، گاڑی کی دیکھ بھال کرنا حالانکہ جب وہ پیدل سفر کرتا تھا تو اس پر یہ ذمہ داریاں نہیں تھیں اسی طرح دولت حاصل ہونے کے بعد آدمی کی ذمہ داریوں میں

اضافہ ہو جاتا ہے اس طرح کہ وہ لوگ جو اس پوزیشن میں نہیں ہیں کہ کاروبار کر سکیں یا نامساعد حالات کی وجہ سے ان کی فراست، حکمت وذہانت پر جمود طاری ہو گیا ہے تو ایسے افراد کی مالی مدد کرنا، ان کی رہنمائی کرنا، حوصلہ دینا، مستحکم روزگار کے ذرائع اور اصول بتانا، مالی مستحکم افراد کی سماجی، اخلاقی اور اسلامی ذمہ داری ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے مسلمان بھائیوں کی اصلاح روزگار فلاحی کاموں اور معاشی مشکلات دور کرنے کے لئے اپنی تمام دولت صرف کردی لیکن ساتھ ساتھ بیوی، بچے، عزیز رشتہ دار، دوست احباب کے حقوق بھی آپ ﷺ نے احسن طریقے سے ہی ادا فرمائے اور کسی کو کوئی شکایت نہیں ہونے دی۔

ساری زندگی مفلسی اور تنگ دستی میں بسر کرنے والے مسلمان کو حضور ﷺ کی تعلیمات پسندیدہ نظروں سے نہیں دیکھتیں بلکہ کوئی باپ اپنے بچوں کے لئے معاشی و مالی طور پر کوئی سیٹ اپ نہیں بناتا تو اس کو بھی اچھے عمل سے تشبیہ نہیں دی گئی ہے حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ "آدمی کا ایسی حالت میں مرنا کہ اس کی اولاد غنی ہو ایسی موت سے بہتر ہے کہ اس کی اولاد مفلوک الحال ہو"۔ اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی اولاد، اہل و عیال کے لئے کوئی نہ کوئی معاشی و مالی ذرائع کرنے کا صاف صریح حکم دیا ہے۔ یہی وجہ تھی صحابہ کرامؓ پھر نواسہ رسول ﷺ حضرت امام حسنؓ کا لباس، رکھ رکھاؤ انتہائی اعلیٰ تھا آپؓ کے دستر خوان سے اعلیٰ قسم کے کھانے ہزاروں لوگ تناول فرماتے۔

حضور ﷺ کے واقعات سے یہ بات تو ثابت ہو گئی ہے کہ اسلام یا حضور ﷺ کی تعلیمات دولت کے حصول کے خلاف ہرگز نہیں ہیں بلکہ حضور ﷺ کی معاشی و مالی حصول کی جدوجہد، محنت، کوشش، ذہانت، فراست اور دولت کے مثبت استعمال کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا حقیقت پر مبنی ہو گا کہ حضور ﷺ دولت کے حصول کے طرفدار ہیں اور اس دولت کے مثبت استعمال کی راہ بھی دکھاتے ہیں۔

اسلامی تعلیمات میں معاشی ترقی کے لئے جگہ جگہ تلقین کی گئی ہے اگر کوئی فرد کاروبار کر رہا ہے تو اس کاروبار کے ذریعے ہزاروں لوگ روزگار سے منسلک ہیں اور ان کی معاشی مشکلات دور ہو رہی ہیں قرآن پاک میں کئی جگہ غریب، مسکینوں کی مدد کی تلقین کی گئی ہے جب آپ کے پاس آپ کی ضرورت سے زیادہ دولت نہیں ہو گی تو آپ کیسے غریبوں و مسکینوں کی مدد کر سکتے ہیں ایک دولت مند آدمی جس طرح بے فکر ہو کر دین اسلام کی تبلیغ کر سکتا ہے اس طرح ایک غریب شخص اپنے معاشی مسائل سے نبرد آزما ہوتے ہوئے کیوں کر احسن طریقے سے یہ کام سرانجام دے سکتا ہے یقیناً اس سے کہیں نہ کہیں حق تلفی ہو سکتی ہے جو ظاہر ہے اللہ اور اس کے نزدیک ہرگز پسندیدہ عمل نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اخلاقی طور پر یہ جائز ہے یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے مدینہ میں بھائی چارہ قائم کیا اس طرح غریب افراد کو مالی سپورٹ میسر ہوئی اور تقریباً تقریباً غربت کا خاتمہ ہی ہو گیا یعنی معاش کا مسئلہ بہت تک حل ہو گیا معاشرے میں جرائم کی ایک بڑی وجہ غربت بھی ہے معاشی طور پر آسودہ حال فرد کو کیا ضرورت ہے کہ وہ ڈاکے ڈالے، چوری کرے، دولت کے حصول کے لئے قتل کرے دولت کے حصول سے معاشی مشکلات دور ہوتی ہیں اپنے اہل و عیال کے حقوق بہتر طریقے سے ادا کئے جا سکتے ہیں رشتہ داروں اور متعلقین غرباء کی اپنے طور پر مالی مدد کرنا ایسے افعال ہیں جس کے لئے بشارت ہے کہ ایسا فرد گروہ انبیاءؑ اور شہداء کے ساتھ اٹھایا جائے گا دولت کے اس طرح مثبت اور متوازن استعمال سے ثابت ہوتا ہے کہ دولت کا حصول منفی عمل نہیں ہے بلکہ فرد کے لئے ایک سعادت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

"دولت پرہیزگاری کے حصول میں اچھی معاون ہے"

گفتگو انسان کی شخصیت کے تعارف کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے ایک شخص ارسطو کے پاس آیا اور مجلس میں بہت دیر تک خاموش بیٹھا رہا۔ ارسطو نے اس سے کہا، "تو میرے ساتھ کچھ بات کر، تاکہ میں تجھے جان سکوں"۔ کسی شخص کی گفتار ہی اس کے کردار اور حسن اخلاق کے اظہار کا پتہ دیتی ہے۔ یہی گفتگو اور انداز بیان فرد کو زندگی میں سکون اور میدانِ عمل میں کامیابی سے ہمکنار کرتے ہیں اور اسی کے باعث انسان لوگوں کی نظروں میں ذلیل اور اپنی زندگی میں بے چین اور بے سکون ہوتا ہے۔

گھر کے افراد، اسکول وکالج، خریداری، دفتروں، کاروبار، دیگر احباب و عزیز میں تعلقات اور زندگی کے معاملات میں گفتگو بہت اہمیت کی حامل ہے۔ اس مضمون میں گفتگو کو بہتر بنانے اور اس کے استعمال کے بارے میں اہم معلومات بیان کی گئی ہیں۔

گفتگو میں یہ دیکھنا بہت ضروری ہوتا ہے کہ ہم کس ماحول میں بات چیت کر رہے ہیں۔ معاشرتی ماحول میں یا دفتری ماحول میں۔ اگر معاشرتی ماحول ہے اور خاندان کے سبھی افراد گفتگو میں شریک ہیں تو پھر ہمیں عمر کے معیار ہی کو پیش نظر رکھنا ہو گا۔ اگر احباب بھی موجود ہیں تو پھر عمر اور مرتبہ میں توازن رکھتے ہوئے بات کرنے کی ضرورت ہے اور اگر محض دفتر کا ماحول ہے تو انسانی جذبات اور عمر کا احترام کرتے ہوئے اور مرتبے اور پوزیشن کو ملحوظ رکھتے ہوئے بات کرنے کی ضرورت ہے۔

محمد سفیر احمد

فنِ گفتگو پر عبور حاصل کرنے کے لئے اسے ایک فن کی طرح ہی لینا ہو گا۔ اس سلسلے میں اپنی گفتگو کے اسلوب وانداز کا جائزہ لینا ہو گا۔ اپنی تربیت کرنی ہو گی۔ آواز میں اثر پیدا کرنا ہو گا اور اس فن کے رموز سے آگاہی حاصل کرنی ہو گی اور ان پر گہرائی سے غور کرتے ہوئے انہیں زندگی میں اپنانا ضروری ہے۔

غور کریں تو زندگی کے بے شمار مسائل بھائیوں اور بہنوں کے جھگڑے، والدین اور اولاد کی باہم ناراضگی، ازدواجی زندگی کے اختلافات، ساس بہو کی ہاتھیوں والی لڑائی جس میں بیٹا اور شوہر "گنے کا کھیت" بن جاتا ہے۔ رشتہ داروں کے اختلافات اور قطع کلامی اس حد تک بھی بڑھ جاتی ہے وہ بیمار پڑ جائیں مگر ہم عیادت کو نہیں جاتے اور وہ اللہ کو پیارے ہو جائیں تو اجتماعی دباؤ کے ڈر سے جنازے میں شریک ہو جاتے ہیں۔ یہ ساری خرابیاں گفتگو اور کلام میں بے احتیاطی کے سبب پیدا ہوتی ہیں۔ اسی طرح کاروبار میں نقصان، شراکت داروں کے اختلافات، ڈائریکٹروں کی بدمزگیاں، یونین کے مسائل وغیرہ۔ اس طرح کے مسائل میں گفتگو کا عمل دخل بہت ہوتا ہے اور ان تمام مسائل کا حل صرف اور صرف گفتگو اور گفت و شنید ہی ہے۔

گفتگو کے باعث ایک دوسرے کو سمجھنے اور سمجھانے کا موقع ملتا ہے گفتگو اور مصالحت کے دروازے ہمیشہ کھلے رہیں تو انسان کامیاب زندگی گزارتا ہے۔

اب گفتگو کے اہم ترین اصولوں کی طرف چلتے ہیں۔

سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے "کسی بندے کا ایمان سیدھا نہیں ہوتا جب تک زبان سیدھی نہ ہو" "ایک مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا" جس نے اپنی زبان روک لی اللہ نے اس کی پردہ پوشی کردی"۔

☆بے مقصد گفتگو:- حکیم لقمان سے کسی نے پوچھا آپ کو حکمت کیسے ملی تو انہوں نے کہا" میں بے ضرورت سوال اور بے مقصد گفتگو نہیں کرتا"۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا" آدمی کا اچھا اسلام یہ ہے کہ وہ بے فائدہ چیزوں کو چھوڑ دے"۔

ایک فرمانِ رسول ﷺ یہ بھی ہے کہ "اللہ کو تین چیزیں ناپسند ہیں 1- بے مقصد گفتگو 2- مال کا ضیاع 3- غیر ضروری سوال۔

☆باطل گفتگو:- اس سے مراد جھوٹی اور گناہوں کی گفتگو ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے "بندہ کبھی ایسی گفتگو کرتا ہے جس کی وجہ سے وہ مشرق و مغرب کے فاصلے سے بھی زیادہ جہنم کی گہرائی میں جا گرتا ہے"۔

مناظرہ اور دوسروں کو نیچا دکھانے کے لئے بحث و مباحثہ بھی اسی ضمن میں آتا ہے، اس لئے کہ اس عمل کے پیچھے بڑا بننے کی خواہش ہوتی ہے حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا" اللہ کے نزدیک سب سے بُرا آدمی بد خو و جھگڑالو ہے اور یہ جھگڑا وہ ہے جو باطل پر لاعلمی پر مبنی ہو۔"

☆ تصنع:- اس سے مراد منہ بنا کر بات کرنا اور تکلف سے قافیہ بندی کرنا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا "قیامت کے دن پریشان حال ترین لوگ زیادہ بد اخلاق، زیادہ باتیں بنانے والے ہوں گے"۔

☆بے حیائی:- اس سے مراد گالی گلوچ اور فحش گوئی ہے۔ فرمان رسول ﷺ ہے کہ "تم فحش گوئی سے بچو کیوں کہ اللہ تعالیٰ فحش گوئی اور فحش گو بندے کو پسند نہیں کرتا ہر بے حیا پر جنت حرام ہے"۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں" مومن نہ طعنے دیتا ہے نہ لعنت کرتا ہے اور نہ فحش گوئی اور بے حیائی کرتا ہے"۔

☆استہزاء، مسخرہ پن:- مسخرہ پن کا مطلب ہے، دوسرے کو ذلیل کرنا، اور ان کے عیوب و نقائص کو اس طرح بیان کرنا کہ لوگ سن کر ہنسیں۔ اس کی سخت ممانعت ہے۔

☆راز ظاہر کرنا:- کسی کے راز ظاہر کرنا اور اس کے خفیہ حالات کا تذکرہ کرنا، انسان کی عزت نفس کو ٹھیس پہنچاتا ہے۔ راز امانت ہوتے ہیں اور انہیں محفوظ رکھنا ضروری ہے۔

☆غیبت:- اس کے معنی ہیں اپنے مسلمان بھائی کے عیوب کا اس طرح تذکرہ کیا جائے کہ اگر اس کو معلوم ہو جائے تو بُرا محسوس ہو کسی بھی شخص کے بارے میں اس کی غیر موجودگی میں ایسی بات نہیں کرنی چاہئے کہ جب وہ موجود ہو تو اس کے بارے میں وہ بات نہ کر سکیں۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے" اے وہ لوگو، جو زبان سے ایمان لائے ہو اور ایمان ابھی تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا، تم مومنوں کی غیبت نہ کرو اور نہ ان کے عیوب تلاش کرو کہ جس کے عیوب کا اللہ پیچھا کرے گا اس کو اس کے گھر کے اندر بھی رسوا کر دے گا"۔

☆ آواز:- آواز اور لہجہ کا اثر اکثر افراد پر بات سے زیادہ ہوتا ہے۔ خوبصورت آواز بات کرنے میں بھی ضروری ہے۔ لہٰذا اب آواز و لہجہ کی بہتری کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں اور ان مشقوں کا تذکرہ کرتے ہیں جن سے آواز سریلی ہو جاتی ہے ان مشقوں اور ہدایات پر عمل کر کے کوئی شخص بھی بہترین آواز کا مالک بن سکتا ہے۔

آواز کی خوبصورتی کا انحصار گلے، ناک اور سانس پر ہوتا ہے۔ ذیل میں جو مشقیں دی جارہی ہیں ان سے آواز پر مکمل طور پر قابو حاصل ہو جاتا ہے اور آواز سریلی ہو جاتی ہے۔

☆پہلی مشق:- اس مشق کا طریقہ کار یہ ہے کہ گہرا سانس لے کر پھیپھڑوں میں موجود تمام ہوا کو ناک کے ذریعے ہلکی آواز کے ساتھ خارج کر دیجئے۔ اپنی توجہ اس آواز پر مرکوز کر دیجئے۔ اب ذرا سی تیز آواز کے ساتھ سانس اندر کھینچئے۔ اسی طرح تین دفعہ دہرائیے۔ تھوڑی دیر بعد پھر اس مشق کو دھرائیں یہ مشق پانچ مرتبہ کیجئے۔ اس مشق کی مدت دو ماہ ہے۔ ایک ماہ بعد اس کے ساتھ ایک اور مشق

کا اضافہ کر دیں۔

دوسری مشق:- کندھے اٹھائے بغیر ناک سے ایک گہرا سانس لیجئے اور منہ سے سانس چھوڑیئے۔ سانس چھوڑتے وقت ہونٹوں کو اتنا بند کر لیجئے کہ ہوا آہستہ آہستہ ہلکی سی گنگناہٹ سے ساتھ خارج ہو۔ یہ یاد رہے کہ ہونٹ سختی کے ساتھ بند نہ کیے جائیں۔ یہ دیکھئے کہ اس طرح سانس چھوڑ دینے کے بعد آپ کے ہونٹوں میں ہلکی سی جھنجھناہٹ محسوس ہوتی ہے یا نہیں۔ اگر یہ محسوس نہیں ہوتی تو سمجھئے کہ آپ نے سانس صحیح طریقے سے نہیں چھوڑا، اس لئے دوبارہ کوشش کیجئے۔ یہ مشق، پہلی مشق کے ساتھ ایک ماہ تک کیجئے پھر دونوں مشقیں ترک کر دیں۔

تیسری مشق:- یہ مشق پندرہ دن تک کیجئے۔ اس کا طریقہ یہ ہے۔ تصور کیجئے کہ آپ کو چھینک آرہی ہے۔ سانس لیجئے اور چھینک ماریئے سر اور گردن سیدھی رہیں۔ سانس لینے اور چھینک مارنے کے اس عمل کو دس مرتبہ دہرایئے اس طرح ایک چکر پورا ہوگا۔ چکر پورا ہونے پر کچھ دیر آرام کیجئے اور ایسے دو چکر پورے کریں۔ مشق کے دوران اپنی توجہ پیٹ کی طرف رکھیں۔ پندرہ دن بعد تیسری مشق ترک کر کے یہ مشق شروع کریں۔

چوتھی مشق:- گہرا سانس لیں اور ہونٹوں سے گنگناہٹ کے ساتھ منہ سے سانس خارج کریں مگر اس مرتبہ سانس چھوڑتے ہوئے پیٹ کو اندر کی طرف سکیڑتے جائیں۔ اس مشق سے سانس چھوڑتے ہوئے زیادہ طاقت محسوس ہوگی اور آپ کی گنگناہٹ بھی بڑھ جائے گی۔ پیٹ کو اندر کی طرف بھینچنے کے عمل کو" فشارِ شکم" کہا جاتا ہے۔ یہ عمل پیٹ کے عضلات پر قابو پانے کا عمل کہلاتا ہے تاکہ باہر جاتے ہوئے سانس کو آہستگی اور یکسانیت کے ساتھ چھوڑا جاسکے۔ یہ آواز پر قابو پانے کے لئے بہت اہمیت رکھتا ہے۔ یہ مشق ایک ماہ تک کریں۔

ایک ماہ بعد فشارِ شکم کی مشق ترک کر کے یہ مشق کریں۔

پانچویں مشق:- کندھے اٹھائے بغیر گہرا سانس لیجئے اور پیٹ کو اندر کی طرف بھینچ لیجئے۔ پھر اسی حالت میں ایک دو تین گنتی گننا شروع کر دیں اور گنتی گنتے وقت تازہ سانس نہ لیں گنتی کا کام اس پہلے سانس کو روک کر کیا جائے اور سانس کے بالکل ختم ہونے تک گنتی مت گنیں بلکہ جب سانس ختم ہونے لگے تو گنتی روک دیجئے پھر وہیں سے آہستہ سے دوسرا گہرا سانس لیں اور گنتی شروع کریں اسی طرح پانچ بار یہ مشق کریں یہ مشق بھی ایک ماہ تک جاری رکھیں۔

روحانی علاج:-

مردوں یا عورتوں دونوں کی آوازوں میں اگر کرختگی اور پھٹا پن ہے تو ایسے افراد اپنی آواز کو شیریں اور خوبصورت بنانے کے لئے خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب کا روحانی طریقہ علاج استعمال کر سکتے ہیں۔

آواز کی خوبصورتی کے لئے:-

بسم اللہ الرحمن الرحیمo

۵	۵	۵	۵	۵
۹	۹	۹	۹	۹
۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱
۹	۹	۹	۹	۹
۵	۵	۵	۵	۵

روزانہ سیاہ رنگ روشنائی سے لکھ کر ایک گھڑے یا صراحی میں ڈال دیں اور پینے میں صرف یہی پانی استعمال کریں۔ پانی ہر روز نیا بدل دیں۔ جو پانی بچ رہا ہو اسے کسی پاک جگہ یا کسی کیاری میں بہا دیں اس عمل کی مدت نوے 90 دن ہے۔ آواز و گفتگو کے فن میں مہارت حاصل کیجئے یہ فن ایک اثاثہ ہے، اسے غریب و امیر، ہر ایک حاصل کر سکتا ہے۔ بس اس سلسلے کی ایک شرط ہے اور وہ ہے محنت، کیوں کہ محنت ہی ہماری جاگیر ہے اپنے انداز گفتگو کے بارے میں ضرور سوچئے۔ اس فن کے ذریعے سچائی کو پھیلایئے۔ رزق حلال کمایئے اور جنت النعیم کا راستہ اختیار کیجئے۔

*

انتخاب

کوثر معین رضوان

منافق

سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک بار مسلمانوں کو اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی رغبت دلائی۔ اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے چار ہزار دینار پیش کئے۔ عاصم بن عدیؓ نے ایک سو وسق کھجوریں لا کر دیں۔ ایک غریب صحابی ابو عقیلؓ جو محنت مزدوری ہی کا کام کرتے تھے، انہوں نے دن بھر محنت کر کے دو صاع کھجور حاصل کی۔ اس میں سے ایک صاع کھجور رسول اللہ ﷺ کو پیش کی اور ایک صاع اپنے گھر والوں کو دی۔

مدینہ میں جو منافق تھے انہوں نے ان دونوں ہی قسم کے مسلمان صحابیوں کا مذاق اڑایا۔ جنہوں نے زیادہ مال دیا تھا ان کے بارے میں کہا کہ انہوں نے نمود و نمائش کے لئے دیا ہے اور جو لوگ کم دے سکے تھے ان کے بارے میں کہا کہ جب اس شخص کے پاس دینے کے لئے نہیں تھا تو اس کو کیا ضرورت تھی کہ اپنا نام دینے والوں میں لکھوائے۔

اس قسم کے عیب نکالنا منافقت ہے۔ منافق کسی گزری ہوئی جماعت کا نام نہیں۔ ہر وہ شخص منافق ہے جس کے اندر منافق والی صفات پائی جائیں۔ اس واقعہ میں دوسرا سبق یہ ہے کہ مذاق اڑانے کی کوئی حد نہیں۔ ایک شخص اگر غیر سنجیدہ ہے تو وہ ہر بات کا مذاق اڑا سکتا ہے۔ خواہ وہ بات بذاتِ خود کتنی ہی درست کیوں نہ ہو۔ جو شخص کسی کو غلط ثابت کرنے کے لئے اس کا مذاق اڑائے وہ خود اپنے آپ کو غلط ثابت کر رہا ہے۔

★

لے سانس بھی آہستہ کہ.....

کشتہ الماس

طارق محمود۔ بریڈفورڈ

کاربن ڈائی آکسائیڈ کی ستم ظریفیوں کے متعلق ہم سب سائنسی رُو سے اتنا کچھ پڑھ، سن اور کہہ چکے ہیں کہ اب ہمارے سامنے اس کی بے گناہی کے جتنے بھی ثبوت پیش کئے جائیں گے ان پر مطمئن ہونا کچھ آسان نہیں لگتا۔ جبکہ حقیقت میں یہ بے چاری اتنی بدنامی اور نفرت کا شکار ہوتے ہوئے بھی انسانیت کی خدمت آکسیجن سے کسی قدر کم نہیں کر رہی۔ سائنس نے ہی اسے بدنام کیا اور اب سائنس ہی اس کے ماتھے پر سے بدنامی کا کلنک کاربونک ایسڈ لگا کر دھونے کی کوشش کر رہی ہے۔

قابل غور بات یہ ہے کہ اگر ضرورت سے زائد CO_2 آدمی کے لئے نقصان دہ ہے تو ضرورت سے زائد آکسیجن بھی تو انسان کے کسی کام کی نہیں (ہم 21% آکسیجن میں سے صرف 4یا5% آکسیجن استعمال کرپاتے ہیں) اور یہ کہ خالص آکسیجن تو ہمارے لئے ہے ہی زہریلی......! اسی طرح ضرورت سے زائد کھانا ہمارے لئے کیا کارنامے سرانجام دیتا ہے اور اگر ضرورت سے زائد پانی جسم میں ٹھہر جائے تو جو مصائب ہمارے لئے کھڑے ہو جاتے ان سے اکثر لوگ واقف ہیں۔

جس طرح خشک سالی اور سیلاب دونوں ہمارے لئے نقصان دہ ہیں اسی طرح ہماری جسم میں آکسیجن اور کاربن ڈائی آکسائیڈ کی معین مقداریں ہی ہماری عمدہ صحت کی آئینہ دار ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ہمیں زندہ رہنے کیلئے اپنی مطلوبہ اشیاء کی معین مقداروں کی ہی ضرورت ہوتی ہے۔ اس سے کم یا زائد مقداریں ہمارے لئے مصائب کھڑی کر دیتی ہیں۔ ہمیں جسمانی سیرابی کے لئے پانی کی شدید ضرورت ہے۔ مگر خشکی اور سیلاب دونوں ہمارے لئے تباہی ہیں۔ اسی طرح سانس کے لئے ہوا کی ضرورت ہے مگر ہوا کی کمی یا زیادتی دونوں نقصان دہ ہیں۔

ڈاکٹر بوٹیکو کی تھیوری میں (سانس کی باقی تھیوریوں کے بالکل اُلٹ) آکسیجن کی بجائے CO_2 کا تذکرہ و اہمیت زیادہ ملتی ہے۔ ان کے نزدیک CO_2 کی اہمیت اگر آکسیجن سے زیادہ نہیں تو کسی قدر کم بھی نہیں۔ اس کی وجہ ان کا 50 سالہ عمیق ترین مطالعہ ہے۔ چلئے اگر آپ کا دل نہیں مانتا تو نہ مانے۔ مگر اس سکے کا دوسرا رخ دیکھ لینے میں آخر حرج ہی کیا ہے؟

سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ یہ زمین جب وجود میں آئی تو ابتداء میں لاوے کی طرح گرم اور نرم تھی کئی ملین سالوں بعد اس کی اوپری سطح آہستہ آہستہ کر کے ٹھنڈی ہوئی زمینی ماحول سے بھاپ ٹھنڈی ہو کر سمندر بن گئے مگر زمین کے اندر سے لاوے بدستور پھوٹتے رہے اور ماحول میں کاربن ڈائی آکسائیڈ اور چند دوسری گیسیں اُگلتے رہے اس وقت زمینی ماحول میں بڑی مقدار کاربن ڈائی آکسائیڈ کی ہی تھی زمین پر جب زندگی کی پہلی شکلیں نمودار ہوئیں تو زمینی ماحول میں آکسیجن خالص عنصری حالت میں موجود نہیں تھی صرف مرکب شکل (پانی) میں پائی جاتی تھی۔ مگر باوجود اس کے زندگی بڑھتی پھولتی گئی اور جب زمین پر پودے نمودار ہوئے تو انہوں نے آہستہ آہستہ ماحول میں خالص آکسیجن اُگلنی شروع کر دی اور نتیجہ اس کا یہ نکلا کہ اس ابتدائی زندگی کی بے شمار قسمیں اس نئی گیس کو برداشت نہ کر سکنے

سے مرگئیں پودوں نے کاربن ڈائی اوکسائیڈ پر خوب مزے اڑائے اور خوب بڑھے پھولے اس طرح کاربن ڈائی اوکسائیڈ ماحول سے کم ہوتی گئی اور آکسیجن بڑھتی گئی سمندروں نے بھی کاربن ڈائی آکسائیڈ کی بڑی مقدار کو اپنے اندر جذب کرلیا جو مختلف صورتوں میں پائی جاتی ہے کچھ کاربن ڈائی آکسائیڈ چٹانوں نے جذب کرلی تھی کہ جب اس زمین پر انسانی آبادی شروع ہوئی تو بھی زمینی ماحول میں CO_2 کی مقدار 20% کے لگ بھگ تھی۔ لہٰذا انسانی نظام ہائے زندگی نے اپنے آپ کو CO_2 کی ایک مخصوص مقدار پر منضبط کرلیا۔ آہستہ آہستہ زمینی ماحول سے CO_2 کی مقدار کم ہوتی گئی اور اب صرف 0.035% رہ گئی ہے۔ لہٰذا انسانی جسم نے اس اتنے بڑے خسارے کا تدارک یوں کیا کہ مطلوبہ مقدار کو اپنے داخلی ماحول میں ذخیرہ کرنا شروع کردیا۔

ڈاکٹر بوٹیکو کا کہنا ہے کہ بہترین ذہنی و جسمانی کارکردگی کے لئے جسمانی خلیات کے اندر 7 % اور پھیپھڑوں کی ننھی منی تھیلیوں (Alveoli) میں 6.5% کاربن ڈائی آکسائیڈ کا ہونا لازمی ہے۔ جب ہم اضافی عمل تنفس سے CO_2 کی زائد مقدار پھونک دیتے ہیں تو یہ ضیاع ہمیں بہت مہنگا پڑتا ہے۔

ہم عموماً CO_2 کی گیس والی حالت سے ہی واقف ہیں۔ لیکن در حقیقت یہ ہمارے جسم میں 5 مختلف حالتوں میں پائی جاتی ہے۔

(1) حل شدہ کاربن ڈائی آکسائیڈ (dCO_2)
(2) کاربونک ایسڈ ($H_2 CO_3$)
(3) بائی کاربونیٹس ($HC\bar{O_3}$)
(4) کاربونیٹس (CO_3)
(5) کاربامینٹس (R-NHCOOH)

CO_2 کی یہ ساری قسمیں جسم کے اندر ہونے والے تمام کیمیائی تعاملات میں انتہائی اہم کردار ادا کرتے ہوئے جسم کا کیمیائی توازن (Homeostasis) برقرار رکھتی ہیں۔

کاربونک ایسڈ ایک ایسا تیزاب ہے جو جسم کا PH برقرار رکھنے میں اہم ترین کردار ادا کرتا ہے۔ کاربن ڈائی آکسائیڈ جب پانی میں حل ہو جاتی ہے تو کاربونک ایسڈ بنتا ہے (سوڈا واٹر)۔ CO_2 کی بقیہ قسمیں کاربونک ایسڈ کے نمکیات وغیرہ ہیں (ان میں کاربونیٹس سمندر میں ایک مخصوص شکل میں پائے جاتے ہیں جن کا تذکرہ آگے آئے گا)۔ اگر جسم میں CO_2 کم ہوگی تو اس کی بقیہ قسمیں بھی کم ہوں گی۔ اس صورت میں جسم کا تیزابی / اساسی معیار (PH) بگڑ جائے گا اور اساسیت ضرورت سے زائد ہو جائے گی۔ اسے respiratory Alkalosis کہتے ہیں یہ حالت ایک اور کیمیائی عمل کا باعث بنتی ہے جسے metabolic acidosis کہتے ہیں اس صورت میں خون میں تیزابیت کا اضافہ ہو جاتا ہے یہ دیکھا گیا ہے کہ اگر جسم میں CO_2 تین فیصد سے کم ہو جائے تو PH بڑھ کر 8 ہو جاتا ہے اور جاندار کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی تجربات 1909 میں ڈاکٹر D.Henderson نے بھی کئے تھے جنہوں نے مصنوعی طریقے سے کتوں کا عمل تنفس تیز کردیا تو وہ مر گئے۔

ڈاکٹر بوٹیکو کا کہنا ہے کہ جونہی جسم میں اساسیت ضرورت سے زائد ہونی شروع ہو جاتی ہے تو CO_2 کے مزید زیاں کو روکنے کے لئے جسم کا حفاظتی نظام میدان میں اتر آتا ہے اور ہوا کے تمام راستے تنگ کردیتا ہے اور ساتھ ہی ان راستوں میں بلغم بنانا شروع کردیتا ہے۔ تاکہ سانس کی رفتار کسی طرح کم ہو جائے۔ سانس کی اس رکاوٹ کو ہم دمہ کے نام سے جانتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ دمہ تکلیف دہ ضرور ہے مگر جان جانے سے بچالیتا ہے مگر آپ کیلئے کھلی وارننگ چھوڑ جاتا ہے کہ اپنے نظام تنفس کی چال درست کرلیجئے۔

دمہ کے مریضوں میں CO_2 کی مقدار 3.5 تا 4.5% پائی جاتی ہے اور دمہ کی بنیادی وجہ یہی کمی ہے۔ باقی

تمام وجوہات ثانوی حیثیت رکھتی ہیں۔ CO_2 کے ضیاع کو روکنے کے لئے جسم کی حفاظتی حکمت عملیوں میں ایک یہ بھی ہے کہ جگر اضافی مقدار میں کولسٹرول پیدا کرنا شروع کردیتا ہے۔ جو خون کی نالیوں میں پھیل کر اندرونی سطح پر اضافی تہہ چڑھا دیتا ہے تاکہ خلیات مزید CO_2 خارج نہ کرنے پائیں یہ معاملہ تادیر چلتے رہنے سے خون کی نالیاں مزید تنگ اور سخت ہو جاتی ہیں۔ جس سے ہائی بلڈ پریشر اور دل کے عارضے لگ جاتے ہیں۔

CO_2 کی کمی کے باعث جسمانی کیمسٹری میں ایک اور تبدیلی یہ بھی واقع ہوتی ہے کہ ہیموگلوبن کے ذرات اور آکسیجن کے درمیان قوتِ کشش اتنی بڑھ جاتی ہے کہ آکسیجن جدا ہو کر جسمانی بافتوں اور خلیات میں جذب ہونے کے عمل میں کافی کمی واقع ہو جاتی ہے۔ اس طرح دماغی اور جسمانی خلیات کو بہت کم مقدار میں آکسیجن ملتی ہے حالانکہ خون آکسیجن سے لبریز ہوتا ہے۔ یہ بات بہت ہی غور طلب ہے کہ آکسیجن کو پھیپھڑوں سے خلیات تک پہنچانے کا خون ایک ذریعہ ہے۔ اگر خون آکسیجن کو خلیات تک کسی وجہ سے تقسیم نہ کرپائے تو خلیات کی زندگی خطرے میں پڑ جاتی ہے اور ڈاکٹر بوٹیکو کے مطابق تقریباً 95% لوگ کسی نہ کسی درجہ میں .H.V کا شکار ہیں۔ ان کے مطابق جسمانی بافتوں کے خلیات میں آکسیجن کی کمی واقع ہوتی ہے مگر خون میں نہیں۔ ہم اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش میں لمبے لمبے سانس (H.V) لیتے ہیں اور اسی پھندے میں پھر جا پھنستے ہیں جس کا شکار پہلے سے ہی ہوتے ہیں اس طرح معاملہ بجائے سلجھنے کے مزید الجھ جاتا ہے۔ اصل معاملہ تو یوں ہے کہ CO_2 کی کمی کی وجہ سے بافتوں اور خلیات کو آکسیجن تقسیم نہ ہوئی اس کمی کو پورا کرنے کے لئے سانس کم لینے (کنٹرول کرنے) کی ضرورت ہے۔

جب خلیات کو مطلوبہ مقدار میں آکسیجن نہیں ملتی تو وہ تمام کیمیائی تعاملات (میٹابولزم) جو مختلف خلیات کے اندر ہونا چاہئے پوری طرح نہیں ہوپاتے اور ایمینو ایسڈز اور ان کے ایمائیڈز، لپڈز اور کاربوہائیڈریٹس کی تیاری صحیح طرح نہیں ہوپاتی اور صحت کا سارا معاملہ تلپٹ ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

ایک بات یہ بھی دیکھی گئی ہے کہ کاربن ڈائی آکسائیڈ کی کمی سے سانس کی گہرائی کم ہو جاتی ہے اور رفتار تیز۔ یہ حقیقت 1905ء میں Dr. John Haldane نے دریافت کی تھی۔ انہی کا قول تھا کہ "عمل تنفس محض آکسیجن پھانکنے اور CO_2 پھونکنے کا نام نہیں"۔

CO_2 جسم کی نرم رگوں کو کھلا رکھتی ہے۔ اس کی کمی سے وہ رگیں تشنج کا شکار ہو کر پچک جاتی ہیں اور خون کی ترسیل میں رکاوٹ ہوتی ہے۔

CO_2 کی کمی سے respiratory alkalosis اور اس کے ردِ عمل کے طور پر metabolic acidosis کا عمل ہونے پر ہمارے اعصابی نظام میں اشتعال پیدا ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے غصہ، بے خوابی، انگزائٹی، اسٹریس، خوف، دہشت زدگی کا حملہ ڈراؤنے خواب اور الرجی جیسی نفسیاتی اور جسمانی بیماریاں لگ جاتی ہیں۔ (بیماریوں کی فہرست خاصی لمبی ہے)۔

CO_2 ہارمونز کی تیاری میں نظام دوران خون، نظام ہضم اور بیماریوں کے خلاف مدافعتی نظام کی کارکردگیوں میں اہم ترین کردار ادا کرتی ہے۔ رحم مادر میں بچے کی نشوونما کے دوران رحم کے اندر CO_2 کی مقدار 7 سے 8% پائی جاتی ہے۔ پوری تفصیلات ڈاکٹر بوٹیکو نے The biochemical basis of K.P. Buteyko's theory of disease of deep respiration میں لکھی ہیں۔

ان تمام حقائق سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ فطرت کے نظام توازن میں آکسیجن اور کاربن ڈائی آکسائیڈ کا توازن رکھنا بھی بہت ہی اہم ہے۔

کاربن ڈائی آکسائیڈ کیا ہے ؟

زمینی ماحول میں یہ چیزوں کے گلنے سڑنے اور جلنے

سے پیدا ہونے والے کاربن اور انسانی جسم میں میٹابولزم کے نتیجے میں پیدا ہونے والے کاربن کے ایک ایٹم اور آکسیجن کے دو ایٹموں کے کیمیائی تعامل سے بنتی ہے۔ یعنی اگر کاربن نہ ہوگا تو کاربن ڈائی آکسائیڈ نہیں بن سکتی۔

آئیے کاربن کے حوالے سے زندگی کے اس معمے کے حل کے لئے روحانی سائنس سے رجوع کریں:

1997ء میں الشیخ حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب نے مانچسٹر میں منعقدہ ایک سیمینار میں دخان کی تشریح فرماتے ہوئے کائناتی تشکیل میں کاربن کے کردار پر تقریباً دو گھنٹے کا ایک بہت ہی مفصل اور فکر انگیز لیکچر دیا تھا۔ اختصاری مصلحتوں کے پیش نظر اس لیکچر کی تفصیلات اس مضمون میں شامل کرنی ممکن نہیں البتہ مجدد روحانیت حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے اپنی کتاب "قدرت کی اسپیس" میں کاربن کی کرشمہ سازیوں پر بہت تفصیلی بحث فرمائی ہے اس کا کچھ حصہ ملاحظہ فرمائیے:

"کاربن قدرت کے طریقہ کار پر اتنی سمجھ بوجھ رکھتا ہے کہ وہ انہی اینٹوں کو جمع کرے گا جس سے اگر کیڑا بنے گا تو کیڑے کی نسل بھی انہی اینٹوں سے بنے گی۔ یہ قدرت کا راز ہے کہ نسل میں ایک دوسرے کے عکس کیوں ہوتے ہیں۔ اس طرح جب کسی پرندے کو پیدا کرے گا تو انہی اینٹوں سے پیدا کرے گا جو ضروری ہیں اور اسے بنانے والے اینٹوں کی ایک نسل تیار ہو جائے گی۔

یہ قابل اعتراض جملہ بیچ میں اس لئے آیا کہ آپ یہ نہ بھولیں کہ یہ سب اسپیس کی تفصیل ہے۔ یعنی کاربن کی کیفیات سب کی سب اور کاربن کا کرشمہ اور تمام اشکال سب کے سب اس طرح استعمال ہوں گے کہ جس سے آدم بنتا ہے اور آدم کی نسل بنتی ہے۔ یا درخت بنتا ہے اور درخت کی نسل بنتی ہے۔ یا پودا بنتا ہے اور پودے کی نسل بنتی ہے۔ یہ تمام اشکال اسپیس کے اندر ہی پرورش پاتی ہیں اور اسپیس ہی ان کی شکلوں میں ڈائمینشن پیدا کرتی ہے۔ اگرچہ ان کے ڈائمینشن ایٹم اور مالیکیول کے اندر ہوتے ہیں مگر ان کو اکٹھا کرنے والی اسپیس ہی ہے۔ جس میں کاربن کی مدد بھی شامل ہوتی ہے۔ اسپیس اور کاربن نے جو ایٹم اور مالیکیول آدم کی بناوٹ میں استعمال کئے تھے انہی کو آدم کی نسل کی بناوٹ میں بھی استعمال کرتے رہیں گے۔ یہ قدرت کی مصلحت ہے"۔

اس پُر فکر پیرائے میں کاربن کا انسانی پیدائش و نشوونما کیلئے موزوں ترین نسبت میں آکسیجن کے ایٹموں سے کیمیائی تعامل کر کے کاربن ڈائی آکسائیڈ بنانا اور پھر اس مرکب سے انسانی میٹابولزم اہم فرائض سرانجام دینے کے معاملے کو کتنے جامع الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ اب تو معاملہ کچھ یوں لگتا ہے کہ

کاربن نہ ہو تو آکسیجن کی کرامات سب غلط

ڈاکٹر بوٹیکو نے بھی اپنی فکری گہرائی اور لمبی تحقیق کے ذریعے کاربن کا یہ راز CO_2 کی صورت میں پالیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ "کاربن ڈائی آکسائیڈ زمین پر ہر جاندار کی بنیادی خوراک ہے اور ہر جاندار کے اندر تمام کیمیائی تعاملات کی بنیادی محرک ہے۔ یہ سب جانداروں کی بڑی داخلی فضا ہے اور یہ تمام وٹامنوں کی وٹامن ہے"

ان کا یہ قول پڑھ کر میرے ایک دانش مند دوست کہنے لگے کہ " کاربن ڈائی آکسائڈ نہ ہوئی پھر کشتہ الماس ہو گئی"

میرے دوست کیمسٹری تو نہیں پڑھے ہوئے مگر ان کی یہ بات طبّی اور کیمیائی نقطہ نظر سے بہت صحیح ہے کیونکہ کشتہ دراصل آکسائیڈ ہوتا ہے اور الماس خالص کاربن سے بنتا ہے۔ آپ کو یہ کشتہ پورا کرنے کیلئے نہ تو کوئلے پھانکنے کی ضرورت ہے اور نہ ہیرے چبانے کی، قدرت نے ہمارے اندر اس کی فیکٹری لگا رکھی ہے مگر آپ "مال مفت دل بے رحم" کے مصداق اسے بے رحمی سے پھونکئے مت۔

ایوانِ فکر

مختلف معاشرتی موضوعات پر اجتماعی لحاظ سے غور و فکر اور اظہارِ رائے کے لئے اوپن فورم......

موجودہ دور، مہنگائی یا ارزانی

زاہد بٹ۔ لاہور

اس مضمون میں زاہد بٹ صاحب نے مختلف دلیلوں کے ذریعے یہ رائے پیش کی ہے کہ چند دہائیوں قبل کا دور موجودہ دور کی بہ نسبت مہنگائی کا تھا۔ اس موضوع پر غور فرمائیں اور اس پر اپنی آراء کا اظہار فرمائیں۔ اپنی نگارشات اس طرح ارسال فرمائیں کہ اگست کی 12 تاریخ تک موصول ہوجائیں۔ لفافے پر "ایوانِ فکر" تحریر کرنا ہرگز مت بھولیں۔

ابھی بس میں سوار ہوئے مجھے پانچ منٹ بھی نہیں ہوئے تھے کہ کنڈیکٹر اور ایک بڑے میاں کے درمیان ہونے والی تو تکار نے مجھے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ پچاس پیسے کی کمی بیشی کے اس تنازعہ کا خاتمہ پورے دس منٹ بعد ہوا۔ وائے نصیب مجھے سیٹ بھی انہی بڑے میاں کے برابر میں ملی۔ جب کنڈیکٹر کو دل کھول کر ایمان داری کے لیکچر سنا چکے تو پرانے وقتوں کی یاد تازہ کرنے لگے۔ انہوں نے مجھ سے کہا "اے بیٹا! زمانہ ہی خراب ہے۔ ہر نیا دن فتنہ و فساد لے کر طلوع ہوتا ہے۔ بیٹا یہ تو بتاؤ کہ فلاں مقام تک کتنا کرایہ لگتا ہے"۔ میں نے انہیں کرایہ بتایا تو وہ وہی تھا جو کنڈیکٹر ان سے طلب کر رہا تھا۔ میرے جواب سے ان کی بہت سبکی ہوئی اور بولے " مہنگائی دیکھو کتنی بڑھتی جا رہی ہے۔ ہر چیز کی قیمتیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں۔ ابھی کل ہی بجلی کا بل جمع کروا کر آیا ہوں جو تیس روپے بڑھ کر آیا تھا۔ ایک ہمارا دور تھا ایک آنے کا دو سیر آٹا ملتا تھا اور اب...... خدا مبالغہ سے بچائے ہم نے تو قیامت کی نفسا نفسی اور چھینا جھپٹ اپنی زندگی میں ہی مہنگائی کی صورت میں دیکھ لی ہے۔ بہت مہنگائی ہے بہت......" انہوں نے دونوں کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا۔

مہنگائی اور ارزانی (سستائی) کا تعلق قوتِ خرید سے ہے۔ اگر کسی کی قوتِ خرید زیادہ ہے تو آدمی چیز بآسانی خرید سکتا ہے بصورتِ دیگر قوتِ خرید کم ہے تو معمولی چیز بھی مہنگی لگتی ہے۔ مثلاً ایک گھڑی کی قیمت دو ہزار روپے ہے۔ دو خریدار دکان پر جاتے ہیں ایک کی جیب میں دس ہزار روپے ہیں دوسرے کے پاس پانچ سو...... تو پہلے شخص کے لئے وہ گھڑی سستی ہے کیونکہ وہ اس کی قوتِ خرید کے اندر ہے جب کہ دوسرے شخص کے لئے مہنگی ہے کہ وہ اسے خریدنے پر قادر نہیں ہے۔ غرض ہم مہنگائی اور ارزانی کا فیصلہ روپے اور پیسہ کے تناظر میں ہرگز نہیں کر سکتے بلکہ اس کا معیار آدمی کی یا معاشرے کے افراد کی قوتِ خرید ہے۔

یہی وہ بنیادی غلطی ہے جو ہمارے معاشرے کے بے شمار افراد کرتے نظر آتے ہیں۔ آج کل جہاں جاؤ جس سے ملو وہ مہنگائی مہنگائی کا بین کرتا نظر آتا ہے۔ بچپن سے بڑے ہو گئے لیکن کبھی کسی کو یہ کہتے نہیں سنا کہ یہ دور ارزانی (سستائی) کا ہے۔ خصوصاً ہمارے بزرگ حضرات و خواتین تو اس حوالہ سے زیادہ ہی Conscious ہوتے ہیں۔ وہ آج سے بیس، تیس اور پچاس سال پہلے کے دور کو سستا اور آج کے دور کو مہنگا قرار دیتے ہیں۔ اس بات کا فیصلہ وہ ہمیشہ

روپے کے تناظر میں کرتے ہیں حالانکہ یہ دیکھنا ضروری ہے کہ دونوں ادوار (گذشتہ اور حالیہ) کی قوتِ خرید کو معیار بنا کر اس بات کا جائزہ لیا جائے۔ جب ہم اس طرح غور کرتے ہیں تو بالکل برعکس نتیجہ سامنے آتا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آج کل کا دور تو بہت سستا ہے پرانے زمانے میں بہت مہنگائی تھی۔ کوئی بھی اعتراض کرنے سے پہلے میری درخواست ہے کہ پہلے اس مضمون کے تمام مندرجات کو غور سے پڑھیے...... پرانے زمانے میں (تقریباً بیس سے تیس سال پہلے) ٹیلی وژن، ریفریجریٹر، واشنگ مشین، الیکٹرک استری، ڈش انٹینا، وی سی آر، ٹیپ ریکارڈ، جوسر مشین اور پانی بھرنے کی پمپ مشین رکھنے کے بارے میں تو اکثر سوچا بھی نہیں جاسکتا تھا۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ یہی تھی کہ قوتِ خرید اتنی نہیں تھی کہ ان چیزوں کو خریدا جاسکے اور یہی چیز میرے خیال میں مہنگائی ہے۔ آج تقریباً ہر گھر میں یہ تمام چیزیں یا ان میں سے اکثر موجود ہوتی ہیں چاہے وہ گھر کسی مزدور پیشہ شخص کا ہو...... یا سرکاری ملازم کا...... ہر شخص کے گھر میں ٹی وی، واشنگ مشین، استری، ڈش انٹینا، جوسر، ٹیپ ریکارڈ اور پانی کی موٹر تو ضرور ہی ہوتی ہیں۔ جس دور میں عام گھریلو اشیاء کا خریدنا مشکل ہو پھر اسے سستا دور بھلا کس طرح کہا جاسکتا ہے؟

پچیس سے تیس سال پہلے عوامی سطح پر غور کیا جائے تو نئے کپڑے بنوانا اور جوتے خریدنا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔ اکثر لوگ سال میں ایک مرتبہ یا پھر بہت ہوا تو دو مرتبہ جوڑا سلواتے تھے۔ اسی وجہ سے کچھ لوگ ایسے بھی نظر آجاتے تھے جن کے کپڑوں میں پیوند تک لگ جاتے تھے۔ ذرا ذہن پر زور ڈال کر بتایئے کہ کیا کبھی آپ نے دس سالوں کے درمیان پیوند لگے کپڑوں میں ملبوس کسی شخص کو دیکھا ہے؟ اگر بعض لوگوں نے ایسے اشخاص کو دیکھا بھی ہو تو ان کی تعداد انگلیوں پر شمار کی جاسکتی ہے۔ اب تو یہ حال ہوگیا ہے کہ میرے نوعمر بھتیجے نے ایک روز مجھ سے پوچھا "چاچو پیوند کیا ہوتا ہے" میں نے جب اس کے بارے میں بتایا تو حیرت سے اس کا منہ کھل گیا۔ اس معصومیت بھرے سوال کا سیدھا سادا مطلب یہ ہے کہ اب پیوند کا لفظ تک شعور سے نکل گیا ہے۔ اسی بات کا ایک اور پہلو یہ ہے کہ ذرا چشم تصور سے تیس سال پہلے کی مارکیٹوں پر غور کیجیے تو وہاں کپڑوں کی دکانیں کم تعداد میں نظر آئیں گی۔ اب موجودہ کسی مارکیٹ کا رخ کیجیے وہاں بڑی تعداد کپڑوں اور ملبوسات کی دکانوں کی نظر آئے گی بلکہ پوری پوری کلاتھ مارکیٹیں موجود ہیں۔ اگر لوگوں کی قوتِ خرید زیادہ نہ ہوتی یا وہ ماضی کی طرح مہنگائی کے شکار ہوتے تو اس قدر بڑی بڑی اور آراستہ کپڑوں کی دکانیں اور کلاتھ مارکیٹیں کس طرح چل پاتیں۔ ظاہر ہے خریدار ہوں گے تو ہی دکانیں آباد ہوں گی اور ان کی تعداد بڑھے گی۔

اس وقت گائے کا گوشت 80 روپے کلو اور بکرے کا گوشت 120 کلو ہے۔ بظاہر یہ قیمت دو تین عشروں کے مقابلہ میں واقعی بہت زیادہ ہے مگر تھوڑا سا غور فرمایئے اگر پرانے دور میں گوشت اتنا سستا تھا تو اتنے بڑے پیمانے پر کیوں نہیں کھایا جاتا تھا جیسا کہ اب...... اس وقت گوشت کی دکانیں بھی شاذ ہی نظر آتی تھیں اور کم ہی گھر ایسے ہوتے جہاں ہفتہ میں دو تین دفعہ گوشت پکایا جاتا مگر اب دیکھیے ہر چورنگی، چوراہے پر ایک چھوڑ کئی کئی دکانیں ہیں اور تقریباً ہر گھر میں روز ہی گوشت پکانے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ گوشت کم کھانے والوں کا فعل بھی انفرادی ہوتا ہے اسے مجبوری قطعی قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اس قدر بڑھی ہوئی دکانوں سے گوشت کہاں جاتا ہے ظاہر ہے ہم انسان ہی خریدتے ہیں۔ پرانے زمانے کی تقاریب میں پلاؤ کا عام رواج تھا۔ پھر دور بدلا تو بریانی کا استعمال زیادہ ہوگیا جس میں گوشت، مصالحے اور گھی کی مقدار پلاؤ سے زیادہ ہوتی ہے۔ اب یہ حال ہے کہ خوشی کی بڑی تقاریب تو علیحدہ مہندی، مایوں، منگنی، عقیقہ، سالگرہ، بسم اللہ اور دوسری طرف غم کی محفلوں مثلاً کسی کے انتقال پر، سوئم، دسویں، بیسویں، چہلم اور برسی تک میں یہ مرغن غذائیں عام ہیں بلکہ گوشت

میں بھی چھوٹے کے گوشت کا رجحان بڑھتا جارہا ہے۔ اب ایک نظر پچاس سال پہلے کے دور پر بھی ڈالیے اور بتایئے کیا پہلے اتنی آسانی بلکہ میرے خیال میں ارزانی (سستائی) کبھی تھی......؟!

ایک عام گھر میں زیادہ سے زیادہ چارپائی کو فرنیچر میں خاص اہمیت حاصل تھی۔ بہت امیر اور متمول لوگ ہی بیڈ یا ڈریسنگ ٹیبل خرید پاتے تھے۔ زیادہ ہوا تو کسی کے ہاں الماری مزید اضافی ہوتی تھی ورنہ اکثر گھروں میں کپڑے ٹین کے بکسوں میں رکھے جاتے تھے۔ کپڑوں پر استری تو زیادہ ہی نفیس قسم کے اشخاص کرواتے وہ بھی کوئلوں بھری استری...... ورنہ خواتین خانہ کپڑوں کو دھونے کے بعد اس نفاست سے کپڑوں کو تہہ کرتی تھیں کہ شکنیں کم سے کم آئیں۔ اگر کسی کے گھر میں بیٹھک ہوتی تو اس میں زمین پر چاندنی بچھادی جاتی۔ اب دیکھیے ایک اوسط آمدنی والے گھرانے میں بھی بیڈ، الماری، شوکیس، صوفے، ٹی وی ٹرالی موجود ہوتے ہیں۔

مہنگائی کا رونا ایک عام مزاج سا بن گیا ہے۔ چند چیزیں ایسی ہیں کہ ان پر مہنگائی کا لیبل چسپاں کردیا گیا ہے۔ یہ چیزیں پچاس سال پہلے ہوں یا آج ان پر "مہنگی اشیاء" کی مہر لگادی گئی ہے۔ سونا ہر دور میں مہنگا ہی ہوتا ہے۔ سیمنٹ بیس سال پہلے بھی مہنگا کہلاتا تھا اور اب بھی۔ پٹرول، ڈیزل اور مٹی کا تیل پہلے بھی مہنگا گردانا جاتا تھا اور اب بھی اس کو یہی الزام دیا جاتا ہے۔ ٹیلی فون کے بل پر لوگ اُس وقت بھی ناک بھوں چڑھاتے تھے جب کئی کئی محلوں میں صرف ایک فون ہوتا اور اب بھی جب کہ ہر تیسرے گھر میں یہ سہولت موجود ہے۔ بجلی، پانی اور گیس کے بل ادا کرتے ہوئے بیس سال پہلے بھی مہنگائی کا بین کیا جاتا اور اب بھی...... اگر ہماری قوتِ خرید اس کی اجازت نہیں دیتی تو یہ سہولیات کیوں ملی ہوئی ہیں۔ اگر یہ سہولیات حاصل ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس کو افورڈ کرسکتے ہیں۔ پھر اپنے اس رویہ کو کیا کہنا چاہیے ناشکری یا چشم پوشی......؟

مہنگائی میں اضافے کی بات تو ہمیشہ کی جاتی ہے مگر یہ کبھی نہیں بتایا جاتا کہ مہنگائی بعض چیزوں میں کم بھی ہوئی ہے۔ آیئے ہم ان چیزوں کا جائزہ لیتے ہیں جن کی قیمتیں ہر نئے دن کے ساتھ کم ہوئی ہیں۔

پندرہ سال پہلے سب سے کم اسپیڈ کے یعنی ابتدائی کمپیوٹر XT کی قیمت پینتیس سے چالیس ہزار تک تھی۔ جسے آج کوئی ایک ہزار روپے میں بھی لینے کو تیار نہیں ہے۔ کوئی صاحب یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کا استعمال ختم ہوگیا اس لئے اس کی قیمت گر گئی ہے۔ اگر آپ کی بات تسلیم بھی کرلی جائے تو ایک اور کمپیوٹر کی طرف آتے ہیں جو آج بھی قابلِ عمل ہے۔ یہ کمپیوٹر پینٹیئم کہلاتا ہے۔ پاکستان میں جب یہ متعارف ہوا تو چالیس سے پچاس ہزار کے درمیان اس کی قیمت تھی حالانکہ اس میں بعض جدید سہولیات بھی نہیں تھیں۔ اب یہ کمپیوٹر پچیس سے تیس ہزار میں آسانی سے مل جاتا ہے۔ پانچ سے دس سال قبل درمیانے درجہ کا ٹیلی وژن پندرہ سے بیس ہزار میں ملتا تھا۔ اب بھی لگ بھگ یہی صورتحال ہے بلکہ اس میں مزید کمی آگئی ہے۔ بالفرض ہم دونوں قیمتوں کو ایک ہی تصور کرلیں تو اس دوران تنخواہوں کے اضافہ کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہم یہی کہیں گے کہ ان قیمتوں میں کمی واقع ہوئی ہے۔ پندرہ سال پہلے مرغی کے انڈے کی قیمت 75 پیسے سے ایک روپے تک تھی اور اوسط تنخواہ چار سو سے چھ سو روپے سے شروع ہوتی تھی۔ اب ابتدائی تنخواہ ڈھائی سے تین ہزار تک ہے اور انڈے کی قیمت ڈیڑھ سے دو روپے تک ہی ہے۔ مہنگائی میں اضافہ کہاں ہوا بلکہ مزید ارزانی (سستائی) ہوگئی۔

میں سمجھتا ہوں لوگوں کی قوتِ خرید اگر کم ہے تو وہ دور مہنگائی سے موسوم ہوتا ہے اور اگر قوتِ خرید زیادہ ہے تو اسے سستائی کہا جائے گا۔ اس مناسبت سے موجودہ دور پچھلے ادوار کے مقابلہ میں سستا ہے۔ لوگوں کی قوتِ خرید اجازت دے رہی ہے تبھی تو روزانہ بے شمار دکانیں بن رہی ہیں، شاپنگ پلازہ اور مارکیٹیں معرضِ وجود میں آرہی ہیں۔

گذشتہ ماہ دیوانِ فکر میں "عورت آج بھی محروم ہے" کے عنوان سے افشاں سلطانہ نے اپنی رائے کا اظہار کیا تھا۔ اس پر قارئین کرام کی بڑی تعداد نے اپنے تاثرات ارسال کئے۔ یہاں ہم منتخب تاثرات پیش کر رہے ہیں۔

عورت ہی ذمہ دار ہے!

(رخسانہ کوثر۔لاہور)

ہمارے ہاں کتنی خواتین ہیں جو سیرت نبی ﷺ سے آگاہ ہونے کے لئے خاص اہتمام کرتی ہیں اور اپنی روز مرہ زندگی میں اس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتی ہیں اور کتنی خواتین ہیں جو اپنی اولاد کو سیرت نبی ﷺ سے مکمل طور پر آگاہ کرنے کا اہتمام کرتی ہیں۔ انہیں سیرت نبوی ﷺ پر عمل کی اہمیت سے آگاہ کرتی ہیں۔ عمل پر مائل کرتی ہیں۔ آج کی عورت نے عظیم پیغمبر ﷺ اور محسن انسانیت ﷺ کی تعلیمات کو اپنی روز مرہ زندگی کے معمولات میں یکسر فراموش کردیا ہے اور فرسودہ، اخلاقی، ظالمانہ اور خود ساختہ رسوم و رواج اور اقدار کو اپنے اوپر مسلط کرلیا ہے۔ لہٰذا ایسی صورت میں عورت کس طرح نبی کریم ﷺ کے عطا کردہ حقوق کی حقدار ہو سکتی ہے۔ جبکہ وہ اس نبی ﷺ کی امت ہونے کا حق ہی ادا نہیں کر رہی۔ یعنی نبی کریم ﷺ کی تعلیمات پر ہی عمل نہیں کر رہی تو ایسے حالات میں عورت کو معاشرے سے اپنے حقوق حاصل کرنے میں کیسے اللہ کی مدد حاصل ہو سکتی ہے؟ آج عورت اپنے حقوق سے کیوں محروم ہے؟ اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ عورت نے قرآنی تعلیمات اور سیرت نبوی ﷺ کو اپنی عملی زندگی سے خارج کردیا ہے۔ اس طرح اسلام نے عورت کو جو حقوق دیئے ہیں وہ ان سے بھی آگاہ نہیں ہے۔ جس حق سے انسان آگاہ ہی نہیں ہے وہ اسے حاصل کرنے کے لئے کیسے جدوجہد کر سکتا ہے۔ رسول ﷺ کے دور مبارک میں عورت کو جو عزت اور مقام اور حقوق ملے وہ اس لئے ملے کہ وہ خواتین نبی کریم ﷺ کے لئے والہانہ عقیدت و محبت کا جذبہ رکھتی تھیں اور آپ ﷺ کی تعلیمات پر صدق دل سے عمل کرتی تھیں اس لئے دوسروں کی نگاہ میں ان کی عزت اور مقام تھا۔ اگر آج کی عورت بھی خلوص دل سے رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو جائے تو اسے نبی کریم ﷺ کے عطا کردہ حقوق ضرور ملیں گے۔ اپنی پستی اور زوال کی زیادہ ذمہ دار عورت خود ہے۔ اگر مرد معاشرے میں عورتوں سے ہمدردانہ رویہ رکھتے ہیں تو اس کی بڑی ذمہ دار بھی عورت خود ہے کیونکہ عورت کی گود مرد کی تربیت گاہ ہے۔ عورت کا اپنی اولاد پر باپ کی نسبت زیادہ اثر ہوتا ہے۔ اگر عورت شروع ہی سے بچے کو سیرت نبوی ﷺ کے زیور سے آراستہ کرے اور پاکیزگی کا درس دے تو وہ یقیناً عورت کے ان حقوق کو تسلیم کرے گا جو نبی کریم ﷺ نے عورت کو دیئے ہیں۔

طبقاتی فرق

(عرشی حبیب۔کراچی)

اسلام وہ واحد مذہب ہے جس نے عورت اور مرد کو برابر کے حقوق دیئے ہیں۔ دراصل آج کی عورت کو اس بات کا صحیح ادراک ہی نہیں ہے کہ ان کے مذہب نے ان کو کہاں تک آزادی دی ہے۔ اگرچہ تاریخ اسلام میں ایسی کئی صحابیاتؓ کی مثالیں موجود ہیں جنہوں نے زندگی کے ہر شعبہ میں گراں قدر خدمات انجام دے کر اپنا نام روشن کیا ہے۔ لیکن آج کی عورت آج اپنے حقوق سے محروم ہے اس کو وہ حالات اور ماحول میسر نہیں ہیں جن کے اندر رہ کر وہ اپنے مذہب کی عطا کردہ روش پر چل کر کام کر سکے معاشرے میں اس قدر بے اعتدالی ہے کہ عورت اور مرد میں طبقاتی فرق نمایاں ہو گیا ہے۔ لیکن افسوس کہ ہمارے معاشرے کی عورت آج اس طور سے محروم نظر آتی ہے کہ وہ اپنے اللہ اور رسول کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق نہ تو زندگی گزار سکتی ہے اور نہ آزادی کے ساتھ اپنے مقاصد کو حاصل کر سکتی ہے جیسا کہ اسلام میں عورتوں نے کارنامے انجام دیئے۔ آج کی عورت چاہے بھی تو وہ کارنامے انجام نہیں دے سکتی۔ کیونکہ آج کی عورت مظلومیت کی چکی میں پس چکی ہے۔

تبلیغ کا حق

(چوہدری شاہد اسمٰعیل۔ضلع بھکر)

یہ بات واقعی بے حد اہم ہے کہ آج عورت کو تبلیغ اسلام کے وہ حقوق کیوں حاصل نہیں ہیں جو دور نبوی ﷺ میں تھے۔ دراصل ہم مسلمانوں نے وقت کے ساتھ ساتھ نہ صرف پیغمبر اسلام ﷺ کی تعلیمات کو بھلا دیا ہے بلکہ اپنی ترجیحات بھی بدل دی ہیں۔ آج مسلمان والدین اپنی بیٹیوں کو اداکاری کے لئے تو اجازت دے دیتے ہیں لیکن مفتی بننے اور تبلیغ کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ میں ایسی خواتین سے گذارش کرنا چاہوں گا کہ والدین یا شوہر کی جانب سے تبلیغ کی اجازت نہ ملنا دین کی سربلندی سے روکنا ہے اور یہ خالق کی نافرمانی میں شمار ہوتا ہے۔ جبکہ خالق کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت جائز نہیں۔ خود حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ بہترین جہاد ظالم حکمران کے سامنے حق کی بات کہہ دینا ہے اگر آپ نے دین اسلام کے لئے مبلغہ کا رول ادا کرنا

ہے تو پھر مشکلات سے مت گھبرائیں۔ حضور ﷺ نے تبلیغ کے اس فرض کی ادائیگی کے لئے سوشل بائیکاٹ برداشت کیا۔ پتھر کھائے۔ دندان مبارک شہید ہوئے۔ عزیزوں سے جدائی کے صدمے اٹھائے لیکن ایک لمحہ بھی تبلیغ سے غافل نہیں ہوئے۔ حضور ﷺ کی سیرت پر عمل پیرا ہو کر آپ پختہ عزم کرلیں اور اپنے سرپرستوں کو قائل کریں۔ اس کے علاوہ اپنی بات دوسروں تک پہنچانے کے اور بھی کئی ذرائع ہیں آپ اخبارات اور رسائل میں اسلامی مضامین لکھ کر بھی آسانی کے ساتھ دینی تعلیمات کی ترویج کرسکتی ہیں۔

کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت جبرائیلؑ کو حکم ہوا کہ فلاں بستی کو تباہ کردیا جائے انہوں نے جواب دیا کہ اس بستی میں ایک نیک آدمی ہے اس نے کبھی آپ کی نافرمانی نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک وہ نیک ہے لیکن جب لوگ اس کے سامنے برائی کرتے ہیں تو وہ انہیں نہیں روکتا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔ ترجمہ: اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے۔ یہی لوگ ہیں جو نجات پانے والے ہیں۔

(سورۃ آل عمران)

مذکورہ آیت میں کہیں یہ اشارہ نہیں ملتا کہ یہ جماعت مردوں کی ہی ہونی چاہئے۔

ہر شخص محروم ہے

(عبدالکریم خان۔مانسہرہ)

ہمارے معاشرے میں مختلف قسم کی گروہی تقسیم نظر آتی ہے۔ یہ تقسیم امیر غریب کی بھی ہے۔ حکمران طبقے اور رعایا کی بھی ہے۔ ہمارے ملک میں بالخصوص یہ صورتحال زیادہ سنگین اس لئے نظر آتی ہے کہ جاگیرداروں، وڈیروں اور حکمران طبقوں نے ملک کی اقتصادی حالت کو بہتر بنانے کی کوشش نہیں کی۔ اس کے برعکس اکثر کی زر پرستی فراڈ اور دھوکہ دہی کے واقعات کے باعث ملک کی اقتصادی حالت بدترین ہو چکی ہے چنانچہ ایسے ملک میں جہاں عام شہری کو بنیادی سہولتیں میسر نہ ہوں۔ وہ صبح سے رات گئے تک چند سو روپوں کی خاطر شدید محنت کرتا ہو۔ اس کے ذہن میں دن بھر اپنی معاشی حالت کو بہتر بنانے کے علاوہ کوئی اور خیال نہ ہو وہ کیسے عورت کے حقوق کے بارے میں سوچے یا حقوق نسواں کے لئے آواز اٹھائے؟ اس کا سب سے پہلا نعرہ تو اپنے اقتصادی حقوق کی بہتری کے لئے ہوگا۔ اس کا پہلا سوال ارباب اختیار سے یہ ہوگا کہ وہ روزمرہ خوراک، گھر کے کرائے، پانی، بجلی، بچوں کی تعلیم کے اخراجات کہاں سے پورے کرے بچیوں کو خصوصاً اعلیٰ تعلیم کیسے دلائے ان حالات میں خواتین کے حقوق اور ملک کی بہتر اقتصادی حالت کے حق میں صرف یہی بات کی جاسکتی ہے کہ انہیں ایسی تعلیم دی جائے جس سے ان کے اور گھر والوں کے معاشی حالات بہتر ہوں۔ اس طرح گھر اور معاشرے میں انہیں بہتر مقام حاصل ہوگا۔ جب گھر کے معاشی حالات بہتر ہوں تو میاں بیوی اور اہل خانہ کے آپس کے جھگڑے ختم ہو جاتے ہیں۔ ایک دوسرے کے حقوق کا خیال بھی رہتا ہے ذہن اپنے معاملات میں مرتکز اور پُرسکون رہتا ہے۔

موجودہ دور کی ضرورت

(حسین ملک)

یہ حقیقت ہے کہ عورت اور مرد کے حقوق مساوی ہیں عورت مرد سے اور مرد عورت سے بالاتر نہیں لیکن ہمارے ہاں لڑکیوں کو ماں باپ پر بوجھ سمجھا جاتا ہے اگر لڑکا خدا کی نعمت ہے تو لڑکی بھی خدا کی رحمت ہے میرے خیال میں آج ہم جس دوراہے پر کھڑے ہیں اس مقام پر ہمیں صرف مردوں کی ہی نہیں بلکہ عورتوں کی بھی ضرورت ہے۔ پاکستان کی ترقی کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ عورت مرد کے شانہ بشانہ ساتھ دے قدم سے قدم ملا کر چلے تب ہی ہمارا ملک ترقی یافتہ کہلا سکتا ہے آج کے دور میں مرد عورت کے حقوق اس لیے دبا دیتا ہے کہ مرد چاہتا ہے کہ عورت اس کے سامنے جھکی رہے ہمیشہ مرد عورت پر حکمرانی کرے عورت گھر اور بچوں کی پرورش کے لیے ہے حالانکہ یہ بالکل غلط ہے میری رائے کے مطابق جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ عورت کو کام نہیں کرنا چاہئے یا زیادہ تعلیم حاصل نہیں کرنی چاہئے تو وہ لوگ دور جاہلیت کے مردوں سے بھی زیادہ جاہل ہیں وہ بظاہر اکیسویں صدی میں تو داخل ہو گئے ہیں لیکن وہ آج بھی بعثت نبوی سے پہلے کی جہالت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

آگہی کی ضرورت ہے

(عفت عبد۔اسرجانی ٹاؤن۔کراچی)

عورت کا اپنے حقوق سے محروم ہونے کی ایک بڑی وجہ محدود طرز فکر، تنگ نظری اور اسلامی احکامات کی درست معلومات نہ رکھنا ہے۔ بعض کٹر مذہبی افراد بھی لڑکیوں کی تعلیم، ملازمت، تبلیغ یا کاروبار کے سلسلے میں گھر سے باہر نکلنا معیوب سمجھتے ہیں۔ افشاں سلطانہ نے اپنے مضمون میں اس بات کا درست اظہار کیا ہے کہ حقوق نسواں کے بارے میں یا تو ہمیں مکمل معلومات نہیں دی جاتیں یا ان حقوق پر کسی بھی سطح پر عمل درآمد نہیں ہو رہا۔ اپنے حقوق سے محروم رہنے کی سب سے بڑی ذمہ دار خود خواتین ہیں۔ اگر وہ قرآن مجید کا بغور مطالعہ کریں تو انہیں علم ہوگا کہ قرآن میں تو جگہ جگہ مختلف خانگی اور خارجی معاملات میں عورت کے

حقوق کی وضاحت موجود ہے اور جہاں بھی اچھائی اور برائی یا دیگر احکامات پر عمل پیرا ہونے کی بات کی گئی ہے وہاں بلا تخصیص مرد و عورت دونوں کو دعوت دی گئی ہے۔ جیسا کہ سورۃ احزاب میں اللہ تعالیٰ نے مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کی صفات بھی بیان کی ہیں۔

ترجمہ: "تحقیق مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں قرآن پڑھنے والے مرد اور قرآن پڑھنے والیاں اور سچ بولنے والے اور سچ بولنے والیاں اور عاجزی کرنے والے اور عاجزی کرنے والیاں اور خیرات دینے والے اور خیرات دینے والیاں اور روزہ رکھنے والے اور روزہ رکھنے والیاں اور نگہبانی کرنے والے اور اپنی عصمت کی اور نگہبانی کرنے والیاں اور یاد کرنے والے اللہ کے بہت اور یاد کرنے والیاں، تیار کیا ہے اللہ نے واسطے ان کے بخشش اور اجر بڑا"۔

ہم سب کا فرض ہے کہ وہ قرآن میں غور و فکر کریں۔ عورت کے حقوق کو محض زبانی تسلیم ہی نہ کریں بلکہ عملی سطح پر اس کے لئے جدوجہد کریں۔ معاشرے سے غیر اسلامی تصورات کو دور کرنے کی کوشش کریں۔ اساتذہ کرام اور علمائے کرام کو ماضی کی ان مسلم خواتین کے حالات و واقعات اور کردار کی زیادہ سے زیادہ پبلسٹی کرنی چاہئے جنہوں نے قومی، سیاسی یا بین الاقوامی سطح پر خدمات انجام دی ہیں تاکہ خواتین میں اعتماد پیدا ہو اور وہ اپنی صلاحیتیں منوا سکیں۔

عورت آج بھی محروم ہے

(عبد الکریم۔ ہالہ سندھ)

افشاں سلطانہ بہن نے عورت آج بھی محروم ہے کا موضوع چھیڑ کر دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا ہے عورت کل بھی مظلوم تھی اور آج بھی مظلوم ہے۔ وجوہات اور بھی بہت ہیں لیکن سب سے اہم وجہ لاعلمی ہے۔ سندھ میں وڈیرے اسکول میں بچوں کو پڑھنے نہیں دیتے کہ کل کہیں وہ باشعور ہو کر حق نہ مانگنے لگیں علم کے زیور سے آراستہ ہو کر ہاریوں کے بچوں کو زبان نہ مل جائے۔

تعلیم کے زیور سے محروم ہونے کی وجہ سے عورت بہت سارے حقوق سے محروم ہو جاتی ہے اور ظلم پر ظلم برداشت کرتی رہتی ہے بے زبان ہو کر زندگی گذارتی ہے اُف تک نہیں کرتی اور والدین اپنی انا اور رشتہ داریاں نبھاتے نبھاتے بیٹیوں پر ظلم ڈھاتے رہتے ہیں اور وہ مظلوم بنی رہتی ہیں۔ جہاں جہاں عورت کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا جا رہا ہے وہاں عورت زیادہ مظلوم نہیں دوسرا سبب رسم و رواج کی دیوار ہے جو دیوار چین سے بھی کہیں زیادہ مضبوط ہے جس کا شکار بھی عورت ہی ہوتی ہے۔

اگر والدین پڑھے لکھے سمجھدار ہوں تو وہ اپنی بیٹیوں پر ظلم نہیں کرتے لیکن جہاں والدین بھی رسم و رواج اور رشتہ داریوں کو نبھانے کی خاطر اپنی بیٹیوں کو قربان کرتے ہیں وہاں لازم ہے کہ بیٹیوں کے پاس علم کی ڈھال ہو جس سے وہ خود کو اس ظلم سے بچائیں جو جرات نہیں کرتی حق نہیں مانگتی خاموش اور بے زبان ہوتی ہیں وہ ہی مظلوم بنتی ہیں۔ بے لگام مت ہوں لیکن جب اپنا حق مانگنا ہو تو بے زبان بھی مت ہوں۔ کاش رسم و رواج کی چھری سے عورت کو ذبح کرنے کی رسم ختم ہو جائے عورت کو وہ حق مل جائے جو حضور ﷺ کا فرمان ہے "علم کا حصول ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے" تو ہمارا معاشرہ جنت نظیر بن جائے۔

معاشرتی جبر

(امتیاز احمد۔ گیر خان)

ہمارے بہت سے مذہبی رویے، مخصوص سماجی اور معاشی جبر کی پیداوار ہیں۔ اسلام قطعی فوقیت مرد و زن، دولت و جائیداد طاقت کو نہیں دیتا، بلکہ اس کے نزدیک انسانی فوقیت کا اصل معیار تقویٰ اور نیکی پر ہے ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ "تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جس کا سلوک اپنے گھر والوں سے اچھا ہے اور اپنے گھر والوں سے سلوک کے لحاظ سے میں تم میں سب سے زیادہ اچھا ہوں"۔ حضور نبی کریم ﷺ کی تعلیمات واعلیٰ اسلامی اقدار کو اپنا کر ہم معاشرے کو خالص اسلامی معاشرہ بنا سکتے ہیں اور پھر عورت کو کوئی ذلت و تحقیر کی نگاہ سے نہیں دیکھ سکے گا۔ اسے وہ تمام حقوق آسانی سے ملیں گے جو اسلام نے عورت کو دیئے ہیں۔ عہد نبوی ﷺ میں عورت نے مشکل اور کڑے وقت میں اپنی صلاحیتیں منوا کر رہتی دنیا کے لئے نمونہ بنا دیا۔ ان میں جذبہ، خلوص، ایثار اور مذہب سے گہرا لگاؤ حد درجہ موجود تھا۔ بات یہ ہے کہ عورت کو آج معاشرے میں حقوق نہ ملنے کے اسباب عورت کی قابلیت، جرات اور جدوجہد کے آگے کچھ حیثیت نہیں رکھتے۔ بقول اقبال کے۔

سبب کچھ اور ہے جسے تو خود سمجھتا ہے
زوال بندۂ مومن بے زری سے نہیں

حضور قلندر بابا اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ "روحانی قدروں سے دوری آدمی کے اوپر علم و آگاہی اور عرفان کے دروازے ہمیشہ کے لیے بند کر دیتی ہے"۔ آج کی عورت اگر چاہتی ہے کہ وہ اسلامی معاشرے میں اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کرے تو اسے خود کو اور اپنی آنے والی نسلوں کو روحانی قدروں سے روشناس کرانا ہوگا۔ اپنے کنبہ اور خاندان کو ان اسلامی اقدار سے آگاہ کرنا ہو گا۔ جن پر چل کر ہر فرد اسلامی معاشرے میں عورت کو وہ مقام دے جس کا حق اسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک ﷺ نے دیا ہے۔

محمد منور عرفان

یوں کہہ لیجئے کہ ہمارا لڑکپن کا دور تھا اور ان دنوں ہمارے پڑوس میں ایک صاحب رہا کرتے تھے۔ نام تو ان کا کچھ اور تھا مگر عرفیت ان کی بتو بھائی تھی جو اُن کی شخصیت کے ساتھ کچھ اس طرح سے چسپاں ہوئی تھی کہ ہمیں اس بات میں شبہ کرنے اور اپنے آپ کو حق جانب سمجھنے میں کوئی اعتراض نہیں سُجھائی دیتا کہ خود انہیں بھی شاید ہی اپنا اصل نام یاد ہو۔ بہر حال ناموں میں کیا رکھا ہے کچھ بھی ہوں آدمی انتہائی معصوم اور سیدھے سادے تھے اور اپنے فن میں ماہر باورچی تھے گھر کے ایک کمرے میں ان کی کیٹرنگ کمپنی کا سجا بنا دفتر تھا جس کے چہار جانب سلیقے کے ساتھ اوپر تلے دیگیں چُنی ہوا کرتیں اور بقایا خالی جگہ میں تہہ در تہہ دریاں اور چاندنیاں رکھی ہوتیں۔ ایک جانب ایک تخت پڑا رہتا جس کی ایک مجروح ٹانگ کی کمی میں سے اٹھائی گئی اینٹیں پورا کیا کرتیں۔ یہ تخت بیک وقت آفس ٹیبل اور آرام کرنے کے لئے بطور کاؤچ استعمال ہوا کرتا تھا۔ اس دفتر میں بتو بھائی اور ان کے اکاؤنٹس آفیسر بھائی سلامی جو بیک وقت پبلک ریلیشن آفیسر کا کام بھی انجام دیا کرتے سارا دن مقیم رہتے بلکہ بھائی سلامی جو عادی قسم کے سخن پرور (سلامی ان کا تخلص تھا شاید) اور دنیا میں اکیلے آنے اور اکیلے جانے والے مقولے کی عملی تفسیر تھے رات کو اسی تخت پر ڈیکوریشن کے استعمال کی دو دریاں بچھا اور ایک کو اوڑھ کر استراحت بھی کر لیا کرتے تھے۔

سارا سال سردی ہو یا گرمی بارش ہو یا برسات کا موسم ہم نے بتو بھائی کے آفس کا دروازہ کبھی بند ہوتے نہ دیکھا اور شدید موسم کے مواقع پر تو دل دریا کے مصداق گلی کے آوارہ کتے بھی بتو بھائی کے دفتر کو جائے پناہ کے طور پر استعمال کیا کرتے اور بھائی سلامی کے شانہ بشانہ شب بسری کر لیا کرتے۔ کچھ حیوانوں سے محبت نہ رکھنے والے سنگدل حضرات جب اس قسم کے واقعات پر ناک بھوں چڑھاتے تو بتو بھائی اپنی مخصوص مسکراہٹ کے ساتھ کچھ لپا کر حیوانوں سے اپنی صلہ رحمی کا ثبوت دیتے ہوئے کہتے۔ "اجی! غریب بے زبان جانور ہیں اس موسم میں کہاں جائیں گے"۔

تو بتو بھائی کا آفس ایک ایسا مقام تھا جہاں دن ہو یا رات اس کے دروازے بلا استثناء انسان ہو کہ حیوان ہر ایک کے لئے کھلے رہتے بتو بھائی اگرچہ چٹے ان پڑھ تھے مگر ان کی شخصیت ان کے اندر پائی جانے والی آگہی کی وجہ سے بڑی بھاری بھر کم تھی۔ راقم نے اگرچہ انہیں عید بقر عید پر بھی کبھی مسجد یا

نماز کا رخ کرتے نہیں پایا مگر اللہ جل شانہٗ کی رزاقیت اور فرشتوں کی فعالیت پر ان کا ایمان غیر متزلزل تھا رات کو چاہے مشکل ہی پلک جھپکائی ہو مگر ان کی سحر خیزی کا عالم کچھ ایسا تھا کہ یہ دریافت کرنا مشکل ہے کہ موذن پہلے جاگتا تھا یا ہمارے ببّو بھائی۔ ادھر موذن اذان دے کر فارغ ہی ہو پاتا ادھر ببّو بھائی کی پاٹ دار آواز کچھ سوز کی آمیزش لئے بلند ہوتی "اری کم بخت اب اٹھ بھی جا۔ پڑی سوتی رہتی ہے نحوس۔ اری وہ رجق (رزق) بانٹ کر نکل لے گا۔ اب اٹھ بھی جا نامراد"۔ جواب میں جو بھیرویں ببّو بھائی کو سننے کو ملتی وہ بھی ہمیں ببّو بھائی کی رباعی کی طرح ازبر یاد ہے مگر کریں تو کیا کریں لکھتے ہیں تو سنسر کوڈ اور نام نہاد ضابطہ اخلاق آڑے آتا ہے۔ بہر حال اللہ کی رزاقیت اور فرشتوں کی فعالیت پر ان کا مذکورہ بالا مکالمہ ان کے ایمان کی پختگی کی گواہی دیتا ہے۔ روزانہ کا یہ دوگانا سنتے سنتے آخر ایک دن ہم نے ان سے ہمت کر کے دریافت کر ہی لیا کہ ببّو بھائی آپ جو صبح ہی صبح سوئے نصیبوں کو جگانے کی ناکام کوشش کیا کرتے ہیں اور جواب میں جس قسم کے خطابات سے سرفراز ہوا کرتے ہیں اسے سن کر تو آتا ہوا فرشتہ بھی بھاگ جائے گا تو کیوں نہ یہ مشقِ سخن آپ ترک ہی کر دیں اس طرح فائدہ یہ ہو گا کہ نہ صرف فرشتہ بلکہ اہل محلّہ بھی کو اطف کردہ اور ناکردہ سے آگاہ ہونے سے بچ رہیں گے۔

اب آپ سے کیا پردہ اصل چیز جو یہ استدعا کرنے میں چھپی ہوئی تھی وہ یوں تھی کہ اذان سے تو اکثر و بیشتر ہماری نیند بھی آنکھ مچولی کر جاتی تھی مگر ببّو بھائی اور ان کی بیگم کا چولی دار مکالمہ کچھ ایسا آہنگ لئے ہوئے ہوتا کہ اگر کہیں قبرستان کے مُردے بھی سن پاتے تو بلبلا کر صف در صف رزق والے فرشتے کے استقبال کے لئے نکل کھڑے ہوتے۔ کچھ بھی ہو ہماری استدعا کو ببّو بھائی نے ذرا اہمیت نہ دی اور گویا ہوئے "اجی! بس رہنے دیں آپ ہیں پڑھنے لکھنے والے لوگ۔ آپ بھلا ان باتوں کو کیا جانیں۔ میاں بھائی صاحب! رجق روجی گھر والی کے نصیب سے ہوتی ہے اور اولاد گھر والے کے نصیب سے"۔ پھر کچھ گہرا سانس لے کر ذرا زور دیتے ہوئے بولے "میاں میری تو جند اگانی برباد ہو گئی ہے۔ ارے تڑپ رہا ہوں کہ کسی دن تو کھڑی ہو جائے نحوس۔ سوہر (شوہر) کا دل جلاتی ہے اللہ اور اس کے فرستے (فرشتے) کو ناراض کرتی ہے بس جی آپ رہنے دیں"۔

ببّو بھائی کی بات تھی بڑی باوزن لہٰذا سیدھی ہمارے دل کو جا لگی ایک تو یہ کہ اس وقت ہم خود شوہر نہ تھے لہٰذا حقوق نسواں کے کچھ ایسے حامی بھی نہ تھے دوسرے یہ حقیقت ہماری آنکھوں دیکھی ہے کہ ببّو بھائی اور ان کے اہل خانہ کا رزق کبھی ان کے گھر کے آنگن میں نہ اترا بلکہ وہ ہمیشہ دوسروں کے گھر ہی اُترتا پایا گیا۔ ہوتا یوں تھا کہ اس دور میں شادی کے کھانوں کا رواج کھلم کھلا اور اعلانیہ تھا کھانا کھانے اور کھلانے پر کوئی پابندی نہ تھی لہٰذا ببّو بھائی کی کیٹرنگ فرم کا کاروبار زوروں پر تھا روزانہ ہی کوئی نہ کوئی مصروفیت ہوتی بلکہ خاص محرم کے مہینے تک میں مجالس کا کھانا اور پھر حلیم کے آرڈر سنبھالنے مشکل ہوتے بلکہ یہاں تک نوبت آتی کہ بھائی سلامی تک کو اپنی اکاؤنٹ بکس چھوڑ کر دیگ اور کفگیر سنبھالنا پڑ جاتی لہٰذا ببّو بھائی جس گھر کھانا پکانے جاتے وہاں سے باورچی کے حصّے کے طور پر قورمہ، بریانی اور زردہ لے آتے جو اتنا ہوتا کہ اگلے کنسائنمنٹ تک کام آتا اور اگر کہیں دو کنسائنمنٹس Consign-ments کے درمیان وقفہ طول پکڑ جاتا تو لامحالہ بچے بھوک سے بلبلاتے پھرتے اور پیٹ بھرنے کے لئے ببّو بھائی کی نصیحت سنا کرتے "ارے کم بکھتوں اللہ کا شکر نہیں ادا کرتے ہر ٹیم (ٹائم) قورمہ اور بریانی کھاتے ہو۔ آدھی دنیا دال روٹی کو بھی ترستی ہے"۔ پھر دبی زبان میں کہتے۔ "ایک ٹیم کھانا اوپر نیچے ہو جائے تو میری جان کھا لیتے ہیں نحوس"۔ ببّو بھائی بیچارے کرتے بھی کیا ان کا قصور ہی کیا تھا قصوروار تو وہ عورت ذات تھی جس کے نصیب سے گھر میں رزق اترتا اب وہی رزق کی ڈیلیوری کے وقت پڑی سوتی رہتی

تو ببّو بھائی غریب کیا کر سکتے تھے۔ بس یہی ہوتا تھا کہ سوئے بختوں کو بیدار کرنے کی کوشش میں ان کی صدا کچھ مزید سوز و گداز سے بھر جاتی اور کبھی کبھار اس میں چوں کی آوازیں بھی شامل ہو جایا کرتیں۔ اس پر مزید طرّہ یہ کہ گلی کے وہ کتے جو قورمہ اور بریانی کی بچی کھچی ہڈیوں اور بوٹیوں کے چٹخاروں کے عادی ہو چکے تھے ان کی عدم دستیابی کا انتقام ہم جیسے نیستیوں سے لیا کرتے اور ساری رات بھونک بھونک کر صبح جلد اُٹھنے کے فوائد کی تلقین کرنے کے موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔

البتہ دوسری جانب ببّو بھائی چونکہ سحر خیزی کے معاملے میں کبھی سستی نہ دکھاتے غالباً یہی وجہ تھی کہ وہ ہمیشہ بامراد رہا کرتے کیونکہ اولاد کی تقسیم کا ذمہ دار فرشتہ جس کا تعلق بقول ببّو بھائی کے گھر والے کے نصیب سے ہوتا ہے ہم نے اسے انہیں نوازنے میں کبھی کوتاہی کا ارتکاب کرتے نہ پایا۔ ہمیں تو ان کے یوں بامراد رہنے پر کوئی اعتراض نہ تھا اور کچھ نہیں تو اسی بہانے ہر سال لڈوؤں کا سلسلہ لگا رہتا۔ مگر محلّے میں متعین خاندانی منصوبہ بندی والوں کی ہیلتھ وزیٹر ان کی بامرادی کی وجہ سے بڑی پریشان رہا کرتی اور اکثر انہیں دیر سے سونے اور کم بچے خوشحال گھرانے کا فلسفہ سمجھانے کی کوششیں کیا کرتی مگر ببّو بھائی کا ایمان افروز جواب سن کر اس کا منہ دیکھنے کے قابل ہو جاتا وہ اس کی تمام ترلاف و گزاف کے جواب میں اپنے خاص شرمیلے انداز میں نظریں جھکائے دھیمے لہجے کے ساتھ کہتے "اجی آپ کیسی باتیں کرتی ہیں...... توبہ کیجئے...... ہر آنے والی روح اپنا رجق ساتھ لے کر آتی ہے" یا پھر کبھی کہتے "بس جی میں کیا کروں عاجز بندہ ہوں اللہ کی بھیجی نعمت کو منع کرنا میرے بس سے باہر ہے"۔ اب اس صاف، واضح اور ایمان کی پختگی کو لئے جواب سننے کے بعد کہنے کو بچتا ہی کیا تھا اور بس پھر وہ بیچاری اپنا سا منہ لئے اپنے سینٹر کی جانب لوٹ جانے میں ہی اپنی عافیت دیکھتی۔

ببّو بھائی اگرچہ خواتین کے بناؤ سنگھار کے بڑے شدید مخالف تھے بقول ان کے میاں انہیں کے دکھانا ہے رہ گیا خاوند تو وہ خدائی خوار تو ازلی مجبور ہے ان کی شکل دیکھنے کے لئے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انہیں زیب و زینت سے کچھ دلچسپی نہ تھی۔ اپنا یہ شوق وہ اپنے دفتر کی زینت و آرائش اور رونق میں اضافہ کر کے پورا کیا کرتے تھے۔ جس میں اول بذاتِ خود ببّو بھائی سفید کڑھائی دار ململ کا کرتا اور علیگڑھ کٹ پاجامہ زیبِ تن کئے ہوئے رہتے بالوں سے بے نیاز سر پر برسوں سے چپکی سیاہ مخملی ٹوپی، کنگھے کی زحمت سے تفکرات نے نجات دلا دی تھی اور پیروں کی کھال غالباً الرجی وغیرہ کی وجہ سے اس قدر حساس ہو گئی تھی کہ جوتے اور چپل کا بار برداشت نہ کر پاتی تھی، رونق افروز رہتے۔ پھر بھائی سلامی بھی ایک ایسی ہی شخصیت تھی کہ جن کے بغیر اس آفس کی رونقیں ماند پڑ جاتی تھیں جیسا کہ پہلے ذکر آ چکا ہے کہ وہ اس دفتر کے ہر عہدے کے مالک تھے۔ مگر بقول خود ان کے وہ اپنی ذاتی زندگی میں ایک منجھے ہوئے فطری شاعر تھے۔ ویسے بھی ان کے قادر الکلام ہونے میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں ان کے کہے ہوئے اشعار تو زبان زد عام ہیں۔ بسوں، منی بسوں، رکشہ اور ٹیکسیوں پر لکھے ہوئے اکثر اشعار انہی کے تخلیق کردہ ہیں۔

کہتے ہیں کہ مرزا غالب پی کر شعر کہتے تھے اور فی شعر ایک گرہ کمر بند میں ڈالتے جاتے تھے ہم نے مرزا کو کہاں دیکھا جو اس حکایت کے بارے میں منہ کھول سکیں مگر ہاں مذکورہ بالا بیان کی تصدیق اس لئے کر سکتے ہیں کہ بھائی سلامی جو اپنی گہری ملی حمیت کی وجہ سے کافر کے نشے سے گزوں دور رہتے نسّہ لگا کر شعر کہتے اور عبدالکلام پینٹر جو ایک مانا ہوا مصور اور خطاط تھا ان کو ضبط تحریر میں لاتا جاتا اور اگلے دن جا کر کسی بھی بس، منی بس یا رکشہ پر اپنی خطاطی کا جوہر دکھا کر اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے امر کر دیتا۔ ایک مرتبہ کا واقعہ تو عین ہماری نظروں کے سامنے کا ہے۔ عبدالکلام پینٹر ایک منی بس کے لئے شعر کی تلاش میں منی بس اور اس کے مالک کے ساتھ بھائی سلامی کی خدمت

میں حاضر ہوا۔ بجی بنی منی بس جس کے نئے نویلے ڈیک پر اس وقت بھی آواز کی بلندیوں کے ساتھ "میرا لال دوپٹہ ململ کا" بج رہا تھا نگاہ پڑتے ہی بھائی سلامی نے برجستہ مصرع کہا کہ ۔

"چھوئی موئی ہو لی او ئی اللہ"

یہ فی البدیہہ مصرع سننا تھا کہ منی بس کا مالک تڑپ اٹھا اور اس نے بھائی سلامی کے تندرست و توانا گل مچھوں کو ذرا بھی خاطر میں لائے بغیر فرط عقیدت سے ان کا منہ چوم لیا اور بس پھر کیا تھا۔ اگلے دن چھوئی موئی یہ مصرع اپنے سینے اور پشت پر آویزاں کئے کراچی کی سڑکوں پر لہراتی پھر رہی تھی۔

ببّو بھائی کے اس دفتر کی زینت پھول بہار قوال بھی تھے اس شخص کا دل دوسروں کی محبت اور ہمدردی سے مالا مال تھا خاص کر قورمہ اور بریانی کھاتے وقت ہمیشہ اس بات کا خیال رکھتا کہ ایسی مرغن غذاؤں کے مضر اثرات سے دیگر احباب محفوظ رہیں حالانکہ اس ہمدردانہ جذبے کے صلے میں خود اکثر بد ہضمی کا شکار رہتا۔ یہ شخص بھی بڑا علم دوست تھا انہیں کتابیں اٹھائے آتا جاتا دیکھ کر بڑے تاسف بھرے لہجے میں اظہار خیال کرتا کہ "میاں ایسے پڑھنے لکھنے کا کیا حاصل کہ ایک شعر تک نہیں بنا سکتے"۔ ایسے مواقع پر ببّو بھائی اسے ہمیشہ پھٹکارتے "ارے تجھے کیا پتہ ان کی پڑھائی دوسری ٹائپ کی ہے شعروں والی نہیں ہے"۔

اگرچہ یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ ببّو بھائی کا دفتر انواع و اقسام کی دیگوں کفگیروں اور احباب سے مزیّن تھا مگر ببّو بھائی اپنے زیب و زینت کے ذوق کی تکمیل کے لئے اس کی سجاوٹ اور بناوٹ میں مزید بہتری پیدا کرنے کی کوششیں ہمیشہ جاری رکھتے انہی کوششوں میں ایک بار ایک مشہور برانڈ کا ریڈیو خریدا گیا جس کے اعزاز میں دفتر کی ایک دیوار میں لکڑی کا بالکل نیا بریکٹ ٹھکوایا گیا۔ ریڈیو کو ڈھکنے اور بریکٹ پر بچھانے کے لئے ایک نئی چاندنی جس کو کسی ناقدرے گاہک نے سگریٹ کی راکھ جھاڑ کر عین درمیان سے جلا دیا تھا ٹکڑے کاٹ کر کشیدہ کاری کرائی گئی مگر صد حیف ہے چوروں پر کہ انہوں نے ببّو بھائی کے دفتر کے کھلے دروں کا ناجائز فائدہ اٹھایا۔ ظالم یا ظالموں نے ریڈیو تو ریڈیو ڈھکنے اور بریکٹ پر بچھانے کے خاص طور پر کشیدہ کاری کرائے گئے کپڑے تک نہ چھوڑے ایسے ہی ایک اور سانحہ کے بعد جس میں ٹو ان ون یعنی ٹیپ ریکارڈر اور ریڈیو دونوں یکجا، سرقہ ہو جانے کے بعد ببّو بھائی نے اپنے دفتر کی جدید خطوط پر سجاوٹ کی کوششیں بہ حسرت و یاس ترک کر دیں۔ اگرچہ شبہ قوی تھا کہ یہ حرکت پھول بہار قوال کی قوالی پارٹی کے کچھ حاسد ارکان کی ہے کیونکہ ان میں سے دو اگلے روز ایک پولیس چھاپہ میں جوا کھیلتے ہوئے پکڑے بھی گئے تھے۔ مگر ببّو بھائی نے احباب کے ہزار اصرار کے باوجود تھانے جا کر رپٹ نہ لکھوائی اور پھر جب احباب کا اصرار زیادہ ہی زور پکڑ گیا تو انہوں نے انتہائی مجبور ہو کر بتایا کہ ان کی مرحومہ والدہ نے بوقت انتقال عہد لیا تھا کہ "بیٹا! کبھی تھانے اور کچہری کا منہ نہ دیکھیو"۔ لہٰذا اس عہد کی پاسداری میں اب چاہے اِدھر کی دنیا اُدھر ہو جائے وہ رپٹ لکھوانے تھانے جا کر اس عہد کی خلاف ورزی نہیں کریں گے۔

لوگوں کا کیا ہے وہ کب کسی کی نیت کو دیکھتے ہیں کچھ بد خواہوں کا کہنا تھا کہ کہاں کا عہد اور کہاں کی وصیت اصل بات یہ ہے کہ رات کو جو تُلّی نُمَا گیٹ ٹو گیدر GET-TOGATHER ہوتی ہے سب اس کا خوف ہے کہ کہیں پولیس کے علم میں نہ آجائے۔ مگر ببّو بھائی ہمیشہ اسی بات پر مصر رہے کہ "میاں میری آنکھ میں سرم (شرم) ہے اپنی ماں سے کیا وعدہ نہیں توڑوں گا چاہے کتنا بڑا ہی نقصان کیوں نہ ہو جائے"۔

ببّو بھائی اگرچہ اب خود اس دنیا میں کہاں رہے مگر ان جیسے سادہ لوح اور معصوم لوگ جب تک اس عیاروں سے بھری دنیا میں موجود ہیں خدا کی اس بستی میں جینے اور بسنے کی امنگ کیوں نہ باقی رہے گی۔

معاشرہ میں ناانصافی اور بدنظمی کا دور دورہ ہو تو حسّاس اور ذہین افراد بھی گندم کے ساتھ گھُن کی طرح پسنے لگتے ہیں۔ اس معاشرتی افسانے میں ایسے ہی کردار پیش کئے گئے ہیں جو امیدوں اور آرزوؤں کے سراب کے پیچھے دوڑ رہے تھے۔

ابو وردہ

بس کی سیٹ پر بیٹھتے ہی اس نے خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا۔ آج وہ کچھ زیادہ ہی تھک گئی تھی۔ آدھے گھنٹے سے بس کے انتظار میں کھڑے کھڑے اُسے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے اس کے پیر کچھ دیر بعد اُس کا وزن سہارنے کے قابل نہیں رہیں گے۔ یہاں سے چالیس پینتالیس منٹ کے فاصلے پر اُس کا گھر تھا۔ عموماً یہ فاصلہ بس میں کھڑے ہو کر ہی طے ہوتا تھا، شہر میں آبادی دن بہ دن گنجان ہوتی جا رہی تھی اور ٹرانسپورٹ کی سہولت میں اضافہ اس کے تناسب سے نہیں ہو سکا تھا، یہی وجہ تھی کہ رات کے آٹھ بجے بھی بسوں میں اس قدر رش رہتا کہ بعض اوقات کھڑے ہونے کی جگہ بھی مشکل سے ہی ملتی تھی۔ آج صبح سے ہی وہ دفتر میں بے انتہا مصروف رہی، تین چار گھنٹے تو ڈاکومنٹس کی فوٹو کاپی کروانے کے لئے، فوٹو کاپیر کے روم میں مسلسل کھڑے رہنا پڑا جہاں ایئر کنڈیشن نہیں تھا، آج گرمی بھی گذشتہ دنوں سے کچھ زیادہ ہی تھی، بے انتہا حبس میں اُسے جبراً ہی تین چار گھنٹے گزارنے پڑے تھے۔ ملازمت میں آدمی مجبور ہوتا ہے اپنی ذات کو بھول کر ذمہ داری ادا کی جائے تو کہیں جا کر کامیابی نصیب ہوتی ہے ...... اُس کے باس نے کہا تھا کہ "آپ اپنی نگرانی میں اس کی کاپیاں کروائیں...... یہ بہت اہم ڈاکومنٹس ہیں لہٰذا فوٹو کاپی روم میں آپ آخر تک موجود رہیں اور اس وقت کسی کو اندر نہ آنے دیں"۔ یوں سارا دن ڈاکومنٹس کو ترتیب دیتے اور الگ الگ فائلوں میں لگاتے گزر گیا گو کہ آفس بوائے نذیر نے اُس کی خاصی مدد کی...... اُس کے باس عدیل ہاشمی صاحب بھی ایک بار معائنہ کر کے گئے تھے...... شام کو چھٹی ہوئی تو اسے کوچنگ کی کلاس لینے کی ہمت بالکل نہیں ہو رہی تھی، لیکن ہشام صاحب نے تاکید کر دی تھی کہ بھئی کل کوئی چھٹی نہ کرے کل کی کلاس بہت اہم ہے...... لہٰذا نہ چاہتے ہوئے بھی اُسے کوچنگ کی کلاس اٹینڈ کرنی پڑی......

اس نے گریجویشن کیا تھا تو باؤ جی ریٹائر ہو گئے۔ سرکاری محکمے کے اعلیٰ افسر تھے لیکن ایمانداری انتہا پسندی کو چھو رہی تھی اسی لئے محکمے کے لوگوں سے اتنے تعلقات بھی قائم نہیں رہ سکے کہ وہ لوگ بعد میں جائز کام ہی کر دیتے۔ ریٹائر ہوئے تو ایک مکان تک اپنا نہ تھا، وہ تو اولاد صرف ایک ہی تھی اتنی سر پر ذمہ داری نہ تھی ورنہ نجانے کیا ہوتا...... گریجویٹی کے پیسوں سے گزرے وقتوں میں بنا ہوا یہ مکان خرید لیا گیا تاکہ سرکاری کوارٹر خالی کرنے کے بعد سر چھپانے کا ٹھکانہ ہو سکے لیکن اب پنشن کی مد میں ملنے والی رقم سے ماں جی کی

دونوں کا خرچہ بھی پورا نہیں ہو سکتا تھا لہٰذا اُس نے ملازمت کی تلاش شروع کر دی۔ باؤجی خود اکثر بیمار رہنے لگے تھے ان کی مصروفیت جو ختم ہو کر رہ گئی تھی۔ اپنی ایک سہیلی کے گھر اس نے کمپیوٹر پر خاصی پریکٹس کر رکھی تھی اس لئے ایک بین الاقوامی فرم میں اُسے آٹھ ہزار ماہانہ مشاہرے پر جاب مل گئی۔ اس نے انٹرویو اور ٹیسٹ نمایاں نمبروں سے پاس جو کر لیا تھا۔ پھر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی طرف سے MBA کے ایڈمیشن کا اشتہار آیا تو اُس نے اپلائی کر دیا...... یہاں بھی کامیابی ہوئی اور اُسے داخلہ مل گیا......

اب مسئلہ پڑھائی کا تھا...... یہ مسئلہ اُس کی ایک دوست کے ذریعہ حل ہوا جس نے ہشام صاحب کا تعارف اُس سے کرایا تھا۔ ہشام صاحب امریکہ پلٹ تھے اور شہر کی یونیورسٹی میں پروفیسر...... اُن کے والدین پاکستانی تھے لیکن اُن کی پرورش امریکہ میں ہی ہوئی تھی...... اس کے باوجود وہ پاکستان کے بے انتہا دیوانے تھے اور اپنے ملک کی خدمت کے جذبے کے ساتھ وہ پاکستان منتقل ہوئے تھے، باقی تمام فیملی ممبر آج بھی امریکہ میں ہی تھے...... وہ بتاتے تھے کہ اُن کے والد نے شرط لگائی تھی کہ تمہیں ایک وقت ناکام ہو کر واپس آنا پڑے گا اور یہ بتا کر ہشام صاحب بڑے عزم کے ساتھ کہتے تھے کہ میں انشاء اللہ ناکام نہیں ہوں گا۔ یونیورسٹی میں پڑھانے کے ساتھ ساتھ گھر کے ایک حصے میں انہوں نے کوچنگ کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا۔ جہاں وہ صرف ایسے لڑکے لڑکیوں کو تعلیم دیتے جو کسی وجہ سے پرائیویٹ تعلیم حاصل کر رہے تھے...... اپنے اس اصول پر وہ سختی سے کاربند تھے۔ کسی تعلیمی ادارے کے طالب علم کو وہ اپنے اس چھوٹے سے کوچنگ سینٹر میں داخلہ نہیں دیتے تھے۔

...... آج خوش قسمتی سے بس اسٹاپ پر رش نہ تھا اور بس میں بھی خواتین کی نشستیں خالی تھیں، اور خلاف معمول مرد حضرات بھی ان نشستوں پر براجمان نہ تھے۔ مردوں کے خواتین کی نشستوں پر قبضہ کر لینے سے بہت سی خواتین بسوں میں سوار ہوتے ہوئے سخت ہچکچاہٹ کا شکار ہو جاتی ہیں اور بعض تو اس بس کو چھوڑ کر اگلی بس کا انتظار کرنے لگتی ہیں جس کی آمد کے بارے میں نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کتنی دیر کے بعد آئے گی۔ اُس کا ذہن اس حوالے سے اکثر عورتوں سے ذرا مختلف تھا اس کا کہنا تھا کہ دن بھر کی تھکن ایک طرف پھر اُس کے بعد بس اسٹاپ پر کھڑے کھڑے پیروں پر جسم کا بوجھ لادے رکھنا کہاں کی عقلمندی ہے، بس کی لیڈیز نشستوں پر خواتین کا ہی حق ہے...... لہٰذا اُنہیں اپنا یہ حق حاصل کرنا چاہئے...... اُس کے خیال میں عورتوں کی یہ جھجک ہی ہے، جس کی بناء پر وہ اپنے بہت سے حقوق سے اسی طرح محروم چلی آ رہی ہیں، جس طرح لیڈیز کمپارٹمنٹ میں اپنی نشستوں سے......

اگلے اسٹاپ پر بہت زیادہ رش تھا۔ بس بھی شاید بہت دیر بعد آئی تھی اس لئے بس میں کھڑے ہونے کی جگہ بھی باقی نہ رہی۔ اسٹاپ پر کھڑے ہوئے لوگوں کی بڑی تعداد کو دیکھ کر کنڈکٹر کا جوش و خروش بھی خاصا بڑھ چکا تھا، حالانکہ بس میں مسافروں کے کھڑے ہونے کی گنجائش بھی اب باقی نہ رہی تھی اور کچھ لوگ بس کے گیٹ پر لٹکے تھے لیکن کنڈکٹر بس کی باڈی کو زور و شور سے جا کر آوازیں لگائے جا رہا تھا...... مسافروں کے شور مچانے پر بس مشکل آگے بڑھی تو اس کی چھت پر بھی لوگ سوار ہو چکے تھے...... اگلے اسٹاپ پر ایک برقعہ پوش خاتون بس میں سوار ہوئیں اُن کی گود میں ایک شیر خوار بچہ اور کندھے پر ایک بھاری سا بیگ لٹکا ہوا تھا۔ مختصر سے لیڈیز کمپارٹمنٹ کی تمام نشستوں پر پہلے سے عورتیں براجمان تھیں۔ اب بس کی رفتار بھی خاصی تیز ہو چکی تھی۔ اُن خاتون کے لئے ایک ہاتھ سے بچے کو سنبھالنا اور دوسرے ہاتھ سے بس کی چھت میں لگے پائپ کے سہارے اپنا توازن برقرار رکھنا خاصا مشکل ہو رہا تھا...... لیکن بیٹھی ہوئی عورتوں نے کوئی توجہ نہ دی...... وہ بالکل کونے میں ونڈ اسکرین کے ساتھ لگ کر بیٹھی تھی...... اُس نے سوچا کہ اس قدر تنگ جگہ سے نکل کر کھڑے ہونا میرے لئے خاصا مشکل ہے...... جب تک میں اُٹھوں گی

یقیناً کوئی نہ کوئی انہیں جگہ دے ہی دے گا...... لیکن کسی نے بھی توجہ نہ دی...... اتنی دیر میں اگلا بس اسٹاپ آ چکا تھا اور بس رُک گئی تھی...... اُس نے فوراً اپنی سیٹ سے کھڑے ہو کر برقعہ پوش خاتون کو اپنی جگہ بٹھا دیا...... بس پھر چل پڑی تھی اور اُس کی سوچ اس مسئلے کے حل کے لئے محو پرواز تھی کہ آخر عورتوں میں اس قدر بے حسی کی کیا وجہ ہے؟؟...... ایک عورت اپنی گود میں شیر خوار بچے کو اُٹھائے، کندھے پر بیگ لٹکائے، سڑک پر اندھا دھند دوڑتی ہوئی بس میں ایک ہاتھ سے بس میں لگے ہوئے پائپ کو پکڑے خود کو اور اپنے بچے کو سنبھالنے میں مصروف ہے لیکن دیگر عورتیں اتنا سا ایثار کرنے کو تیار نہیں ہیں کہ خود کھڑے ہو کر سفر کر لیں اور اُسے اپنی جگہ بٹھا دیں......

یوں تو ہمارے معاشرے میں اخلاقیات کی اکثر جگہ دھجیاں اُڑتی نظر آ جاتی ہیں لیکن اس طرح کے واقعات میں اُس کا اپنا مشاہدہ تھا کہ دوران سفر بس میں اگر مردوں کے حصے میں کوئی بوڑھا یا کوئی سامان اُٹھائے یا پھر کسی بچے کو گود میں لئے ہوئے کوئی مرد بس میں سوار ہو تو اکثر لوگ اُٹھ کر اپنی سیٹ پر اُسے بٹھا دیتے ہیں۔ لیکن عموماً عورتیں جو مردوں سے زیادہ حساس ہونے کا دعویٰ بھی کرتی ہیں اکثر عورتوں کی مدد کے لئے آمادہ دکھائی نہیں دیتی ہیں ......

آخر اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟...... اُس کے ذہن میں یہ سوال پھانس بن کر چُبھنے لگا...... شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ ہمارے معاشرے کی اکثر عورتوں کا شعور نہایت محدود ہوتا ہے۔ ان کی معلومات اور اُن کی دلچسپیوں کا دائرہ بھی نہایت مختصر ہی ہوتا ہے اور پھر ایسے شعور میں جو فکر تیار ہوتی ہے وہ بعض اوقات تو نہایت ہی پسماندہ رہ جاتی ہے...... اکثر خواتین کا دماغ اس قدر محدود ہوتا ہے کہ بعض مرتبہ صرف اتنی سی بات کا فیصلہ نہیں کر پاتا کہ آج کیا پکایا جائے؟...... وہ تو اللہ بھلا کرے ٹی وی کا جو ہمارے معاشرے میں خرابات کا ذمہ دار قرار دیا جاتا ہے، اسی ٹی وی نے خصوصاً خواتین کے شعوری ارتقاء میں زبردست کردار ادا کیا ہے...... ورنہ گزرے وقت میں گھر کے مردوں نے جو لا کر دے دیا وہی پک گیا...... اور سب نے صبر شکر سے کھا لیا...... یہ الگ بات ہے کہ آج بھی بہت سے ایسے گھر موجود ہیں جہاں اسی طرز کا ماحول ہے...... اُسے اپنی تائی اماں کا گھر یاد آ گیا...... جہاں تایا ابا نے جو کہہ دیا اُس پر حرف بہ حرف عمل ہو گیا...... نہ تو وہ کسی سے مشورہ کرتے اور نہ ہی کوئی مشورہ دینے کے بارے میں کبھی سوچتا...... کھانے پینے، پہننے اوڑھنے، گھر کی سجاوٹ سے لے کر زندگی کے تمام معاملات تک میں گھر کے کسی فرد کا دماغ ذرا بھی کام نہیں کرتا تھا...... یہی وجہ تھی کہ اگر کبھی گھر میں معمول سے ہٹ کر کوئی کام ہو جاتا تو ایسے مواقع پر تائی اماں پریشان ہی دکھائی دیتیں...... جوان جہان پانچ بیٹیوں کے باوجود گھر میں کبھی کوئی سلیقہ نظر نہیں آیا...... اس کی اپنی فیملی میں بہت سے گھر اس دور جدید میں ایسے بھی تھے جہاں کبھی معمول سے ہٹ کر کبھی محض مرغ بریانی یا قورمہ وغیرہ پکتا ہوتا تو اس گھر کی عورتیں سارا دن باورچی خانے میں اُلٹی برتن ہی کھڑکھڑاتی رہتیں...... اور پھر بھی کوئی نہ کوئی کمی رہ جاتی چنانچہ رات کو گھر کے مردوں کی جھاڑ بھی سننا پڑتی...... اُسے تو آج بھی اپنے معاشرے کی بہت سی عورتوں کا شعور نہایت محدود ہی محسوس ہوتا تھا۔ اُس کا خیال تھا کہ جس طرز کا ماحول عورتوں نے اپنایا ہوا ہے اگر ایسے ماحول میں مردوں کو رکھا جائے تو وہ بھی وہی کچھ کریں گے جو اکثر عورتیں کرتی ہیں...... یعنی حسد، جلن، کینہ پروری، بغض، کسی کو ترقی کرتا دیکھ کر اس کی کاٹ کرنا، زبان پر کچھ دل میں کچھ وغیرہ وغیرہ یہ سب محدود شعور اور پسماندہ فکر کی علامتیں ہیں ...... اچانک اس کے ذہن میں جھماکہ سا ہوا اور اُسے اپنے معاشرے کی مجموعی پسماندگی کی وجہ واضح طور پر سمجھ میں آ گئی...... اس نے سوچا...... عورت جو معاشرے کا بنیادی کردار ہے...... جس کے ہاتھوں قوم کے مستقبل کے معماروں کی تربیت ہوتی ہے۔ جب عورت کا شعور وسیع اور فکر مثبت نہیں ہوگی تو معاشرے میں کیوں کر وسیع

شعور اور مثبت فکر کی بنیاد پڑ سکے گی۔ محدود شعور ماؤں کے ہاتھوں تربیت پانے والے مرد بھی ایسی ہی طرز فکر کے تحت عورتوں ہی کی مانند منفی خصوصیات کا شکار نظر آتے ہیں...... اس خیال کے ساتھ ہی اس کے ذہن میں اکرم کا چہرہ اُبھر آیا...... اکرم جو اس کی خالہ کا بیٹا تھا...... اور اس کے بچپن کا منگیتر بھی...... شہر کی ٹوٹی پھوٹی سڑکوں پر بنے ہوئے اسپیڈ بریکرز سے اُچھلتی اور ہچکولے لیتی بس میں کھڑے کھڑے اس کا ذہن ایک سیکنڈ میں پانچ سال قبل ماضی کے دریچوں میں جھانکنے لگا...... اُسے بچپن سے ہی بتا دیا گیا تھا کہ وہ بڑی ہو کر اکرم کی دلہن بنے گی...... اور اُسے شاید اکرم کی کوئی بات یا عادت بھی پسند نہ تھی اسی لئے اکرم سے ہمیشہ اس کا جھگڑا ہی رہا کرتا...... جب وہ عمر کے اس حصے میں پہنچی جب کہ لڑکیاں اپنے منگیتروں کا تذکرہ میٹھی میٹھی لذت لے کر کیا کرتی ہیں...... اس کے ذہن میں اکرم کیلئے گنجائش بالکل ختم ہوتی گئی...... اکرم کی جانب سے محبت و التفات بھرے رویے کو دیکھ کر وہ مزید چڑ سی جاتی...... اکرم کے والد یعنی اس کے خالو کی گھر کے قریب بہت بڑی پرچون کی دکان تھی، اکرم چار بہنوں کا اکلوتا بھائی، لاڈ پیار میں میٹرک سے آگے نہ پڑھ سکا۔ خالو اور خالہ کا کہنا تھا کہ جب اپنا کاروبار ہے تو بلاوجہ مغز کھپانے کی کیا ضرورت ہے......

اس کے ذہن میں تعلیم یا ڈگری ہی اہم ہوتی تو اکرم کے ساتھ اس کے رویے کو دیکھ کر اس کے دیگر کئی اعلیٰ تعلیم یافتہ کزنز نے جب اس کی جانب بڑھنا چاہا تھا، وہ ان میں سے کسی ایک کو مثبت جواب دے سکتی تھی لیکن اس کے ذہن میں جو آئیڈیل تھا اس کے مطابق اس کا جیون ساتھی محض ڈگری یافتہ نہیں بلکہ باشعور بھی ہو...... اس کی عزیز ترین دوست شہلا اسے بے حد سمجھاتی کہ ان میں ہی کسی کو مثبت جواب دے دو...... تو وہ کہتی کہ یہ لوگ میرے جسم کی خوبصورتی سے متاثر ہیں۔ لیکن میری روح سے بے خبر ہیں۔

"لیکن ڈیئر شادی تو ایک جسمانی تقاضہ ہے" شہلا کہتی

"نہیں میری جان! روح کے بغیر تمام جسمانی تقاضے بے جان ہیں روح ہی اصل ہے"۔

ایک روز اکرم اس کے لئے گفٹ لے کر آیا تو ماں جی پڑوس میں کہیں گئی ہوئی تھیں اور باؤجی اپنے کمرے میں لیٹے کوئی کتاب پڑھ رہے تھے۔ اس نے موقع غنیمت جان کر اکرم پر ساری بات واضح کر دی اور صاف صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ وہ اس کے ساتھ زندگی گزارنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی...... اب تک تو اکرم اس کے رویے کو اس کے مزاج کا حصہ سمجھ کر نظر انداز کئے بیٹھا تھا...... اور اس کی خوبصورتی پر دل و جان سے فدا تھا...... اس وقت تو وہ خاموشی کے ساتھ چلا گیا لیکن اگلے روز تو بھونچال ہی آ گیا۔ خالہ خالو نے گھر میں آکر جو فساد برپا کیا الامان الحفیظ...... اس پر جو جو الزام انہوں نے لگائے انہیں سن کر اس کی روح تک کانپ گئی...... ابتداء میں باؤجی اور ماں جی اس کو ہی غلط کہتے رہے لیکن جب ان کی زبان سے الزامات کی بوچھاڑ شروع ہوئی اور انہیں بیٹی کی پاکبازی پر کیچڑ اچھالتے دیکھا تو دونوں خاموش نہ رہ سکے اور وہ تو تکار ہوئی کہ خدا کی پناہ...... محلے والے بھی حیران تھے کہ ان کے گھر سے کبھی زور سے آواز نہ آئی آج اس قدر لڑائی جھگڑے کی آوازیں آ رہی ہیں...... خالہ تو گھر کے باہر گلی میں نکل کر بھی مغلظات بک رہی تھیں......

کئی روز تک باؤجی اور ماں جی نے سوائے اشد ضرورت کے اس سے کوئی بات نہ کی...... اس نے اپنے معمولات اسی طرح جاری رکھے جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو......

ایک روز ماں جی نے کہا "پتر! تو نے اکرم سے شادی نہیں کرنی تھی تو ہمیں کہہ دیتی...... ہم خود صغریٰ اور بھائی کریم کو منع کر دیتے...... اتنا فساد تو نہ ہوتا گھر میں...... دنیا میں ڈنکا تو نہ پٹتا"۔

"ماں جی! اچھا ہی ہوا نا...... انہوں نے اپنی اصلیت پہلے ہی ظاہر کر دی...... میری شادی ہو جاتی اور پھر یہ لوگ یہ سب کرتے تو...... میری تو زندگی ہی برباد ہو جاتی نا......"

"ہاں ہاں نیک بخت...... رضیہ بیٹی ٹھیک تو کہہ

رہی ہے" باؤجی نے یہ کہہ کر بات ختم کر دی اور گھر کی زندگی معمول کی ڈگر پر دوبارہ چلنے لگی۔

ہشام صاحب کی کلاسیں اٹینڈ کرتے ہوئے اب اُسے چھ مہینے سے زیادہ کا عرصہ ہو چکا تھا۔ اس عرصے میں اس پر ہشام صاحب کی شخصیت کے بہت سے پہلو ظاہر ہوئے۔ اس نے بارہا ان پہلوؤں کا موازنہ اپنے ذہن میں موجود آئیڈیل سے کیا تو اُسے دونوں میں یکسانیت ہی نظر آئی...... اس کی راز دار دوست شہلا اس سے کہتی کہ ہشام سے قریب ہونے کی کوشش کرو یا اپنے دل کی بات موقع دیکھ کر کہہ ڈالو...... اُسے اپنے گھر بلاؤ...... لیکن وہ شاید ابھی وقت کا انتظار کر رہی تھی۔

ہشام صاحب کا ذہن انقلابی تھا...... وہ کچھ کرنا چاہتے تھے۔ اپنے ملک کے لئے اپنے ہم وطنوں کے لئے...... اپنے مقصد کی تکمیل کیلئے تدریس کے شعبے کو ذریعہ بنایا تھا...... شاید امریکہ کی یونیورسٹیز کی ڈگریوں سے مرعوب ہو کر کچھ ہی عرصہ میں اس کو ڈیپارٹمنٹ کی چیئرمین شپ دے دی گئی...... انہوں نے اپنے اختیارات استعمال کرتے ہوئے سسٹم کو درست کیا اور بہت سی تبدیلیاں لانے کی کوشش کی۔ ان کا ڈیپارٹمنٹ کئی ایکڑ کے رقبے پر قائم تھا، سب سے پہلے تو انہوں نے عمارت کی اطراف سے جھاڑیاں کٹوا کر شجر کاری اور عمارت پر رنگ و روغن کروانے کے لئے محکمانہ درخواست دی تو وہ مختلف فائلوں میں گردش کرتے کرتے ہفتے بھر میں اربابِ اختیار تک پہنچ سکی۔ انہوں نے فنڈ کی کمی کے ریمارکس کے ساتھ درخواست ہشام صاحب کو واپس بھجوا دی۔ وہ جھلا کر رہ گئے...... مینا بازاروں، مذہبی تقاریب اور اربابِ اختیار کے بیرون ملک "تحقیقی" دوروں کے لئے تو فنڈ کی وافر مقدار دستیاب ہے لیکن محض کھنڈر نما عمارت کو رنگ و روغن کر کے درست کرنے اور اطراف میں خودرو جھاڑیوں کو صاف کر کے شجر کاری کرنے کے لئے فنڈ نہیں ہے...... امریکہ میں ان کا ذاتی بینک بیلنس تھا اس کے علاوہ ان کے والد کی جائیداد اور کاروبار میں بھی شیئر موجود تھا۔ اگر وہ چند ہزار ڈالر بھی منگواتے تو یہاں ان کے پاس لاکھوں روپے ہوتے...... پہلے انہوں نے یہ سارا معاملہ طالب علموں کے سامنے رکھا تو انہیں کامیابی ہوئی بظاہر یہ کامیابی طالب علموں کی بہت بڑی تعداد کے لحاظ سے محض دس فیصد ہی تھی لیکن ان کے نزدیک یہ بھی بہت تھا۔ طے یہ پایا کہ میٹریل کے اخراجات وہ خود برداشت کریں گے اور باقی سارا کام اسٹوڈنٹ اپنی مدد آپ کے تحت مل جل کر کر لیں گے۔

اگلے روز یونیورسٹی کے طلباء و طالبات، اساتذہ اور دیگر اسٹاف کو ایک حیرت انگیز منظر دیکھنے کو ملا...... تیس چالیس لڑکے اور لڑکیاں ہشام صاحب کے ہمراہ اپنے ڈیپارٹمنٹ کی عمارت پر رنگ و روغن اور اطراف میں پھیلی ہوئی خودرو جھاڑیوں کو کاٹنے میں مصروف ہیں۔ ایک ہفتے کی محنت کے بعد ہر چیز نکھر گئی انہوں نے سب کے ساتھ مل کر برابر کام کیا بلکہ اسٹوڈنٹس کا تو کہنا تھا کہ سر نے ہم سے زیادہ کام کیا ہے...... پروفیسر اشفاق کے علاوہ ڈیپارٹمنٹ کے باقی تمام اساتذہ اس سارے معاملے سے لاتعلق ہی رہے۔ بلکہ ایک مذہبی ذہن کے لیکچرار نے تو خاصی ناک بھوں چڑھائی پھر پروفیسر اشفاق کو ہم خیال سمجھ کر دل کی بھڑاس نکالنے لگے کہ "ہشام صاحب کو لگتا ہے کسی سازش کے تحت یہاں بھیجا گیا ہے یہ سازش میرے خیال میں ہماری تہذیب کو مٹا دینے کی سازش ہے اب دیکھیں یہ بے ہودگی اور فحاشی نہیں ہے کہ لڑکیاں دوپٹہ سر پر ڈھانپنے کے بجائے کمر پر باندھے لڑکوں کے ساتھ دیواروں پر ڈسٹمپر کر رہی ہیں...... استغفر اللہ استغفر اللہ"۔

"جناب آپ بھول رہے ہیں یونیورسٹی کی بعض لڑکیاں تو سالانہ فنکشن میں غیر ملکی گانوں پر رقص بھی کرتی ہیں اور کھیلوں کے سالانہ مقابلوں میں بھی حصہ لیتی ہے...... یہ تو ایک مثبت اور تعمیری کام ہے...... بے ہودگی تو ہرگز نہیں...... یوں تو یہ انتظامیہ کا فرض ہے کہ وہ ادارے کی عمارت کو صاف ستھرا رکھے لیکن اُسے غرض نہیں تو

کردیا گیا......

ادھر رضیہ جو ہشام صاحب کو دل ہی دل میں اپنا سب کچھ مان چکی تھی...... اب اس کوشش میں تھی کہ وہ ہشام صاحب سے اپنے دل کی بات کہہ سکے۔ لیکن وہ کئی دنوں سے بہت پریشان دکھائی دے رہے تھے۔ دو روز سے تو وہ گھر میں ہی موجود نہیں تھے...... ملازم سے پوچھا تو ایسا لگا کہ وہ کچھ بتانا نہیں چاہتا ہے۔ شاید ہشام صاحب نے منع کیا ہوگا...... تیسرے روز وہ کوچنگ کی کلاس لینے پہنچی تو اسٹوڈنٹس جاچکے تھے۔ وہ کافی لیٹ ہوگئی تھی۔ گھر میں غیر معمولی سرگرمی نظر آرہی تھی ملازم سامان سمیٹنے میں مصروف تھے...... ہشام صاحب نے اُسے دیکھا تو باہر جاتے جاتے رُک گئے "بھئی آپ بہت لیٹ ہوگئیں...... دراصل میں امریکہ واپس جارہا ہوں...... امریکہ...... اپنے والدین کے پاس...... شاید والدہ کو میری ضرورت ہے...... میں نے انہیں پریشان بھی تو بہت کیا ہے......"

اس کے قدم منوں وزنی ہوگئے، وہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن حلق خشک ہوچکا تھا......

"آپ سب کے ایڈریسز میرے پاس ہیں میں آپ سب کو تہنیتی کارڈز بھیجا کروں گا۔ آپ لوگوں نے مجھے بہت اچھی کمپنی دی...... تھینکس آلاٹ......"

اُس کے کانوں میں شائیں شائیں ہوتی رہی......

"کل صبح دس بجے میری فلائٹ ہے...... زندگی رہی تو پھر کبھی کسی موڑ پر ملاقات ہوگی......"

اگلے روز صبح ماں جی نے اُسے جگایا تو اس نے "میری طبیعت خراب ہے" کہہ کر دوبارہ آنکھیں موند لیں...... پھر اس کی آنکھ جہاز کی آواز سے کھلی...... گھڑی دیکھی تو صبح کے دس بج رہے تھے وہ بھاگی بھاگی صحن میں آئی اور کھلے آسمان پر اُڑتے جہاز کو اُس وقت تک دیکھتی رہی جب تک کہ وہ نظروں سے اوجھل نہیں ہوگیا...... اس کے بعد وہ اپنے بستر پر ڈھے گئی اور اس کے آنسو تکیے میں جذب ہوتے رہے......

یہاں پڑھنے اور پڑھانے والوں کو غرض ہونی چاہیے کہ وہ صاف ستھرے ماحول میں اپنے اپنے فرائض انجام دیں......"

پھر ہشام صاحب نے تبدیلیوں کا ایک سلسلہ سا جاری کرنا چاہا...... لائبریری کے لئے کتابیں خریدی گئیں بلکہ بیرون ملک سے ریسرچ کے لئے جدید سامان آیا...... لیکن پھر یہ سلسلہ اچانک روکنا پڑا...... کیوں کہ ان کی ایکسپلینیشن کال آگئی تھی...... صدیوں سے جمود زدہ لوہان نہ صرف خود آگے بڑھنے کے لئے تیار نہ تھے بلکہ دوسروں کو آگے بڑھتا دیکھ کر اُن کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کررہے تھے۔ ہشام صاحب سے نہ صرف یہ کہ وضاحت طلب کی گئی بلکہ اُن پر یہ الزام بھی لگادیا گیا کہ وہ بیرون ملک سے کتابیں منگوانے کے بہانے اسمگلنگ میں بھی ملوث ہیں...... اور اس کی بنیاد پر انہیں عارضی طور پر معطل کردیا گیا...... اسٹوڈنٹس کی بڑی تعداد اب اُن کی دیوانی ہوچکی تھی، اُن کے ڈیپارٹمنٹ میں کئی روز کلاسوں کا بائیکاٹ ہوتا رہا...... اسٹوڈنٹس اُن کے گھر ملنے کے لئے آنا چاہتے تھے لیکن اُنہوں نے منع کردیا کہ میں گھر پر صرف پرائیویٹ تعلیم حاصل کرنے والوں کو ہی وقت دیا کرتا ہوں...... آپ میری شخصیت کو چھوڑ کر علم کو اہمیت دیں اگر آپ نے یہ بات سمجھ لی تو تبدیلی کا عمل جاری رہے گا...... میری جگہ بہت سے لوگ میرا کام سنبھال لیں گے......

انتظامیہ دباؤ ڈال رہی تھی لیکن طلباء و طالبات کلاس لینے کے لئے تیار نہ تھے...... چنانچہ ایک روز ہشام صاحب پر طلباء کو تخریبی کاموں کے لئے استعمال کرنے کا الزام لگا کر گرفتار کرلیا گیا...... یہ اُن کے لئے شدید جھٹکا تھا وہ ان سب باتوں کے لئے ہرگز تیار نہ تھے...... اُنہوں نے بمشکل اپنے والد کو فون کیا "میں شرط ہار چکا ہوں پاپا...... آپ جیت گئے......" اولاد پھر اولاد ہوتی ہے باپ کا دل بے چین ہوگیا اُس نے پاکستان میں اپنے ملک کے سفارت خانے فون کیا، وہاں سے محض ایک ٹیلی فون کال پر ہشام صاحب کو رہا

نہایت واجب الاحترام اور کہنہ مشق کہانی نویس اور اہل قلم خاتون محترمہ نورا کینہ قاضی نے اس کہانی میں قوم بنی اسرائیل کے حیلہ جوئی کے ایک عبرت انگیز واقعہ کو کہانی کے انداز میں رقم کیا ہے۔ یہ ایک منفی رویہ ہے۔ ہمیں اپنے معاشرے میں بھی حیلہ جوئی کے ذریعے احکاماتِ الٰہی سے چشم پوشی کے رویے اکثر نظر آجاتے ہیں۔ اس کہانی کا مطالعہ اگر اس منفی رویہ کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے کیا جائے تو تحریر کی مقصدیت کھل کر سامنے آسکے گی۔

"یہ تو تم لوگوں پر اللہ کی طرف سے بڑی کڑی اور ہولناک آزمائش آن پڑی ہے۔ مچھلی تو صدیوں سے ہم یہودیوں کا من بھاتا کھاجا چلی آرہی ہے۔ اس سے ایک دن کے لئے بھی محروم رہنا انتہائی صبر، جبر، ضبط و تحمل کا متقاضی ہے۔ اس آزمائش کو اللہ کی طرف سے ایک کڑی تنبیہہ سمجھنا چاہئے اور اس میں پورا اُترنے کی سعی کرنی چاہئے۔ اے یہودا! مجھے تو شدید خوف محسوس ہو رہا ہے۔ ہماری تاریخ گواہ ہے کہ جب کبھی اللہ کی طرف سے ہماری آزمائش کی گئی ہم اس میں پورے اترنے میں ناکام ہی رہے اور اس کی بارگاہ میں ملعون و مردود ٹھہرائے جاتے رہے طرح طرح کے عذابوں اور آلام کا مزہ چکھتے رہے"۔ شمعون کا لہجہ بے پناہ تشویش و اضطراب، خوف و گھبراہٹ سے لرزاں تھا۔ اس کے دوست یہودا نے، جو ایلہ سے اس سے ملنے برشعہ آیا تھا، وہاں کے جو حالات اسے سنائے تھے انہوں نے اسے بُری طرح سے لرزا کے رکھ دیا تھا۔ یہودا کے سرخ و سفید وجیہہ چہرے پر دھیمی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ اس کی آنکھوں میں عجیب معنی خیز سی چمک پیدا ہوگئی۔ "اس مرتبہ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ اہل ایلہ بنی اسرائیل کی تاریخ میں اللہ کی اس آزمائش میں پوری اترنے والی قوم کی حیثیت سے ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے"۔

شمعون کی بھنویں کمان ہوگئیں۔ وہ عمیق نگاہی سے اپنے دوست کو دیکھنے لگا۔ "یعنی تم لوگ اللہ کے حکم پر سختی سے کاربند ہو؟ سبت کے روز ہر قسم کے کاروبار اور مصروفیات سے مجتنب رہتے ہو۔ مچھلی کا شکار بھی نہیں کرتے؟"

یہودا کے چہرے کی مسکراہٹ اور آنکھوں کی معنی خیز چمک اور بھی گہری ہوگئی۔ "ہاں ہم یوم سبت کو کسی قسم کا کام نہیں کرتے۔ حتیٰ کہ گھروں میں چولہے بھی نہیں جلاتے۔ مچھلی تو در کنار کسی بھی جانور کا شکار نہیں کرتے۔ ہمارا یہ دن آرام و عبادات کے لئے مخصوص رہتا ہے۔ جو کوئی اس مقدس دن کی حرمت کو پامال کرتا ہے اسے سزائے موت دی جاتی ہے"۔

"اللہ تمہیں اس تسلیم و رضا کا بہترین اجر دے۔ تم لوگ اگر اسی طرح اس کے احکام پر کاربند رہے تو اس کی رحمت دیگر اس سے بعید نہیں کہ وہ تم لوگوں پر سے اپنی یہ آزمائش وابتلا اٹھالے۔ وہ اپنے بندوں پر کبھی ان کے ظرف سے بڑھ کر بار نہیں ڈالتا وہ ارحم الراحمین ہے"۔ شمعون نے جذب کے عالم میں کہا۔

"ہاں بے شک۔ تو کیا تمہارا یہ پختہ ارادہ ہے کہ تم میرے ساتھ ایلہ روانہ ہو جاؤ۔ تمہیں کیا یقین ہے کہ تمہاری سرکش اور نافرمان بیوی تمہارے ساتھ یہاں چلے آنے پر راضی ہو جائے گی؟ اس کے گھر والے کیا اسے

تمہارے ساتھ جانے دیں گے؟ وہ تو ہیں ہی تمہارے جانی دشمن"۔ یہودا نے استفہام کیا۔

شمعون نے گہری سانس لی۔ "اللہ مالک ہے۔ تم نے مجھے ایلہ کے جو حالات سنائے ہیں انہوں نے مجھے اپنے بیوی بچوں کی طرف سے شدید فکر و پریشانی میں مبتلا کردیا ہے۔ میں ہرگز نہیں چاہتا کہ ایسے حالات میں وہ وہاں رہیں۔ اگر وہ نیک بخت اپنی رنجشیں بھلا کر میرے ساتھ چلنے پر راضی ہوگئی تو مجھے امید ہے کہ ایسی صورت میں اس کے گھر والے کوئی ہنگامہ نہ کھڑا کریں گے"۔

یہودا کا چہرہ ہر قسم کے تاثرات سے خالی تھا۔ "اللہ کرے ایسا ہی ہو۔ آج کل کے حالات میں ایلہ میں رہنا واقعی بہت مشکل ہے۔ لیکن تمہیں شاید یقین نہ آئے کہ ان حالات کے باوجود ایلہ کا کوئی بھی باشندہ ترکِ وطن نہیں کررہا۔ سب لوگ وہیں رہ رہے ہیں اور اللہ کی اس آزمائش کا مزہ چکھ رہے ہیں"۔

شمعون نے مدبرانہ انداز میں سر کو جنبش دی "اپنا وطن پھر اپنا ہی ہوا کرتا ہے۔ اگر ایلہ میرا بھی وطن ہوتا تو میں بھی کسی بھی قسم کے حالات میں اسے چھوڑ کر کہیں بھی نہ جاتا۔ اپنے وطن میں رہتے ہوئے کسی آزمائش و ابتلا میں پورے اترنے کی کوشش ایک جہادِ عظیم سے کم نہیں"۔

"بے شک بے شک"۔ یہودا نے ہاتھ بلند کرتے ہوئے اس کی بات قطع کی۔ "ایسے لوگ بلا شک عظیم دنیاوی و اخروی انعامات کے مستحق ٹھہریں گے۔ لیکن فی الحال تو یہ باتیں کسی اور وقت کے لئے رکھ دو اور یہ بتاؤ کہ تم نے کیا یوسف سوداگر کے پاس چلنے کی تیاری کرلی؟"

"تیاری کیا کرنی ہے۔ گودام سے مال اٹھانا ہے اور اس کی طرف چل دینا ہے۔ مجھے اس سود خور سے چڑ ہے لیکن بر شعہ میں کوئی ایسا بڑا سوداگر نہیں جس کی وساطت سے اپنا مال فروخت کیا جاسکے"۔ شمعون بیزاری سے بولا۔

"ہاں یہ ہماری مجبوری ہے۔ خیر تم اب سو رہو۔ صبح کی باتیں صبح ہی دیکھی جائیں گی"۔ شمعون نے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

☆☆☆

یوسف سوداگر اک مشتِ استخوان سا برف سے سفید لمبے لمبے بالوں اور بے حد لمبی سفید داڑھی والا کوزپشت بوڑھا تھا۔ اس کی ناک طوطے کی چونچ کی طرح مڑی ہوئی تھی اور چھوٹی چھوٹی سیاہ آنکھیں ایسی چمک لئے ہوئے تھیں کہ انہیں دیکھتے ہوئے خوف سا محسوس ہوتا تھا۔ اس نے انتہائی مکروہ سی مسکراہٹ کے ساتھ ان دونوں کا استقبال کیا۔

"ربِ موسیٰ و ہارونؑ کی رحمتیں ہوں تم پر۔ تم تو بڑے عرصہ بعد آئے؟"

"میں بغرض تجارت مصر گیا ہوا تھا۔ وہاں سے یہ سامانِ تجارت لایا ہوں۔ اگر تم اسے معقول منافع پر فروخت کروادو تو بڑی مہربانی ہوگی"۔ شمعون بولا۔

یوسف سوداگر نے یہودا کی طرف دیکھا "اور اے یہودا۔ تمہارا کیا حال ہے؟ سنا ہے کہ اہلِ ایلہ پر بڑی کڑی آزمائش کا وقت آیا ہوا ہے۔ یوم سبت تو تم لوگوں کے لئے سراسر گھاٹے اور خسارے کا دن بن کر رہ گیا ہے۔ تم لوگ اس صورتحال سے نجات پانے کے لئے آخر اپنے ناخنِ تدبیر کو کیوں نہیں آزماتے؟"

"اس وقت ضرورت اپنے ناخنِ تدبیر آزمانے کی نہیں۔ اللہ کے حضور زیادہ توبہ استغفار کرنے اور اس کی ڈالی ہوئی آزمائش میں پورے اُترنے کی سعی کرنے کی ہے۔ اللہ اہلِ ایلہ سے ناراض ہے اسی لئے اس نے انہیں اس سبت کی آزمائش میں مبتلا کر رکھا ہے"۔ شمعون مضطربانہ بولا۔

یوسف سوداگر کے باریک ہونٹ عجیب معنی خیز سی مسکراہٹ سے کھنچ گئے "ہم یہودی تو صدیوں سے اپنے ناخنِ تدبیر آزماتے ہوئے اللہ کی جانب سے آن پڑنے والی ہر آزمائش و ابتلا کو اپنے حق میں ہموار کرتے چلے آرہے ہیں۔ گذشتہ زمانوں کی بھیانک اور کڑی آزمائشوں کے سامنے یہ سبت کی آزمائش تو کچھ بھی نہیں"۔

"اللہ کے واسطے ایسی باتیں نہ کرو!" شمعون گھبرا کر

بولا۔ "شاید تم سبت کی اس آزمائش کو معمولی سمجھ رہے ہو حالانکہ یہ بھی ایک بڑی صبر آزما اور کڑی آزمائش ہے۔ دعا کرنی چاہئے کہ اہلِ ایلہ اس آزمائش میں پورے اتریں"۔

یوسف سوداگر ان کا سامانِ تجارت دیکھنے لگا۔ پھر یکایک اس کے منہ سے تحیر زدہ سی آواز نکلی "اے یہودا! سبت کی پابندی کے باوجود اتنا ڈھیر سامانِ تجارت کیوں کر؟ اور یہ خشک مچھلی کی ایسی بھاری تعداد!"

"سبت ہی کی تو پابندی ہے۔ باقی دنوں کی تو نہیں"۔ یہودا بے نیازی سے بولا۔

"لیکن باقی دنوں میں اتنے بڑے پیمانے پر تجارت اور لین دین کیونکر ممکن ہے؟ اور مچھلیوں کا ایسا شکار؟" یوسف سوداگر مشکوک و متوحش نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

یہودا کے چہرے پر تکدر کے تاثرات نمودار ہوئے "سب کچھ ممکن ہے اگر بہترین منصوبہ بندی اور حکمت عملی کو بروئے کار لایا جائے۔ تم اپنے کاروبار سے غرض رکھو۔ یہ بیکار کا تجسس و تفتیش چھوڑو"۔

یوسف سوداگر نے شمعون کی طرف دیکھا جو مشکوک و متوحش نظروں سے یہودا کے مالِ تجارت کو دیکھ رہا تھا "ذرا دیکھو تمہارا دوست کیا کہتا ہے؟ اگر اس نے سبت کی خلاف ورزی کرکے یہ مال بنایا ہے تو میں اسے ہاتھ لگانے کا نہیں۔ مجھے معلوم ہی ہے کہ آٹے کے ساتھ گھن بھی پس جایا کرتا ہے"۔

"تم تو بے کار ہی خوفزدہ اور پریشان ہوتے ہو۔ یہ مالِ تجارت ہرگز سبت کی خلاف ورزی کرکے نہیں بنایا گیا۔ اگر پھر بھی اطمینان نہیں تو مجھے بھی تمہاری پرواہ نہیں۔ یہاں مال فروخت کرنے والی ایک تمہاری ذات ہی نہیں دوسرے لوگ بھی ہیں"۔ یہودا بگڑ کر بولا۔

یوسف سوداگر گھبرا گیا "تم تو ناراض ہوگئے۔ میں تو صرف اپنا اطمینان کرنا چاہتا تھا۔ ورنہ تمہارا مال فروخت کرنے سے مجھے کہاں انکار ہے"۔

اچھا ٹھیک ہے یہ میرا مال رکھ لو۔ میں فی الحال ایلہ واپس جارہا ہوں۔ کچھ عرصہ بعد آؤں گا تو تم سے منافع لے لوں گا"۔ یہودا بولا۔

یوسف سوداگر نے سر ہلایا۔ "ٹھیک ہے۔ کیوں شمعون تم مصر گئے تھے۔ ذرا وہاں کی تو سناؤ"۔

"کیا سناؤں۔ ہم یہودی کبھی بھول سکتے ہیں کہ کبھی مصر ہمارا وطن ہوا کرتا تھا۔" شمعون حسرت بھرے لہجے میں بولا۔

یوسف سوداگر نے ایک سرد آہ بھری۔ "ہاں! تم نے تو اک تیر میرے دل میں ترازو کیا۔ میرے باپ کا باپ عمر بھر اس پر گریہ کناں رہا کہ فرعون اور اس کے لاؤ لشکر کی غرقابی کے بعد اگر موسیٰؑ ہمیں صحرائے سینا کے شورہ زاروں میں بھٹکانے اور خدا کے قسما قسم عذابوں اور آزمائشوں کا مزہ چکھانے کے واپس مصر لے جاتے تو اس زرخیز و خوشحال ملک کے اس وقت ہم مالک ہوتے۔ وہاں ہم عیش و آرام کی زندگیاں گزار رہے ہوتے۔ خوب پھل پھول رہے ہوتے!"

"ہاں ہماری مثال تو ایسے ہوئی کہ ایک بکری پر بھیڑیئے نے حملہ کیا۔ چرواہا اسے اس موذی سے چھڑانے کی کوشش کرنے لگا تو اس کی کوشش میں بکری ہی کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے"۔ یہودا تلخی سے بولا۔

"اس میں جناب موسیٰؑ کو قصوروار ٹھہرانے کا کوئی جواز نہیں۔ انہوں نے جو کچھ کیا خدا کے حکم سے کیا۔ وہ اپنی مرضی کے کہاں مالک و مختار تھے۔ یہ رہا میرا سامانِ تجارت۔ میں مصر سے فی الحال اتنا کچھ ہی لاسکا ہوں"۔ شمعون بولا۔

"اتنا بھی غنیمت ہے"۔ یوسف سوداگر اس کے مالِ تجارت کو نظروں ہی نظروں میں تولتے ہوئے بولا۔ "ابھی چند دنوں بعد فلسطینیوں کا ایک بڑا بھاری تجارتی قافلہ یہاں آرہا ہے۔ اس لئے جتنا بھی مالِ تجارت مل جائے غنیمت ہے"۔ پھر کوئی خیال آتے ہی اس کے باریک ہونٹوں پر ایک خباثت بھری مسکراہٹ پیدا ہوگئی۔ "اے یہودا۔ یہ

فلسطینی تمہارے مطلب کی چیزیں بھی لا رہے ہیں...... حسین کنیزیں......" یہودا کی آنکھوں میں ایک دم ہی ہوس و اشتیاق کی تیز چمک پیدا ہو گئی۔

"واقعی ؟ پھر تو میں اپنا ایلہ واپس جانے کا ارادہ کچھ دنوں کے لئے ملتوی کئے دیتا ہوں۔ تم جانتے ہی ہو کہ میں حسین چیزوں کا کتنا شیدائی ہوں۔ حُسن تو میری کمزوری ہے"۔

شمعون نے خشمگین نظروں سے یوسف سوداگر کو گھورا "تمہیں بھی ایسے ہی موقعے پر حسین کنیزیں یاد آنی تھیں۔ اے یہودا! تمہیں اللہ کا واسطہ! یہ وقت عیاشی کا نہیں۔ زیادہ سے زیادہ توبہ استغفار اور عبادات کا ہے۔ اس بے ہودہ سودے کو چھوڑو اور میرے ہمراہ ایلہ چلے چلو۔ میں اپنے بیوی بچوں کی طرف سے بے حد پریشان ہوں"۔

"تمہارے بیوی بچوں سے بھلا یہودا کو کیا مطلب ؟ تمہیں جانا ہے تو شوق سے ایلہ چلے جاؤ۔ یہودا کو یہیں رہنے دو"۔ یوسف سوداگر عیاری سے بولا۔

"ہاں اے شمعون مجھے یہیں رہنے دو تو اچھا ہے۔ حسین کنیزوں کا ذکر سننے کے بعد اب میرے لئے اپنے راہوارِ شوق کو لگام دیے رکھنا ممکن نہیں"۔ یہودا لحہ بہ لحہ سرخ ہوتے ہوئے چہرے کے ساتھ بولا۔

شمعون نے ملامت بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھا "افسوس اے یہودا اس موقع پر بھی تم ذرا عقل و ہوش کے ناخن نہیں لے رہے۔ تمہیں عیاشی کی سوجھ رہی ہے یہ خیال ذرا نہیں آرہا کہ تمہاری قوم اللہ کی کس آزمائش و ابتلا میں مبتلا ہے"۔

یہودا کے چہرے پر ناگواری اور اکتاہٹ کے تاثرات نمودار ہوئے۔ "ایلہ کی باتیں ایلہ تک ہی رہنے دو اس لئے مجھ سے ایلہ چلنے پر اصرار نہ کرو۔ وہاں ویسے بھی مجھے کوئی خاص کام نہیں۔ میں بعد میں وہاں پہنچ جاؤں گا"۔

شمعون نے گہری سانس لی۔ "اچھا جو تمہاری مرضی۔ چلو اب گھر تو چلیں"۔

"ہاں چلو"۔ یہودا اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ "دیکھو بھائی"۔ وہ یوسف سوداگر کی طرف مڑا۔ "جب فلسطینیوں کا قافلہ آئے تو مجھے اطلاع کر دینا"۔ یوسف سوداگر مسکرایا۔ "ضرور۔ فکر ہی نہ کرو"۔

☆☆☆

گھر پہنچ کر شمعون ایلہ جانے کی تیاریاں کرنے لگا۔ اس کے غلام اونٹوں پر زادِ سفر لادنے لگے۔ یہودا خاموشی سے یہ تیاریاں دیکھ رہا تھا۔ پھر جب شمعون کی سب تیاریاں مکمل ہو چکیں اور وہ سفر کے لئے لباس تبدیل کر کے آگیا تو اس نے اس سے کہا "اے شمعون تم ایلہ جا رہے ہو لیکن وہاں تم ٹھہرو گے کہاں ؟ تمہاری بیوی کے گھر والے تو ہرگز خوش آمدید نہ کہیں گے"۔

"اگر تم میرے ساتھ چلتے تو میں تمہارے ہی گھر ٹھہر جاتا۔ اب کسی سرائے میں ٹھہر جاؤں گا"۔ شمعون بولا۔

"آخر نحمیاہ کے گھر ہی کیوں نہ چلے جاؤ؟ وہ تمہارا رشتہ دار بھی تو ہے"۔

"ہاں لیکن اب اس کے ساتھ میرے تعلقات اچھے نہیں رہے۔ میری بیوی کے باپ بھائیوں نے اسے بھی میرے خلاف کر دیا ہے"۔

"اچھا جیسی تمہاری مرضی۔ اللہ تم کو اپنی امان میں رکھے"۔

"اگر اپنے گھر والوں کو کوئی پیغام دینا ہے تو دے دو"۔

"نہیں کوئی نہیں۔ وہاں کسی کو ہرگز نہ بتانا کہ میں یہاں کس غرض سے رک گیا ہوں"۔

"خاطر جمع رکھو۔ حسابِ دوستاں در دل"۔ شمعون اونٹ پر سوار ہو گیا۔ غلاموں نے دوسرے اونٹ بھی ہنکائے اور یہ قافلہ ایلہ روانہ ہو گیا۔

ایلہ پہنچتے ہی جس آدمی سے سب سے پہلے شمعون کا سامنا ہوا وہ نحمیاہ تھا "اے شمعون۔ ربِّ موسیٰؑ و ہارونؑ کی رحمتیں تم پر سایہ فگن ہوں۔ تم یہاں کیسے آگئے ؟"

شمعون اونٹ روک کر متحیرانہ اسے دیکھنے لگا "اے نحمیاہ۔ تم تو میرے بڑے مخالف اور دشمن ہوا کرتے تھے۔ یہ مزاج پرسی کیسی ؟"

نحمیاہ کے چہرے پر ندامت کی سرخی لہرائی "اسے بھول جاؤ شمعون۔ اس وقت میں شیطان کے بہکاوے میں آگیا تھا۔ اب میرا دل بالکل صاف ہے۔ چلو میرے گھر۔ وہاں قیام کرو"۔

لیکن شمعون متذبذب سا اسے دیکھ رہا تھا "میں تم پر بھلا کیوں کر اعتبار کروں ؟ ابھی تھوڑے ہی عرصہ کی تو بات ہے جب میری بیوی کے باپ بھائیوں کے بہکاوے میں آکر دشمنِ جان بنے ہوئے تھے۔ مجھے ایلہ بدر کرنے میں تمہارا بھی ہاتھ تھا"۔

"مجھے معاف کر دو شمعون۔ میں تمہارے سامنے ہاتھ جوڑتا ہوں۔ اللہ کا ایک نیک اور صالح بندہ معافی کی درخواست رد نہیں کرتا"۔ نحمیاہ کا لہجہ گڑگڑاتا ہوا سا تھا۔

"نعوذ باللہ! میں بھلا ایسا کیوں کرنے لگا۔ لیکن یہ بتاؤ تمہاری اس تبدیلی کی وجہ ؟"

"پہلے تم میرے گھر چلو۔ وہاں قیام کرو۔ پھر میں سب کچھ بتاتا ہوں"۔

شمعون نے عمیق نگاہی سے اس کی طرف دیکھا "اچھا۔ اب اگر تمہارے دل میں میرے خلاف کوئی نفرت یا عداوت نہیں تو خیر۔ تمہارے گھر قیام کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں"۔

نحمیاہ کا وسیع و عریض گھر خالی خالی سا تھا۔ کیونکہ اس میں صرف وہ اور اس کی بوڑھی نابینا ماں ہی رہتے تھے۔ شمعون نے وہاں پہنچ کر اس کی بوڑھی ماں سے علیک سلیک کی پھر نہا دھو کر نحمیاہ کے ہمراہ ایک کمرے میں آبیٹھا۔

"تو کیا تم تنہا ہی بر شعہ سے آئے ہو ؟ یہودا نہیں آیا تمہارے ساتھ ؟" نحمیاہ نے استفہام کیا۔

"نہیں وہ اپنا مالِ تجارت فروخت کرنے وہاں رک گیا ہے۔ شاید چند روز تک آجائے۔ ہاں اب تم مجھے بتاؤ مجھ سے نفرت اور دشمنی یوں مروت و خلوص میں کیسے بدل گئی ؟"

نحمیاہ نے رُکتی رُکتی سی گہری سانس لی "یہودا نے بتایا ہی ہوگا کہ ہم ایلہ والوں پر اللہ کی طرف سے کیسی آزمائش آن پڑی ہے ؟"

شمعون کو جھرجھری سی آگئی "ہاں۔ اے نحمیاہ مجھے تو یہاں آکر بے حد خوف سا محسوس ہو رہا ہے۔ اللہ رحم کرے ایلہ والوں پر اور انہیں اس کڑی آزمائش میں پورا اُترنے کی توفیق عطا فرمائے۔ کچھ بتاؤ یہاں کے حالات کیسے ہیں ؟"

"یہاں کے حالات ہی نے تو مجھے یوں تبدیل کر دیا ہے۔ صرف میں ہی نہیں۔ صراطِ مستقیم سے بھٹکے ہوئے بہت سے لوگ اللہ کی اس آزمائش و ابتلا کے نتیجے میں اپنے گناہوں سے توبہ کر کے سچے مسلمان بن چکے ہیں۔ لیکن ان کی تعداد خاصی کم ہے۔ جن لوگوں نے اپنے آباؤاجداد کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اللہ کو دھوکہ دینا اور اس کے احکامات کی تضحیک کرنا داخلِ فطرت بنا رکھا ہے وہ کثیر التعداد ہیں۔ بد قسمتی سے انہی لوگوں میں تمہاری بیوی اور اس کے باپ بھائی بھی شامل ہیں"۔

شمعون کا چہرہ فرطِ خوف سے سفید پڑ گیا "میرے خدا! یہ تو بہت بُرا ہوا۔ بہت بُرا! سراسر ہلاکت! سراسر تباہی! اے نحمیاہ! تم لوگوں نے کیا انہیں سمجھانے کی کوشش نہیں کی ؟ انہیں اللہ کی سخت گرفت سے آگاہ نہیں کیا ؟"

نحمیاہ نے مایوسانہ سر کو جنبش دی۔ "جن لوگوں کے دلوں پر قفل پڑ چکے ہوں۔ جو شعور و فہم کے دروازے اپنے اوپر بند کر چکے ہوں۔ جن کے دماغوں میں اللہ کا چہیتا اور لاڈلا ہونے کا خنّاس بھرا ہوا ہو۔ جنہیں اس کے احکامات کی تضحیک و تحقیر کرنے اور انہیں توڑ موڑ کر اپنے حق میں نافع بنا لینے میں لطف آتا ہو ان پر پند و نصائح کا بھلا کیا اثر ہو سکتا ہے ؟"

(جاری ہے)

*

میرا پیغام ہے!

آپ اپنے کسی دوست، رشتہ دار، معاشرے کے کسی فرد یا روحانی ڈائجسٹ کے کسی مضمون نگار کے نام کوئی پیغام دینا چاہتے ہوں تو ہمیں ایک صفحے پر تحریر کر کے ارسال کر دیجئے۔ ذاتی نوعیت کے پیغامات میں جس شخص کو پیغام بھیجا جا رہا ہے اس کا مکمل پتہ بھی تحریر کریں۔ یہ ایڈریس صیغہ راز میں رہے گا۔ مستند کردہ ایڈریس کے بغیر پیغام کی اشاعت ممکن نہ ہوگی۔

☆......میرا پیغام الشیخ عظیمی کے نام ہے!
ہم سفر بختوں پہ اتنی تو دیا کیجئے
خواب سی منزل کو پانے کی دعا دیجئے
(امبر انصاری۔ کراچی)

☆......میرا پیغام منیر ولد حاجی دلو محمد کے نام ہے!
آپ کو تین سال ہو گئے ہیں کراچی شفٹ ہوئے اس دوران آپ نے نہ خط لکھا اور نہ ٹیلی فون کیا ہے۔ آپ کے خط کا انتظار رہے گا۔
(منظور احمد۔ مکران)

☆......میرا پیغام ٹریفک کے اہلکاروں کے نام ہے!
آپ سے میری گذارش ہے کہ براہ مہربانی ان بسوں اور ویگنوں کا سختی سے نوٹس لیا کریں جن میں لیڈیز کمپارٹمنٹ میں مردوں کو بلا تکلف چڑھایا جاتا ہے۔ ایسی گاڑیوں کا چالان ہونا چاہئے اور ان مرد حضرات سے میں یہ کہنا چاہوں گی کہ اگر آپ لوگ دوسروں کی عزت اور احترام کرتے ہوئے صرف جینٹس کمپارٹمنٹ میں ہی سفر کریں تو کوئی بھی گاڑی والا آپ کو لیڈیز کمپارٹمنٹ میں نہیں چڑھا سکتا اور ان بسوں کے ڈرائیوروں کنڈیکٹروں سے میں یہ کہنا چاہوں گی کہ اگر آپ کچھ پیسوں کی خاطر یہ ناجائز حرکت نہ کریں تو ہمارے معاشرے کی خواتین بھی سکون سے بسوں اور ویگنوں میں سفر کر سکتی ہیں۔ ہمارا معاشرہ اتنا بے باک نہیں کہ ہم ایک ہی کمپارٹمنٹ میں بآسانی سفر کر سکیں۔
(ارجمند اعجاز۔ کراچی)

☆......میرا پیغام تمام ابنائے وطن کے نام،
اللہ پر توکل کریں، انسان دوست بنیں، انسانیت کی خدمت کو اپنا شعار بنائیں اور راقم الحروف کے اس قطعے کو یاد رکھیں
اللہ پر بھروسہ فتح و ظفر کا ضامن!
انسان کے دوست ہو تم، ہمت کبھی نہ ہارو!
خدمت کی شمع دل میں روشن رہے ہمیشہ
خود جل کے نور دینا شیوہ ہے اس کا یارو!
(تنویر پھول۔ کراچی)

☆......میرا پیغام ہر اس ساس کے نام ہے!
جو اپنی بہو کو بیٹی نہیں سمجھتی بلکہ ایک دوسری لڑکی سمجھتی ہیں اس کے علاوہ میں ہر بہو سے بھی التجا کروں گی کہ خدا را اپنی ساس کو ماں کا درجہ دیں۔ اسی میں ان سب کی بھلائی ہے۔
(رخسار بلوچ۔ ٹھری میرواہ)

☆......میرا پیغام فرید احمد بھائی اور ستار بھائی کے نام ہے!
"مجھے بہت افسوس ہے کہ میں اپنی مصروفیت کی وجہ سے آپ کے فری میڈیکل کیمپ میں شرکت نہ کر سکا امید ہے آپ کچھ محسوس نہ کریں گے"۔
(کامران بلوچ قادری۔ ملازی پور، کراچی)

☆......میرا پیغام قارئین روحانی ڈائجسٹ کے نام ہے!
مجھے 1999 کے روحانی ڈائجسٹ کے تمام شماروں کی اشد ضرورت ہے اگر قارئین میں کسی کے پاس ہوں تو براہ مہربانی درج ذیل ایڈریس پر ارسال کر دیں۔
سجاد علی راجہ
سجاد PCO نزد پولیس لائن اینڈ واٹر ڈسپوزل، کچہری روڈ۔ نواباہ
(سجاد علی راجہ۔ نواباہ سندھ)

☆......میرا پیغام عظیمیہ روحانی لائبریری شکارپور کے لائبریرین شاہد احمد کے نام ہے!
پیارے دوست میں آپ کو شہر شکارپور میں عظیمیہ روحانی لائبریری قائم کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں جس کی بڑے عرصے سے سخت ضرورت تھی۔ میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وارث ابدال حق قلندر بابا اولیاؒ کے مشن کو آگے بڑھانے میں کامیابی عطا فرمائے۔ آمین
(رئیس احمد میمن۔ شکارپور)

☆......میرا پیغام ایسے تمام لوگوں کے لئے ہے جو غصے پر قابو نہیں پاتے!
غصہ حرام ہے جو نہ صرف آپ کی شخصیت بلکہ آپ کی صحت پر برے اثرات مرتب کرتا ہے۔ لہٰذا صبر و تحمل اور بردباری سے اپنی اس بدعادت پر قابو پایئے۔
(محمد سلیم شہزاد۔ لاہور)

☆......میرا پیغام پیارے دوست رضوان کے نام ہے!
آپ کو سالگرہ مبارک ہو اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کو زندگی کی ہر خوشی، ہر نعمت اور لمبی عمر عطا کرے اور آپ کا دل ایمان کے نور سے منور کرے۔ آمین
(نورالدین بھٹو۔ خیرپور میرس)

☆......میرا پیغام چین میں مقیم پاکستانیوں کے لئے اور اردو لکھنے اور پڑھنے والے چینی بھائیوں کے نام ہے!
میں ان سے قلمی دوستی کرنا چاہتا ہوں قارئین روحانی ڈائجسٹ سے بھی درخواست ہے کہ آپ چین میں کسی لڑکے سے قلمی دوستی کرنے میں میری رہنمائی کریں۔ میں آپکا مشکور ہونگا
(آصف علی مغل۔ رحیم یار خان)

گذشتہ قسط کا خلاصہ : عاقب حیران ہو رہا تھا کہ وہ اتنی جلدی انقرہ سے کھنڈر کیسے پہنچ گیا۔ گھوڑا عاقب کو پہاڑوں کی طرف لے گیا جہاں اسے رحمٰن بابا مل گئے۔ عاقب تھوڑی دیر باتیں کرتا رہا پھر سو گیا اس نے خواب دیکھا جس میں اسے دنیا کی ہر چیز میں رحمٰن بابا کا عکس نظر آیا یہاں تک کہ اسے اپنے وجود میں بھی رحمٰن بابا جلوہ گر نظر آئے خواب ہی میں اس سے سوال کیا گیا کہ جب سب رحمٰن بابا ہیں تو تم کون ہو اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے خواب رحمٰن بابا کو سنایا۔ رحمٰن بابا نے عاقب کو کچھ وظائف بتائے اور زمان خان سے ملایا۔ ایک رات عاقب نے خواب میں ایک فرشتہ دیکھا اور خضر بابا کو دیکھا کہ ان کی پیشانی سے روشنی نکل رہی تھی۔ رحمٰن بابا کے ساتھ عاقب کو تین سال گزر گئے ایک دن رحمٰن بابا نے عاقب سے کہا کہ آسام کی پہاڑیوں کے کسی غار میں اللہ کے نیک بندے پانچ سو سال سے سوئے ہوئے ہیں۔ تم وہاں کل صبح ہی روانہ ہو جاؤ اور ان کے ساتھ مل کر اجڑی ہوئی زمین کی مانگ میں سیندور بھرو۔ عاقب نے سر تسلیم خم کر دیا............**(اب آپ آگے پڑھئے)**

یہ لوح محفوظ کی کہانیوں میں سے ایک انمٹ کہانی ہے
جو دل کے تاروں پر بار بار دہرائی جانے والی ہے ......

چھٹی قسط

زمان خان بے ساختہ بولا "خوچہ ابھی تو ہم نے تم سے اپنے دل کی بات بھی نہیں کی اور تمہارا جانے کا وقت آگیا"۔ رحمٰن بابا اور عاقب دونوں کھلکھلا کے ہنس پڑے۔ رحمٰن بابا ہنستے ہوئے بولے "زمان خان آج تمہارے ہی لئے ہم نے عاقب کو روک لیا ہے"۔ تھوڑی دیر بعد عاقب اور زمان خان بکریوں کے پاس آگئے۔ دونوں نے مل کر پہلے ان کو چارہ دیا پھر دودھ نکالنے کے کاموں میں لگے رہے۔ جب سب کام سے فارغ ہوئے تو آرام سے بیٹھ گئے۔ اب عاقب نے زمان خان سے پوچھا "ہاں تو زمان بھائی کیا کہتا ہے دل تمہارا۔ کچھ کہتا ہے یا ابھی اور انتظار کرو گے"۔

زمان خان لمبی سانس لیتے ہوئے بولا "عاقب بھائی سچ بات تو یہ ہے کہ ہمارا قصہ بھی کیا قصہ ہے، ہے بھی اور نہیں بھی۔ پتہ نہیں تم کو کیسا لگے"۔

عاقب نے مسکرا کے کہا "زمان خان اتنے دن ہو گئے ساتھ رہتے ہوئے پھر بھی تم ہم کو غیر سمجھتا ہے"۔

زمان خان جوش میں بولا "خدا کی قسم ہم تم کو بالکل اپنا سمجھتا ہے"۔

عاقب نے کہا "تو پھر ادھر ادھر کی باتیں چھوڑو اور جلدی سے بتاؤ جو کہتا ہے"۔

زمان خان نے کہا "ہم تم کو اپنی پوری زندگی کا حال سنانا چاہتا ہے۔ مگر مشکل تو یہ ہے کہ ہم کو اپنے شروع کا ہی نہیں پتہ۔ جب ہم نے آنکھ کھولی تو اپنے آپ کو ایک ایسے گھر میں پایا جو سردار کا گھر تھا۔ قبیلے کا سردار جس کے پاس گھوڑے، بکریاں، گائیں سب کچھ تھیں۔ بڑی سی حویلی تھی۔ زمینیں تھیں۔ ہم اس وقت پانچ چھ سال کا تھا۔ سردار کی بیوی اور چار بچے بھی تھے۔ لڑکی سب سے چھوٹی تھی۔ جو چار سال کی تھی۔ باقی اس سے بڑے تین بیٹے تھے۔ ہم کو سردار نے بکریاں چرانے پر رکھا تھا۔ وہیں کھلی زمین پر ایک چھوٹی سی جھونپڑی تھی۔ جس میں ہماری رہائش تھی۔ حویلی کی نوکرانی ہم کو کھانا دیا کرتی تھی۔ کبھی کبھی سردار کے بچے زمینوں پر سیر کے لئے آجاتے۔ تو لڑکی میرے ساتھ کھیلتی۔ وہ بکریوں کو چھو کر بہت خوش ہوتی اور میرے ساتھ بانسری بجاتی۔ دو تین سال اسی طرح گزر گئے۔ ایک دن میں نے نوکرانی سے پوچھا۔ میرے ماں باپ کہاں ہیں۔ میں یہاں کیسے آیا۔ وہ بولی۔ سردار غریب بچوں کو ان کے ماں باپ سے خرید لیتا ہے۔ اب تو کبھی اپنے ماں باپ سے نہیں مل سکے گا۔ آٹھ نو سال کی عمر میں ذہن بار بار یہ سوال کرتا کہ میں اپنے ماں باپ سے کیوں نہیں مل سکتا۔ مگر ملنے کے لئے کوئی تدبیر ذہن میں نہ آئی۔ سردار سے تو کبھی بات نہیں ہوتی تھی۔ وہ زمینوں پر کبھی آتا بھی تو اس کے ساتھ دوسرے لوگ ہوتے۔ اس کے حلئے سے ہی رعب محسوس ہوتا۔ دو چار دفعہ نوکرانی سے کہا بھی مگر وہ کہتی تو پاگل ہوا ہے۔ یہاں پیٹ بھر کر روٹی ملتی ہے۔ پھر ماں باپ کو لے کر کیا کرے گا۔ جو تجھے دو وقت کی روٹی بھی نہیں دے سکتے۔

ایک دن عید تھی۔ اس روز سردار کی بیگم نے سب نوکروں کو اپنی حویلی پر بلایا۔ سب لوگ جمع ہوئے۔ باہر صحن میں کھانا کھلایا گیا اور سب کو کپڑے دیئے گئے۔ اس وقت سردار کہیں باہر تھا۔ میں نے ہمت کر کے سردارنی سے پوچھا۔ بیگم صاحب میرے ماں باپ کدھر ہیں۔ میں عید پر ان سے ملنا چاہتا ہوں۔ اس نے غور سے کچھ دیر تک میری طرف دیکھا کچھ سوچ میں پڑ گئی۔ کیونکہ اور بھی نوکر وہاں موجود تھے۔ پھر بولی تمہارے ماں باپ مر چکے ہیں اب تم ان سے کبھی نہیں مل سکو گے۔ سردار جی کی لڑکی بھی پاس کھڑی تھی۔ وہ بولی۔ کیا سچ مچ ماں باپ مر چکے ہیں۔ بیگم صاحبہ نے کہا۔ تمہارے لانے والے نے مجھے یہی بتایا تھا۔ چھ سال کی عمر میں جب یہ ہمارے پاس آیا تو تمہارے لانے والے اسے کریم دادا کے پاس چھوڑ دیا تھا۔ جو زمینوں پر سویا کرتے تھے اور بھیڑ بکریوں کی دیکھ بھال کرتے تھے۔ یہ ان ہی کے پاس رہا۔ مگر تین سال بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ تب سے یہ اکیلا ہی بھیڑ بکریوں کی دیکھ بھال کر لیتا ہے۔ پھر وہ مجھ سے مخاطب ہوئی اور بولی، اب تم دودھ نکال لیتے ہو میں نے کہا نہیں بیگم صاحب صرف چارہ دینا ہی میرا کام ہے باقی دودھ نکالنے کے لئے ایک اور آدمی آتا ہے۔ بیگم صاحب نے شفقت سے میرے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا زمان خان آج سے تم دودھ دوہنا بھی سیکھ لو۔ اب تو تم کافی بڑے ہو گئے ہو۔ میں نے اس دن سے دودھ نکالنا بھی شروع کر دیا۔ کبھی کبھی سردار کی بیٹی زمینوں پر آجاتی اور وہ بھی کھیل ہی کھیل میں دودھ نکالنے بیٹھ جاتی۔ دن گزرتے رہے۔ پھر کبھی میں نے کسی سے اپنے ماں باپ کے متعلق نہیں پوچھا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ مر چکے ہیں۔ اگر زندہ ہوتے تو کبھی تو مجھ سے ملنے آتے۔ اسی طرح ہم جوان ہو گیا۔ سردار کی بیٹی بھی جوان ہو چکی تھی۔ سوتے جاگتے ہر وقت وہی میرے خیالوں پر چھائی رہتی۔ شاید وہ بھی میرے لئے ایسا ہی سوچتی تھی۔ کیونکہ اکثر بانسری سننے کے بہانے زمینوں پر آجاتی اور جب میں اس کے لئے بانسری بجاتا تو نہ جانے کہاں سے سُر آکر بانسری میں سما جاتے۔ کبھی کبھی تو وہ ایسی مدہوش ہو جاتی کہ اس کا سر میرے شانوں سے ٹکرا جاتا۔ مجھے یوں لگتا جیسے بھرا ہوا ساغر کسی نے میرے اندر انڈیل دیا ہے۔ مگر کچھ ہی دنوں بعد اس کی شادی دوسرے قبیلے کے سردار کے بیٹے سے ہو گئی۔ مجھے یوں لگا جیسے میرے اندر سے جان کھینچ لی گئی ہے۔ بے جان لاش کا بوجھ خود مجھ سے اٹھایا نہ گیا۔ میں وہاں

سے بھاگ نکلا۔ مگر کس طرح بھاگ نکلا یہی تو اصل قصہ ہے"۔

عاقب نے کہا "زمان خان مجھے تو سارا قصہ ہی اصل لگ رہا ہے۔ کہتے جاؤ"

زمان خان نے پھر اپنی بات شروع کی "عاقب بھائی! جس دن اس کی شادی ہوئی میں بھی دوسرے نوکروں کے ساتھ مل کر حویلی کے کاموں میں لگا تھا۔ رات کو جب اپنے حجرے میں آیا تو آدھی رات تک نیند نہ آئی۔ پھر روز ہی ایسا ہونے لگا کہ نیند نہ آتی اور دن کو بھی کام میں دل نہ لگتا۔ دن بدن بیزاری بڑھتی چلی گئی۔ نہ بانسری کو ہاتھ لگانے کو جی چاہتا۔ نہ بکریوں کو چھونے کو دل کرتا۔ میں اپنی زندگی سے بیزار ہو گیا۔ ہر وقت بھاگ جانے کو جی چاہتا۔ کچھ سمجھ میں نہ آتا۔ ایک رات بڑی مشکل سے آنکھ لگی۔ تو خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ پہاڑ پر کھڑے مجھے زور زور سے آوازیں دے رہے ہیں۔ زمان خان۔ زمان خان میری آنکھ کھل گئی۔ تو جاگنے پر بھی ان کی آواز میرے کانوں میں گونج رہی تھی۔ دوسری رات پھر میں نے ایسا ہی خواب دیکھا کہ پہاڑ پر ایک بزرگ کھڑے ہیں اور میری طرف ہاتھ بڑھا کر مجھے پہاڑ پر چڑھنے کا اشارہ کر رہے ہیں۔ وہ سارا دن میں سوچتا رہا کہ یہ کون بزرگ ہیں۔ اس خواب نے جیسے میرے مردہ جسم میں نئی روح پھونک دی۔ میرے اندر نئی لگن اور نئی جستجو پیدا ہو گئی۔ تیسری رات میں دعائیں مانگ کر سویا کہ آپ کون ہیں اور کس پہاڑ پر رہتے ہیں۔ مجھے ایک ٹھکانہ بتائیں۔ اسی رات خواب میں دیکھا کہ زمینوں کے باہر جو سڑک پہاڑ کی طرف جا رہی ہے۔ اس سڑک پر میں جا رہا ہوں اور مجھے معلوم ہے کہ مجھے کہاں جانا ہے۔ میں بڑے اطمینان سے سڑک پر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا جا رہا ہوں۔ یہاں تک کہ سڑک ختم ہو گئی اور پتھریلا میدان آ گیا۔ کچھ دیر اس پتھریلے میدان میں سڑک کی سمت ہی چلتا گیا۔ سامنے ایک اونچا ٹیلہ آ گیا۔ اس ٹیلے کے اوپر چڑھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس کے پار ایک قبیلہ ہے۔ میں اس قبیلے میں جیسے سب کو جانتا ہوں۔ جیسے ہی میں وہاں جاتا ہوں۔ ایک عورت میرے پاس آتی ہے۔ میری پیشانی کو بوسہ دیتی ہے۔ کہتی ہے زمان خان تجھے تو میرا بیٹا ہونا چاہئے تھا۔ پھر اسی طرح بہت سے لوگ آکر مجھے بہت محبت کے ساتھ ملتے ہیں۔ جیسے میں ان کے قبیلے کا فرد ہوں۔ پھر میں اس قبیلے کے درمیان سے گزرتا ہوا پھر سیدھی سڑک پر آگے بڑھتا جاتا ہوں۔ کئی ٹیلوں کو پار کرنے کے بعد ایک پہاڑ کے دامن میں پہنچتا ہوں۔ جیسے ہی دامن میں پہنچتا ہوں۔ پہاڑ پر وہی بزرگ دکھائی دیئے۔ انہوں نے پہاڑ پر کھڑے ہوئے میری جانب اپنا داہنا ہاتھ بڑھایا اور مجھے بازو سے پکڑ کر پہاڑ پر اٹھالیا۔ مجھے گلے سے لگاتے ہوئے بولے۔ زمان خان تو کہاں تھا اور پھر میں جاگ گیا۔ اس وقت ابھی صبح کا اجالا نمودار نہیں ہوا تھا۔ صبح ہونے میں ابھی ایک ڈیڑھ گھنٹہ باقی تھا۔ مجھے یوں محسوس ہوا کہ وہ بزرگ مجھے اپنی طرف کھینچ رہے ہیں۔ میں نے جلدی سے اپنی بانسری اٹھائی۔ کپڑے گٹھری میں باندھے۔ رات کی بچی ہوئی روٹی اور دودھ پیا اور نکل کھڑا ہوا۔ مجھے ڈر تھا کہ اجالے میں مجھے کوئی روک نہ لے۔ میں جوان اور تندرست تھا"۔

عاقب نے مسکراتے ہوئے کہا "وہ تو تم اب بھی ہو"۔

زمان خان نے بھی مسکرا کے اپنا قصہ جاری رکھتے ہوئے کہا "میں بہت ہی تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے اپنے سفر پر چل پڑا۔ خواب کے خاکے میرے دماغ میں تھے۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے میں خواب میں داخل ہو چکا ہوں۔ پو پھٹنے تک میں ٹیلے کے پار والے قبیلے تک پہنچ چکا تھا۔ جیسے ہی میں اس قبیلے میں داخل ہوا۔ خواب والی عورت میرے پاس آئی۔ میری پیشانی کو بوسہ دیا۔ اور کہنے لگی زمان خان تجھے تو میرا بیٹا ہونا چاہئے تھا۔ کمال کی بات تو یہ ہے کہ اس وقت یہ سب لوگ مجھے اپنے سے لگے جیسے خواب میں احساس ہوا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے سب لوگ میرے انتظار میں تھے۔ میں کہیں گیا ہوا تھا۔ یہ سب میرے آنے کا انتظار کر رہے

تھے۔ مجھے یہ سب باتیں بالکل عجیب نہیں لگیں۔ وہ عورت کہنے لگی۔ تم اسے دفنا آئے میں نے کہا۔ ہاں اماں میں اسے دفنا آیا۔ سب لوگوں کے ساتھ میں نے ناشتہ کیا۔ بہت سے لوگوں نے مجھے راستے کے لئے توشہ دیا اور مجھے پھر رخصت کر دیا۔ بولے۔ رحمٰن بابا تمہارے انتظار میں ہیں۔ ہم تم کو زیادہ دیر نہیں روکیں گے۔ میرے اندر کوئی تعجب نہ تھا۔ بلکہ یہ سب کچھ اسی طرح ہے لگتا تھا۔ میں سب کی دعائیں اور محبتیں لے کر آگے بڑھ گیا اور وہ ڈھائی گھنٹے میں پہاڑ کے دامن میں پہنچ گیا۔ رحمٰن بابا نے اوپر سے آواز دی۔ زمان خان اوپر آجاؤ اور میں چند ہی منٹوں میں پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ آیا۔ رحمٰن بابا نے مجھے گلے سے لگایا اور بولے۔ زمان خان تو کہاں تھا۔ تب سے میں اس در کا غلام ہوں اور اس قبیلے کا ایک فرد ہوں۔ اس عورت نے مجھے بعد میں بتایا کہ وہ میری ماں کو جانتی تھی۔ میری پیدائش سے پہلے میرا باپ مر گیا تھا۔ میری ماں بھی تین برس بعد فوت ہو گئی۔ چھ برس کا ہوا تو سردار نے مجھے خرید لیا۔

جس دن صبح میں اس قبیلے میں داخل ہوا۔ اس رات رحمٰن بابا اس قبیلے میں آئے اور لوگوں کو بتا گئے کہ "زمان خان جو اب جوان ہو چکا ہے۔ علی الصبح یہاں پہنچنے والا ہے۔ انہوں نے یہ بھی قبیلے والوں کو بتایا کہ زمان خان وہاں کے سردار کی بیٹی پر فریفتہ تھا۔ اس کی شادی کے بعد سے اپنی زندگی سے دل برداشتہ ہو چکا ہے۔ اسی لئے اب یہاں اسے بلایا جا رہا ہے۔ وہ اپنی پرانی یادوں کو وہیں پر دفنا کر آرہا ہے۔ اسے قبیلے والوں کی محبت ملنی چاہئے"۔

قبیلے والے رحمٰن بابا سے واقف تھے۔ کئی بار وہ ان کی روحانی صلاحیتوں کا مظاہرہ دیکھ چکے تھے مثلاً ایک مرتبہ جب کہ ان کی فصلیں کاٹنے کے لئے پوری طرح تیار تھیں۔ شمال کی جانب سے ایک بہت بڑا ٹڈی دل آتا ہوا دکھائی دیا۔ وادی کی حفاظت کے لئے ٹیلے پر مورچہ بنا ہوا ہے۔ جہاں سے وقتاً فوقتاً وادی کی جانب آنے والے کی خبر قبیلے والوں کو پیشگی دے دی جاتی ہے۔ مورچے پر بیٹھے ہوئے آدمی نے ٹڈی دل کا بادل وادی پر آتے دیکھا تو فوراً قبیلے والوں کو خبر دی۔ سارے کے سارے اسی وقت گھروں سے نکل آئے اور سب لوگوں نے اکٹھے مل کر اللہ تعالیٰ سے غیبی امداد کی درخواست کی۔ اسی وقت سب نے دیکھا کہ ایک بزرگ ہیں جن کا سراپا زمین سے لے کر آسمان تک پھیلا ہوا ہے اور یہ سراپا روشنی کے ہیولے کی صورت میں ہے ان بزرگ نے اپنے دونوں ہاتھوں میں ٹڈی دل کو لے کر اس کا رخ جنوب کی طرف کر دیا۔ جنوب میں بہت بڑے بڑے اونچے پہاڑ ہیں اور آبادی نہیں ہے۔ پھر روشنی کا یہ ہیولہ اپنی صورت سے گھٹتا ہوا رحمٰن بابا کی صورت میں ظاہر ہوا۔ رحمٰن بابا ان کے سامنے کھڑے تھے۔ فرمانے لگے اب کبھی ٹڈی دل یہاں نہیں آئے گا اور پھر وہ غائب ہو گئے۔ پہلی مرتبہ اس قبیلے نے رحمٰن بابا کو دیکھا تھا۔ اس کے بعد جب بھی کبھی کوئی مشکل آتی۔ قبیلے والے رحمٰن بابا کو یاد کرتے اور ان کی پریشانیاں دور ہو جاتیں۔ سب جان گئے تھے کہ رحمٰن بابا پر اللہ پاک کی خصوصی نظر ہے"۔

عاقب نے زمان خان کی کہانی سن کر پوچھا "پھر تم نے شادی نہیں کی۔ اپنے قبیلے کی کسی لڑکی سے کر لیتے"۔

وہ ہنس کر بولا "تم تو ہمارا یار ہے۔ سچی بات دل کی یہ ہے کہ اس خانہ خراب کے بعد پھر کوئی اس دل کے خانے میں سما نہ سکی"۔

عاقب نے کہا "زمان خان! کچھ بھی ہو۔ اس نے تم کو دیوانہ ضرور بنا دیا"۔

دونوں ہنسنے لگے۔ زمان خان بولا "اب تو رحمٰن بابا ہی ہمارا محبوب ہے۔ وہ ہمارا سب کچھ ہے"۔ پھر دونوں نے بانسری پر نغمے چھیڑ دیئے۔ آج بانسری کے سُروں میں کیف اور ماحول کے ساتھ ساتھ روح کی کیفیات بھی شامل تھیں۔ دونوں کی بے خودی ماحول پر چھا گئی۔ بانسری بجتی رہی۔ سُروں نے بھیڑ بکریوں تک کو مسحور کر دیا تھا۔ سب اپنی جگہ ساکت ہو گئی تھیں۔ ماحول پر سکوت چھا گیا، ہوا شاید چلنا بھول گئی جانے کتنی دیر بعد بے خودی کا غلبہ کم

ہوا۔ لبوں سے بانسری ہٹائی تو دیکھا رحمٰن بابا سامنے کھڑے ہیں۔ نظریں ملتے ہی مرشد کی روشنی کا دریا ان کے اندر بہنے لگا۔ دونوں رحمٰن بابا کہہ کر ان کے قدموں میں جھک گئے اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ جذبات کا دباؤ آنسو بن کر نکل گیا۔ رحمٰن بابا بولے "بھئی میں نے تو آج تمہاری بانسری سنی ہے۔ تم لوگوں نے تو ماحول کی ہر شئے کو مدہوش کر دیا۔ بھیڑ، بکریاں، ہوا، چرند پرند، درخت ہر شئے نغمہ میں ڈھل گئی حتیٰ کہ تمہارے سُروں کی کشش مجھے بھی غار سے یہاں کھینچ لائی۔ سبحان اللہ، سبحان اللہ "پھر رحمٰن بابا نے اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا "اللہ کی آواز کُن کی کشش نے کُل کائنات کے سکوت کو اپنے اندر کھینچ لیا۔ کائنات کے سکوت پر صوتِ سرمدی غالب آگئی۔ صوتِ سرمدی اللہ کی آواز ہے۔ جس نے خوابِ عدم سے جگا کر کائنات کو زندہ کر دیا۔ اللہ تمہارے سُروں میں صوتِ سرمدی کو سمو دے"۔ رحمٰن بابا نے دونوں کو شفقت بھری دعا دی۔ دن جلد ہی گزر گیا۔ عاقب نے ایک تھیلے میں اپنے کپڑے اور کمبل رکھے۔ ایک تھیلے میں زمان خان نے کھجوریں، شہد اور میوہ باندھ دیا۔ عاقب نے رحمٰن بابا سے پوچھا "رحمٰن بابا سفر کس سمت سے شروع کروں"۔

رحمٰن بابا نے کہا "جہاں سمندگان لے جائے۔ سمندگان کوئی معمولی گھوڑا نہیں ہے۔ یہ عالمِ جنات سے ہمارے دوست قرغام نے ہمیں تحفہ میں دیا ہے۔ تم جب چاہو گے یہ غائب ہو جائے گا۔ جب بلاؤ گے حاضر ہو جائے گا۔ جتنے دن میں چاہو گے منزل پر پہنچا دے گا اور مزے کی بات تو یہ ہے کہ یہ پانی پر بھی خشکی کی طرح چل سکتا ہے۔ سفر شروع کرنے سے پہلے تم اس کی پیٹھ پر بیٹھ کر پیار سے اس کی گردن کو تین مرتبہ تھپتھپا کے یہ کہنا سمندگان میں تمہارا نیا ماسٹر عاقب ہوں۔ پھر تمہارے اور سمندگان کے درمیان ذہنی رابطہ قائم ہو جائے گا۔ وہ تمہارے ارادے کو آسانی سے پہچان لے گا"۔ عاقب نے سر جھکاتے ہوئے عرض کی "حضور آپ کے احسانوں سے تو میری گردن جھکی ہوئی ہے۔ مجھے اپنی نظروں سے کبھی اوجھل نہ رکھنا"۔ رحمٰن بابا اسے اپنے پہلو میں سمیٹتے ہوئے بولے "تم ہمیشہ ہماری نظر میں رہو گے۔ اللہ ہر قدم پر تمہارا حامی و مددگار ہے"۔

اس رات زمان خان بھی اپنے قبیلے میں نہیں گیا۔ تینوں غار میں ہی سوئے۔ بستر پر لیٹتے وقت عاقب نے سوچا۔ آج رات تو شاید مجھے نیند بھی نہ آئے۔ پتہ نہیں آگے کیا ہونے والا ہے۔ ہزار کہ رحمٰن بابا اور خضر بابا کی رہنمائی ہے۔ پھر بھی لوگوں کے جنگل میں تنہا جاتے خوف تو آتا ہی ہے۔ اس کے ذہن میں تین سال پہلے کی فلم چل پڑی۔ جب رحمٰن بابا نے اسے اس جنگل سے نکالا تھا۔ مگر جس طرح یہ خیال ذہن میں آیا ویسے ہی جلدی سے چلا بھی گیا۔ اس نے اپنی پیشانی اور آنکھوں پر رحمٰن بابا کا نرم گرم ہاتھ محسوس کیا اور اگلے ہی لمحے وہ گہری نیند میں تھا۔ ساری رات وہ خواب دیکھتا رہا کہ وہ سمندگان پر تنہا سفر کر رہا ہے۔ کبھی ہوا میں اڑ رہا ہے کبھی سمندر پر چل رہا ہے۔ کبھی کسی پہاڑ کی چوٹی پر چڑھا ہوا ہے۔ کہیں کہیں اپنے سفر میں اس نے دیکھا کہ گھوڑے کی پشت پر اس کے پیچھے کوئی اور بھی بیٹھا ہوا ہے۔ مگر یہ بس ایک سایہ تھا جسے وہ کوئی نام نہ دے سکا جیسے ایک مبہم خیال۔ جیسے تخیل کا ایک روپ۔ جیسے دیگر خواب شیریں، جس کی لطافت دل کو چھوتی ہے بدن کو نہیں۔ آنکھ کھلی تو رحمٰن بابا اور زمان خان دونوں جاگ رہے تھے۔ رحمٰن بابا نے مسکراتے ہوئے کہا تم تو خواب کی دنیا میں کھوئے ہوئے تھے۔ ہم نے جگانا مناسب نہ سمجھا۔ نماز سے فارغ ہو کر تینوں نے ناشتہ کیا۔ رحمٰن بابا بولے۔ پو پھٹ چکی ہے۔ سفر کے آغاز کا یہی مناسب وقت ہے۔ عاقب نے سامانِ سفر اٹھایا۔ تینوں سمندگان کے تھان پر آئے۔ زمان خان اور رحمٰن بابا نے گلے سے لگا کر اسے رخصت کیا۔ بھیگی آنکھوں نے دل کے تمام مفہوم ادا کر دیئے۔ عاقب نے سمندگان کی پشت پر بیٹھ کر گردن کو تین مرتبہ تھپتھپایا اور سمندگان اپنے نئے مالک کی تابعداری میں چل پڑا۔

سمندگان صبح کے ملگجے اجالے میں پہاڑی راستوں پر نپے تلے قدم رکھتا ہوا اس طرح دوڑ رہا تھا۔ جیسے وہ راستے کے ہر نشیب و فراز سے آگاہ ہے۔ اسے یاد آیا اس کی ماں کہا کرتی تھی "بیٹا صبح کا وقت نور پینے کا وقت ہوتا ہے"۔

اس کے ذہن کے پردے پر ماں کا نورانی تصور اُبھرا۔ جس کا نور اللہ ھو کی صدا میں ڈھل کر فضا میں بکھرنے لگا۔ لبوں سے نکلی ہوئی لہریں سانس کے ساتھ اندر جانے لگیں۔ اس کے اندر امرت رس گھلنے لگا۔ خیالی فضا میں چھایا ہوا ماں کا نورانی ہیولا ہاتھوں میں امرت کا پیالہ لئے قطرہ قطرہ اس کے حلق میں ٹپکا رہا تھا۔ اس کے حلق کی بانسری نور کے سُروں پر اپنے نغمے بکھیرنے لگی۔ دیکھتے ہی دیکھتے اجالا پھیل گیا۔ اسے دور پہاڑی پر آبادی کے نشان دکھائی دیئے۔ اس نے سمندگان کی گردن پر تھپکی دی اور کہا بھائی گھوڑے وہ پہاڑی کی بستی میں لے چلو۔ دیکھیں کون سا شہر ہے۔ گھوڑے نے ہنہنا کے گردن ہلائی تو عاقب نے خوش ہو کر نعرہ مارا۔ رحمٰن بابا زندہ باد۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد عاقب دارجیلنگ میں داخل ہو گیا۔ سورج پورا اوپر نکل آیا تھا۔ ہر طرف سنہری دھوپ کھلی ہوئی تھی۔ پہاڑی پر ہری بھری فصلیں کھڑی تھیں۔ دارجیلنگ کا نام سنتے ہی وہ جان گیا کہ یہ چائے کے باغات ہیں۔ گرم گرم چائے کے تصور نے اس کے سردی کے احساس کو جگا دیا۔ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے ایک کیفے کے سامنے اس نے اپنا گھوڑا ٹھہرایا۔ اتنے میں ایک دس بارہ سال کے لڑکے نے آکر گھوڑے کی باگ تھام لی، "بابو جی۔ مسافر ہو۔ دور سے آئے ہو۔ گھوڑے کو چارہ پانی پلا دوں۔ اتنے میں آپ چائے پی لو"۔

رحمٰن بابا نے جاتے وقت اس کی جیب میں کچھ پیسے ڈالے تھے کہ تمہیں اس کی ضرورت پڑے گی۔ اس نے ناشتہ کیا۔ اتنی دیر میں سمندگان بھی کھا پی کے فارغ ہو چکا تھا۔ اس نے کیفے والے سے اگلے پڑاؤ کے متعلق معلومات حاصل کیں اور گھوڑے کو ایک سڑک پر ڈال دیا۔ ہر طرف چائے کے باغات لہرا رہے تھے۔ تمام عورتیں چائے کی پتیاں توڑنے میں مصروف تھیں۔ یہاں کی بڑی صنعت چائے ہے یہ تو وہ پہلے بھی جانتا تھا۔ اب دیکھ کر اندازہ ہوا کہ قدرت نے اس شہر کے رہنے والوں کے لئے چائے کو وسائلِ روزگار بنا دیا ہے جگہ جگہ چائے کو سُکھا کر ڈبوں میں بند کرنے کی فیکٹریاں دیکھ کر اس نے سوچا قدرت کا کام وسائل کی تخلیق کرنا ہے۔ ان وسائل کو معاشرتی ضروریات کے مطابق استعمال کرنے کے لئے کوشش و تدبیر کرنا انسان کا اختیار و کام ہے۔ تدبیر وسائل میں کارگر ہوتی ہے۔ ارادے میں جتنی وسعت ہو گی۔ وسائل کا پھیلاؤ بھی اسی مناسبت سے ہوتا ہے۔ ایک شخص وسائل کو استعمال کر کے لکھ پتی بن جاتا ہے۔ ایک شخص انہی وسائل کو استعمال کرنے کے باوجود بھی غریب رہتا ہے۔ آج اسے اپنے ابو کی بات اچھی طرح سمجھ میں آئی۔ وہ کہتے تھے کہ "بیٹا اللہ پاک اس سے بے نیاز ہے کہ کوئی غریب ہو یا کوئی امیر ہو۔ امیری غریبی کا تعلق تو وسائل کے ساتھ ہے۔ جو بندہ اللہ کے عطا کردہ وسائل کا بھرپور استعمال اس کی فطرت و سنت کے مطابق کرتا ہے۔ اسے اس کے بھرپور نتائج بھی حاصل ہوتے ہیں"۔ اس نے دیکھا کہ اس بستی کے تقریباً تمام لوگ وسائل کے استعمال میں اپنی بھرپور کوشش کر رہے ہیں۔ خواہ وہ عورتیں ہوں مرد ہوں یا بچے ہوں۔ اللہ ان کی کوششوں کا انہیں صلہ دے رہا ہے۔ ان کی دماغی و جسمانی تندرستی بھی ان کے لئے اللہ کا انعام ہے۔ سردی میں عورتوں اور بچوں کو کام کرتے دیکھ کر اس کے دل میں گداز پیدا ہونے لگا۔ دل سے دعا نکلی۔ یا اللہ اس بستی والوں کے ارادوں میں وسعت اور وسائل میں فراخی عطا فرما۔

اس کی اگلی منزل پٹنہ تھی۔ پٹنہ سے وہ کانپور آیا۔ فضا میں پھیلی ہوئی چمڑے کی بو سے اسے یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ یہاں چمڑے کی صنعتکاری ہے۔ شام کا وقت تھا۔ اسے رات گزارنے کے لئے جگہ بھی چاہئے تھی۔ شہر کا ایک چکر لگا کر اس نے رہنے کے لئے شہر سے باہر درخت کے نیچے ایک جگہ تجویز کی۔ درخت سے گھوڑا باندھا۔ گھوڑے کو

خود رو گھاس چرنے کا اشارہ کر کے خود کچھ کھا پی کے سو رہا۔ تھکا ہوا تھا۔ فوراً ہی نیند آگئی۔ رات کا پچھلا پہر تھا کہ سمندگان کے زور سے ہنہنانے کی آواز نے اسے سوتے سے جگا دیا۔ ابھی اس نے آنکھ کھولی ہی تھی کہ کچھ لوگوں کی خوف میں دبی ہوئی چیخوں کی آواز آئی کون ہے کہہ کر وہ ہڑبڑا کے اٹھ بیٹھا۔ تین آدمی بھوت بھوت کہتے ہوئے بھاگ نکلے۔ اس نے دیکھا کہ گھوڑا غائب ہے۔ اب اس کی سمجھ میں آیا کہ ان لوگوں نے گھوڑا چرانے کی کوشش کی تو گھوڑا غائب ہو گیا۔ پس شاید انہوں نے مجھے بھی بھوت سمجھ لیا۔ اسی لئے خوف سے بھاگ لئے۔ اس نے سمندگان کو آواز دی۔ اسی وقت گھوڑا درخت سے بندھا ہوا پایا۔ اس نے پیار سے اس کی پشت تھپتھپائی اور پاس ہی تالاب کے پانی سے وضو کر کے اپنے اوراد و وظائف اور عبادت میں لگ گیا۔ جلد ہی صبح کا اجالا پھیل گیا۔ دور سے کچھ لوگ آتے دکھائی دیئے۔ قریب آنے پر شکلیں تو وہ پہچان نہ سکا مگر اتنا اندازہ ضرور ہو گیا کہ یہ صبح والے لوگ ہیں۔ یہ لوگ ڈرتے ڈرتے قریب آئے۔ ان میں سے ایک آدمی نے پوچھا "اے صاحب۔ تم کون ہو"۔

"میں مسافر ہوں۔ جلد ہی یہاں سے چلا جاؤں گا"۔

"یہ تین آدمی کہتے ہیں۔ تم آدمی نہیں بھوت ہو اور یہ تمہارا گھوڑا بھی بھوت ہے"۔ عاقب نے کہا "ان سے پوچھو کہ تم نے کیسے اندازہ لگایا کہ ہم دونوں بھوت ہیں"۔

اس آدمی نے کہا "رات کو ان تینوں نے گھوڑا چُرانے کے لئے ابھی رسی کو ہاتھ لگایا ہی تھا کہ گھوڑا مع رسی کے غائب ہو گیا"۔ عاقب نے کہا "ان سے پوچھو۔ کیا مسافر کے ساتھ یہی سلوک کیا جاتا ہے۔ اگر اللہ ہماری حفاظت نہ کرتا تو تم لوگوں نے تو ہم پر ظلم کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی"۔

"مگر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جیتا جاگتا گھوڑا دیکھتے ہی دیکھتے غائب ہو جائے"۔

عاقب نے بات کو ختم کرنے میں مصلحت جانی اور مسکرا کے بولا "بھائیو تم اس گھوڑے کو دیکھ رہے ہو"۔

سب بولے "ہاں دیکھ رہے ہیں"۔

اب عاقب نے گھوڑے کی پشت پر اپنے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا "آؤ قریب آؤ اور اس گھوڑے کو ہاتھ لگاؤ۔ کیا یہ تمہیں کوئی بھوت دکھائی دیتا ہے"۔ وہ آدمی آہستہ آہستہ آگے بڑھا۔ گھوڑے کو چھوا اور پھر سب آدمیوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ارے بھئی یہ تو جیتا جاگتا گھوڑا ہے۔ عاقب نے اس کی بات پکڑ لی۔ کہنے لگا "یہی تو میں بھی کہہ رہا ہوں کہ رات کے اندھیرے میں انہیں گھوڑا شاید ایک دفعہ دیکھنے کے بعد دوبارہ دکھائی نہیں دیا۔ تو یہ ڈر گئے" ان میں سے ایک ہنسنے لگا تو سب ہی ہنس دیئے اور فضا بدل گئی۔ اس شخص نے پوچھا "کیا نام ہے تمہارا اور کہاں سے آئے ہو۔ ہمارے ساتھ آؤ۔ ناشتہ کرتے ہیں"۔ باقی تو چل دیئے۔ یہ دونوں ایک کیفے میں بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ عاقب نے بتایا کہ "وہ انقرہ کا رہنے والا ہے۔ چند مہینوں پہلے یورپ میں ہولناک طوفان آیا تھا۔ جو قیامت سے کسی طرح کم نہ تھا۔ اس طوفان نے مغرب کو تباہ و برباد کر دیا۔ ان کی ساری ٹیکنالوجی طوفان کی نذر ہو گئی۔ مادی عروج کے زینے پر کھڑا ہوا آدمی زمانے کی پستی میں جا پڑا۔ جو لوگ طوفان سے بچ گئے۔ وہ انسانیت کی تباہی پر تل گئے۔ مجھے اوپر والے نے چاکر اس طرف بھیج دیا۔ اب دیکھو گھوڑا کدھر جاتا ہے"۔

اس شخص کا نام آنند کمار تھا۔ وہ کہنے لگا "تم اگر یہاں ٹھہرنا چاہتے ہو تو میں تم کو آشرم لے چلتا ہوں۔ اس کے علاوہ اس شہر میں مسجدیں بھی ہیں۔ تم چاہو تو وہاں تمہارے ٹھہرنے کا انتظام ہو سکتا ہے"۔

عاقب نے کہا "رات تو میں مسجد میں ہی گزار لوں گا۔ مگر ابھی میں شہر کی سیر کرنا چاہتا ہوں"۔ آنند کہنے لگا "پھر چلو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ مگر بہتر یہ ہے کہ پہلے تم گھوڑے کو مسجد میں کسی کی نگرانی میں چھوڑ دو"۔

دونوں قریب کی مسجد پہنچے۔ عاقب نے اپنا مختصر سا تعارف مسجد کے امام سے کرایا اور رات ٹھہرنے کی اجازت

چاہی جب وہ رضا مند ہوا تو گھوڑا مسجد کے باہر ایک درخت سے باندھ کر خود آنند کمار کے ساتھ چل دیا۔ دونوں پیدل ہی بازار کی طرف نکل گئے۔ چھوٹی بڑی دکانوں میں لوگوں کا ہجوم دیکھ کر عاقب سوچنے لگا کہ مغرب کے مقابلے میں مشرق مادی ترقی کے لحاظ سے بہت پیچھے ہے۔ تب ہی اللہ نے اس علاقے کو طوفان سے بچالیا ہے۔ اس کے ذہن میں اپنے ابو کی آواز گونجی "بیٹے اللہ انسان کو مادی ترقی سے نہیں روکتا۔ مادی ترقی تو آدمی کی صلاحیتوں کے استعمال کا نتیجہ ہے۔ مگر خرابی اس وقت آتی ہے جب انسان اپنی ہنر مندی اور ایجادات کو اللہ کے اصولوں کے خلاف استعمال کرتا ہے۔ تب ایک وقت ایسا آتا ہے کہ یہ ترقی نسل انسانی کی تباہی کا باعث بن جاتی ہے۔ انسان اپنے بنائے ہوئے شکنجوں میں خود کو گرفتار کرلیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اللہ اسے عذاب دے رہا ہے۔ حالانکہ اللہ تو بار بار ڈھیل دے کر اسے عذاب سے بچاتا رہتا ہے"۔ عاقب دل ہی دل میں اپنے ابو سے مخاطب ہوا۔ ابو آج آپ کی بات میرے مشاہدے میں آگئی ہے۔ آنند اسے سارا دن شہر کی سیر کراتا رہا۔ وہ مندروں میں گئے۔ جہاں مختلف سورتوں کے بت تھے۔ جنہیں مختلف نام دیئے گئے تھے۔ ہنومان جی، گنیش، لکشمی دیوی وغیرہ وغیرہ۔ شام کو آنند عاقب کو مسجد میں چھوڑتے ہوئے بولا "آج رات تم آرام سے مسجد میں سوؤ۔ کل صبح نو بجے میں آؤں گا اور تمہیں ایک خاص جگہ لے چلوں گا"۔

مسجد کے مولوی نصیر اللہ شفیق آدمی تھے۔ عاقب نے سلام کرتے ہی سمند گلان کی خیریت پوچھی۔ مولوی صاحب مسکرائے بولے۔ ہم جانتے ہیں۔ مسافر کے لئے اس کی سواری بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ آپ بے فکر رہیں۔ اس کے دانہ پانی کا پورا پورا انتظام کیا جاچکا ہے۔ عاقب گھوڑے کے پاس آیا۔ اس کی گردن اور پشت پر تھپکیاں دیں۔ اس سے پوچھا "تم نے کھانا کھالیا۔ پانی پیا"۔ گھوڑے نے ہنہنا کے گردن ہلائی۔

مولوی صاحب خوش ہو کے بولے "بھئی انسان کی صحبت میں جانور بھی انسان بن جاتا ہے"۔ رات کی نماز اور اسباق سے فارغ ہو کر عاقب سونے چلا گیا۔ آنند کے ساتھ دن بھر کی سیر کے خاکے اس کے ذہن میں گھومتے رہے۔ اس کے ذہن نے کہا۔ اپنی آنکھوں سے چھپی ہوئی حقیقت کو انسان نے مخلوق کی صورت کیسے دیدی۔ پھر اپنی بنائی ہوئی صورتوں کو خدا بھی مان لیا یہ ایسا ہی ہے کہ جیسے مکئی کاشت کرکے فصل سے گندم حاصل کرنا چاہیں۔ یہی سوچتے سوچتے اسے نیند آگئی۔ صبح ناشتے سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ آنند کمار آگیا۔ دونوں پھر بستی کی سیر کو چل پڑے۔ آنند کہنے لگا آج یہاں ایک جلوس نکلنے والا ہے۔ اس جلوس میں روحانی قوتوں کے مالک سادھو لوگ اپنی قوتوں کا مظاہرہ کریں گے۔ میں تمہیں وہاں لے جانا چاہتا ہوں۔ دونوں کانپور کی شاہراہ پر آئے۔ جو لوگوں کے ہجوم سے بھری پڑی تھی۔ لوگوں کے شور اور زور زور سے ڈھول کی آواز کے باعث نہ کچھ دکھائی دیا نہ سنائی دیا۔ آنند عاقب کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑے ہجوم کو چیرتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ دونوں ایک جگہ جاکر رک گئے۔ آنند نے اشارہ کیا "وہ دیکھو۔ یہ سادھو مہاراج آتما کی شکتی کے بڑے مہان آدمی ہیں"۔ عاقب نے دیکھا ایک ٹھیلے کے چاروں کونوں پر موٹے بانس فٹ کئے ہوئے ہیں اور ان بانسوں میں چاروں طرف رسی باندھ دی ہے۔ جیسے کپڑے سکھانے کے لئے باندھتے ہیں اور ایک رسی درمیان میں بھی باندھی ہوئی ہے۔ ایک آدمی جو صرف دھوتی پہنے ہوئے ہے۔ لوگ نہایت ہی عقیدت سے اس پر پھول نچھاور کررہے ہیں اور اس کی جانب ہاتھ اٹھا اٹھا کر اس سے اپنے لئے دعا اور برکت طلب کررہے ہیں۔ ٹھیلے کے پاس جو اس کے ساتھی ہیں وہ ٹھیلے پر رکھے مرتبان سے راکھ کی چٹکیاں لوگوں پر پھینکتے جاتے ہیں۔ لوگ عقیدت سے تبرک کے طور پر اسے اپنے سر اور چہرے پر ملتے جاتے ہیں چند اور بھی لوگ اس سادھو کے چیلے تھے۔ جنہوں نے زبان میں سلاخ ڈالی ہوئی تھی۔

(جاری ہے)

گذشتہ قسط کا خلاصہ:- جان کی والدہ نے بتایا کہ کارلوس سے علیٰحدگی کے بعد اس نے جان پر پوری توجہ دی۔ مارتھا اور جان یہاں سے فارغ ہو کر ایئر بس گئے۔ جہاں میلکم نے جان سے کہا کہ جہاز کا رخ دائیں طرف رکھنا کیوں کہ بائیں طرف برمودا ٹرائی اینگل ہے جان کے فلائی کرنے کے بعد ہیڈ سیٹ پر میلکم اور مارتھا نے جان کی گفتگو سنی۔ جان برمودا ٹرائی اینگل کی سفید دھند میں پھنس کر لاپتہ ہوگیا۔ اس واقعہ کے بعد مارتھا کوما میں چلی گئی پھر وہ میامی آگئی اور اس ادارے میں ملازمت کرلی۔ مارتھا سے گفتگو کے بعد شارق واپس آگیا چند روز کے بعد ان کی ٹیم ریاست برمودا کے شہر ہملٹن تحقیق کی غرض سے پہنچی یہ لوگ گائیڈ کے ساتھ برمودا ٹرائی اینگل کی پراسرار سفید دھند کا مشاہدہ کرتے رہے اور پھر دھند کا قریب سے مشاہدہ کرنے کے لئے قریبی جزیرے میں اترے اور تھوڑی دیر بعد لانچ سے واپس روانہ ہوگئے۔ ہملٹن پہنچ کر نیلسن نے بتایا کہ مقامی لوگ بھی اس بارے میں جانتے ہیں اس کے بعد مقامی لوگوں سے ملنے کے لئے سب ایک پسماندہ گاؤں میں داخل ہوگئے.............(اب آپ آگے پڑھئے)

علم و آگہی کی تلاش میں سرگرداں ایک نوجوان کی سرگزشت...منیر حسین کیفؔ کے قلم سے...

وہاں چند چھ ایک تالاب کے گرد بنے ہوئے تھے۔ یہاں لکڑی کے بڑے بڑے جھونپڑے بنے ہوئے تھے۔ ایک جھونپڑے کے سامنے وین رکی۔ نیلسن نے دروازہ کھٹکھٹایا تو ایک نو عمر سیاہ فام لڑکی نے دروازہ کھولا "ارے بھائی نیلسن تم آج یہاں کیسے"۔ یہ کہتے ہی وہ اس کی بانہوں میں جھول گئی۔ نیلسن نے لڑکی کی طرف اشارہ کرکے کہا "یہ میری چھوٹی بہن نینسی ہے اور میری ممی!" یہ کہہ کر وہ رکا "شاید ممی کچھ کام کررہی ہیں"۔ یہ کہہ کر وہ گھر کے اندر چلا گیا۔ نینسی نے جلدی جلدی لکڑی کے ایک تخت کو کپڑے سے صاف کیا اور ہم دونوں کو بیٹھنے کے لئے کہا "بھائی عمومارات کو آتے ہیں یہ کبھی تو رات میں بھی نہیں آتے۔ بڑی سخت محنت کرتے ہیں آج دن میں دیکھا تو حیرت سی ہورہی ہے"۔ وہ سر جھکا کر معصومیت سے آہستہ آہستہ بولتی چلی گئی۔ اس کے بعد ایک بوڑھی خاتون کمرے میں داخل ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی نیلسن ایک انتہائی بوڑھے شخص کو سہارا دے کر اندر لایا۔ بوڑھے کا سن کوئی اسی نوے سال کا ہوگا۔ نیلسن نے ان دونوں کا تعارف کرایا "یہ میری ممی ہیں اور یہ گرینڈپا ہیں۔ میرے گرینڈپا آپ کو اس مثلث کے واقعات کے بارے میں بہت کچھ بتاسکتے ہیں"۔

بوڑھے نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا "پہلے مہمانوں کو کچھ دیر بیٹھنے تو دو۔ نینسی ان کو قہوہ پیش کرو"۔

"نہیں نہیں اس کی ضرورت نہیں"۔ میں نے کہا "ہم جلد ہی واپس جائیں گے۔ ہمارے ساتھی انتظار کرتے ہوں گے"۔ یہ لوگ بہت پُرخلوص نظر آتے تھے۔ کچھ دیر تک ہم اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے۔ اس کے بعد مارتھا نے بڑے میاں سے برمودا کے اسرار کے بارے میں پوچھا۔

بڑے میاں نے کپکپاتی آواز میں کہنا شروع کیا "اس ٹرائی اینگل کے بارے میں مقامی طور پر بڑا خوف پایا جاتا ہے۔ اس لئے نسل در نسل سے لوگ اس موضوع پر بات کرنے سے کتراتے ہیں ہمارے بزرگوں کی روایات یہ بتاتی ہیں کہ اس ٹرائی اینگل پر آسمانی روحوں کا قبضہ ہے۔ اگر ان کا راز فاش کرنے کی کوشش کی جائے تو تباہی آجاتی ہے۔ اس کے بارے میں ہمارے بزرگوں نے بڑی پُراسرار باتیں بتائی ہیں۔ یہاں پر کسی دوسری مخلوق کے لوگوں کا آنا جانا ہے۔ یہاں عجیب و غریب روشنیاں دکھائی دیتی ہیں۔ بعض جگہ روشنیوں سے بنی مخلوق بھی دکھائی دی ہے"۔

"کیا اس مخلوق کو آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے؟" مارتھا نے سوال کیا۔ بڑے میاں نے اثبات میں گردن ہلائی اور کھنکھارتے ہوئے بولے "اگر آپ لوگ چاہیں تو میں آپ کو بھی دکھا سکتا ہوں"۔

"کیا واقعی" مارتھا کی حیرت سے گویا چیخ نکل گئی۔

"ہاں کسی بھی اماوس کی رات کو آپ لوگ یہاں آجائیں اور خود اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ لیکن یہ مناظر نئے لوگوں کے لئے خوفناک ثابت ہوتے ہیں۔ اگر آپ لوگوں کے دل مضبوط ہیں تو کل اماوس کی رات ہے آپ لوگ مناسب سمجھیں تو کل ہی رات کو آجائیں"۔

"مجھے یہ سب دیکھ کر بہت خوشی ہوگی"۔ مارتھا نے اپنا پرس سنبھال کر کہا "لیکن آنے کا فیصلہ ہم اپنے باقی ساتھیوں سے مشورے کے بعد کریں گے۔ شام بھی ہو چکی ہے اس لئے اب ہمیں واپس چلنا چاہئے ہمارے ساتھی منتظر ہوں گے۔ چلو نیلسن اب چلتے ہیں" یہ کہہ کر وہ اٹھی نینسی اور اس کی ماں کے گال پر پیار کیا اور ہم لوگ واپسی کے لئے مڑے۔ بڑے میاں نے خدا حافظ کہتے ہوئے کہا "ہم تو چاہتے تھے کہ آپ لوگ کچھ دیر مزید بیٹھیں۔ چلیں جیسی آپ کی مرضی"۔ میں نے ان سے ہاتھ ملایا اور ہم گاڑی میں جا بیٹھے۔ راستے میں جب نیلسن ڈرائیور سے باتوں میں مصروف تھا مارتھا نے ہلکی آواز میں مجھ سے کہا "بڑے میاں جو کچھ کہہ رہے تھے تمہیں یقین ہے وہ صحیح ہے؟"

"ممکن ہے ایسا ہی ہو یا شاید نہیں بھی......" میں نے شک والے انداز میں کہا "ویسے کل رات کو تجربہ کر لینے میں کیا حرج ہے۔ دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو جائے گا"۔

"چلو مسٹر لی اور ڈیوڈ سے مشورہ کر کے دیکھ لیتے ہیں لیکن اب تک مجھے کوئی خاطر خواہ بات نہیں مل سکی ہے"۔ اس کی آواز میں یکایک افسردگی کی لہر دوڑ گئی۔ میں نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے پوچھا "تمہارا اشارہ کس طرف ہے؟"

"یہی کہ اس روشن دھند میں لوگ کیوں غائب ہو جاتے ہیں اور غائب ہو کر کہاں چلے جاتے ہیں۔ اب تک برمودا ٹرائی اینگل پر جو تحقیق ہوئی ہے اس سے یہی معلوم ہوا ہے کہ اس علاقہ میں برقی مقناطیسی عمل میں بے قاعدگی آجاتی ہے جیسے قطب نما کی سوئیوں کا بے ترتیب ہو جانا۔ ریڈیو، ریڈار اور سونر (زیر آب چیزوں کا پتہ لگانے والے آلے) کا بلیک آؤٹ اور دیگر آلات کا جام ہو جانا۔ برقی توانائی کی معدومی۔ رات کے وقت آسمان پر اور زیر آب چمک دار اور متحرک روشنی کا نظر آنا، اچانک ہی روشن کہر کا چھا جانا، زماں و مکاں میں فرق آجانا وغیرہ۔ تحقیق میں یہ تو معلوم ہوا ہے کہ ایسے مافوق الفطرت واقعات رونما ہوتے ہیں لیکن کیوں ہوتے ہیں اس کا حتمی جواب کسی کے پاس نہیں ہے اور مجھے یہی جواب چاہئے تاکہ جان کی گمشدگی کا پتہ چل سکے"۔ یہ کہہ کر وہ افسردگی کی تصویر بن گئی۔ میں نے اسے تسلی دی "اگر تمہاری تلاش سچی ہے اور تم مخلصانہ کوشش بھی کرتی ہو تو یقین رکھو کہ تمہیں کامیابی ضرور ہوگی۔ ویسے بھی تمہاری کوششوں میں کاروباری سوچ شامل نہیں ہے بلکہ یہ سب کچھ تم اپنے

روحانی سکون کے لئے کرنا چاہتی ہو تو ضرور تمہاری محنت کا ثمر تمہیں ملے گا"۔ میرے جواب سے اسے کافی تسلی ہوئی اور وہ خاموش ہو کر بیرونی مناظر دیکھنے لگی۔

☆☆☆

اگلے روز سورج ڈھلتے ہی ہم نیلسن کی سرکردگی میں روانہ ہو گئے۔ تن لی سخت بخار میں مبتلا تھا اس لئے وہ ریسٹ ہاؤس میں ہی آرام کرنے کے لئے رک گیا البتہ ڈیوڈ ہمارے ساتھ تھا۔ اس نے کئی طرح کے ویڈیو اور فوٹو کیمرے اپنے ہمراہ لے لئے تھے۔ پہلے وہ اس سفر پر جانے کے لئے راضی نہیں تھا۔ کچھ خوفزدہ ہو رہا تھا مگر مارتھا اور میرے کہنے پر راضی ہو گیا تھا۔ ہم جب نیلسن کے گھر پہنچے تو رات ہو چکی تھی۔ اندر بڑے میاں ہماری ہی راہ تک رہے تھے۔ "مجھے یقین تھا آپ لوگ ضرور آئیں گے مگر یہ کیا ہے؟" انہوں نے ڈیوڈ کے ہاتھ اور کندھے پر لٹکے کئی کیمروں کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"ہم لوگ دیکھی گئی چیزوں کی تصویریں لیں گے"۔ ڈیوڈ نے اپنے کیمرے کو مضبوطی سے تھامتے ہوئے کہا۔

"نہیں نہیں میں ان چیزوں کو ساتھ لے جانے کی اجازت نہیں دے سکتا"۔ بڑے میاں نے ہاتھ کے اشارے سے منع کیا "ہمارے بزرگ بتاتے ہیں برمودا مثلث میں آسمانی روحوں کا بسیرا ہے۔ وہاں پر ان کی سرگرمیاں ایک راز ہیں اگر اس راز کو کھولنے کی کوشش کی جائے تو بلائیں حملہ آور ہو جاتی ہیں۔ میں ان کیمروں کو لے جانے کی اجازت نہیں دوں گا...... ہرگز نہیں"

"مگر...... یہ کیمرے......!" ڈیوڈ بولا مگر بڑے میاں نے اس کی بات کاٹ دی "اگر آپ اب بھی بضد ہیں تو مجھے رخصت دیں۔ میں آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتا"۔ بڑے میاں نے اپنا رخ دوسری طرف کر لیا۔ میں نے ڈیوڈ کو خاموش رہنے کا اشارہ کر کے بڑے میاں سے کہا "ٹھیک ہے...... ہم کیمرے نہیں لے جائیں گے۔ اب تو آپ راضی ہیں"۔

بڑے میاں نے گہری نظر سے میری اور ڈیوڈ کی طرف دیکھا اور چھڑی کے سہارے کھڑے ہو گئے۔ نینسی کو اشارہ کیا وہ فوراً دوڑ کر گئی اور لمبا سا اوور کوٹ اور پرانے طرز کی برطانوی ٹوپی اٹھا لائی۔ "آپ لوگ کچھ پیدل چل سکتے ہیں؟" بڑے میاں نے ہم کو سوالیہ نظروں سے دیکھ کر پوچھا۔

"کیوں نہیں!" ڈیوڈ بولا بڑے میاں اٹھے اور آہستہ آہستہ چلتے ہوئے گھر کے اندرونی حصہ میں چلے گئے اور جب وہ واپس لوٹے تو ان کے ہاتھ میں ایک روشن لالٹین تھی۔ لالٹین کو دیکھ کر ہمیں خیال گزرا کہ ہم ایمرجنسی لائٹ بھول آئے ہیں۔ ویسے بھی ہمیں یہ اندازہ نہیں تھا کہ کہاں جانا ہے۔ بڑے میاں آہستہ آہستہ چلتے ہوئے جھونپڑے سے باہر آئے ہم تینوں ان کے پیچھے پیچھے تھے۔ پوری گلی اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اس میں آگے آہستہ روی سے چلتے ہوئے لمبے اوور کوٹ میں ملبوس بڑے میاں کسی ڈراؤنی فلم کا کردار لگ رہے تھے۔ گلی پار کرتے ہی گاؤں کے کتوں نے ماحول کو مزید خوفناک بنا دیا۔ ہم تینوں کچھ فاصلہ سے بڑے میاں کے پیچھے چل رہے تھے۔ اتنے میں ڈیوڈ نے سرگوشی کی "یہ دیکھو!" میں نے اس کی طرف دیکھا۔ اس کے ہاتھ میں چھوٹا سا جیبی کیمرہ تھا۔ میں نے اس سے کہا "یہ تم......" اس نے فوراً میرے منہ پر ہاتھ رکھ کر سرگوشی میں کہا "اپنا منہ بند رکھو اور خاموشی سے چلتے رہو۔ اس سنکی بڈھے کی باتوں میں کیوں آتے ہو"۔ بڑے میاں ہماری سرگوشی پر رک کر پلٹے۔ مارتھا نے ڈیوڈ کے کہنی ماری اور اس نے کیمرہ چھپا لیا۔ "کیا آپ لوگوں نے مجھ سے کچھ کہا" بڑے میاں بولے۔

"نہیں نہیں ہم آپس میں بات چیت کر رہے تھے"۔ میں نے جواب دیا۔ بڑے میاں مطمئن ہو کر آگے بڑھے "بڑھاپا بھی عجیب شے ہے آدمی کو بالکل ناکارہ کر دیتا ہے...... اب کیا کریں عمر کا بھی تقاضا ہوتا ہے......" وہ جانے کیا کیا بڑبڑاتے ہوئے آگے بڑھے۔ گھپ اندھیرے میں ہم لوگ

پینتیس یا چالیس منٹ چلے۔ آخر ساحل سمندر کے قریب پہنچ گئے۔ سامنے لہریں ساحل سے آکر ٹکرا رہی تھیں۔ ایک چٹانی پتھر پر بڑے میاں نے بیٹھ کر حواس درست کئے۔ لالٹین کو اپنی بائیں طرف رکھ کر بولے "آپ لوگ یہاں آرام سے بیٹھئے۔ ہمیں انتظار کرنا پڑے گا۔ کچھ دیر یا شاید پوری رات...... یہ بھی ممکن ہے ہمیں کل دوبارہ آنا پڑے"۔

"لیکن آپ نے تو کہا تھا آج رات کو ہی مقصد حاصل ہو جائے گا"۔ ڈیوڈ الجھ کر بولا

"بھائی یہ میرے بس میں تھوڑی ہے......" بڑے میاں نے لالٹین کی لو تیز کرتے ہوئے کہا "اس سمندر پر کسی کی اجارہ داری نہیں۔ یہاں صرف روحوں کا قانون چلتا ہے"۔ یہ کہہ کر بوڑھے نے کسی نامانوس زبان میں گیت گانا شروع کر دیا۔ اس کی آواز کی لرزش اور تاریکی ماحول کو مزید پر اسرار بنا رہی تھی۔ اس گیت کی ادائیگی کے دوران ہی بوڑھے کی آواز میں تیزی آنے لگی۔ اسی وقت دور سمندر کے اُفق سے سفید کہر اٹھنا شروع ہوا۔ اسے دیکھتے ہی بوڑھے نے مزید جوش و جذبہ سے گیت گانا شروع کر دیا۔ اس دھند میں کئی جگہ اسپارک ہو رہے تھے۔ تاریک رات میں پھلجھڑیاں چھوٹتی محسوس ہو رہی تھیں۔ بوڑھے پر اب مستانگی سوار ہو گئی تھی۔ ہم سب ہکا بکا یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ حالانکہ دن میں بھی اس دھند کو دیکھا تھا مگر رات میں اس کا اپنا ہی نظارہ تھا۔ ڈیوڈ نے جیب سے کیمرہ نکالا اور اس کی فلیش لائٹ آف کر کے دھند کی تصویر اتار لی۔ ابھی یہ نظارہ جاری تھا کہ ایک جانب سے کوئی بحری جہاز گزرتا نظر آیا۔ میں نے دوربین سے دیکھا بحری جہاز کے عرشے پر تین چار ملاح نظر آ رہے تھے۔ ان سب پر افسردگی سوار تھی اور چہروں سے وحشت ٹپک رہی تھی۔ میں ابھی اسے دیکھ ہی رہا تھا کہ دوسری طرف سے ایک اور بحری جہاز آتے ہوئے دیکھا دونوں جہازوں کا رخ ایک دوسرے کی جانب تھا اور دونوں انتہائی تیز رفتاری سے ایک دوسرے کی طرف بڑھ رہے تھے۔ میں بڑی زور سے چلّایا "ارے ان کو روکو۔ دونوں جہاز آپس میں ٹکرا کر پاش پاش ہو جائیں گے"۔

"انہیں کچھ نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ زندگی اور موت کے گورکھ دھندوں سے نکل چکے ہیں"۔ بوڑھے نے نیم وا آنکھوں سے دیکھتے ہوئے کہا مگر میری سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ مارتھا اور ڈیوڈ بھی اسی طرف دیکھ رہے تھے۔

"ارے کچھ کرو۔ ارے ارے" یہ کہتے ہی دونوں بحری جہاز ایک دوسرے کے بالکل نزدیک پہنچ گئے۔ نزدیک تھا کہ دونوں بہت بُری طرح آپس میں ٹکرا کر ختم ہو جائیں کہ عین دونوں کے ٹکراتے ہی منظر اچانک غائب ہو گیا۔ نہ وہاں بحری جہاز تھے اور نہ ہی ملاح دکھائی دیتے تھے۔ جس طرح ٹی وی کا سوئچ آف کرتے ہی متحرک منظر غائب ہو جاتا ہے۔ اسی طرح وہ دونوں جہاز بھی اپنے سواروں سمیت اچانک اسکرین سے غائب ہو گئے تھے۔ اب وہی خاموش سمندر تھا اور روشن دھند جو حرکت کرتی ہوئی بائیں طرف چلی گئی تھی۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا سمندر میں کوئی ماضی کا واقعہ دہرایا گیا ہو۔ آنکھوں سے دیکھے گئے اس حیرت انگیز منظر پر ہم سب کی زبانیں گنگ ہو گئی تھیں۔ ڈیوڈ نے اپنے شعور کو بحال رکھا تھا اور اس منظر کو بھی کیمرے میں محفوظ کر لیا تھا۔

بڑے میاں کا گیت شاید ختم ہو چکا تھا اور وہ خاموش بیٹھے سمندری افق پر دیکھ رہے تھے۔ مارتھا نے جھجکتے ہوئے ان سے پوچھا "آپ بتانا پسند کریں گے کہ ابھی آپ کون سا گیت گا رہے تھے؟"

بڑے میاں گہری سوچ سے نکلے اور کہا "یہ ہمارے قبیلہ کا مخصوص گیت ہے جو ہزاروں برس سے نسل در نسل چلا آ رہا ہے۔ اس میں ہم سمندری روحوں کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ اگر کوئی غیر معمولی واقعہ نظر آئے یا ہم خوف میں مبتلا ہوں تو یہ گیت گانے سے ان روحوں کے غضب سے بچ جاتے ہیں۔ ممکن ہے ہمارا یہاں آنا ان کو بُرا لگا ہو اس لئے گیت سنا کر میں نے انہیں پیغام دیا کہ ہم

تمہارے ہمدرد ہیں"۔

"ارے وہ دیکھو!" ڈیوڈ نے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ وہاں روشنی کا گولہ تیزی سے آیا اور دوسری طرف چلا گیا۔ اس کی رفتار سپر سونک طیارہ سے بھی تیز تھی۔ ایسا لگتا تھا اس میں روشنیاں دائروی صورت میں دور کر رہی ہیں۔ اس کی روشنی اس قدر تیز تھی کہ ہزاروں واٹ کے بلب سے زیادہ ہو گی۔ وہ لمحوں میں ایک طرف سے آکر دوسری طرف چل گئی۔

"اوہ۔ یہ تو یو ایف او (اڑن طشتری) لگتی ہے"۔ مارتھا عجیب انداز سے چیخ کر بولی۔ ڈیوڈ نے بھی اس کی تصدیق کی "ہاں اس کی ساری علامات وہی ہیں جو یو ایف او میں ہوتی ہیں"۔

"اُف خدایا! مجھے یقین نہیں آتا کہ میں نے اڑن طشتری دیکھی ہے"۔ مارتھا نے کہا۔ ان لوگوں کی بات سن کر میرے ذہن میں خیال آیا کہ کیا واقعی اڑن طشتریوں کا وجود ہے؟ اس کے ساتھ ہی اس موضوع پر پڑھی گئی تمام کہانیاں اور دیکھی ہوئی تمام فلمیں ذہن میں دور کرنے لگیں۔ اس کے بعد ذہن میں خیال آیا کہ یہ ان دونوں کے ذہنوں کی اختراع بھی تو ہو سکتی ہے ممکن ہے نظر آنے والی چیز اڑن طشتری نہ ہو۔ ابھی میں یہی سوچ رہا تھا کہ وہی روشن چیز نظر آئی وہ نہایت سرعت سے قریب آ گئی اور ہمارے قریب منڈلانے لگی۔ وہ ہمارے عین اوپر آکر رکی اور آہستہ آہستہ نیچے کی طرف آنے لگی۔ یہ واقعی ایک اڑن طشتری تھی جس کے بارے میں ہم سائنس فکشن ناولوں اور کہانیوں میں پڑھا کرتے تھے لیکن فرق یہ تھا کہ وہ کسی دھات سے نہیں بلکہ روشنیوں سے بنی ہوئی تھی۔ اس کے اندر روشنیاں دائرے میں چکر کھا رہی تھیں۔ اڑن طشتری سے اس قدر روشنی پھوٹ رہی تھی کہ سارا ماحول روشن ہو گیا تھا اور جیسے جیسے وہ ہمارے قریب آ رہی تھی خوف سے ہمارا گلا خشک ہوتا جا رہا تھا کہ یہ نامانوس مخلوق ہمارے ساتھ نہ جانے کیا سلوک کرے ڈیوڈ بے چینی سے اِدھر اُدھر بھاگنے یا چھپنے کی جگہ ڈھونڈنے لگا اسی دوران بڑے میاں کی ہلکی سرگوشی سنائی دی "خاموشی سے بیٹھے رہو کوئی حرکت مت کرنا"۔ ہم سب قریب قریب دبک کر بیٹھ گئے اور اس محیر العقول اڑن طشتری کی طرف دیکھنے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس نے اپنا زاویہ بدلا اور ساحل کے قریب زمین پر اتر گئی۔ ہم اب تک حیرانگی اور خوف کے ملے جلے احساسات کے ساتھ اسے دیکھ رہے تھے۔ اچانک اس کا نچلا دروازہ کھلا اور ایک نیا حیرت انگیز منظر ہمارے سامنے تھا۔ اس میں سے تقریباً چار چار فٹ کے روشنی کے دو ہیولے نکلے۔ ان کے اندر سے بھی یہی روشنی پھوٹ رہی تھی۔ انہوں نے ساحل پر اُتر کر ہم سب کی طرف دیکھا ایک ہیولہ دوسرے ہیولے کے سر کے قریب قدرے جھکا اس طرح جیسے کچھ سرگوشی کر رہا ہو۔ دوسرے ہیولے نے سر کو خاص انداز سے جھٹکا اور دونوں آخری دفعہ ہمیں دیکھ کر دوبارہ اڑن طشتری میں جا بیٹھے اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ طشتری آنکھوں سے اوجھل ہو گئی۔ اب وہی اندھیری رات اور خاموشی تھی۔ میں نے اپنی آنکھوں کو کئی بار مسلا کہ کہیں میں خواب تو نہیں دیکھ رہا۔ مگر نہیں...... یہ خواب ہرگز نہیں تھا۔ ہم سب کی زبانیں گنگ تھیں۔ اچانک میری نظر ڈیوڈ پر پڑی جو اپنے کیمرے سے ریل نکال کر جیب میں ڈال رہا تھا۔ اس کا مطلب یہ کہ اس نے سارے مناظر فلم پر اتار لئے تھے...... یہی وہ لمحہ تھا جب بڑے میاں کی نظر اس کے کیمرے پر پڑی اور وہ بُری طرح لرز گئے "میں نے آپ سے کہا تھا ان چیزوں کو یہاں مت لانا۔ آہ...... اب ان روحوں کے وبال سے ہمیں کوئی نہیں بچا سکتا...... کوئی نہیں...... اس کیمرے کی ریل کو ہمیں سمندر بُرد کر دیں ورنہ میرا اور آپ کا ساتھ ختم......" یہ کہہ کر بڑے میاں نے لالٹین اور اپنی چھڑی اٹھائی اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ "کیا میری بات سنئے......؟" میں نے کہنا چاہا مگر انہوں نے بات کاٹ دی "پہلے اس منحوس کیمرے کی فلم ہمیں میرے سامنے ضائع کریں تب ہی کوئی بات کی جا سکتی ہے؟"

"اگر ایسا ہی ہے تو!" ڈیوڈ نے جیب میں ہاتھ ڈالا "تو لیجئے یہ فلم میں سمندر بُرد کر دیتا ہوں"۔ یہ کہہ کر اس نے پوری قوت سے اسے سمندر میں پھینک دیا۔ اب بڑے میاں کو اطمینان ہوا "یہ آپ نے بہت اچھا کیا۔ پرانی روایت ہے کہ جس نے بھی سمندری روحوں کا راز فاش کرنے کی کوشش کی وہ مصیبت میں مبتلا ہو گیا"۔ سمندری افق پر صبح صادق کی دھاری نمودار ہو گئی اس لئے بڑے میاں کی اتباع میں ہم لوگ واپس آ گئے۔

☆☆☆

ریسٹ ہاؤس میں تینوں گھوڑے بیچ کر سوئے۔ شام پانچ بجے ہم تینوں شن لی کے پاس جمع ہوئے اور اسے اپنے عینی مشاہدات کے بارے میں بتایا۔ مسز لی کی طبیعت اب قدرے بہتر تھی۔ مارتھا نے تمام کارروائی کی رپورٹ سنائی اور آخر میں بولی "اے کاش اگر ڈیوڈ وہ فوٹو فلم ضائع نہ کرتا تو کتنا اچھا ہوتا"۔

"وہ ضائع کب ہوئی ہے؟" ڈیوڈ نے اپنی جیب میں سے فلم نکال کر کہا۔

"تو پھر...... تم نے سمندر میں کیا چیز پھینکی تھی؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"وہ ایک سمندری سیپ تھی۔ میں نے اٹھا کر جیب میں ڈال لی تھی کہ شوپیس کے طور پر کام آئے گی جب بڑے میاں کی ضد حد سے بڑھی تو میں نے وہی سیپ فوٹو فلم کہہ کر سمندر میں پھینک دی تاکہ وہ مطمئن ہو جائیں"۔

مارتھا نے نہایت خوشی کے عالم میں ڈیوڈ سے کہا "تم فوراً کسی فوٹو اسٹوڈیو سے یہ فلم دھلوا لاؤ اور مسٹر شارق تم......" وہ مجھ سے مخاطب ہوئی "میں ان تمام واقعات کا اسٹیٹمنٹ بنا کر تمہیں کچھ دیر میں دیتی ہوں اسے کمپیوٹر میں فیڈ کر دو"۔

"واقعی یہ عینی واقعات تو دنیا میں تہلکہ مچا دیں گے۔ زیادہ تر واقعات تو سنی سنائی پر چل رہے ہیں"۔ شن لی نے خوشی سے کہا "واہ بھئی واہ...... اس دفعہ تم لوگوں نے کمال کر دیا"۔

☆☆☆

اگلے دو تین گھنٹوں میں میں نے سارا مواد کمپیوٹر میں ٹائپ کر کے Save کر دیا۔ شن لی نے میڈیسن لی تھیں اور اپنے کمرے میں سو رہا تھا۔ مارتھا میرے ہی کمرے میں تھی اور اسٹیٹمنٹ تیار کر کے اسے ٹائپ کرنے تک رہنمائی کرتی جا رہی تھی۔ اب ہم دونوں کو ڈیوڈ کا انتظار تھا۔ مارتھا کمرے کے شیشے سے باہر کی روشنیاں دیکھ رہی تھی۔ میں نے ایک کرسی اٹھائی اور شیشے کے قریب بچھا کر بیٹھ گیا۔ میں کچھ دیر تک اس کے بولنے کا منتظر رہا، وہ کسی گہری سوچ میں غرق تھی۔ "شارق ہم نے کل جو کچھ بھی دیکھا اس سے دنیا بھر میں ہماری تحقیق کی دھوم مچ سکتی ہے"۔ وہ لمحہ بھر کو خاموش ہوئی۔ ایسا لگتا تھا کہ اس کی آواز میلوں دور سے آ رہی ہے "ڈیوڈ کچھ دیر میں تصویریں بھی بنوا لائے گا لیکن...... لیکن" اس کی آواز بھرّانے لگی "میرے سوال کا کیا ہو گا؟ تحقیق صرف اس چیز کا نام تو نہیں کہ کسی چیز کو دیکھ لیا جائے۔ تحقیق تو یہ ہے کہ اس مافوق الفطرت واقعہ کے پس پردہ اصل حقائق کا سراغ لگایا جائے"۔ وہ خاموش ہوئی تو میں نے کہا "لیکن تم یہ سب کیوں سوچ رہی ہو؟ مغربی تحقیق تو اسی طرح ہوتی رہی ہے اور ہمارے ادارہ نے بھی ہمیشہ خفتہ چیزیں دیکھنے اور تلاش کرنے پر زور دیا ہے اس کے پس پردہ حقائق کی طرف کبھی غور نہیں کیا۔ پھر آج کیوں تم اتنی افسردہ ہو؟"

اس نے نمی نمی آنکھوں کے ساتھ مجھے دیکھا "پرسوں رات کو جب میں سوئی تھی تو خواب میں جان آیا تھا۔ وہ بہت خوش نظر آ رہا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا تم میرے بہت قریب آ گئی ہو تم جلد ہی میرے بارے میں سب کچھ جان جاؤ گی۔ نیلسن کے گرینڈپا کے ساتھ جاتے ہوئے میں بہت خوش تھی کہ ضرور جان کی گمشدگی کا کوئی سراغ ملے گا مگر یہاں ایسا کچھ نہ ہوا"۔

"ہو سکتا ہے وہ محض خواب ہی ہو اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہ ہو"۔ میں نے اپنے خیال کا اظہار کیا۔

"نہیں یہ محض خواب نہیں ہے۔ جان میرے خواب میں اکثر آتا ہے اور جو بات وہ بتاتا ہے وہ ہو کر رہتی ہے۔ جب ہم بھارت گئے تھے تو اس دوران خواب میں آ کر اس نے بتایا تھا کہ تمہارا سفر بے کار ثابت ہو گا اور ایسا ہی ہوا۔ جب برمودا ٹرائی اینگل کے پروجیکٹ پر کام شروع ہوا تو اس نے مجھے بتایا کہ تم میرے قریب آنے والی ہو۔ میں نے اس سے کئی دفعہ پوچھا کہ اس پراسرار مقام کے بارے میں کچھ بتاؤ تو اس نے اتنا ہی کہا کہ مجھے اجازت نہیں ہے۔ تم آ جاؤ گی تو خود معلوم ہو جائے گا۔ میں یہ سوچ سوچ کر خوفزدہ ہو رہی ہوں کہ یہاں سے بھی ہمیں نامراد ہی واپس نہ جانا پڑے۔ اگر جان کا سراغ نہ ملا تو...... تو" یہ کہہ کر اس نے آہستہ سے سسکی لی۔

"تو کیا تم اب بھی جان سے اتنی ہی محبت کرتی ہو جتنی اس کی زندگی میں کرتی تھیں؟" میں نے اس کی آنکھوں میں جھانک کر کہا۔ اس نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا "ہاں بلکہ پہلے سے بھی زیادہ...... اور میں اسے کسی بھی قیمت پر حاصل کرنے کی کوشش کروں گی...... کسی بھی قیمت پر......" اس کی آنکھوں میں اچانک نیا عزم دکھائی دیا۔ اس کے آخری جملہ سے ایک لمحہ کے لئے میں قدرے خوفزدہ بھی ہوا کہ نہ جانے یہ کیا کرنے جا رہی ہے؟ اور کیا کر سکتی ہے۔ اسی وقت ڈیوڈ بھی دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا "او مائی گاڈ۔ اٹس امیزنگ" اس نے تصویروں کو الٹتے پلٹتے ہوئے کہا "ان تصویروں میں تو کچھ بھی نہیں!"

میں نے حیرت سے اس سے تصویریں لیں اور انہیں دیکھا۔ مگر ساری کی ساری ڈارک ہو رہی تھیں اور کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ "ارے یہ سب اتنی ڈارک کیوں ہیں۔ وہاں تو بہت روشنی تھی۔ ایسا لگ رہا ہے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں بنائی گئی ہیں۔ کچھ بھی نظر نہیں آ رہا"۔

مارتھا نے تصویریں میرے ہاتھ سے جھپٹیں اور ان کو دیکھتے ہوئے ڈیوڈ سے بولی "تم نے کیمرہ چیک کیا تھا؟ وہ خراب تو نہیں تھا؟ تم اس کا فلیش ہی آن کر لیتے"۔

"ہاں ہاں تاکہ اس سیاہ فام بوڑھے کو پتہ چل جاتا اور وہ کیمرہ سمندر کی نذر کر دیتا"۔ اس نے غصہ سے کہا "میں خود حیران و پریشان ہوں کہ وہ مناظر فلم پر کیوں نہ آئے؟"

"یہ تو بہت ہی بُرا ہوا"۔ مارتھا بولی "میرا خیال ہے بوڑھے کی اس بات میں وزن ہے کہ وہاں ماورائی مخلوق کا عمل دخل بہت زیادہ ہے اور وہ اپنی مرضی کے خلاف کچھ نہیں ہونے دیتی"۔ اسی پریشانی کے عالم میں ہم تینوں کافی دیر تک اپنے عقل کے گھوڑوں کو آگے پیچھے دائیں بائیں دوڑاتے رہے آخر جب کوئی نتیجہ نہ نکلا تو اپنے اپنے کمروں میں جا کر لیٹ گئے۔

عینی مشاہدات کی تصویریں خراب ہونے کا ہم سب کو نہایت قلق تھا لیکن کسی ایک چیز کی کمی سے کام تو نہیں روکا جا سکتا چنانچہ بقیہ کچھ کام بھی ہم نے اگلے چند روز میں مکمل کر لیا۔ شن لی کی طبیعت بھی ٹھیک ہو گئی تھی تاہم مارتھا تھکی تھکی دکھائی دے رہی تھی جس کا راز صرف میں جانتا تھا۔ ہماری واپسی کے لئے ٹکٹ بھی بن کر آ گئے۔ آخر ایک روز ہم لوگوں نے اپنا رختِ سفر باندھا اور واپس نیویارک پہنچ گئے۔

(جاری ہے)

قارئینِ کرام سے گذارش

ادارہ روحانی ڈائجسٹ کی خط لکھنے والے کرم فرما قارئین سے گزارش ہے کہ وہ دستان خیال، محفل مراقبہ میں دعا، مشعل معرفت، روحانی بینک رائٹر کلب، حاصلِ مطالعہ، قندِ سخن، میرا پیغام ہے، جہاں نما، معلوماتِ عالم، اِس ماہ کے بہترین مضامین، روحانی سوال جواب، افق، روحانی ڈاک، شعبہ مضامین یا سر کولیشن میں سے کسی شعبے کو خط لکھنا چاہیں تو متعلقہ شعبے کا نام لفافے پر ضرور تحریر کر دیں۔

تاج الاولیاء حضرت بابا تاج الدین ناگپوری رحمتہ اللہ علیہ کے حضور

میرے بابا تاج الدین ولی ، تری خاکِ پا ہے سکندری
تو جمالِ خوئے محمدیؐ ، تو جلالِ پیکرِ حیدری
ترے میکدے سے پئے اگر ، وہ قلندروں کا ہو تاجور
تری فرش و عرش پہ ہے نظر ، ہے یہ اختیارِ قلندری
تو حلیم ہے ، تو کریم ہے ، تو ہی راہنمائے عظیم ہے
تُو تو شاہِ ہفت اقلیم ہے ، ترا چہرہ ہے رُخِ دلبری
یہ گلاب سنگھ کا واقعہ ، جو سنے وہ پوچھے یہ کیا ہوا ؟
یہ بھی اختیار عطا ہوا کہ مُرے بھی لے گئے زندگی
تری ذاتِ پاک کو جاننا ، نہیں میرے بس میں کہ ہو بیاں
میں ہوں خاکپائے قلندری ، تو وقارِ بزمِ محمدیؐ
یہ ترا کرم ہے کہ ہو اگر ، کہ ملیں نہ ٹھوکریں در بدر
مجھے چاہئے تری اِک نظر تجھے واسطہ ہے پیمبریؐ
تری طرزِ فکر عجیب ہے ، تُو تو عین رب کے قریب ہے
تو حبیب عالی طبیب ہے ، تُو شعور و فکرِ قلندری
وہ جو چہرہ اپنا چھپا گئے، وہ جو سب کی بگڑی بنا گئے
وہ جو رازِ موت سِکھا گئے ملے ان کی ذات کی چاکری
مجھے ان کی شانِ جمال کا کبھی ایک قطرہ جو ہو عطا
میں انیسؔ منتظرِ نظر وہ ہیں جلوہ گاہِ نبی ولی

(محمد انیس حجازی)

شہنشاہِ ہفت اقلیم

ابدال حق حضور قلندر بابا اولیاءؒ کا ارشاد ہے "شہنشاہ ہفت اقلیم نانا تاج الدین جیسی برگزیدہ ہستی ساڑھے تین ہزار سال میں اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی کرم سے پیدا کرتا ہے۔ یہ ساری کائنات چار نورانی آتھاروں پر قائم ہے۔ نانا تاج الدینؒ کی عظمت کا حال یہ ہے کہ نور اور تجلیات کی ان چاروں آتھاروں کو اپنے اندر اس طرح جذب کرلیتے ہیں کہ ایک قطرہ بھی ادھر اُدھر نہیں ہوتا۔ رسول اللہ ﷺ سے قربت کا عالم یہ ہے کہ حضور رحمت للعالمین ﷺ نے اپنے اس فرزند کی کوئی بات کبھی نامنظور نہیں کی"۔

سید نعمان ظفر عالم

سید حسن مہدی بدرالدین کی اہلیہ مریم بی نے ایک نہایت تاثر انگیز خواب دیکھا۔ انہوں نے دیکھا کہ چاند آسمان پر پوری آب و تاب سے چمک رہا ہے اور ساری فضا چاندنی سے معمور ہے۔ یکایک چاند آسمان سے گیند کی طرح لڑھک کر ان کی گود میں آگرا اور کائنات اس کی روشنی سے منور ہوگئی۔ انہی دنوں ان کے ہاں ایک لڑکے کی پیدائش ہوئی جس کا نام محمد تاج الدین رکھا گیا۔ عام بچوں کے برعکس تاج الدینؒ جب پیدا ہوئے تو روئے نہیں۔ آنکھیں بند تھیں اور جسم ساکت تھا۔ یہ دیکھ کر وہاں موجود خواتین کو شبہ ہوا کہ شاید بچہ مُردہ پیدا ہوا ہے۔ چنانچہ قدیم قاعدے کے مطابق گرم چھڑ پیشانی اور تلوؤں پر لگائی گئی۔ تاج الدینؒ نے آنکھیں کھولیں روئے اور پھر چپ ہوگئے۔ تاج الدین ایک سال کی عمر کو پہنچے تو والد کا انتقال ہوگیا۔ پھر والدہ انہیں لے کر اپنے والدین کے گھر رہنے لگیں چھ سال کی عمر میں مکتب پڑھنے جانے لگے اور عربی فارسی اُردو اور انگریزی کی تعلیم حاصل کرنے لگے ایک دن مکتب میں استاد سے درس لے رہے تھے کہ اس زمانے کے ایک ولی اللہ حضرت عبداللہ شاہ قادریؒ مدرسے میں آئے اور استاد سے مخاطب ہوکر کہا "یہ علم لدنی کا عالم ہے اسے پڑھانے کی ضرورت نہیں ہے"۔ پھر تاج الدینؒ کی طرف متوجہ ہوکر کہنے لگے "کم کھاؤ، کم سوؤ اور قرآن کی تلاوت کرتے وقت یہ سمجھو کہ تم پر قرآن کا نزول ہورہا ہے"۔ اس کے بعد اپنی جھولی سے ایک چھوارا نکالا اور اسے چبا کر دیا اسے کھاتے ہی تاج الدینؒ کی حالت بدل گئی اور تین دن تک جذب و سرور کا عالم طاری رہا۔

نو سال کی عمر میں والدہ بھی دنیا سے رحلت فرما گئیں پندرہ سال کی عمر میں مکتب کی تعلیم سے فارغ ہوکر گوندوانہ کے جنگلات میں ریاضت و مجاہدے میں مستغرق ہوگئے چند سال بعد گھر تشریف لائے تو نانا کا انتقال بھی ہوگیا تھا ماموں سید عبدالرحمٰن آپؒ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے انہی دنوں کنہاں ندی میں طغیانی آئی اس طغیانی میں

گھر کا اثاثہ بھی بہہ گیا جس کی وجہ سے آپؒ کے ماموں بے حد پریشان ہوگئے تاج الدینؒ نے انہیں تسلی دی اور مشورہ دیا کہ ہم دونوں ملازمت کر لیتے ہیں ماموں نے محکمہ جنگلات میں داروغہ کے عہدے پر ملازمت اختیار کرلی اور تاج الدینؒ فوج میں ملازم ہوگئے۔ کچھ عرصہ بعد آپؒ کا تقرر ساگر میں کردیا گیا۔ وہاں پر یہ معمول تھا کہ 9 بجے گنتی سے فارغ ہو کر بابا داؤد مکیؒ کے مزار پر تشریف لے جاتے اور صبح تک مراقبہ و مشاہدہ میں مصروف رہتے اور صبح سویرے پریڈ کے وقت ڈپو میں پہنچ جاتے۔ یہ مشغلہ پورے دو سال تک جاری رہا۔ کامٹی میں جب نانی کو اس بات کی خبر ہوئی کہ نواسہ راتوں کو غائب رہتا ہے تو خیال آیا کہ شاید آپ بُری صحبتوں کا شکار ہو کر بے راہ رو ہوگئے ہیں یہ سوچ کر نانی صاحبہ ساگر جا پہنچیں تاکہ یہ معلوم کریں کہ نواسہ راتوں کو کہاں رہتا ہے ایک رات کہیں باہر سے گھر آئے تو نانی نے ناشتہ سامنے رکھا تاج الدینؒ نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ بھوک نہیں ہے۔ اس جواب سے نانی اور فکر مند ہوئیں اور جب رات کو تاج الدینؒ ویرانے کی طرف روانہ ہوئے تو نانی بھی چپکے سے پیچھے ہولیں۔ دیکھا کہ نواسہ ایک مزار کے اندر داخل ہوا، کچھ انتظار کے بعد اندر جا کر دیکھا تو نواسے کو آنکھیں بند کئے مراقبے میں حد درجہ مستغرق پایا یہ دیکھ کر نانی کے دل کا بوجھ اتر گیا اور وہ نواسے کو دعائیں دیتی ہوئی واپس چلی گئیں۔ صبح جب نانی کے پاس آئے تو ہاتھوں میں چھوٹے چھوٹے پتھر تھے نانی نے فوراً ناشتہ پیش کیا تو آپؒ نے پتھر دکھاتے ہوئے کہا "نانی میں تو یہ لڈو پیڑے کھاتا ہوں"۔ یہ کہہ کر پتھروں کو یوں کھانا شروع کردیا جیسے کوئی مٹھائی کھاتا ہے۔

رفتہ رفتہ تاج الدینؒ کی طبیعت میں استغراق بہت بڑھ گیا اور انہی دنوں ایک ایسا واقعہ ہوا جس نے تاج الدینؒ کی زندگی کے اگلے دور کی بنیاد ڈالی۔ تاج الدینؒ کی ڈیوٹی اسلحے کے ذخیرے پر لگائی گئی تھی ایک رات دو بجے جب وہ اسلحے کے ذخیرے پر پہرہ دے رہے تھے، اچانک انگریز کیپٹن معائنے کے لئے آگیا۔ تاج الدینؒ کو تندہی سے پہرہ دیتے دیکھ کر واپس ہوا تو نصف فرلانگ پر ایک چھوٹی سی مسجد کے پاس سے گزرا۔ مسجد کا صحن چاندنی رات میں صاف نظر آرہا تھا۔ کیپٹن نے دیکھا کہ وہ جس سپاہی کو پہرہ دیتے دیکھ کر آیا ہے وہ خشوع و خضوع کے ساتھ مسجد کے صحن میں نماز ادا کررہا ہے سپاہی کو ڈیوٹی سے غفلت برتتے دیکھ کر اسے سخت غصہ آیا اور وہ واپس اسلحہ خانے آیا اس کے قدموں کی چاپ سن کر سپاہی پکارا "ہالٹ" انگریز کیپٹن سپاہی کو اپنی جگہ دیکھ کر سخت حیران ہوا اور کچھ کہے بغیر مسجد کا رخ کیا اور وہاں جا کر وہ حیران و ششدر رہ گیا کہ تاج الدینؒ اسی طرح محویت کے عالم میں مصروف عبادت تھے وہ ایک بار پھر اسلحہ خانے تصدیق کے لئے گیا اور وہاں ڈیوٹی دیتے دیکھ کر دوبارہ مسجد کا رخ کیا تو وہی منظر سامنے تھا۔

دوسرے روز اسی کیپٹن نے اپنے بڑے افسر کے سامنے تاج الدین کو طلب کیا اور کہنے لگا "ہم نے تمہیں رات کو دو دو جگہ دیکھا ہے۔ ہم سمجھتا ہے کہ تم خدا کا کوئی خاص بندہ ہے"۔ یہ سن کر تاج الدین کو جلال آگیا اور انہوں نے سرکاری وردی اور دوسرا سامان لا کر کیپٹن کے سامنے رکھا اور اپنے مخصوص مدراسی لہجے میں فرمایا۔ "لوجی حضت! اب دو دو نوکریاں نہیں کرتے حضت!" یہ کہہ کر تاج الدینؒ فوجی احاطے سے باہر نکل آئے۔

اس واقعے کے بعد حضرت بابا تاج الدین ناگپوریؒ پر جذب کی حالت مستقلاً طاری رہنے لگی۔ رشتہ داروں کو اطلاع دی گئی کہ تاج الدینؒ پر پاگل پن کا دورہ پڑ گیا ہے اور انہوں نے ملازمت چھوڑ دی ہے۔ نانی بے تاب ہو کر ساگر آئیں اور دیکھا کہ نواسے پر بے خودی طاری ہے وہ ان کو اپنے ساتھ کامٹی لے گئیں۔

چار سال شدید جذب و استغراق کی کیفیت میں رہے اور دیکھتے ہی دیکھتے عوام و خواص کی کثیر تعداد آپؒ کے گرد موجود رہنے لگی۔ بابا تاج الدینؒ لوگوں کے مسائل سنتے ان کو تسلی دیتے اور مسائل حل کرتے۔ آپؒ نے بے شمار افراد کو علم و عرفان کی منزل تک پہنچایا جذب کی حالت میں فرماتے تھے کہ "میرا نام تاج الدین ہے سوا لاکھ ولی بناؤں گا" لمحہ بھر کی نگاہ فیض سے لوگوں پر اسرار و رموز منکشف کردیتے۔

ایک بار بھنی پور جائس کے عبد الصمد دل میں یہ خواہش لئے ہوئے بابا تاج الدینؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ انہیں کشف عطا ہو جائے۔ بابا صاحبؒ کے روبرو پہنچے تو آپؒ بیڑی پی رہے تھے۔ حضرت بابا تاج الدینؒ نے سلگتی ہوئی بیڑی ان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "یہ لو کشف!" عبد الصمد نے فوراً بیڑی لے کر گہرا کش لگایا۔

قوتِ کشف انگڑائی لے کر اٹھی اور عبد الصمد نے اپنے اندر بے پناہ مخفی صلاحیتوں کا ذخیرہ محسوس کیا۔ حضرت بابا صاحبؒ نے بہت سے شہروں کے نام تیزی سے لئے اور فرمایا "جاؤ ان مقامات پر ہر مرض میں تمہارے پانی سے شفا ہوتی ہے"۔ عبد الصمد اپنی مطلوبہ دولت لئے واپس ہوا لوگ اتنی کثرت سے آنے لگے کہ حکومت کو ریلوے اسٹیشن اور پولیس اسٹیشن کی تعمیر کرانی پڑی جس پانی میں بھی ہاتھ ڈالا وہ جاں بلب مریض کو بھی بیماری کے منہ سے کھینچ لایا عبد الصمد کی شہرت ہندوستان سے نکل کر یورپ تک پہنچ گئی تھی۔ ایک دن ایک عورت عبد الصمد کے پاس آئی۔ یہ زمانہ اس کے مخصوص ایام کا تھا۔ عبد الصمد نے کہا "ناپاک ہے۔ نکال دو"۔

وہ عورت وہاں سے پریشان حال، شکستہ دل ناگپور پہنچی اور شکر درہ سے باہر مولسری کے ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئی پچھلے تجربے کی بناء پر وہ بابا صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہونے سے ڈر بھی رہی تھی، لیکن دوسری طرف اس کے بیٹے کی زندگی اور موت کا سوال تھا۔

اِدھر حضرت بابا تاج الدینؒ نے اپنے ایک عقیدت مند سے فرمایا "جاؤ مولسری کے نیچے وہ بیٹھی ہے بلا لاؤ"۔ عقیدت مند گیا اور عورت کو بلا لایا۔ عورت کچھ فاصلے پر ہی کھڑی ہوگئی اور قریب آنے سے ہچکچانے لگی۔ بابا تاج الدینؒ نے فرمایا "قریب آؤ اماں! عبد الصمد ایک لٹیا پانی تھا، گندا ہوگیا۔ تاج الدین سمندر ہے۔ یہاں آؤ اماں!" عورت فوراً قدم بوس ہوگئی۔ بابا صاحب نے فرمایا "گھر جاتے ہیں، بچہ کھیلتا ملتا ہے، اچھا رہتا ہے"۔ اِدھر عورت باہر لوٹ واپس ہوئی، اُدھر بابا تاج الدینؒ نے جائس کی طرف منہ کرکے فرمایا "عبد الصمد سسپنڈ" ان الفاظ کے ساتھ ہی عبد الصمد کی تمام صلاحیتیں سلب ہوگئیں۔

بابا صاحبؒ کے گوالے گلاب سنگھ کا واقعہ بھی نہایت حیرت انگیز اور قابل تفکر ہے جس نے بابا تاج الدین کی چائے کے لئے ایک بھینس کا دودھ وقف کر رکھا تھا، حضور قلندر بابا اولیاءؒ جو بابا تاج الدینؒ کے نواسے ہیں یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں

"وہ خود ہی دودھ لے کر آتا اور چھان کر جوش کرنے کے لئے رکھ جاتا، ایک دفعہ برسات کے دنوں میں صبح دودھ نہیں آیا۔ دن چڑھے انتظار کے بعد بابا صاحبؒ نے ایک عقیدت مند حیات خان سے کہا "کیا آج چائے نہیں ملے گی؟"

حیات خان نے جواب دیا "میں تو بہت سویرے سے گلاب سنگھ کا انتظار کر رہا ہوں معلوم نہیں کیا پتا پڑ گئی۔ ابھی تک دودھ نہیں لایا۔ حکم ہو تو بازار سے لے آؤں"۔

بابا صاحبؒ بگڑ کر بولے "پھر تو نے اس کی خبر کیوں نہیں لی جاکے؟"

حیات خان گاؤں کی طرف دوڑا۔ گاؤں میں داخل ہوتے ہی اس کی نظر گلاب سنگھ کی ارتھی پر پڑی۔ لوگ کریا کرم کے بندوبست میں لگے ہوئے تھے۔ اس نے ایک آواز سنی "بابا صاحبؒ کا گوالا مر گیا"۔

حیات خان پریشان ہو کر الٹے پاؤں دوڑا۔

بابا تاج الدینؒ راستے میں اس کا انتظار کر رہے تھے۔ انہیں دیکھ کر گلوگیر آواز میں بولا "گلاب سنگھ مر گیا"۔

بابا صاحبؒ یہ سن کر گاؤں کی طرف چل پڑے۔ حیات خان اور چند آدمی ان کے ساتھ تھے۔ ارتھی کے

قریب پہنچ کر پکارا "گلاب سنگھ! گلاب سنگھ" ہجوم سے بولے "اسے کھول دو یہ زندہ ہے"۔

گلاب سنگھ کے بھائی نے دوڑ کر ارتھی کی رسیاں کاٹ ڈالیں۔ آن کی آن میں گلاب سنگھ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

دوسرے دن گلاب سنگھ حسب معمول دودھ لے کر آیا تو لوگوں نے اسے گھیر لیا اور سوالات کی بوچھاڑ کردی۔

گلاب سنگھ نے کہنا شروع کیا ہو نددوں میں بھیجنے سے مجھے تپ چڑھ گئی۔ بدن جلنے لگا۔ کچھ لوگ اڑتے ہوئے آئے اور مجھے اس دنیا سے دوسری دنیا میں لے گئے۔ میں کئی گھنٹے تک ایک ہرے بھرے میدان میں گھومتا رہا۔ اس کے دو راستے تھے ایک کانٹے دار جنگل میں گم ہو جاتا تھا اور دوسرے راستے میں آبادیاں تھیں۔ چلتے چلتے میں ایک ایسی جگہ پہنچا جہاں بہت سی عدالتیں لوگوں سے بھری پڑی تھیں۔ ان ہی عدالتوں میں اونچی سی ایک عمارت دیکھنے میں آئی جس کے دروازے بڑے بڑے تھے، میں نے دیکھا بابا صاحبؒ ایک دروازے میں کھڑے کچھ سوچ رہے ہیں۔ پھر وہ محراب کی طرف بڑھے۔ یہاں تخت پر انبیاء کے سردار (ﷺ) تشریف رکھتے تھے۔ بابا صاحبؒ تخت کے سامنے ٹھہر گئے اور سر جھکا کر درخواست کی "میرے آقا! گلاب سنگھ کی واپسی کا حکم دیا جائے"۔

بارگاہ نبویؐ سے ارشاد ہوا "ایسا قانون نہیں ہے"۔

بابا صاحبؒ پھر سوچ میں پڑ گئے۔ چند منٹ بعد ہونٹوں کو جنبش ہوئی "اگر یہ درخواست قبول نہیں ہو سکتی تو غلام حضور کے بخشے ہوئے پیراہن کا مستحق نہیں"۔ یہ کہہ کر بابا صاحب کرتہ اتارنے لگے۔ سرور کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے ایک نظر دیکھ کر فرمایا "گلاب سنگھ! تم جاسکتے ہو"۔ جس زمانے میں حضور قلندر بابا اولیاءؒ کے والد صاحب "دلی ٹول ٹیکس" میں محرر تھے، ان دنوں برسات میں ان کے مکان کی ایک دیوار گر گئی مکان مالک برسات کے موسم میں مرمت کرانے کے لئے تیار نہ تھا۔

حضرت بابا تاج الدین ناگپوریؒ نے حضور قلندر باباؒ کے والد کو خط لکھا کہ بھابھی اور بیٹی سعیدہ کو ناگپور پہنچادو۔ ان ایام میں وہ راجہ رگھوراؤ کے پاس مقیم تھے اور شکرخ پور میں انہوں نے رہائش کا انتظام کیا تھا۔ بابا تاج الدینؒ روزانہ یا دوسرے دن اپنی گھوڑا گاڑی میں حضور قلندر باباؒ کے گھر تشریف لاتے اور گھنٹوں وقت گزارتے ان کی آمد کی وجہ سے اردگرد کی آبادی کے لوگوں کا آنا جانا لگا رہتا بابا تاج الدین لوگوں کے معاملات پر غور کرنے میں اتنا دماغ صرف کر دیتے کہ حواس ماؤف ہو جاتے۔ ایک بار وہ بے خیالی میں دروازے کی طرف جانے کی بجائے دیوار کے پیچھے کھڑی ہوئی گھوڑا گاڑی کی طرف بڑھتے چلے گئے اور یکایک ٹھوس دیوار سے گزر کر سڑک پر نکل گئے"۔

ٹھوس دیوار میں سے آرپار ہو جانے کی روحانی توجیہہ کرتے ہوئے حضور قلندر بابا اولیاءؒ بیان فرماتے ہیں "یہ کرامت نانا رحمۃ اللہ علیہ سے غیر ارادی طور پر صادر ہوئی لوگوں کے معاملات سے متعلق انتہائی گہرائی میں سوچنے کی وجہ سے نانا تاج الدینؒ کا ذہن تجلی الٰہی میں تحلیل ہو گیا اور جسم ذہن کے تابع ہونے کی وجہ سے ثقل کی منزل سے آگے نکل گیا"۔

بابا تاج الدینؒ 35 سال تک مخلوق خدا کی خدمت میں ہمہ تن مصروف رہے اس دوران آپؒ سے بے شمار کرامات کا ظہور ہوا۔ 17 اگست 1925ء بروز پیر آپ اس دنیا سے پردہ فرماگئے۔ چوبیس گھنٹے تک ہر مذہب وملت کے لوگ آخری دیدار کے لئے آتے رہے پھر بھی ہجوم کم نہیں ہوا آپؒ کی نماز جنازہ میں 30 ہزار افراد نے شرکت کی اور اخبارات نے وصال کی خبر کو جلی حرفوں میں شائع کیا۔

بابا تاج الدینؒ نے دو بنیادی باتوں پر بہت زور دیا تھا ایک اللہ تعالیٰ سے تعلق اور دوسرا اخلاص عمل۔ بابا صاحبؒ کو مردم آزاری اور ظلم سخت ناپسند تھا۔ بابا صاحب کا منشاء یہ تھا کہ اللہ سے تعلق خاطر ایسا ہونا چاہئے جو ایک بندے اور خالق کے درمیان ضروری ہے۔

مشعلِ معرفت

مرتبہ: سید نعمان علی

......راندہ درگاہ......

حضرت جنید بغدادیؒ ابلیس کے انکار سجدہ کے واقعہ سے بہت متاثر تھے وہ سوچتے تھے کہ کسی میں اتنی ہمت ہو سکتی ہے کہ وہ اپنے معبود کا حکم نہ مانے اس فکر نے انہیں اتنا پریشان کیا کہ وہ ابلیس کے ملنے کا اشتیاق کرنے لگے وہ اکثر سوچتے اے کاش میں ابلیس سے مل سکتا آپؒ اپنے ماموں سری سقطیؒ کے پاس رہتے تھے تو انہوں نے کہا "جنید جس سے خدا کے نیک بندے پناہ مانگتے ہیں تم اس سے ملنے کی خواہش کر رہے ہو یہ کیا بات ہے تم بھی شیطان ملعون سے خدا کی پناہ مانگو"۔ جنید نے ماموں کو کوئی جواب نہ دیا لیکن ابلیس سے ملاقات کی خواہش کو دل سے نہیں نکال سکے ایک دن جمعہ کی نماز پڑھ کر مسجد سے نکلے تو سامنے ایک کریہہ صورت بوڑھا آتا دکھائی دیا۔ یہ بوڑھا ان کے قریب آکر کھڑا ہو گیا اور انہیں حسرت واشتیاق سے دیکھنے لگا آپ نے اس پر کوئی توجہ نہ دی اور کترا کے نکل جانے کی کوشش کی بوڑھا پھر ان کے سامنے آکھڑا ہوا آپ نے زچ ہو کر پوچھا "تو کون ہے اور میرے راستے میں کیوں حائل ہو رہا ہے؟" بوڑھے نے جواب دیا انسان کی یہ عجیب فطرت ہے کہ پہلے تو یہ کسی سے ملنے کا شوق ظاہر کرتا ہے جب وہ شخص مل جاتا ہے تو یہ خود ہی اس سے بچ کر نکل جانے کی کوشش کرتا ہے۔ جنیدؒ نے کہا تو چاہتا کیا ہے؟ میں ترا مطلب نہیں سمجھا بوڑھے نے جواب دیا "کیا مجھ سے ملنے کی خواہش نہیں رکھتے تھے؟" جنید نے پھر سوال کیا "لیکن تم ہو کون؟" بوڑھے نے جواب دیا "ابلیس"۔ جنید نے اسے سر سے پاؤں تک غور سے دیکھا اور کہا "ہاں میں تجھ سے واقعی ملنا چاہتا تھا" ابلیس نے پوچھا لیکن کیوں؟ خدا کے پاک بندے تو مجھ سے خدا کی پناہ مانگتے رہتے ہیں؟" ہاں یہ بھی صحیح ہے" جنید نے کہا "تو ملعون ہے اور میں یہی جاننا چاہتا ہوں کہ تو نے یہ لعنت کا طوق اپنے گلے میں کیوں ڈلوالیا؟ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آخر وہ کیا چیز تھی جس نے تجھے آدم کو سجدہ کرنے سے روک لیا تھا؟"

ابلیس نے ایک سرد آہ بھری اور بولا "اللہ ایک ہے اور میں نے یہ گوارہ نہ کیا کہ خدا کے سوا بھی کسی کو سجدہ کروں۔ میں خدا کی ذات میں کسی اور کو کس طرح شریک کر سکتا تھا میں نے خدائے واحد کی وحدانیت کے لئے خدا کا حکم نہیں مانا میں سب سے بڑا موحد ہوں"۔ جنید اس کے جواب سے پریشان ہو گئے انہیں ایسا لگا کہ جیسے شیطان کو راندہ درگاہ قرار دیا جانا مبنی بر انصاف فیصلہ نہ تھا ابھی وہ فکر اور تردد میں تھے کہ اچانک دل میں القا ہوا کوئی کہہ رہا تھا "جنید تو کس کی باتوں میں آگیا۔ یہ جھوٹا ہے اس سے پوچھو یہ کس کا بندہ ہے" جنید نے اس سے پوچھا "تو کس کا بندہ ہے؟" ابلیس نے جواب دیا "خدائے وحدہٗ لاشریک کا" القا نے جنید سے جواب دلوایا "تو جھوٹا ہے خدا کے کسی بندے کی یہ مجال نہیں کہ وہ اپنے معبود کے حکم کی خلاف ورزی کرے تو اپنی آزادی کو جبر کا نام دے رہا ہے تو اگر واقعی اللہ وحدہٗ لاشریک کا اتنا ہی عاشق ہوتا تو ایک عاشق میں اتنا ہوش کہاں باقی رہتا ہے کہ اپنے محبوب کے حکم کی خلاف ورزی کرے" ابلیس نے ایک دردناک چیخ بلند کی بولا "جنید تم نے مجھے جلا ڈالا"۔ جنیدؒ نے پھر آنکھیں پھاڑ کر دیکھا اب وہاں ابلیس کا پتہ ونشان تک نہ تھا۔

(مرسلہ: نعیم اللہ طاہر۔ گیلانی ٹاؤن منڈی بہاؤالدین)

......زیارتِ خضرؑ......

حضرت غوث علی شاہؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اور میرا بھائی دونوں ملک دکن کے اندر ایک راجہ کے سواروں میں بھرتی ہو گئے۔ چند روز کے بعد وہ راجہ مر گیا تو

اس کے دو بیٹوں نے ریاست و سپاہ آپس میں تقسیم کرلئے۔ اتفاق سے دونوں بھائیوں میں ناراضگی ہوگئی اور آپس میں لڑپڑے ہم دونوں بھائی بھی لڑائی میں سخت زخمی ہوئے۔ رات کو میدان جنگ میں پڑے تھے اور کوئی ہمارے حال کا پرسان نہ تھا۔ آدھی رات کے وقت پیاس لگی دور سے ایک برہمن آتا نظر آیا، اس کے ہاتھ میں ایک بالٹی تھی اور دس پندرہ آدمی ساتھ پانی کے بھرے ہوئے گھڑے سروں پر اٹھائے زخمیوں کو پانی پلارہے تھے، چونکہ مجھے ہندوؤں کے ہاتھ سے کھانے پینے سے ہمیشہ پرہیز رہا تھا اس لئے برہمن کے ہاتھ سے پانی پینے سے انکار کردیا۔ برہمن چلا گیا اور پھر تھوڑی دیر بعد واپس آیا۔ مجھ سے مخاطب ہوکر کہنے لگا۔ خان صاحب! کیوں پیاسے رہتے ہو پی بھی لو۔ میں نے کہا میں نے کبھی ہندو کے ہاتھ سے پانی نہیں پیا۔ اب مرتے وقت کیوں پیوں۔ برہمن نے کہا آپ بڑے ضدی ہیں۔ کیا اسی کا نام مسلمانی ہے لو پانی پیو میں تمہارے بھائی کو بھی پانی پلا آیا ہوں، ابھی تمہاری عمر بہت ہے، یہ سن کر میرے کان کھڑے ہوئے کہ یہ شخص میرے بھائی کو کیونکر جانتا ہے اور اس کو ہماری عمر کی کیا خبر۔ میں نے کہا پانی تو پی لوں گا لیکن یہ تو بتایئے کہ آپ کون ہیں فرمایا کہ میں خضر ہوں یہ لوگ جن کے سروں پر پانی کے گھڑے ہیں ابدال ہیں۔ ہم کو حکم ہوا ہے کہ ابھی ان زخمیوں کی عمر زیادہ ہے لہٰذا انہیں پانی پلاؤ۔ میں نے کہا حضرت آپ نے یہ بھیس کیوں بدلا ہے آپ نے فرمایا میاں چپ رہو مہاراج کو مہاراج اس لئے کہ بہت سے ہندو بھی اس میدان میں پڑے ہیں جن کو مسلمانوں کے ہاتھ سے پانی پینے سے انکار ہے۔ میں نے کہا اگر آپ دوسری ملاقات کا وعدہ کریں تو پانی پیتا ہوں آپ نے فرمایا اچھا ملاقات ہوگی لیکن تم پہچان نہ سکوگے۔ میں نے پانی پیا، کچھ قوت آئی وہاں سے اٹھ کر مکان پر آیا پھر نوکری چھوڑ کر اپنے وطن کی راہ لی۔ وطن پہنچ کر مسجد کی امامت اختیار کی اور پھر لڑکوں کو پڑھانے لگا۔ کوئی پندرہ برس کے بعد ایک روز ایک سپاہی شکستہ حال جس کی تلوار کا نیام بھی ٹوٹ چکا تھا، مسجد میں آیا۔ السلام علیکم کہا، میں نے جواب دیا وعلیکم السلام پھر میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کیسے تشریف لائے۔ کہا بہت دنوں سے آپ کی ملاقات کے لئے دل چاہتا تھا، آج سرکاری کام سے ادھر آنکلا خیال کیا کہ آپ سے ملتا چلوں۔ میں نے سوچا کہ ہماری ان سے ملاقات تو ہے نہیں، شاید روٹی کے لئے باتیں بناتے ہیں۔ ہم نے روٹی منگوا کر انہیں کھلادی جب کھاپی کر چلنے لگے تو فرمایا کہ لو خان صاحب ہم جاتے ہیں، پندرہ سولہ برس ہوئے کہ تم سے ملاقات ہوئی تھی اور ہم نے ملاقات کا وعدہ کیا تھا پھر یہ نہ کہنا کہ ہم نے وعدہ خلافی کی۔ ہم روٹی کھانے نہیں آئے تھے بلکہ آپ سے ملاقات کرنے آئے تھے۔ میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ وہ السلام علیکم کہہ کر مسجد کے دروازے سے باہر نکل گئے۔ اس وقت مجھے یاد آیا کہ یہ تو حضرت خضر علیہ السلام تھے میں دوڑا اور ہر گلی کوچہ میں دریافت کیا کہ کسی نے اس شکل صورت کا کوئی آدمی تو نہیں دیکھا مگر کچھ پتہ نہ لگا مجبوراً ہم افسوس کرتے رہ گئے۔

(مرسلہ: عذرا صادق۔ منڈی بہاؤالدین)

......مرتبہ......

حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے جتنے بھی مراتب حاصل ہوئے ہیں سب والدہ کی اطاعت سے حاصل ہوئے۔ ایک مرتبہ میری والدہ نے رات کو پانی مانگا لیکن اتفاق سے اس وقت گھر میں قطعاً پانی نہیں تھا۔ چنانچہ میں گھڑے سے پانی لایا مگر میری آمد و رفت کی تاخیر کی وجہ سے والدہ کو پھر نیند آگئی اور میں رات بھر پانی لئے کھڑا رہا حتیٰ کہ شدید سردی کی وجہ سے وہ پانی پیالے میں منجمد ہوگیا اور جب والدہ کی بیداری کے بعد میں نے انہیں پانی پیش کیا تو انہوں نے فرمایا تم نے پانی رکھ دیا ہوتا اتنی دیر کھڑا رہنے کی کیا ضرورت تھی میں نے عرض کی کہ اس خوف سے کھڑا رہا کہ مبادا آپ کہیں بیدار ہوکر پانی نہ پائیں اور آپ کو تکلیف پہنچے یہ سن کر میری والدہ نے مجھے دعائیں دیں"۔

(مرسلہ: اختر زمان۔ اورنگی ٹاؤن کراچی)

مرتبہ: دانش علی

حاصلِ مطالعہ

آپ اپنے ذوقِ مطالعہ سے دوسروں کو بھی متاثر اور مستفید کرسکتے ہیں۔
وہ اس طرح کہ اپنا حاصلِ مطالعہ، کتاب کے حوالے کے ہمراہ ہمیں ارسال کردیں۔

مامتا

میں نے ہوش سنبھالا تو ایک ہی فرد کو گھر میں پایا، وہ میرے اور میں اس کے دل و نگاہ کا مرکز بن گیا۔ مجھ پر جوانی اور اس پر بڑھاپا آتا گیا۔ لیکن ہم گردشِ لیل و نہار سے بے نیاز ایک دوسرے کے سہارے زندگی کی شاہراہ پر گامزن رہے۔ جب کبھی میں یاس و حرماں کی ویرانیوں میں بھٹکنے لگا تو ایک مانوس آواز نے مجھے راہ سُجھائی اور جب میں قید و بند کی تاریکیوں کو ہمہ گیر سمجھنے لگا تو ایک ٹھنڈی کرن نے مجھے روشنی مہیا کی۔ قید و بند سے رہا ہوکر واہگہ (لاہور) پہنچا تو استقبال کرنے والوں میں بہت لوگ تھے لیکن وہاں وہ آواز تھی نہ وہ کرن جس کی مجھے تلاش تھی۔ میں بھاگا بھاگا اس گاؤں پہنچا جہاں برسوں پہلے ہماری رفاقت کا آغاز ہوا تھا، لیکن وہاں بھی سنسان خاموشی اور مہیب ہوا کے سوا کچھ نہ تھا، البتہ قریبی قبرستان میں ایک تازہ قبر کی مٹی سے سوندھی سوندھی خوشبو پھوٹ رہی تھی۔ یہ ماماتا تھی جو آج بھی میرا استقبال کرنے کو بے قرار تھی۔

(اقتباس: ہمہ یاراں دوزخ۔ صدیق سالک
مرسلہ: نائلہ خورشید۔ کوہاٹ)

دنیا کی کامیاب ترین ہستی

(حضرت) محمد ﷺ نہ صرف اسلام کی الہیات کی تشکیل میں فعال تھے بلکہ اس کے بنیادی اخلاقی ضوابط بھی بیان کیے۔ علاوہ ازیں انہوں نے اسلام کے فروغ کے لئے بھی مساعی کیں اور اس کی مذہبی عبادات کی بھی توضیح کی۔

عیسیٰ مسیح کے برعکس (حضرت) محمد ﷺ نہ صرف ایک کامیاب دنیادار تھے بلکہ ایک مذہبی رہنما بھی تھے۔ فی الحقیقت وہی عرب فتوحات کے پس پشت موجود اصل طاقت تھے۔ اس اعتبار سے وہ تمام انسانی تاریخ میں سب سے زیادہ متاثر کن سیاسی قائد ثابت ہوتے ہیں۔

بہت سے اہم تاریخی واقعات کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ وہ ناگزیر تھے۔ اگر ان کی رہنمائی کرنے والا کوئی خاص سیاسی قائد نہ بھی ہوتا تو وہ وقوع پذیر ہوکر رہتے۔ مثال کے طور پر اگر سائمن بولیوار بھی پیدا نہ ہوتا پھر بھی شمالی امریکی کالونیاں اسپین سے آزادی حاصل کرہی لیتیں۔ اور ہرنانڈو کورٹیز اگر منظر پر ظاہر نہ بھی ہوتا تب بھی اسپین میکسیکو پر قبضہ کرلیتا اور چارلس ڈارون کے بغیر بھی ارتقاء کا نظریہ وضع کرہی لیا جاتا۔

لیکن عرب فتوحات کے بارے میں ایسا نہیں کہا جاسکتا کہ (حضرت) محمد ﷺ سے پہلے ایسی کوئی مثال موجود نہیں ہے اس امر پر اعتبار کرنے میں ہچکچاہٹ کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ (حضرت) محمد ﷺ کے بغیر یہ فتوحات ممکن نہیں تھیں۔

ہم جانتے ہیں کہ ساتویں صدی عیسوی میں عرب فتوحات کے انسانی تاریخ پر اثرات ہنوز موجود ہیں۔ یہ دینی اور دنیاوی اثرات کا ایسا بے نظیر اشتراک ہے جو میرے خیال میں (حضرت) محمد ﷺ کو انسانی تاریخ میں سب سے زیادہ متاثر کن شخصیت کا درجہ دینے کا جواز بنتا ہے۔

(اقتباس: سو عظیم آدمی۔ مائیکل ہرٹ
مرسلہ: شازیہ کنول کمبوہ۔ بالاتی)

خزانہ

ایک آدمی اپنے پیر صاحب کے پاس گیا اور کہا مکان بنا رہا ہوں۔ انہوں نے کہا بیٹا بہت اچھا مکان بناؤ۔ اس نے پوچھا کیسا بناؤں؟ پیر صاحب نے کہا اس ایسا بناؤ کہ چھوڑتے ہوئے تکلیف نہ ہو۔ بس یہی کچھ ہم نے کرنا ہے کہ ایسا مکان بنانا ہے کہ چھوڑتے ہوئے تکلیف نہ ہو کچھ لوگ ہوتے ہیں جنہیں چھوڑتے وقت تکلیف ہوتی ہے۔ ایک بادشاہ تھا اس بادشاہ کا آخری وقت آگیا تو جان نہیں نکل رہی تھی، مولوی اور حافظ سورۃ یٰسین پڑھتے رہے آخر اس زمانے کے درویش کے پاس گئے اور کہا کہ جناب بات یہ ہے کہ جہاں پناہ کی جان نہیں نکل رہی ہے تیں چالیس دن ہوگئے ہیں بڑے عذاب میں مبتلا ہیں اس سلسلے میں کیا کیا جائے انہوں نے کہا بات یہ ہے کہ یہاں پر سورۃ یٰسین کام نہیں آئے گی اس شخص کو وہ خزانہ دکھاؤ جو یہ ہندوستان سے لائے تھے یہ محمود غزنوی کی بات ہے جب اس کو خزانہ دکھایا گیا تو اس نے سوچا کہ میں یہ سب کچھ چھوڑ کے جا رہا ہوں اور اس بات سے اس کا ہارٹ فیل ہوگیا۔ آپ کی پڑی ہوئی چیزیں جو ہیں نا یہی آپ کو مارتی ہیں قبر میں آپ کچھ بھی ساتھ لے کر نہیں جا سکتے۔

(اقتباس: گفتگو۔ واصف علی واصف

مرسلہ: انار گل خان۔ لاہور)

اللہ سے دوستی

حضرت رابعہ بصریؒ ایک رات نماز پڑھتے پڑھتے تھک گئیں اور سو گئیں۔ اتفاقاً اس رات آپ کے گھر کوئی چور گھس آیا اور آپ کے سامان کی گٹھڑی باندھ کر اٹھائی اور چاہا کہ چل دے۔ مگر جب اس نے گٹھڑی اٹھائی تو اندھا ہوگیا اور راستہ نہ پایا۔ گھبرا کر اس نے گٹھڑی رکھ دی۔ گٹھڑی رکھی تو پھر بینا ہوگیا۔ اس نے پھر گٹھڑی اٹھائی تو پھر اندھا ہوگیا۔ غرض دو تین بار ایسا ہی ہوا۔ پھر اس نے غیب سے ایک آواز سنی کہ اے نادان! اگر ایک دوست سو رہا ہے تو دوسرا دوست جاگ رہا ہے۔ بیوقوف! رابعہ نے اپنے آپ کو جب سے ہمارے سپرد کر رکھا ہے اس وقت سے بیچارے ابلیس کو یہ قدرت حاصل نہیں کہ وہ اس کے پاس پھٹکے۔ پھر چور بیچارے کی کیا طاقت کہ اس کے سامان کے پاس پھٹکے۔ آخر وہ اللہ سے معافی مانگتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

(اقتباس: اللہ میری توبہ۔ عالم فقری

مرسلہ: وسیم ناز تبسم۔ غوثیہ کالونی۔ سمندری)

احترام اور محبت

پتہ نہیں حکم کس نے چلایا تھا کہ ماں باپ کا احترام کرو۔ احترام کے جذبے نے ہمیں ایک دوسرے سے کاٹ کر رکھ دیا ہے۔ بیٹے کو باپ سے، شاگرد کو استاد سے، مسلمان کو اللہ اور اللہ کے کلام قرآن سے، احترام کی وجہ سے ہم نے قرآن کو ریشمی جزدانوں میں بند کر کے طاق پر رکھ دیا ہے اور ہم اللہ سے ڈرتے ہیں تھر تھر کانپتے ہیں۔ ہم نے اسے دور آسمانوں پر بٹھا رکھا ہے ہم اس کے قرب سے خائف ہیں۔ احترام اور ڈر کی وجہ سے آج کا بیٹا اپنے باپ کو "دی اولڈ مین" کہتا ہے۔ شاگرد استاد پر نکتہ چینی کرتا ہے۔

کاش کوئی رہبر کہتا کہ اللہ سے محبت کرو، کوئی دانشور کہتا باپ سے پیار کرو۔

(اقتباس: اوکھے اولڑے۔ ممتاز مفتی

مرسلہ: انیلا اسلم۔ جوہر ٹاؤن لاہور)

زمان و مکان

زندگی گذارنے کے لئے مکان Space ایک ہے اور زمان Time کا کوئی حدو شمار نہیں ہے۔ مکان فرد کو اس کے ہونے کا احساس دلاتا ہے اور زمان Time یہ بتاتا ہے کہ انسان ساٹھ ہزار حواس سے مرکب ہے، اور جب کوئی قوم اپنے حواس سے باخبر ہونے کی جدوجہد کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اوپر ترقی و تعمیر کے دروازے کھول دیتا ہے۔

(اقتباس: آوازِ دوست۔ خواجہ شمس الدین عظیمی

مرسلہ: حور بانو، دستگیر کراچی)

7

قرآنی انسائیکلوپیڈیا

﴿ادارہ﴾

قرآن پاک محض ثواب کا ذریعہ سمجھ کر نہ پڑھیں یا طاقوں کی زینت بنا کر نہ رکھیں۔ بلکہ اس میں تفکر کریں، جیسا کہ غور و فکر کا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فہمِ قرآن عطا کرنے کا خود ذمہ لیا ہے "ہم نے قرآن کا سمجھنا آسان کردیا ہے، کیا ہے کوئی سمجھنے والا؟" اس آیت مبارکہ کی روشنی میں ہم پر لازم ہے کہ اس عطیۂ خداوندی سے فیض اُٹھاتے ہوئے قرآن پاک میں غور و فکر کو اپنا شعار بنائیں تاکہ ہماری روحیں نورِ ہدایت سے معمور ہوجائیں اور ہم ان صفات کو حاصل کرسکیں جن سے بندے کے لئے آسمان و زمین مسخر ہوجاتے ہیں۔

أَجْر AJR ۔ اس لفظ کے لغوی معنی صلہ، ثواب، مزدوری اور مہر کے ہیں۔ انگریزی میں اسے REWARD کہتے ہیں۔ یہ لفظ أجر ، أجراً، أجره ، أجرها ، اجرهم ، اجری ، اجورهم ، اجورکم اور اجورهن جیسے ہم معنی الفاظ کے ساتھ 105 مرتبہ قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور صلوٰۃ قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اس کا صلہ ہے ان کے رب کے پاس اور وہ خوف و غم سے محفوظ ہیں۔ (سورہ بقرہ۔ 277)

ترجمہ: میرا اجر تو خدا کے ذمے ہے۔ (سورہ ہود: 29)

ترجمہ: آخرت کا اجر ان کے لئے بہتر ہے جو لوگ ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کیا۔ (سورہ یوسف: 57)

ترجمہ: اور ان کو دنیا میں بھی اس کا صلہ عنایت کیا اور وہ آخرت میں بھی نیک لوگوں میں ہوں گے۔ (سورہ عنکبوت: 27)

بعض لوگ اجر یا ثواب کے متعلق یہ خیال کرتے ہیں کہ اس کا تعلق صرف آخرت سے ہے اور نیک کاموں کا نتیجہ دنیا میں نہیں ملتا...... یہ خیال حقیقت کے برعکس ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی فرد اللہ کی رضا کے لئے کوئی نیک عمل کرے اور اس نیک عمل کا مثبت اثر اس کی دنیاوی زندگی میں نظر نہ آئے۔ مثال کے طور پر کسی تاجر کے لئے ایک نیکی یہ ہے کہ جو مال وہ فروخت کر رہا ہے اس کی اصلیت کے بارے میں گاہک کو مکمل آگاہی دے دے، لیکن اگر وہ ایسا نہیں کرتا ہے اور خراب مال کی خوبیاں بیان کر کر کے اس کو مہنگے داموں فروخت کردیتا ہے تو ایک وقت آئے گا کہ لوگوں میں اس کے بارے میں بُرا تاثر قائم ہوجائے گا اور لوگ اس سے خرید و فروخت کرنے سے گریز کریں گے۔ اسی طرح اگر ایماندارانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے معیاری اشیاء مناسب داموں فروخت کرے گا تو لوگوں میں اس کی اچھی ساکھ قائم ہوگی اور لوگوں کی بہت بڑی تعداد اس کے

ساتھ لین دین رکھنے میں اطمینان محسوس کرے گی۔ یعنی اللہ کی منشاء پر چلتے ہوئے نیکی کو اختیار کرنے سے اللہ راضی ہوتا ہے اور وہ نہ صرف آخرت میں اپنے اس بندے کے لئے بہتر انتظام کرتا ہے بلکہ ایسے شخص کو دنیا میں بھی اچھا صلہ ملتا رہتا ہے۔ مثلاً نماز قائم کرنے کے متعلق کچھ لوگ کہتے ہیں "نماز پڑھو اللہ تعالیٰ آخرت میں اجر دیں گے" آخرت میں تو جو ملے گا وہ اللہ کی عنایت سے ملے گا لیکن اگر نماز ذہنی یکسوئی اور اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کرنے کے جذبے کے ساتھ ادا کی جائے تو قرآن مجید کے مطابق "نماز فحاشی اور منکرات سے روک دیتی ہے"۔ فحش اور گناہ آلود زندگی گزارنے والے فرد سے لوگ تعلق رکھنا پسند نہیں کرتے ایسا فرد ذہنی و جسمانی بیماریوں میں علیحدہ مبتلا رہتا ہے۔ چنانچہ نماز قائم کرنے سے دنیا میں بھی عزت نصیب ہوتی ہے اور آخرت میں بھی یعنی سورہ عنکبوت کے مطابق اللہ تعالیٰ آخرت میں بھی صلہ دیتے ہیں اور دنیا میں بھی۔

اس کے علاوہ قرآن کی سورۃ نساء، مائدہ، احزاب، الممتحنۃ، الطلاق میں اجورھن کا لفظ خواتین کے حق مہر MARRIAGE PORTION کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمان مردوں کو بوقتِ نکاح اپنی بیویوں کو حق مہر ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ حق مہر کے ذریعے عورتوں کی ایسی تمام خرید و فروخت پر قدغن لگائی گئی ہے جس میں عورت کی قیمت اس کے سرپرست کو شوہر کی طرف سے ادا کی جاتی ہے۔ یہ مہر ایک نذرانہ ہے جو شوہر بہ غرض اکرام و اعزاز براہ راست اپنی بیوی کو پیش کرنا اپنے اوپر واجب کرلیتا ہے۔ مہر بیویوں کا حق ہے یہ ایک قسم کا قرض بھی ہے شوہر کی جائداد پر...... یعنی تمام دوسرے قرضوں کے مقابلے میں حق مہر پہلا قرض ہے۔ اس قرض کو ادا کرنے کے بعد ہی دوسرے قرضوں کی طرف توجہ کی جائے گی۔ اس قانون کو دنیا کی تمام عدالتوں نے تسلیم کیا ہے۔ مہر کی رقم کے متعلق ایک جگہ قرآن حکیم نے لفظ قنطار جس کا مطلب سونے کا ڈھیر ہے، کے ذریعے وضاحت کی ہے کہ اگر بیوی کو ڈھیروں دولت بھی دے دی جائے گی تو اس سے واپس نہیں لیا جائے۔

ترجمہ: اور دے چکے ہو ایک کو سونے کا ڈھیر تو واپس نہ لو اس میں سے کچھ۔

کیا لینا چاہتے ہو ناحق اور صریح گناہ سے؟ (سورہ النساء: 20)

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ مہر کی رقم کم کرنے کی تلقین کر رہے تھے تو ایک صحابیہؓ نے اُن کی تجویز پر اعتراض کیا کہ اللہ تعالیٰ تو عورتوں کو قنطار یعنی ڈھیروں دولت دلوانا چاہتے ہیں اور آپ اس میں کمی کر رہے ہیں۔ اس اعتراض پر حضرت عمرؓ نے اپنی تجویز واپس لے لی اور فرمایا "آپ درست فرماتی ہیں"۔

حق مہر کی رقم سے قرآن حکیم نے طبقہ نسواں کی معاشی حالت کو سہارا دے کر انہیں خود کفیل بنایا ہے یہی وجہ ہے کہ طلاق کے بعد مرد کو مہر کی رقم واپس نہ لینے کا حکم دیا گیا ہے۔

عرب ممالک میں آج بھی نقد مہر ادا کرنے کا رواج ہے لیکن ہندوستان پاکستان کے مسلمانوں میں بوقتِ نکاح مہر کی روایت ناپید ہو چکی ہے۔ شادی کے موقع پر فضول رسموں پر تو خوب اسراف کیا جاتا ہے لیکن جو چیز فرض ہے اس کی ادائیگی سے منہ چرالیا جاتا ہے۔ بعض طبقوں میں مہر کی رقم ساڑھے بتیس روپے ادا کی جاتی ہے اور اسے شرعی مہر کا نام دیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اکثر طلاق کے سانحے پر مہر کی رقم بھی حیلے بہانے سے ہڑپ کرلی جاتی ہے۔ اس طرزِ عمل سے ہندوستان اور پاکستان کی مسلمان خواتین کسی طور پر بھی معاشی خود کفالت حاصل نہیں کرسکتی ہیں۔

☆☆☆

الأَجَل

AJAL کے معنی مدت کے ہیں۔ انگریزی میں اسے TERM کہتے ہیں۔ یہ لفظ أجلاً، أجلنا، اجلہ، اجلھا، اجلھم، اجلھن، الاجلین، اجلت، موجلا کے ہم معنی الفاظ کے ساتھ کل 54 مرتبہ قرآن

مجید میں استعمال ہوا ہے۔

ترجمہ: اور وہی ہے جس نے بنایا تم کو مٹی سے، پھر ایک وقت مقرر کیا، اور وقت مقرر ہے اُس (اللہ) کے پاس پھر بھی تم شک کرتے ہو۔ (سورۃ انعام: 2)

ترجمہ: اور جس دن جمع کریں سب کو۔ اے جماعت جنوں کی تم نے بہت کچھ لیا انسانوں سے اور بولے اُن کے دوست انسان، اے ہمارے رب کام نکالا ہم نے ایک دوسرے سے اور پہنچے اس مقررہ وقت پر جو تو نے معین کیا تھا۔ (سورۃ انعام: 128)

ترجمہ: ہم نے جو تخلیق کیے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے بجز حق پر اور ایک متعین وقت پر۔ اور جو لوگ کافر ہیں میں ڈراتا ہوں تو دھیان نہیں دیتے۔ (سورہ احقاف: 3)

اللہ تعالیٰ نے سورہ احقاف کی مندرجہ بالا آیت میں اس بات کی نشاندہی فرمائی ہے کہ زمین و آسمان کی تخلیق حق پر ہوئی ہے۔ حق سے مراد یہ ہے کہ زمین و آسمان اللہ تعالیٰ کے تخلیق کردہ فارمولوں پر بلاچون و چرا متحرک ہیں اور ہر ایک تخلیق میں ایک متعین وقت کا عمل دخل ہے۔

سورۃ المعارج کی چوتھی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ روحیں اور فرشتے اتنا سفر ایک دن میں کرتے ہیں جس کا شمار دنیا کے پیمانے سے پچاس ہزار سالوں پر محیط ہے۔ یہاں دو اہم نکتے حاصل ہوتے ہیں۔

پہلا یہ کہ ان کا ایک دن ہمارے دنوں کے 365X50,000 = 1,82,50000 دنوں کے برابر ہے۔

دوسرے نکتے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ وقت کا نظریہ RELATIVE ہے۔ وقت سے مراد یہ نہیں ہے کہ گھڑی دیکھ کر وقت معلوم کرلیا جائے۔ بلکہ وقت مختلف موجودات کے لئے مختلف طرز کی کیفیت رکھتا ہے۔

سورۃ المعارج کی مذکورہ آیت سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ عالم ناسوت (مادّی دنیا) پر وقت بے حد سست رفتاری سے گزر رہا ہے اور یوں یہ نکتہ روشن ہو جاتا ہے کہ زمین و آسمان اور اُن کے درمیان جو کچھ بھی ہے وہ نہ صرف حق پر ہے بلکہ اُن کا ایک متعین وقت بھی ہے۔

آئن اسٹائن اور لورنز نے بنیادی طبیعیات کے قوانین کے تحت ہمارے شعور میں آنے والی اطلاعات کی رفتار کا تعین تین لاکھ کلو میٹر فی سیکنڈ کیا ہے۔ اس حقیقت کی روشنی میں کچھ مادہ پرست لوگوں نے کائنات کی آخری حدود کا تعین کرنے کی کوششیں کی ہیں مگر ڈیراک DIRAC اور ہائزن برگ HEISENBERG نے حدود کی نشاندہی کے اس عمل کو روک دیا ہے۔

مادہ MATTER کی رفتار پر پابندی یا قدغن اس وجہ سے ہوئی کہ ہر اس چیز کا حجم بے تحاشا بڑھنا شروع ہو جاتا ہے جب اس کی رفتار روشنی کی رفتار کے قریب پہنچتی ہے۔ بہر حال کولمبیا یونیورسٹی کے فزکس کے پروفیسر جیرالڈ فائنبرگ FEINBRG نے یہ نظریہ پیش کیا ہے کہ رفتار کی یہ حد جو کائنات میں چیزوں MATTER سے متعلق ہوتی ہے درحقیقت مزید بڑھائی جاسکتی ہے۔ کائناتی طبیعیات میں جدید ریسرچ نے ایسی مثالیں پیش کی ہیں جن کی رو سے ایسی مادی چیزیں سامنے آتی ہیں، جن کی توانائیاں ختم ہو چکی ہوتی ہیں اور ایسی توانائیاں سامنے آتی ہیں جن کا مادہ ختم ہو چکا ہوتا ہے۔ پروفیسر فائنبرگ نے ریاضیاتی اکائیوں کی مدد سے یہ نظریہ ثابت کیا ہے کہ ایسی شعاعیں بھی موجود ہیں جو ہمارے مادے سے متعلق تصورات کے تابع نہیں ہوتیں۔ ان شعاعوں کو ٹکیان TACKYON کا نام دیا گیا ہے۔ چونکہ ان شعاعوں کی رفتار معلوم حدود سے تجاوز کر جاتی ہے اس لئے انہیں عام مادہ MATTER نہیں کہا جاسکتا۔ اگر ان کی رفتار میں کمی ہو جائے تو یہ کمیت یا حجم کی حامل ہو جائیں گی اور مادی شکل میں واپس آجائیں گی اور اس طرح مشاہدہ کرنے والوں کو نظر آ

شروع ہو جائیں گی۔ اسی طرح وہ ذرے جو مادی ذرائع تحقیق کے تناظر میں اس رفتار سے حرکت کرنے لگیں کہ ان کی رفتار روشنی کی رفتار سے بڑھ جائے تو وہ پروٹون (PROTONS) کے پھوٹ نکلنے کا باعث بنیں گے۔ اس عجوبے کو اس کے دریافت کرنے والے کے نام کی مطابقت سے "سیرینکو واشعاع کا اخراج" CERENKOV RADIATION کا نام دیا گیا ہے۔

اگر روشنی کی رفتار کو "C" شمار کر لیا جائے تو ان شعاعوں کی رفتار کی حرکت کی شرح VELOCITY مثال کے طور پر 2C یا 10C ہو تو اس صورت میں ان کے لئے وقت مقابلتاً اسی قدر پھیل DILATE جائے گا۔ یہ حقیقت ہے کہ کائناتی شعاعوں پر تحقیق نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ کائنات کے مختلف علاقوں میں وقت کے بہاؤ یا گزرنے کی رفتار تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ یا تو یہ کم ہو جاتی ہے یا بڑھ جاتی ہے۔ جیسا علاقہ REGION ہو۔

☆☆☆

اُجِّلَتْ UJJILAT۔ اس لفظ کے لغوی معنی دیر کے ہیں۔ انگریزی میں اس لفظ کو DEFERED کہتے ہیں۔ یہ لفظ قرآن میں صرف ایک مرتبہ سورہ مرسلت میں استعمال ہوا ہے۔

ترجمہ: کہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ ہو کر رہے گی۔ جب تاروں کی چمک جاتی رہے گی۔ جب آسمان پھٹ پڑے گا اور پہاڑ دھنک ڈالے جائیں گے اور جب بھیجے جانے والے کا وقت مقرر ہو، کس دن کے واسطے ان کو دیر ہے، اس فیصلے کے دن کے واسطے، اور تو نے کیا اور اک کیا ہے فیصلے کے دن کا۔ خرابی ہے اس دن کے جھٹلانے والوں کی۔ (سورہ مرسلت: 7-15)

مندرجہ بالا قرآنی آیت میں ایک ایسے دن کی نشاندہی کی جا رہی ہے جس دن ناقابلِ یقین واقعات EVOLUTION رونما ہوں گے۔ لیکن اس آیت کے انداز بیان پر تفکر کیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ محض ظاہری طرز اور اک رکھنے والوں یا مادہ پرست سوچ کے حامل افراد کے لئے یہ حادثہ یا واقعہ اچانک ہو لیکن جو کچھ بھی ہو گا قدرت کے جاری و ساری نظام کا ایک حصہ ہے۔

جدید سائنس اس دعوے کی مکمل تائید کرتی ہے۔ ستاروں کے اندر نیوکلیر ری ایکشن میں ہائیڈروجن ہیلیم میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ ہر ستارے کی زندگی میں ایک ایسا مقام آسکتا ہے جب کہ اس کی تمام ہائیڈروجن ختم ہو جائے۔ کسی ستارے کا وجود دو چیزوں کے توازن پر مبنی ہوتا ہے۔ ایک کششِ ثقل اور دوسری اس کے گیسی ذرات کی حرکی توانائی جو کشش ثقل کے خلاف عمل کرتی ہے۔ یوں دونوں کی غیر متوازی سمتوں میں حرکت سے توازن قائم رہتا ہے۔

ثقل کی قوت جس سے تمام چیزیں ایک دوسرے کو اپنی طرف کھینچتی ہیں، اللہ پاک کی رحمت کا اظہار ہے۔ دوسری طرف ROTATIONAL, MOTION ہے، کائنات میں یہ قوت مرتکز یا یکجان ہو کر فنا ہو جانے کے عمل سے روکے ہوئے ہے۔ سائنسدانوں کا خیال ہے کہ اگر کائنات میں کمیت MASS کا اضافہ ہوا تو کشش ثقل کے باعث ایک مقام پر غیر متوازی سمتوں میں جاری حرکت کا عمل رک جانے سے توازن میں فرق آجائے گا اور ممکن ہے کہ کائنات سکڑنا شروع ہو جائے اور بالآخر اس نکتے پر جا پہنچے جسے سائنس Big Crunch کہتی ہے۔ سائنسدان اس خیال پر بھی متفق نظر آتے ہیں کہ اس بگ کرنچ کے بعد ممکن ہے کہ ایک نیا بگ بینگ واقع ہو اور ایک نئی کائنات وجود میں آجائے جو موجودہ کائنات سے مشابہہ یا بالکل مختلف بھی ہو سکتی ہے۔

روحانی سوال و جواب

﴿الشیخ عظیمی﴾

ان صفحات پر آپ کے روحانی سائنس سے متعلق سوالوں کے جوابات محقق نظریہ رنگ و نور الشیخ عظیمی پیش کرتے ہیں۔ اپنے سوالات ایک سطر چھوڑ کر صفحے کے ایک جانب خوشخط تحریر کر کے اس پتے پر ارسال فرمائیں۔

روحانی سوال و جواب۔ اے ڈی، ۷/۱، ناظم آباد۔ کراچی ۷۴۶۰۰

سوال: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ "اور آپ کیا سمجھے علیین (جنت کی زندگی) کیا ہے اور آپ کیا سمجھے سجین (دوزخ کی زندگی) کیا ہے۔ ایک لکھی ہوئی کتاب ہے اس کتاب میں ہر عمل ریکارڈ ہوتا ہے قیامت کے دن اس عمل کے ریکارڈ کی مناسبت یا شہادت کی بنیاد پر حساب ہو گا"۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ قیامت آئے گی اور قیامت میں ہر شخص کو اپنے اپنے عمل کا حساب دینا ہو گا۔ پوچھنا یہ ہے کہ...... قیامت کے دن کیا ہم اسی طرح زندہ ہو جائیں گے جس طرح ہم یہاں دنیا میں زندہ ہیں؟

(محمد علی۔ شارجہ۔ غلام محی الدین)

جواب: قرآن پاک نے ہم کو تین ہستیوں سے متعارف کرایا ہے۔ اول اللہ تعالیٰ کی ذات جو لامتناہی ہے۔ دوئم اللہ کی صفات جو قائم بالذات ہیں۔ ان کا روحانی نام "راح" ہے۔ سوئم کائنات ہے۔

دوسرے الفاظ میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ کائنات یا ہر ایک مخلوق کی ساخت چار دائروں پر مشتمل ہے۔ 1۔ راح 2۔ روح 3۔ رویاء 4۔ رویت۔ یہ چار دائرے لاشعور سے تعلق رکھتے ہیں۔ راح مخفی لاشعور ہے اور روح مثبت لاشعور۔ اسی طرح رویاء مخفی شعور ہے اور رویت مثبت شعور۔ راح یعنی مخفی لاشعور میں کوئی تغیر نہیں ہوتا۔ وہاں لامکان اور مکان یعنی زمانی و مکانی فاصلے معدوم ہیں۔ ازل سے ابد تک کی تمام کیفیات یا تمام حالات ایک ہی نقطہ میں مشاہدہ کئے جاتے ہیں۔ یہ نقطہ جب حرکت میں آتا ہے تو اس کا نام بدل جاتا ہے یعنی حرکت پیدا ہونے کے بعد یہی نقطہ روح کہلاتا ہے۔ اس نقطہ میں حرکت ہی زمانی و مکانی فاصلے پیدا کرتی ہے۔ جب یہ روح کی حرکت شعور میں سما کر تصور بن جاتی ہے تو رویاء کہلاتی ہے لیکن جب یہ تصور کسی شخص کی بصارت کے سامنے آجاتا ہے تو رویت کہلاتا ہے۔ عام اصطلاح میں پہلے دائرے کو لاشعور، دوسرے کو ادراک، تیسرے کو تصور اور چوتھے کو شے کہتے ہیں۔ عالم ناسوت یعنی مادی دنیا میں رویت کے حواس غالب رہتے ہیں اور باقی حواس مغلوب رہتے ہیں جس وقت کوئی انسان رویاء کی حالت میں رہتا ہے تو اس کی توجہ رویت سے ہٹ کر رویا میں مرکوز ہوتی ہے گویا رویاء کے حواس غالب اور باقی شعبوں کے حواس مغلوب رہتے ہیں۔ ازل سے لے کر عالم ناسوت کی پیدائش تک رویاء کے حواس فرد کے باقی تمام شعوروں پر غالب تھے۔ لیکن عالم ناسوت میں یہ حواس صرف نیند کی حالت میں عود کرتے ہیں اور بیدار ہونے کے بعد رویاء کے حواس مغلوب ہو جاتے ہیں۔ موت کے بعد اعراف میں یہ حواس ایک مرتبہ پھر باقی تمام حواس پر غلبہ حاصل کر لیں گے۔ شعبہ روح کے حواس عالم واقعہ میں مغلوب رہیں گے لیکن قیامت کے دن شعبہ روح کے

حواس باقی تمام حواس کو مغلوب کردیں گے اور پھر مستقلاً یہی حواس غالب رہیں گے۔ رویت کے حواس کا سب سے اہم کردار یہ ہے کہ وہ فرد کے اندر محدود رہتے ہیں یہ حواس دوسرے افراد کے آثار و احوال معلوم نہیں کرسکتے۔ حواس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں علیّین اور سجّین دو کرداروں میں بیان فرمایا ہے۔ علیّین اعلیٰ کردار ہے اور سجّین اسفل حواس ہیں یہ دونوں کردار ریکارڈ ہوتے ہیں عالم ناسوت میں ان کرداروں کا ریکارڈ نگاہوں کے سامنے نہیں رہتا بلکہ حواس کے اندر مخفی رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں ریکارڈوں کو کتاب المرقوم فرمایا ہے۔ جیسے ہی انسان عالم ناسوت سے منقطع ہوتا ہے رویت کے حواس مغلوب ہو جاتے ہیں۔ ساتھ ہی رویاء کے حواس کا غلبہ ہو جاتا ہے اور رویت کے ریکارڈوں میں سے ان تقاضوں کا ریکارڈ جن کا ملکہ رویت میں پیدا کیا گیا تھا۔ نگاہ کے سامنے آجاتا ہے اور ان تقاضوں کا ریکارڈ مخفی رہتا ہے جن کا ملکہ پیدا نہیں کیا گیا تھا۔ قیامت کے دن جب کائنات کا پہلا سفر طے ہو جائے گا تو انسان اور جنات جو کائنات کا حاصلِ سفر ہیں اس لئے جمع کئے جائیں گے کہ کائنات کے دوسرے سفر کا آغاز ہو۔ اس دن تقاضوں کا ریکارڈ تلف کر دیا جائے گا جن کا ملکہ پیدا نہیں کیا گیا تھا۔

عالم ناسوت کے اندر رہتے ہوئے ہر فرد بشر کی کوشش یہ ہونی چاہئے کہ اس سے سرزد ہونے والے اعمال و اشغال سے علیّین کے اعلیٰ کردار مرتب ہو پائیں۔ یہی تکمیل انسانیت ہے۔ خداوند تعالیٰ ہمیں اپنے ریکارڈ پر شرمندہ نہ کرے۔ آمین

☆☆☆

سوال: بیان کیا جاتا ہے کہ انبیاء کی طرز فکر دین فطرت ہے۔ کیا عام آدمی اس طرز فکر کا حامل ہو سکتا ہے اور اگر ہو سکتا ہے تو اس کا کیا طریقہ ہے؟

(فرحت سلطانہ۔ حیدر آباد)

جواب: اللہ تعالیٰ کی طرز فکر یہ ہے کہ وہ اپنی مخلوق کی خدمت کرتا ہے اور خدمت کا کوئی صلہ نہیں چاہتا۔ بندہ جب اختیاری طور پر اس طرز فکر کو اختیار کر لیتا ہے کہ وہ ہر حال میں اللہ کی مخلوق کے کام آئے تو اسے انبیاء کی طرز فکر منتقل ہو جاتی ہے اور جب یہ طرز فکر مستحکم ہو جاتی ہے تو اس کا ذہن ہر آن، ہر لمحہ اس طرف متوجہ رہتا ہے کہ میں وہ کام کر رہا ہوں جو اللہ کے لئے پسندیدہ ہے۔ بار بار اس عادت یا عمل کا اعادہ ہونے سے اس کے مشاہدات میں بے شمار ایسے واقعات آتے ہیں کہ اس کے اندر یہ یقین پیدا ہو جاتا ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے جو ہو چکا ہے یا آئندہ ہونے والا ہے وہ سب اللہ کی طرف سے ہے۔ یہی تعلق انبیاء کی طرز فکر ہے پیغمبروں کی ساری زندگی اس عمل سے عبارت ہے کہ ہر چیز اللہ کی طرف سے ہے۔ تمام انبیاء کرام اور اولیاء اللہ کے اندر یہ طرز فکر راسخ ہوتی ہے۔ انبیاء اس طرز فکر کو حاصل کرنے کا اہتمام اس طرح کیا کرتے تھے کہ وہ کسی چیز کے متعلق سوچتے تو اس چیز کے اور اپنے درمیان کوئی رشتہ براہ راست قائم نہیں کرتے تھے۔ ان کی طرز فکر ہمیشہ یہ ہوتی تھی کہ کائنات کی تمام چیزوں کا اور ہمارا مالک اللہ ہے۔ کسی چیز کا رشتہ براہ راست ہم سے نہیں ہے بلکہ ہم سے ہر چیز کا رشتہ اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے۔ رفتہ رفتہ ان کی یہ طرز فکر مستحکم ہو جاتی اور ان کا ذہن ایسے رجحانات پیدا کر لیتا کہ جب وہ کسی چیز کی طرف مخاطب ہوتے تو اس چیز کی طرف خیال جانے سے پہلے اللہ کی طرف خیال جاتا۔ انہیں کسی چیز کی طرف توجہ دینے سے پیشتر یہ احساس عادتاً ہوتا تھا کہ یہ چیز ہم سے براہ راست کوئی تعلق نہیں رکھتی۔ اس چیز کا اور ہمارا واسطہ محض اللہ کی وجہ سے ہے۔ اس طرز عمل میں ذہن کی ہر حرکت کے ساتھ اللہ کا احساس قائم ہو جاتا ہے اللہ ہی حیثیت محسوس ان کا مخاطب ہو جاتا ہے۔ رفتہ رفتہ اللہ کی صفات ان کے ذہن میں ایک مستقل مقام حاصل کر لیتی ہیں اور ان کا ذہن اللہ کی صفات کا قائم مقام بن جاتا ہے۔ یہ مقام حاصل ہونے کے بعد بندہ کے ذہن کی ہر حرکت اللہ کی صفات کی حرکت ہو جاتی ہے اور اللہ کی صفات کی کوئی حرکت قدرت اور حاکمیت کے وصف سے خالی نہیں ہے۔

☆☆☆

سوال: علم الاسماء کیا ہے اور اس علم سے وابستہ ہو کر آدمی کیا معلومات حاصل کر سکتا ہے۔ براہ مہربانی اس پر روشنی ڈالئے؟

(سید سلیمان علی۔ روہڑی)

جواب: دنیا میں ہر چیز اپنی بنیاد پر قائم ہے۔ مکان بنیادوں اور دیواروں پر، کرسی چار پاؤں پر، درخت اپنی جڑوں پر وغیرہ وغیرہ قائم ہیں اسی طرح انسانی ساخت میں چھ ستون (Six Pillars) کام کرتے ہیں اور یہ ستون تین ستوں (Three Dimensions) پر قائم ہیں روحانیت میں ان تینوں کے نام الگ الگ ہیں۔

1۔ روح حیوانی   2۔ روح انسانی   3۔ روح اعظم

روح حیوانی کے ذریعہ انسانی جبلت کے تقاضے پورے ہوتے ہیں۔ روح انسانی میں فطرت کے علوم کام کرتے ہیں اور روح اعظم دراصل اللہ تعالیٰ کے علم کی سرحد قلم ہے۔ کائنات کی تخلیق کے فارمولے (Equations) اس قلم میں ریکارڈ ہیں اس قلم میں اللہ تعالیٰ کے ساڑھے گیارہ ہزار نام درج ہیں اور ہر نام تخلیق کا ایک فارمولا ہے۔ کائناتی رموز و اسرار اور مشیت کا علم بھی اسی قلم میں ریکارڈ ہے یہی وہ علم ہے جسے اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ میں علم الاسماء کہا ہے اس علم کا جاننے والا بندہ کائناتی اسرار سے واقف ہو جاتا ہے اور تجلی کا مشاہدہ کر لیتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا اپنا ذاتی وصف ہے کہ وہ جس کو چاہے اس نور اور تجلی سے آشنا کر دے نور علیٰ نور یہدی اللہ لنورہ من یشاء۔

☆☆☆

سوال: اگر انسان زندگی اور زندگی کے شب و روز، خیالات اور اطلاعات کے اوپر قائم اور دائم ہیں تو تقاضوں، مقدرات اور نظریات میں تضاد کیوں ہے؟ سب انسان ایک طرز پر زندگی کیوں نہیں گزارتے؟ براہ مہربانی اس کی بالتفصیل وضاحت فرمادیں۔

(نسرین فاطمہ۔ کراچی)

جواب: زندگی اور زندگی کے شب و روز اور وہ تقاضے جس کی تکمیل سے زندگی آگے بڑھتی ہے ان کا دارومدار جن خیالات اور اطلاعات پر قائم ہے اور جن خیالات اور اطلاعات کو ہمارے حواس قبول کرتے ہیں ان کی حیثیت روشنی کی ہے۔ ہمارے حواس جن اطلاعات کو خیال کی صورت میں محسوس اور قبول کرتے ہیں اور جس روشنی کو ہماری آنکھیں دیکھتی ہیں اس روشنی کی دو سطحیں ہیں۔ ایک سطح میں ثقل اور ابعاد دونوں شامل ہیں اور دوسری سطح میں صرف ابعاد ہیں۔ ابعاد کی سطح روشنی کی گہرائی میں واقع ہے۔ روشنی کی اوپری سطح جس میں ثقل اور ابعاد دونوں شامل ہیں ہمارے حواس ان کو براہ راست دیکھتے سنتے اور محسوس کرتے ہیں لیکن اطلاعات کی روشنی کی نچلی سطح کو جس میں صرف ابعاد ہیں حواس پوری طرح محسوس نہیں کر پاتے۔ کیوں کہ ان اطلاعات کی روشنی کی اوپری سطح جن میں ثقل اور ابعاد دونوں شامل ہیں نچلی سطح کے راستے میں رکاوٹ اور مزاحمت بن جاتی ہیں یہی وجہ ہے کہ حواس ان کی پوری طرح گرفت نہیں کر پاتے یہ رکاوٹ اور مزاحمت اتنی سخت ہوتی ہے کہ حواس اس کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ اوپری سطح کی اطلاعات دو طرح کی ہوتی ہیں۔

1..... انفرادی مفاد سے وابستہ اطلاعات جن کے بارے میں ہمارا رویہ جانبدارانہ ہوتا ہے۔

2..... انفرادی مفاد سے بالاتر اطلاعات جن کے بارے میں ہمارا رویہ غیر جانبدارانہ ہوتا ہے۔

☆☆☆

فروغ خیال

تُو بے وفا نہ تھا مگر مجھ کو ملا نہیں
یہ تو مرا نصیب تھا، تجھ سے گلہ نہیں
ہم تھوڑا تھوڑا خود ہی تو مرتے ہیں دوستو!
ورنہ بنانے والا ہمیں مارتا نہیں
میری نظر میں لمحۂ موجود اہم ہے
میں کل کے حادثات کبھی سوچتا نہیں
"کُن" ابتدائے زندگی ہے انتہائے مرگ
اور زندگی میں موت کوئی سانحہ نہیں
تُو دیکھ اِدھر، دیکھ اُدھر، سوچ، ذرا سوچ!
تو لامکاں تو دیکھتا ہے! سوچتا نہیں
ہر موڑ کائنات کے اسرار کھلے ہیں
راہی سبک خرام عدم دیکھتا نہیں
من کے عمیق بحر میں موتی ہے زیست کا
پاتا نہیں سراغ وہ جو ڈوبتا نہیں
کترا کے گزر جاتے ہیں جوبن کے شوالے
اب زندگی میں شادؔ کوئی حادثہ نہیں

(بی۔ ایچ۔ شاد۔ اسلام آباد)

ظاہر کی تگ و دو میں تُو جب تک رہے محدود
اے وعظ گو تب تک تیری تبلیغ ہے بے سُود
اک دور تھا بیداری کی نعمت تھی بالافراط
اک دور ہے بیداری کی نعمت ہوئی مسدود
مسدود کی وہ راہ تیری فتویٰ گری نے
وا ہوتی جہاں اصلیت بندہ و معبود
تعمیر کیا تو نے وہ مذہب اے واعظ
اک بندۂ بیدار بھی جس میں نہیں موجود
قوموں کی ہم و زیری یہ کہتی ہے شب و روز
باطنِ حقدری جن میں ہوئی ہوگئے نابود
اقبالؔ کی خاکِ کفِ پا سے میری تخلیق
کیونکر نہ ہوں باطل کے لئے شعلۂ بے دود

(قاسم عاصیؔ۔ حیدر آباد)

مولا میں اپنی زیست کا کچھ حق ادا کروں
توفیق دے مجھے تری حمد و ثناء کروں
عاصی ہوں میں رحیم و کریم و عظیم تُو!
تُو عفو و درگزر کرے اور میں خطا کروں
دنیا میں جی رہا ہوں تری نعمتوں کے ساتھ
کم ہے میں تیرا شکر بھی جتنا ادا کروں
کر دے تُو میری سوچ کے صحرا کو گلستاں!
اس خار زارِ دل کو میں گل آشنا کروں
مشغولِ ذکر ہو میرا ہر ایک عضوِ جاں
ہر مُوئے جسم کو ترا مدحت سرا کروں
کروں میں زندگی کو توکل کے زیرِ دام
سب خواہشوں کو مائلِ صبر و رضا کروں
طوقِ غلامیٔ شہِ والاؐ گلے میں ہو!
وردِ درودِ ہادیٔ خیر الوریٰ کروں

(رفیق ایزدی۔ ملتان)

ایک ادیب ایک تعارف

احتشام الحق

محمد شفیع عارف دہلوی

جن کی ادبی سرگرمیاں نصف صدی سے زیادہ عرصے پر محیط ہیں

ادب، شاعری، موسیقی اور مصوری سب ہی فنون لطیفہ میں شامل ہیں۔ ایک ادیب، شاعر یا کوئی بھی فن کار جب اپنے ارد گرد کے بکھرے ہوئے مسموم ماحول میں گھٹن محسوس کرتا ہے تو وہ اپنے فن یا تخلیقات کے ذریعہ معاشرہ کی زبوں حالی اور برائیوں کی نشاندہی کرکے انہیں سنوارنے اور نکھارنے کی کوشش کرتا ہے اور یہی وہ تعمیری جذبہ اور رفعتِ فکری ہے جس کے باعث اسے معاشرے میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

ادارہ روحانی ڈائجسٹ برصغیر پاک و ہند کے ایک ایسے معروف اور کہنہ مشق ادیب، شاعر اور اپنے دیرینہ قلمی معاون محمد شفیع عارف دہلوی کا تعارف پیش کر رہا ہے جن کی ادبی سرگرمیاں نصف صدی سے زیادہ عرصہ پر محیط ہیں اور روحانی ڈائجسٹ کے اوراق بھی ان کی بصیرت افروز تخلیقات کی زینت بنتے رہے ہیں۔(ادارہ)

محمد شفیع عارفؔ دہلوی کا خمیر دلّی کی اس سنہری اور کھنکھنتی مٹی سے اُٹھا ہے جو علم و ادب کا گہوارہ اور تہذیب و تمدن کا مرکز تھی جس کے متعلق میرؔ نے فرمایا تھا کہ:

دلّی کے نہ تھے کوچے اوراقِ مصور تھے
جو شکل نظر آئی تصویر نظر آئی

پھر غالبؔ کو دیکھئے پیدا آگرہ میں ہوئے مگر گُن دلّی کے گاتے رہے۔ دراصل دلّی کے قدم قدم اور چپّے چپّے پر ایسی ایسی نادر روزگار ہستیاں دفن تھیں کہ غالب جیسا عظیم شاعر یہ کہنے پر مجبور ہو گیا کہ:

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہوگئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں

عارف صاحب نے ابتدا شعر کہنے سے کی۔ کالج کے زمانے میں بزمِ ادب کے سیکرٹری اور پریذیڈنٹ رہے۔ فی البدیہہ تقاریر کرنے کے سلسلہ میں مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن دہلی کی جانب سے 1942ء میں فرسٹ پرائز حاصل کیا۔ ادبی ذوق و جذبہ اور خوب سے خوب تر کی تلاش کھینچ کر اسی سال اردو مجلس دہلی (جس کے بانی ادیب الملک نواب خواجہ محمد شفیع دہلوی تھے) لے گیا۔ آپ کی ادبی تربیت صحیح معنوں میں یہیں ہوئی اور یہیں سے خواجہ صاحب موصوف کے اصرار پر نثر نگاری کا سلسلہ شروع کیا۔ خواجہ محمد شفیع دہلوی کے علاوہ مصورِ فطرت شمس العلماء حضرت خواجہ حسن

نظامی دہلوی اور شاعری میں دیگر حضرات کے ساتھ ساتھ حضرت سائل دہلوی سے فیض حاصل کیا۔

اپنے ماضی کے بارے میں بیان کرتے ہوئے شفیع عارف صاحب نے فرمایا: "میرا تعلق دہلی سے ہے۔ دہلی اینٹ اور پتھر کے تودوں کا نام نہ تھا بلکہ یہ عبارت تھی ان لوگوں سے جن کے متعلق میر تقی میر نے کبھی فرمایا تھا کہ ۔

دلی کے نہ تھے کوچے اوراق مصور تھے
جو شکل نظر آئی تصویر نظر آئی

ہر چند کہ میر 1920ء سے لے کر 1947 تک دلی کا زمانہ میر، غالب اور داغ دہلوی کا زمانہ نہیں تھا لیکن اس وقت بھی دلی علم و ادب کا گہوارہ اور تہذیب و تمدن کا مرکز تھا۔ اس کے قدم قدم اور چپہ چپہ پر ایک سے بڑھ کر ایک گوہر نایاب موجود تھا۔ محلہ محلہ ادبی تنظیمیں قائم تھیں جن کے ماہانہ طرحی مشاعرے باقاعدگی سے منعقد ہوتے۔ ان سب سے بڑھ کر "اردو مجلس دہلی" کو ایک منفرد مقام حاصل تھا جس کے بانی ادیب الملک نواب خواجہ محمد شفیع دہلوی تھے اور جس کی ہفتہ وار شعری نشست ان کی شاندار حویلی ضیا محل میں منعقد ہوتی۔ جہاں شعر و سخن کے نغمے پھوٹتے۔ جہاں ادب ڈھلتا۔ جہاں حسن و عشق۔ کیف و مستی۔ عقل و دانش اور عرفان و آگہی کے جام لٹتے۔ جہاں اہل ہنر کا سکہ چلتا۔ میری ادبی تربیت اسی محفل میں ہوئی ہے۔ میں اسی ادبی دنیا کا آدمی تھا۔ شعر کہنا۔ انشاپردازی کرنا۔ ادبی محفلوں میں شرکت کرنا میری زندگی تھی"۔

عارف دہلوی کی ادبی سرگرمیاں نصف صدی سے زیادہ عرصہ پر محیط ہیں۔ اب تک کئی سو نہایت بصیرت افروز دینی۔ سماجی، ثقافتی اور معاشرتی مضامین برصغیر پاک و ہند کے معروف اخبارات اور ادبی جرائد کے علاوہ روحانی ڈائجسٹ، العلم کراچی سہ ماہی، عصمت کراچی، اردو ڈائجسٹ لاہور وغیرہ کی زینت بنتے رہے ہیں اس کے علاوہ پاک پنج ماہنامہ کراچی کے اعزازی مدیر بھی رہے ہیں۔

قارئین جانتے ہیں کہ آپ کی ایک خوبصورت تصنیف "صاحب خلق عظیم" جو سیرت طیبہ آنحضرت ﷺ پر مبنی ہے روحانی ڈائجسٹ میں قسط وار شائع ہو چکی ہے جو انشاپردازی کا ایک شاہکار ہے۔ دوسری تصنیف "دلی کی کہانی دلی کی زبانی" کا بڑا حصہ ماہنامہ عصمت کراچی میں شائع ہو تا رہا ہے اور اب یہ زیر کتابت ہے۔

ہمارے معاشرے میں شادی بیاہ کے موقعوں پر شعرائے کرام اپنی محبت اور دلی جذبات کا اظہار سہرے اور رخصتی لکھ کر کرتے چلے آئے ہیں حضرت ذوق اور غالب جیسے جید شعراء نے شہزادہ جواں بخت فرزند ارجمند بہادر شاہ ظفر کے لئے سہرے کہے مگر دنیائے ادب میں نثری سہرا کبھی کسی نے نہیں لکھا۔ یہ عارف دہلوی ہیں جنہوں نے نثر میں سہرا اور رخصتی لکھنے کی بنا ڈالی اور اپنے جذبات کو ایسی خوبصورت اور مرصع زبان عطا کی کہ دونوں اصناف ادب کو سلک مروارید بنا دیا جو عارف صاحب کے اہل زبان اور صاحب علم و فن ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ادارہ اپنے قارئین کی دلچسپی کے لئے نثری سہرا اسی شمارہ میں بطور خاص پیش کر رہا ہے جو دنیائے ادب کے لئے ایک منفرد اور انوکھا تحفہ ہے۔

نثری سہرا

"حیران ہوں کہ مسرتوں سے پُر ان ساعتوں میں کیف و انبساط کے اس روح پرور ماحول میں جہاں نظر میں پھول مہکتے ہوں۔ جہاں دل میں محبت کی شمعیں فروزاں ہوں جہاں شہنائی کی کیف پرور صدا فردوس گوش ہو۔ جہاں حیات نور مسکراتی اور چہکتی نظر آئے۔ جہاں ارمانوں اور آرزوؤں کی حسین اور البیلی کلیاں گدگدائے کھلکھلانے کے لئے مضطرب ہوں۔ جہاں فضا گلریز اور عطر بیز ہو وہاں کس طرح اپنی خوشیوں کا اظہار کروں۔ کن کن طریقوں سے اپنے عزیز دوست جناب...... کی خدمت میں ان کے فرزند ارجمند جناب...... سلمہ کی شادی خانہ آبادی کے موقع پر مبارکباد پیش کروں۔

یہ حسین و زرین لمحات، یہ گہربار اور گلریز ساعتیں جن کا وقت کو مدت سے انتظار تھا، اب آن پہنچی ہیں۔ زمین پر شادیانے بج رہے ہیں، فلک پر دھوم ہے، بہشت میں گھما گھمی ہے۔ حوران خلد نے بہشت کے دریچے بے ساختہ وا کردیئے ہیں، رحمت کردگار اپنے نقطۂ عروج پر ہے۔ یہ فیض ہے صدقہ ہے سنت نبوی ﷺ کا کہ فیصل مرزا کو ندرت سائرہ یعنی فرشتہ کو حور عطا کی جا رہی ہے۔

پچھلی بہت سی ماہتابی جوان راتوں میں حوریں نور کی لڑیوں سے سہرا گوندھتی رہی ہیں چندا کی چاندنی میں جب نور کی بارش ہوتی تھی۔ نکیلے، شوخ اور طرار ستارے جگمگاتے تھے تو حسین اور نازک اندام آسمانی دوشیزائیں نور کی کرنیں تراش کر عروس نو کی منور جبیں کے لئے افشاں تیار کرتی تھیں۔

آج جب عروس نو سولہ سنگھار سے آراستہ ہو چکی ہے تو تاروں کی ٹولیاں عروس نو کی سج دھج دیکھنے کے لئے جوق در جوق چلی آرہی ہیں۔ چاند سے اگر مبارکبادی کے پیام آرہے ہیں تو ثریا اور زہرہ سے سلام، سات سہیلیوں کا حسین جھرمٹ عروس نو پر واری ہونے کے لئے کہکشاں کی روش سے اتر آیا ہے۔

تاروں کے نوجوان کارواں فیصل مرزا (نوشاہ) کے حضور نذر عقیدت پیش کرنے کے لئے کشاں کشاں چلے آرہے ہیں۔

آج اس طرب انگیز اور کیف پرور شام کے پردے میں جب قدرت کی کل شوخیاں مسکرا رہی ہیں اور وقت حسن و شباب کے اس حسین اتصال پر دنیا کی کل نعمتیں اور مسرتیں قربان کر رہا ہے، مجھ نادار کے پاس کچھ بھی تو نہیں جو نذر محبت کرسکے۔

کاش مجھ میں اتنی قدرت ہوتی کہ فلک سے ان بکھرے بکھرے اور جگمگاتے ستاروں کو توڑ کر لڑیوں میں پروتا اور روئے زمین کے اس آفتاب و ماہتاب (نوشہ اور عروس نو) کے لئے ایک حسین سہرا مرتب کرتا"۔

سہرا عارف صاحب فرماتے ہیں "اس نثری سہرے کے بعد نظم میں سہرا کہنے کی گنجائش تو نہیں ہے مگر کیونکہ شعر کہنے کی تہمت بھی میرے سر ہے اس لئے اس کا بھرم رکھنے کے لئے چند اشعار بھی ملاحظہ فرمایئے"۔

خود گراں قدر ہے خود قدر گراں ہے سہرا
اس کی رعنائی پہ قربان ہیں دونوں عالم
محفل عقد کو کیوں آئینہ خانہ کہوں!
اپنے ارمانوں کی تکمیل پہ خوش ہیں کشور
کس مسرت سے یہ کہتے ہیں جناب سبحان
نیلوفر نے یہ سچ ہی کہا ہے کشور!
دیکھئے مرزا سلیمان بھی عظمت اس کی
کامران مرزا کا برحق ہے یہ کہنا فیصل
دیکھئے کیوں نہ اسے ہفت سماوات کے لوگ
فرط شادی سے یہ کہتے ہیں سکندر ماموں
مستفیض آپ کی خوش بختی سے ہو کر یہ مجید
یہ عنایت نہیں نوشہ کی تو کیا ہے عارف

آج دامن میں لئے دونوں جہاں ہے سہرا
دل یہ ندرت کا تو فیصل کی زباں ہے سہرا
آپ جس سمت سے دیکھیں گے عیاں ہے سہرا
جن کے نزدیک متاع دل و جاں ہے سہرا
فرخی کا یہ میرے بیٹے کی نشاں ہے سہرا
ایسا دولہا ہے کہاں، ایسا کہاں ہے سہرا
جس کا ہم مثل یہاں ہے نہ وہاں ہے سہرا
نوجواں تم ہو جو نوشہ تو جواں ہے سہرا
سات لڑیوں سے بنا ہفت زباں ہے سہرا
دولت حسن ہے سرمایہ جاں ہے سہرا
بن گیا رشک گلستان جناں ہے سہرا
تم ہو موجود وہاں، آج جہاں ہے سہرا

قندِ سخن

آپ کے پسندیدہ اشعار پر مشتمل خوبصورت سلسلہ

ہاتھ الجھے ہوئے ریشم میں پھنسا بیٹھے ہیں
اب بتا کون سے دھاگے کو جدا کس سے کروں
(مرسلہ: کامران۔ کراچی)

دیارِ شوق میں چاروں طرف ہے سناٹا
وہ جراتیں نہ رہیں وہ جسارتیں نہ رہیں
جو اہل دل کے لئے تھیں طلب کا سرمایہ
وہ لغزشیں نہ رہیں وہ حماقتیں نہ رہیں
(مرسلہ: امبر انصاری۔ کراچی)

عقل کے سوگ مار دیتے ہیں
عشق کے روگ مار دیتے ہیں
آپ خود تو کوئی نہیں مرتا
دوسرے لوگ مار دیتے ہیں
(مرسلہ: منور حسین منور۔ محراب پور)

ہیں ترے ذکر سے ہم شاد کام پاکستان
دلوں پہ نقش ہے بس ایک نام پاکستان
ہمارے خواب تمنا کی ہے یہی تعبیر
ہمارے خواب تمنا کا نام پاکستان
(مرسلہ: فرحت روحی رزاق۔ سانگھڑ)

حاصل ہو کمال ذوق نظر اے کاش کہ ایسا ہو جائے
جس وقت میں آنکھیں بند کروں روضے کا نظارہ ہو جائے
سوبار مدینے گر جاؤں کب دل کو سیری ہوتی ہے
دل نذرِ مدینہ کر آؤں یا دل ہی مدینہ ہو جائے
(مرسلہ: نعیمہ ممتاز۔ شاہ فیصل کالونی، کراچی)

ہتھیلی پہ رکھ خاک ایک چٹکی
پھر ایک پھونک مار اور اس کو اڑادے
بس اتنی سی ہستی ہے اے یار تیری
تکبر کے پھر بھی ہیں تن پہ لبادے
(مرسلہ: غلام مرتضےٰ مغل۔ خان پور کٹورہ)

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز
(مرسلہ: محمد عثمان۔ کراچی)

کیا ایسے کم سخن سے کوئی گفتگو کرے
جو مستقل سکوت سے دل کو لہو کرے
اب تو ہمیں بھی ترک مراسم کا غم نہیں
پر دل یہ چاہتا ہے کہ آغاز تو کرے
(مرسلہ: حرا ساجد حسین۔ کراچی)

اس سے کہو بہت نامراد شئے ہے جنوں
اس سے کہو کہ مجھے ہے بہت جنوں اس کا
(مرسلہ: جمیلہ عثمان علی۔ نواں کلی)

خفا نہ ہونا میری جرات تخاطب پہ
تمہیں خبر ہے میری زندگی کی آس ہو تم
(مرسلہ: عالیہ ملک۔ نواں کلی)

خود پیاس کا صحرا ہوں مگر دل کی یہ ضد ہے
ہر دشت پہ ساون کی طرح ٹوٹ کر برسوں
(مرسلہ: عابدہ سلطان بخش۔ حیدرآباد)

اداس ہوں تو لوگ کہتے ہیں اداسی اچھی نہیں
مسکرا دیا تو میرے مسکرانے کی وجہ پوچھتے ہیں
(مرسلہ: محمد اسلم شاہ۔ نارتھ کراچی)

کیا پوچھتے ہو حال میرے کاروبار کا
آئینے بیچتا ہوں میں اندھوں کے شہر میں
(مرسلہ: عبدالکریم منصوری۔ بالہ شی)

جنہیں سلیقہ ہے تہذیب غم سمجھنے کا
ان ہی کے رونے میں آنسو نظر نہیں آتے
(مرسلہ: نور شہوار۔ کراچی)

درویش کو طلب تھی متاع خلوص کی
مخلوق چپ رہی کہ یہ مشکل سوال تھا
(مرسلہ: خالدہ پروین۔ بفرزون، کراچی)

گوشۂ کتب

یوسفی

تبصرے کے لئے کتاب کی دو جلدیں ارسال کریں۔

نظر کرم

مرتبہ: محمد فیاض حسین چشتی نظامی
ناشر: محمد عظیم چشتی نظامی
ملنے کا پتہ: دفتر ماہنامہ نعت لاہور۔ اظہر منزل۔ نیو شالامار کالونی۔ ملتان روڈ لاہور
صفحات: 136
قیمت: درج نہیں

درود شریف کی فضیلت اور اہمیت پر مبنی بے شمار کتابیں اور کتابچے عام طور پر بآسانی مل جاتے ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب کی انفرادیت یہ ہے کہ اس میں مختلف درود، ان کے فضائل اور درود پڑھنے کے طریقے کے ساتھ ساتھ بہت سے لوگوں کے واقعات بھی بیان کئے گئے ہیں جنہیں درود شریف کے ورد سے فیض حاصل ہوا۔

درود شریف کی ہدایت اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی بار فرمائی ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ: خود میں اور میرے فرشتے محمد ﷺ پر درود بھیجتے ہیں تو اے ایمان والو تم بھی محمد ﷺ پر درود بھیجو۔

درود بھیجنے کی توجیہہ یہ ہے کہ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قلبی و روحانی تعلق قائم کیا جائے۔ اس قدر عظیم الشان ذات بابرکات سے تعلق قائم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے اپنی ذات کی اصلاح کی جائے اور خود کو اس امر کے قابل بنایا جائے۔

علامہ اقبالؒ اپنی ایک مثنوی میں فرماتے ہیں۔

چوں بنام مصطفےٰ خوانم درود
از خجالت آب می گردد وجود
عشق می گوید کہ اے محکوم غیر
سینہ تو از بتاں مانند دیر
تا نداری از محمدؐ رنگ و بو
از درود خود میالا نام او

اس مثنوی کا مفہوم یہ ہے کہ "جب میں حضور ﷺ کے اسم گرامی پر درود پڑھتا ہوں تو میرا وجود ندامت کے باعث پانی پانی ہو جاتا ہے۔ عشق مجھے کہتا ہے کہ اے غیر کے محکوم! تیرا سینہ تو بت خانے کی طرح اصنام سے بھرا ہوا ہے۔ جب تک تو حضور ﷺ کے رنگ و بو کو اختیار نہیں کرلیتا، اپنے درود سے آپ ﷺ کے نام نامی اسم گرامی کو آلودہ نہ کر۔"

اس مثنوی کے مفہوم سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بعض ایسے لوگ جو چلتے پھرتے اُٹھتے بیٹھتے درود شریف پڑھتے اور دوسروں کو پڑھنے کی تلقین کیا کرتے ہیں ان کا یہ عمل کہاں تک درست ہے۔ درود شریف کا ادب جو اس کتاب میں درج ہے یہ ہے کہ پڑھنے والا غسل کرے یا کم از کم باوضو ہو کر، قبلہ رُخ منہ کر کے دوزانو بیٹھے۔ سفید لباس زیب تن کیا ہوا ہو اور معیاری خوشبو لگائی ہوئی ہو۔ ماحول کو خوشگوار اور پاکیزہ بنانے کے لئے اگربتی جلائی جائے یا ایئر

فرنشر کا اسپرے کیا جائے۔

پچھلے پہر کا چاند

مصنف : اسلم فریدی

ناشر : حلقہ آہنگ نو

78/ڈی ٹی ۔ بلاک

18 فیڈرل بی ایریا۔

سمن آباد۔ کراچی

صفحات : 160

قیمت : 70 روپے

زیر تبصرہ کتاب معروف شاعر اسلم فریدی کا مجموعہ کلام ہے جس میں انہوں نے اپنی غزلوں اور نظموں کو یکجا کر کے پیش کیا ہے۔ ایک زمانہ تھا جب غزل کو محبوب کی تعریف و توصیف اور اس کے سراپے کی خوبیاں بیان کرنے کا ایک ذریعہ سمجھا جاتا تھا یہ تو مرزا غالب ہیں جنہوں نے اس روایت سے بغاوت کی جس کے نتیجے میں انہیں بے پناہ طعن و تشنیع سے بھی نوازا گیا۔ لیکن زمانہ جوں جوں گزرتا گیا غالب کی جرأت رندانہ اپنا اثر دکھاتی رہی۔ آج غزل کا دامن اتنا وسیع ہو چکا ہے کہ انسان اور کائنات کے تمام معاملات اس کے دائرے میں ڈسکس کئے جاسکتے ہیں۔

اسلم فریدی کی شاعری میں انسان، خدا اور کائنات کا تصور بڑے دلکش اور پُر اثر انداز میں نظر آتا ہے۔ ان کا مطمع نظر، ان کا اعتبار و اعتماد، ان کی آرزوئیں اور خواہشیں ان کی آسودگی اور ناآسودگی اور وہ سب کچھ جو وہ چاہتے ہیں یا نہیں چاہتے ہیں، ان کے شعری پیکر میں نمایاں اور واضح ہیں وہ صاف اور سیدھے انداز میں اپنی بات کہتے ہیں سادگی اور سلاست جیسی خوبیاں ان کے کلام کی خصوصیات میں سے ہیں۔ وہ اپنی ایک آزاد نظم میں کہتے ہیں ۔

زمین والو!

خدا کے لہجے میں یوں نہ بولو.....

یہ حق کسی کو نہیں پہنچتا......

زیر تبصرہ کتاب میں اسلم فریدی نے ضرورتوں کی چتا میں جلنے والے انسانوں کی نشاندہی کر کے اقتصادی و معاشی پس منظر میں جھانکنے کی کوشش کی ہے جو اس وقت عالمی سطح پر شدت کے ساتھ اُبھر رہا ہے۔ سکون و اطمینان نایاب ہوتا جارہا ہے اور اس اضطراب نے انسان کی معاشرتی قدروں کو مسخ کر کے رجائیت اور قناعت کے تصور کو نایاب کر دیا ہے۔

اسلم فریدی اپنے اشعار کے آئینے میں ایک خدا پرست اور خدا ترس انسان نظر آتے ہیں۔ انہوں نے اپنے اشعار کے ذریعے جبر و زیادتی اور انسانوں کے استحصال کے خلاف آواز اٹھائی ہے۔ اشعار میں محسوس ہونے والے جذبات نہ صرف زندگی پر دلالت کرتے ہیں بلکہ زندہ رہنے کا ثبوت بھی فراہم کرتے ہیں۔ یہ وہ احساسات ہیں جو فصیلِ شب پر ضربیں بھی لگاتے ہیں اور فصیلِ شب کے پرودوں کو ہدف بھی بناتے ہیں۔ یہ وہ احساسات ہیں جو انسانیت کے بلند آورش کو سلام بھی کرتے ہیں اور انسانی اقدار کو آگے بڑھنے کا حوصلہ بھی بخشتے ہیں۔ شیشۂ دل کے مالک اسلم فریدی پتھروں کی دنیا میں شدید تنہائی بھی محسوس کرتے ہیں ۔

یہ کیسا روپ دھارا زندگی نے
کہ پہچانا نہیں مجھ کو کسی نے

مختصر تعارف

کتابچہ (کوائف و تعارف) ازواج مطہرات و بنات طاہرات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ

مرتبہ : سید محمد رضوی

ملنے کا پتہ : 3/4 شیٹ 22، ماڈل کالونی کراچی 27

کتابچہ : عاشقان رسول ﷺ کی عشق و وفا کی داستانیں

مرتبہ : محمد طاہر رزاق

ناشر : عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت۔ ننکانہ صاحب، ضلع شیخوپورہ

شوخی تحریر

مرتبہ : نعمان ظفر

شیطان کی ریٹائرمنٹ

آج کل یہ خبر سننے میں آئی ہے کہ ہمارے سب سے بڑے لیڈر شیطان صاحب ریٹائر ہو رہے ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ یہ خبر کسی دشمن نے پھیلائی ہوگی بہر حال اس اعلان پر فارغ التحصیل نوجوان بڑے خوش نظر آرہے ہیں۔

وجہ پوچھیں تو کہتے ہیں "ریٹائرمنٹ سے ایک آسامی تو خالی ہوگی" شیطان کی ریٹائرمنٹ کا سن کر اپنی ذمہ داری کا احساس ہونے لگا۔ "شیطان دیکھنے میں کیسا ہے ؟" ایک بار ہم نے محلے کے ایک مولوی صاحب سے پوچھا تو جواب دینے کے بجائے ہمارا منہ دیکھنے لگے۔

وہ شخص جسے سب بُرا کہیں اُس کا بُرا ہونا بھی مشکوک ہو جاتا ہے۔ شیطان کو پہلے اچھے، بُرا کہتے تھے، اب تو بُرے بھی بُرا کہنے لگے ہیں۔ پہلے اُس نے شیطان بننے کے لئے انسان کو سجدہ نہیں کیا اب اُسے شیطان رہنے کے لئے انسان کو سجدہ کرنا پڑتا ہے۔ جہاں موسیقی ہوتی ہے، وہاں شیطان نہیں ہوتا شاید وجہ یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ یہاں میرے بغیر بھی کام چل رہا ہے، ویسے بھی رمضان المبارک میں جب اُسے ایک ماہ کے لئے قید کیا جاتا ہے تو ہم اس کے بغیر ہی سارے کام چلا لیتے ہیں۔

(ڈاکٹر یونس بٹ کی کتاب "عکس بر عکس" سے اقتباس روبانہ رشید نے چیچہ وطنی سے ارسال کیا)

مذہبی لوگ

عیسائی :...... اگر ایک ہو تو بور شخص ہوتا ہے، دو ہوں تو شرط لگائیں گے اور تین ہوں تو پارلیمنٹ بنالیں گے۔

ہندو :...... اگر ایک ہو تو مخلص ہوتا ہے۔ دو ہوں تو بیٹھے ہوتے ہیں اور تین ہوں تو سازش میں لگ جاتے ہیں۔

مسلمان :...... ایک ہو تو بہادر ہوتا ہے، دو ہوں تو لڑتے رہتے ہیں، تین ہوں تو فرقے بنالیتے ہیں۔

(فوزیہ شاہ کی لاہور سے تفکر آمیز شوخی)

اخبار کی اہمیت

اخبار ہماری زندگی کا لازمہ بن گیا ہے، سمجھ میں نہیں آتا کہ اخبار نہ ہوتے تو ہم صبح صبح کیسے اُٹھتے۔ ذاتی طور پر ہمارے علی الصباح 8 بجے اُٹھ بیٹھنے کی وجہ اخبار ہے۔ سنتے ہیں دیہات میں لوگ پرندوں کی ہوحق سے بیدار ہوتے ہیں لیکن اس شہر میں درخت کہاں کہ اس پر پرندے بسیرا کر سکیں ان کی جگہ ہمارے ہاں سبزی والوں اور ڈبل روٹی و مکھن والوں کی پکاریں ہیں، اس وقت کو ہم اپنی زبان میں صبح کاذب کہتے ہیں، صبح صادق کا تعلق اخبار ہی سے ہے، جب ہم بستر پر پڑے پڑے، چادر منہ سے ہٹائے بغیر کھٹولے سے نیچے ہاتھ لے جاکر ٹٹولتے ہیں اور اخبار کا ورق ہاتھ میں آتا ہے تو سمجھ لیتے ہیں کہ آفتاب تازہ بطنِ گیتی سے ہوا۔

بے شک ہم ایسے لوگوں کو بھی جانتے ہیں جنہوں نے سچ مچ کا سورج طلوع ہوتے دیکھا ہے لیکن جس کے پاس اخبار ہو، اسے سورج کی کیا پرواہ...... اخبار لیا، لوٹا اٹھایا اور پہنچ گئے خلا میں مدار پر......

("چلتے ہو تو چین کو چلئے" از ابن انشاء سے مجتبٰی منہاج۔ پشاور کا منتخب شوخ پارہ)

خانساماں

بڑا مبارک دن ہوتا ہے وہ دن جب کوئی نیا خانساماں گھر میں آئے اور اُس سے بھی زیادہ مبارک وہ دن جب وہ چلا جائے۔ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ بد ذائقہ کھانا پکانے کا ہنر صرف تعلیم یافتہ بیگمات کو آتا ہے لیکن ہم اعداد و شمار سے ثابت کر سکتے ہیں کہ پیشہ ور خانساماں بھی اس فن میں کسی سے پیچھے نہیں۔

کچھ دن ہوئے، ایک ٹڈل فیل خانساماں ملازمت کی تلاش میں آنکلا اور آتے ہی ہمارا نام اور پیشہ پوچھا۔ پھر سابق خانساموں کے پتے دریافت کئے۔ نیز یہ کہ آخری خانساماں نے ملازمت کیوں چھوڑی ؟...... کافی رد و کد کے بعد ہمیں یوں محسوس ہوا کہ جیسے وہ ہم میں وہی خوبیاں تلاش کر رہا ہے جو ہم اس میں ڈھونڈ رہے ہیں۔

(مشتاق احمد یوسفی کی کتاب "چراغ تلے" سے
شگفتہ خلیل کا تبسم آمیز اقتباس)

یہ بکرے ہیں......

میں ہولٹن مارکیٹ کے چھوٹے گوشت کی ایک دکان پر کھڑا اپنی باری کا انتظار کر رہا تھا اور کچھ اس قسم کے جذباتی سوال جواب سن رہا تھا۔

"نسیم صاحب پہلے میرا قیمہ بنا دیجئے" ایک خاتون کہہ رہی تھیں......

"بہن جی آپ فکر ہی نہ کریں کہ میں آپ کا ایسا قیمہ بناؤں گا کہ آپ یاد رکھیں گی"۔

"ذرا جلدی کریں نسیم بھائی"۔

"بس آپ کھڑی رہیں۔ آپ کے کھڑے کھڑے آپ کا قیمہ بنا دوں گا۔ قیمہ روکھا بناؤں یا موٹا ؟"

"روکھا ٹھیک رہے گا۔ لیکن میں ذرا جلدی میں ہوں۔ اس کے بعد انشاء اللہ آپ کا قیمہ بنے گا"۔

"نسیم صاحب...... مغز چاہئے، مل جائے گا ؟" ایک صاحب دریافت کرتے ہیں۔

"کیوں نہیں جناب، یہ ہمارے لیڈران کرام تھوڑی ہیں بکرے ہیں ان میں بہت مغز ہے ابھی دیتا ہوں"۔

(مستنصر حسین تارڑ کی "چک چک" سے
سیما رشید افضل۔ لاہور کی شوخی)

پڑیئے گر بیمار......

میں اسپتال میں کوئی ہفتہ بھر رہا، دوست احباب آتے اور جاتے رہے جو باتکلف تھے وہ آم، خوبانی، گرما، آلو بخارا یا کوئی اور موسمی پھل لے آتے اور جو بے تکلف تھے وہ آکر یہ سارا مال چٹ کر جاتے۔ جب ملاقاتی چلے جاتے اور ڈاکٹر صاحب راؤنڈ پر آتے تو میرے بستر کے پاس پڑی ہوئی ڈسٹ بن کو لبالب دیکھتے، پھر میرے چہرے کی طرف دیکھتے اور کہتے "ماشاء اللہ" "صحت یابی کی رفتار خاصی تیز ہے۔

(سکندر حیات نے پشاور سے "سلیوٹ"
از صدیق سالک سے منتخب کر کے ارسال کیا)

مانگنے والے کون......؟

پچھلے دنوں حکومت نے بھکاریوں کو پکڑنے کی مہم شروع کی تو انہوں نے کہا "ہمیں کیوں پکڑا جا رہا ہے، ہم بھی وہی کام کرتے ہیں جو ہماری حکومت کرتی ہے"۔

فقیر کہتے ہیں "پولیس ہمیں مانگنے والے سمجھ کر پکڑ لیتی ہے لیکن تھانے جاکر پتہ چلتا ہے، مانگنے والے کون ہیں ؟"

(ڈاکٹر محمد یونس بٹ کی کتاب "خندہ وزن" سے
راشد اسماعیل بہاولپور کا تحفہ)

سوالات مسلسل

روتا ہوں تری یاد میں دن رات مسلسل
ایسے کبھی ہوتی نہیں برسات مسلسل
کانٹے کی طرح ہوں میں رقیبوں کی نظر میں
رہتے ہیں مری گھات میں چھ سات مسلسل
چہرے کو نئے ڈھب سے سجاتے ہیں وہ ہر روز
بنتے ہیں مری موت کے آلات مسلسل
ہر روز کسی شہر میں ہوتے ہیں دھماکے
رہتی ہے مرے دیس میں شب رات مسلسل
پیتے نہیں ! بنتی ہے ! تو پھر جاتی کہاں ہے ؟
یہ ذہن میں اُلجھتے ہیں سوالات مسلسل
امراء کے موافق ہے فضا دیس مرے کی
کٹتے ہیں جہاں عیش میں لمحات مسلسل

(شاعر: بابا تنویر ابوذری
مرسلہ: صوفیہ نسرین۔ فیصل آباد)

ہمارا جسمِ مثالی

تیسرا حصہ

اورا پر قدیم و جدید بے شمار ماہرین نے تحقیق کی ہے۔ اس طویل مضمون میں ہم مغرب و مشرق میں اس حوالے سے کی جانے والی تحقیق کا مطالعہ کر رہے ہیں۔

سوراخ دار اوراء A leaky Aura

اگر کسی شخص کا اوراء سوراخ دار ہے جس سے روشنی ضائع ہوتی ہے تو ظاہر سی بات ہے کہ اس کا سب سے واضح کام یہ ہے کہ اس کو بند کیا جاتا ہے۔ مگر بد قسمتی سے اس کے آسان اور سادہ حل پر بہت کم ہی غور کیا جاتا ہے۔ شاید عام طور سے یہ ممکن سمجھا گیا ہو کہ بس اس سے کام لیا جائے اور اسے یونہی چھوڑ دیا جائے۔

قابل ذکر بات یہ ہے کہ کائناتی حیاتیاتی توانائی جو کہ کسی شخص میں بھری ہوتی ہیں بالکل اچانک اور فوراً ہی ضائع ہو جاتی ہیں اور اس طرح ایک فریش ری چارج Re-charge کی ضرورت پڑتی ہے (ری چارج کا طریقہ آگے بیان کیا جائے گا)

اس اوراء جلد یا غلاف کا پورا مضمون یا شعبہ ہی ہے جو ان لوگوں کے لئے دلچسپ اور دلکش

عبید خان

مسائل پیش کرتا ہے جو یہ خواہش رکھتے ہیں کہ وہ اس پراسرار طریقے کو اور زیادہ سمجھیں جس طریقے میں ہمارا شعور ہمارے مادی وجود اور دماغی میکانزم سے رابطہ رکھتا ہے۔

اس تحقیق کا دائرہ کار اس بات کی بھی اجازت دیتا ہے کہ ان سائنسی طریقوں کو مطالعہ میں شامل کیا جائے جو شعور کی ذہنی سطح اور جذباتی سطح پر اور بھی مشغلہ سمجھا جاتا ہے۔

مافوق الفطرت واقعات کا ظہور :-

ہائپنوسس کے متعلق بہت احتیاط سے کنٹرول کئے ہوئے تجربات اور اس کے ساتھ مافوق الفطرت مظاہرات کے واقعات جیسے حضرت مسیحؑ کے زخم کا کسی دوسرے عیسائی بزرگوں کے جسموں پر دوبارہ ظاہر ہونا، Assisi کے سینٹ فرانس اور اس کے ساتھیوں کا انگاروں پر چلنا، اور ساتھ ہی دوسرے مشرقی جوگی اور صوفیوں کی کرامات کا ظہور اور ان تمام کے ساتھ روحانیت کا مادی مظاہرہ یہ تمام باتیں اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ اوراء اس بات میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ جسے ہم عام طور سے "مافوق الفطرت واقعات کے ظہور" کا نام دیتے ہیں مگر اسے صحیح طور پر خرق عادات واقعات کے ظہور کا نام دیا جا سکتا ہے۔

ذاتی بقا کے ثبوت کے بارے میں تکلیف دہ سوالوں کی تفصیل میں جانے کے جائے کم از کم ہم اتنا تو کہہ سکتے ہیں اور یہ یقین بھی رکھتے ہیں کہ ہمارے مادی وجود اور ذہنی و جذباتی دنیا کے سرحدی کناروں کے درمیان جسمانی تحقیق کے طالب علموں کے لئے ایک دلچسپ اور حیران کن تحقیقاتی دائرہ کار موجود ہے جس کو اب تک نظر انداز کیا گیا تھا۔

اصل بات ذہن میں رکھنے کی یہ ہے کہ اوراء

کی توانائی کیا ہے اور یہ کہاں سے آتی ہے۔

پہلے ہم کچھ روایتی اور پہلے سے موجود خیالات و نظریات کے بارے میں مطالعہ کرتے ہیں جنہیں ماضی میں من و عن قبول کر لیا گیا۔ مخفی علوم کے طالب علموں اور تھیو سوفیکل تعلیمات کے ماننے والوں نے اس میں اہم کردار ادا کیا تھیو سوفی Theosophy کے عقیدہ کے تحت ہر شخص خدا کی معرفت، روحانی وجدان سے حاصل کر سکتا ہے مگر کچھ واضح نکات ان تعلیمات میں دیگر تعلیمات سے کچھ حد تک مختلف ہیں جو مغربی سینہ بہ سینہ علم منتقل کرنے والے مکاتب فکر میں دی جاتی ہیں۔ اس طرح سے یہ بات اب لوگوں کے لئے بہت اچھی ہے جو اپنا ذہن کھلا رکھتے ہیں تاکہ نئی معلومات اور نئی تعلیمات سامنے آسکیں۔

اسی طرح علم فلکیات کی موجودہ حالت کی وضاحت کے لئے دو مختلف فکر میں ایک واضح مسلمہ فرق پایا جاتا ہے۔ اس میں ایک وہ لوگ ہیں جو کائنات سے متعلق بگ بینگ Big Bang کے نظریے کی وکالت کرتے ہیں اور دوسرے وہ جو اس کے مخالف یہ عکس آہستہ آہستہ تغیر پذیر اور مظاہرے میں آنے والی کائناتی تھیوری پیش کرتے ہیں۔ دونوں اطراف کی یہ تمام جدوجہد کہ ان کے فلسفہ کو صحیح ثابت کیا جائے ہمارے علم اور اس کی سطح کو اس کے مقصد سے ہٹا کر کہیں اور ہی لے جاتی ہے۔

اس لئے تعلیمات اور علم کے اس فرق کے درمیان خود مختار اور آزادانہ تحقیق کی جگہ بھی نکلتی ہے۔ اسی لئے ہم ان تعلیمات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے یہ کوشش کریں گے کہ ان کا موازنہ کر سکیں اور کچھ مشاہدات کو بھی سامنے رکھیں اس طرح وہ تمام لوگ جو اپنے اندر اوراء کو مشاہدہ کرنے کی صلاحیت بیدار کر چکے ہیں خود ہی تجربات کریں اس بات سے قطع نظر ہو کر کہ ان کے نتائج روحانی شخصیات یوگی اور دوسرے ایسے تمام مخفی علوم کے ماہرین سے میل کھاتے ہیں یا نہیں۔

مغربی مخفی علوم کے ماہرین کے نزدیک ماورائی جسم اپنی توانائی سورج سے حاصل کرتا ہے اور پھر اسے جسم کے مختلف حصوں میں تقسیم کر دیتا ہے اس طرح ایک اور مخفی علوم کا نظریہ کہتا ہے کہ ماورائی جسم صرف سورج ہی سے توانائی حاصل نہیں کرتا بلکہ یہ زمین سے بھی توانائی جذب کرتا ہے۔

یہ نظریہ اس بات کی تائید کرتا ہے کہ ماورائی جسم میں کچھ مخصوص جگہوں پر کچھ مخصوص پوائنٹ ہوتے ہیں جو تمام کے تمام ریڑھ کی ہڈی سے جڑے ہوتے ہیں اور جس کے ذریعے کائناتی حیاتیاتی توانائی کی دوہری لہر مادی جسم میں گذرتی ہے۔ یہی بات دوسرے مکاتب فکر میں سکھائی جاتی ہے مگر ان تقسیمی پوائنٹس کی فطرت اور تعداد کو دو نظام کے تحت بیان کیا جاتا ہے۔ ایک عام تھیوسوفیکل Theosophical تعلیمات کے مطابق ان پوائنٹس کی تعداد تقریباً سات بتائی جاتی ہے۔ جو کچھ یوں ہے۔

1۔ سر کے درمیان کا مرکز
2۔ دونوں آنکھوں کے درمیان کا پوائنٹ
3۔ حلق کا پوائنٹ
4۔ دل کا پوائنٹ
5۔ ناف کا مرکز
6۔ اسپلین پوائنٹ
7۔ ریڑھ کی ہڈی کا ابتدائی پوائنٹ

مغربی تعلیمات میں یہ پوائنٹ اس طرح سے ہیں۔

1۔ پیشانی کا مرکز
2۔ حلق کا مرکز
3۔ دل کا مرکز
4۔ جنسی مرکز
5۔ پیروں کے تلوؤں کا مرکز

دونوں طریقہ کار میں سر کا پوائنٹ اوراء میں موجود ہوتا ہے۔ جو سر سے ہوتا ہوا اوراء میں مزید اوپر تک چلا جاتا ہے اور اسی طرح مغربی تعلیمات میں پیروں

کے نیچے کا پوائنٹ بھی تلوؤں سے ہوتا ہوا مزید نیچے اوراء میں چلا جاتا ہے۔

اس طرح یہ بات بالکل واضح ہے کہ عام تھیوسوفیکل تعلیمات میں ان مراکز کی تعداد سات ہے جبکہ مغربی تعلیمات کے مطابق ان کی تعداد 5 ہے۔ مشرق کے تنتری طریقہ کار میں یہ مراکز درحقیقت چکر اور چرخ کے نام سے مشہور ہیں اور ان کی تعداد تقریباً وہی ہے جو تھیوسوفیکل تعلیمات کے مطابق ہے (تفصیل آگے ہے)

اوراء اور چرخ :-

روحانی طور پر ترقی یافتہ اشخاص کا اوراء یا جسم مثالی بہت زیادہ روشن اور واضح ہوتا ہے جو عام شخص کے اوراء کے مقابلے میں زیادہ وضاحت سے نظر آجاتا ہے خاص کر سر کے اردگرد۔ اس قسم کی روشنی کا ہالہ زیادہ تر صوفی، روحانی بزرگوں اور Saints کے اردگرد ہی نظر آتا ہے۔ اس کی مثال قدیم آرٹسٹوں کے بنائے ہوئے Saints کے پورٹریٹ میں خصوصی طور پر نظر آتی ہے یا پھر آج کل کرلین فوٹوگرافی کے ذریعے لی گئی بعض تصاویر میں روشنی کا ہالہ نظر آجاتا ہے۔ کچھ روحانی معالجین جسم مثالی میں سات یا اس سے زیادہ پرت دیکھتے ہیں جس میں ہر پرت کا رنگ جدا ہوتا ہے۔ پرتوں کے رنگ سے متعلق ہم بحث بعد میں کریں مگر پہلے یہ دیکھیں گے کہ یہ توانائی کن چینلز سے گذرتی ہے اور یہ چینلز کہاں واقع ہیں۔

توانائیاں انسان کے باہر سے اور تبدیلیاں جن کا تعلق انسان کی جسمانی دماغی جذباتی اور روحانی افعال سے ہے، اس کے اندر سے آتی ہیں یہ تمام کی تمام کسی بھی شخص کے Energy patterns پر اپنا اثر چھوڑتی ہیں۔ جسم مثالی ہی وہ جگہ ہے جہاں یہ تاثرات یا اثرات محسوس کیے جاتے ہیں اور جنہیں مختلف رنگوں میں دیکھا جا سکتا ہے اور مختلف دباؤ سے محسوس کیا جا سکتا ہے۔

مادی جسمانی وجود میں جذب ہوتے ہوئے ایک نہایت لطیف جسم جس کا ارتعاش بہت ہائی فریکوئنسی پر ہوتا ہے اسے جسم لطیف کا نام دیا گیا ہے۔

یہ جسم اپنے اندر توانائی کا ایک بلیو پرنٹ رکھتا ہے۔ جس کی بنیاد پر مادی یا ظاہری جسم شکل و صورت اور خدوخال اختیار کرتا ہے۔ یہ لطیف جسم ایک قسم کا اسٹرکچر رکھتا ہے جو ہمیں اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ ہم ہائی فریکوئنسی کی توانائیاں جذب کر سکیں بشمول حیاتیاتی توانائی یا پران Pra-na کے یہ اسٹرکچر ان توانائیوں کو گردش میں رکھتا ہے اور پھر انہیں مادی جسم میں منتقل کر دیتا ہے۔

ان لطیف اسٹرکچرز کا ذکر ہندی اور سنسکرت کتابوں میں بھی ملتا ہے جن کے مطابق ہندوستان کے قدیم رشیوں نے ان اسٹرکچرز کو گھنٹیوں کی شکل میں دیکھا اور ان کا نام چکر رکھا۔

جسم مثالی یا Aura میں تمام چکر یا چرخ ہی انسانی وجود میں حیاتیاتی توانائی کے مراکز ہیں۔ ان ہی میں سے تمام توانائیاں یا طاقتیں اندر یا باہر آتی جاتی ہیں اور یہی چکر یا مراکز توانائی کے اس بہاؤ کو رواں رکھنے کا مکمل نظام رکھتے ہیں ان چکروں یا چرخ کو قدیم چینی Dantain دان شین کے نام سے پکارتے ہیں۔ ہر چکر chakra کو ایک مخصوص رنگ سے ظاہر کیا جاتا ہے۔

ان چکروں یا مراکز کی تفصیل اس طرح سے ہے۔

یوگا کے ماہرین ریڑھ کی ہڈی کے ساتھ ایسے چکروں کی تعداد سات بتاتے ہیں جبکہ پورے جسم میں ان کی تعداد سینکڑوں میں ہے۔ چکر کا نالی نما حصہ ریڑھ کے قریب جسم لطیف کی پٹی سے جڑا ہوتا ہے۔ یہ پٹی تمام چکروں کو ایک دوسرے سے مربوط رکھتی ہے اور ایک چکر کی انرجی یا توانائی کو چیک کرکے دوسرے چکر کی طرف روانہ کر دیتی ہے۔ جیسے جیسے انرجی کا بہاؤ پٹی کے ذریعے اوپر کی جانب بڑھتا ہے وہ لطیف تر ہوتا جاتا ہے مختلف چکر نہ صرف اپنے جسم کے مرکز کو متاثر کرتے ہیں بلکہ قرب و جوار کے اعضاء بھی ان کے دائرہ کار کے زیر اثر آتے ہیں۔

نمایاں چکر سات ہیں جو کچھ یوں ہیں۔

Basal or root chakra-1

یہ چکر ریڑھ کی ہڈی کی جڑ میں واقع ہوتا ہے۔ یہ طبعی افعال کی جبلت اور فطرت کو سمجھتا ہے اور اسے استعمال کرتا ہے۔ اس کا رنگ سرخ یا گہرا گلابی ہوتا ہے۔

Sacral chakra-2

یہ ناف کے ٹھیک نیچے واقع ہوتا ہے یہ توانائی کا مرکز یا چکر زیریں نظام انہضام، جنسی افعال تولید، جبلی جذبات اور تخلیق سے متعلق افعال کی نگرانی کرتا ہے اور اس کا مخصوص رنگ نارنجی ہے۔

Solar plexus chakra-3

یہ چکر سینے کی ہڈیوں کے بالکل نیچے ہوتا ہے بالائی نظام انہضام، معدہ اور فہم و ادراک کے معاملات اس کے حلقے میں آتے ہیں۔ اس کا علامتی رنگ زرد **Yellow** ہے۔ چکر نمبر 2 اور 3 پر منفی توانائی یا اثرات آسانی سے اثر انداز ہو سکتے ہیں جیسے خوف اور پریشان خیالی۔ اس سے ذہن اور جذبات کا تعلق واضح ہوتا ہے اور جسمانی توانائی بھی انہی دو چکروں سے شروع ہوتی ہیں۔

Heart chakra-4

یہ چکر انسان کے مثبت جذبات جیسے محبت، ایثار و خلوص اور رحم و ہمدردی وغیرہ کے افعال کو کنٹرول کرتا ہے یہ دل کے مرکز میں واقع ہوتا ہے اور دل، تھائیمس گلینڈ **Thymus Gland** (مدافعتی نظام) سینہ، پھیپھڑے اور نظام دورانِ خون پر اثر انداز ہوتا ہے اور اس کا خاص رنگ سبز **Green** ہے۔ دل کا چکر جسمانی اور روحانی زندگی کے بالکل درمیان میں واقع ہوتا ہے یہی وہ چکر ہے جہاں دونوں طرح کی توانائی عمل کرتی ہے روحانی توانائی یا طاقت نیچے کی طرف گذرتے ہوئے دل سے رک بھی سکتی ہے اور اس طرح زیریں 3 چکروں کو حیاتیاتی توانائی کی فراہمی بند ہو سکتی ہے جنہیں اس کی اشد ضرورت ہوتی ہے تاکہ انسانی جسم کو روحانی ترقی کے لئے تیار کر سکے۔

(جاری ہے)

انا للہ و انا الیہ راجعون O

O...... ڈنمارک مراقبہ ہال کی سرگرم رکن سعیدہ صاحبہ کے شوہر رفیق احمد گذشتہ دنوں وصال فرماگئے۔

O...... کوئٹہ مراقبہ ہال کے سرگرم رکن ڈاکٹر محمد طارق کے والد گذشتہ دنوں وصال فرماگئے۔

O...... وہاڑی مراقبہ ہال کے رکن حکیم عبدالستار کا نومولود بیٹا وفات پاگیا ہے۔

O...... وہاڑی مراقبہ ہال کی رکن قمر سلطانہ کی والدہ رضائے الٰہی سے وفات پاگئیں۔

O...... عظیمیہ روحانی لائبریری گجرات کے رکن محمد نذیر کی ساس انتقال کرگئیں۔

O...... جہلم مراقبہ ہال کے راجہ شکیل احمد اور مسز ریحانہ کے والد محترم گذشتہ دنوں رضائے الٰہی سے انتقال فرماگئے۔

O...... جہلم مراقبہ ہال کے سینئر رکن محمد رفیق عارف کی والدہ محترمہ علالت کے باعث انتقال فرماگئیں۔

O...... آزاد کشمیر مراقبہ ہال کی رکن فاطمہ عابد کے ماموں اور صائمہ کیانی کے تایا راجہ عبداللہ خان گذشتہ دنوں دل کا دورہ پڑنے سے انتقال فرماگئے۔

ادارہ روحانی ڈائجسٹ مرحومین کے پسماندگان کے غم میں برابر کا شریک ہے اور دعاگو ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومین کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائیں اور لواحقین کو صبر جمیل دیں۔ (آمین)

قارئین کرام سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے

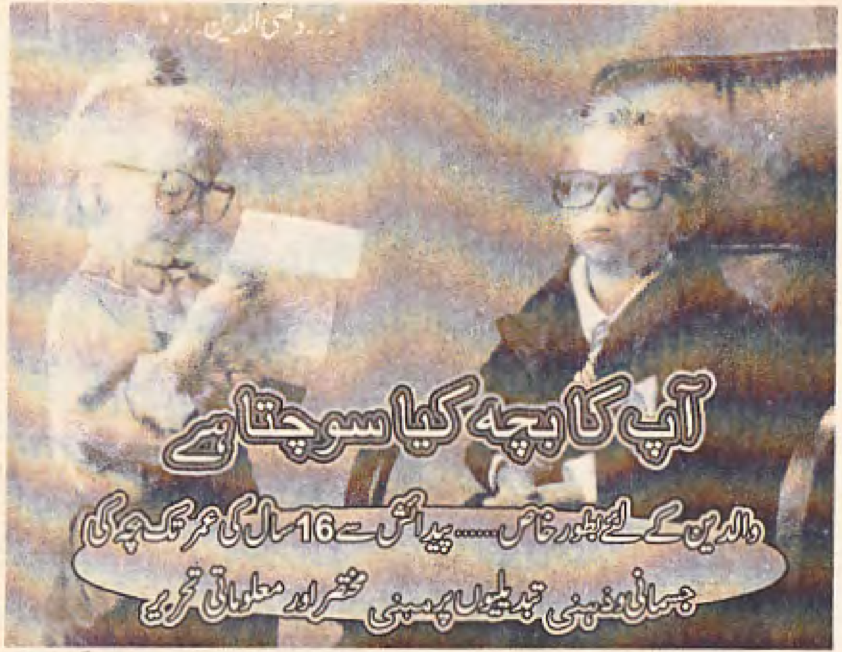

ماں بننا عورت کا سب سے بڑا اعزاز ہے اسی طرح باپ بننا مرد کے لئے ایک خوشگوار تجربہ ہے۔ والدین بننے کا اعزاز حاصل ہونے کے بعد دونوں کی توجہ کا مرکز ان کی اولاد ہونی چاہئے۔ ایسے جوڑے جو پہلی دفعہ والدین بنے ہیں انہیں بچہ کی تربیت کے بارے میں چند ضروری باتوں کو سمجھنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ گھر کی بزرگ خواتین اس ذمہ داری کو پوری کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ پہلا بچہ چند روز سے لے کر 16 سال تک بھی والدین کے لئے چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے۔ ان تمام ادوار میں بچہ کن جسمانی اور ذہنی تبدیلیوں سے گزرتا ہے اس بارے میں چند ضروری نکات والدین کے لئے پیش ہیں۔

عمر کے کس دور میں بچہ کا کیا مزاج ہوتا ہے اور وہ کس قسم کی چیزیں پسند کرتا ہے اور کس طرح کے جذبات رکھتا ہے۔ ان تمام باتوں کو سمجھتے ہوئے اگر مناسب توجہ صحیح دیکھ بھال کے ساتھ بچے کی پرورش کی جائے تو قوم میں ایک کار آمد فرد کا اضافہ ہوتا ہے۔ بصورت دیگر اس کے برعکس نتائج سامنے آتے ہیں۔

پیدائش کے وقت بچے کا سر اس کے قابو میں نہیں رہتا اور ہلتا رہتا ہے اسے سہارا دینے کی ضرورت ہوتی ہے 12 ہفتے بعد اس کا سر ٹھہر جاتا ہے۔ گویا بچہ اپنے سر کے ہلنے پر قابو حاصل کرلیتا ہے۔ اب سر کو سہارا دینے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ آٹھ ہفتے بعد بچہ مسکرانے لگتا ہے اور لوگوں کو دیکھ کر غوں غاں غوں غاں کرنے لگتا ہے۔ بارہ ہفتے بعد اس سے بات کی جائے تو وہ اظہار مسرت کرتا ہے تین ماہ کی عمر میں بچہ ہاتھوں کو جوڑ کر مٹھی بناتا ہے اور اس مشغلے سے محظوظ ہوتا ہے۔ وہ تیز تیز ہاتھ اور پیر چلاتا ہے۔ آواز کی سمت بھی دیکھنا شروع کردیتا ہے۔ اس عمر میں بچے کے سامنے رنگ برنگے ربن یا کھلونے لانے چاہئیں۔ انہیں دیکھ کر وہ بہت خوش ہوتا ہے۔ پانچ ماہ سے چھ ماہ کے درمیان کی عمر کو پہنچنے کے بعد بچہ پلٹنے لگتا ہے۔ اس عمر میں اسے کھڑا

کرنے کی طرح سیدھا رکھا جائے تو بچہ خوشی کا اظہار کرتا ہے۔ اس موقع پر اس کی خصوصی دیکھ بھال کرنا ضروری ہے کہ وہ پلٹ کر بستر سے گر بھی سکتا ہے۔ ساڑھے چھ یا سات ماہ کی عمر میں بچہ بیٹھنے کے قابل ہو جاتا ہے اور اپنے پسندیدہ کھلونوں یا اشیاء کی طرف بڑھنے یا رینگنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ چاہتا ہے اس سے باتیں کی جائیں باتیں نہ کرنے پر وہ غصے اور ناراضگی کا اظہار بھی کرتا ہے۔

آخری ششماہی کے دوران ہر دن بڑا دلچسپ اور ولولہ انگیز ہوتا ہے کیوں کہ اس دوران بچے کا شعور کام کرنے لگتا ہے ان دنوں بچہ ہر روز ایک نئی بات سیکھتا ہے اس عمر میں بچہ اپنا نام بھی پہچاننے لگتا ہے بعض بچے ماما، دادا ابابا جیسی آوازیں بھی نکالنے لگتے ہیں۔ چھ ماہ تک زیادہ تر بچے اپنا بوجھ سہارا لے کر اپنے پاؤں پر اٹھا لیتے ہیں اگر بچہ مشکل محسوس کرتا ہو تو بے بی واکر استعمال کرائی جا سکتی ہے۔ ایک سال کی عمر میں بچے کی نیند کم ہو جاتی ہے اور اس کے ساتھ کھیل بھی سکتے ہیں۔

دوسرے سال بچے کے بڑھنے کی رفتار پہلے سال کی نسبت سست ہو جاتی ہے۔ اس سال بچے کے خون میں دو یا تین کلوگرام اضافہ ہوتا ہے اور قد 12 سینٹی میٹر تک بڑھتا ہے۔ اس کی غذا کم ہو جاتی ہے اور آپ کے صحت مند بچے کا جسم کچھ ہلکا پڑ جاتا ہے۔ ڈیڑھ سے دو سال کی عمر کے دوران بچہ پیشاب وغیرہ کی حاجت بتانے لگتا ہے۔ چند ٹوٹے پھوٹے الفاظ بول لیتا ہے۔ ڈھائی سال کی عمر تک بچے کے پورے دانت نکل آتے ہیں۔ دو سے تین سال کی عمر کے درمیان بچہ سیڑھیاں چڑھنے لگتا ہے اور گھر میں چاروں طرف بھاگتا دوڑتا رہتا ہے۔ اس کی حرکتوں میں تجسس، تقلید یا نقل کرنے کا عنصر زیادہ ہوتا ہے۔ تین سے پانچ سال کی عمر میں بچے کے وزن میں 2 کلوگرام اور قد میں 6 سے 8 سینٹی میٹر کا اضافہ ہوتا ہے۔ اس عمر میں وہ کچھ نئی چیز مثلاً پہیوں کی سائیکل چلانا اور رسی کودنا وغیرہ بھی سیکھ لیتا ہے۔ اس عمر میں اس کو اسکول میں داخل کر دینا چاہئے۔

5 سے بارہ سال کی عمر

اکثر سننے میں آتا ہے جو بچہ اپنے بچپن میں کسی خاص استعداد کا اظہار نہیں کرتا وہ بڑا ہو کر بھی کسی استعداد کا مالک نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ بات غلط ہے اکثر اوقات بچے کی خصوصی صلاحیت یا استعداد کا احساس اسی وقت ہوتا ہے جب وہ اپنے عمل سے اس کا اظہار کرتا ہے۔ اب ایک مثال ہے کہ بچہ فیصل آباد میں رہتا ہے۔ اس وقت تک ہاکی میں اپنے جوہر کا مظاہرہ نہیں کر سکتا جب تک اسے ہاکی کھیلنے کا موقع میسر نہ ہو۔ اس کا مطلب ہوا کہ جوہر یا صلاحیت کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب بچے کو ایسا موقع فراہم کیا جائے کہ وہ اپنی صلاحیت کا عملاً اظہار کر سکے۔ پانچ سے بارہ سال کی عمر میں کوئی بھی بچہ اپنی فطری منفرد صلاحیت کا اظہار کر دیتا ہے۔ اس عمر کے بچے اصلاحی کہانیاں سمجھنے کے قابل ہو جاتے ہیں اور ان کا انہماک اس میں دلچسپی تلاش کر لیتا ہے۔ پانچ سال سے کم عمر بچے جانوروں کی کہانیوں سے بہت خوش ہوتے ہیں اور بڑی توجہ سے سنتے ہیں۔

12 سے 16 سال کی عمر

بارہ سال کی عمر تک بچے میں جذب کی کیفیت زیادہ ہوتی ہے اور وہ اپنے بڑوں کی باتوں پر من و عن یقین رکھتا ہے وہ معاشرے و ماحول کو دیکھتا ہے اور بڑوں کی باتوں سے موازنہ کرنے لگتا ہے اور 16 یا 18 سال تک وہ ذاتی طور پر صحیح و غلط کی پہچان کرنے لگتا ہے۔ اب اس کی اپنی طرز فکر ہوتی ہے۔ بچے کی یہ عمر والدین کے لئے بہت احتیاط کا تقاضا کرتی ہے۔ بچے کے خیالات کو براہ راست رد کرنے، ڈانٹنے اور جھڑکنے کے بجائے پوری توجہ، محبت اور اپنائیت سے نہایت دوستانہ ماحول روا رکھنا ضروری ہے۔ بچہ گھر سے باہر اسکول اور کلاس فیلوز سے ملتا ہے۔ باہر کا ماحول اسے متاثر کر سکتا ہے۔ اگر ایسے میں والدین کا رویہ دوستانہ اور اپنائیت پسندانہ ہو گا تو ماحول کے برے اثرات سے وہ محفوظ رہے گا اور آئندہ وہ معاشرے کا ایک مفید شہری بن سکے گا۔

...سید آصف علی...

مرگی قابلِ علاج ہے

مرگی کو کچھ عرصے پہلے تک لاعلاج تصور کیا جاتا تھا اب بھی کچھ لوگوں کے یہی تصورات ہیں لیکن ایسا نہیں ہے..... اگر مناسب احتیاط کے ساتھ مناسب غذا اور دوا لی جائے تو یہ تکلیف بہت حد تک کم یا ختم ہو سکتی ہے۔

اعصابی راستوں اور دماغی خانوں میں ناقص و زہریلے سدّوں کے جمع ہو جانے سے یہ بیماری لاحق ہوتی ہے۔ بعض افراد میں یہ بیماری موروثی طور پر بھی ہوتی ہے۔ مرگی کا طبی نام صرع ہے۔ اس مرض میں تشنج اور بے ہوشی کے دورے پڑتے ہیں۔ بقراط کا کہنا ہے "دماغ کو تر رکھنے والی رطوبت سے صرع کا مرض لاحق ہوتا ہے اس کا مشاہدہ ہم اس بکری کے دماغ سے کر سکتے ہیں جسے صرع ہو ایسی بکری کا اگر دماغ نکالیں تو وہ رطوبت سے تر ہو گا"۔ اگر یہ ناقص مادہ دماغ میں پیدا ہو تو صرع دماغی، اگر معدہ میں ہو تو صرع معدی اور اعصابی طور پر ہو تو صرع اعصابی کہلاتا ہے۔ یہ مرض بلغمی مادہ سے اکثر اور صفراوی سے بھی کبھی لاحق ہوتا ہے۔ مرگی کی بیماری کے مختلف اسباب ہوتے ہیں اور ان میں مقامی اسباب بھی شامل ہیں۔

مرگی کے اسباب:- مقامی اسباب میں حمل کے دوران سر پر چوٹ لگنا، ہائی بلڈ پریشر ہونا، شراب نوشی، خوف و دہشت، جنسی امراض، گوشت کا زیادہ استعمال اور عورتوں میں امراض رحم اس کے اسباب ہیں جبکہ جدید طب کے مطابق مرگی کے مندرجہ ذیل اہم اسباب ہیں۔

مرکزی عصبی نظام میں پیدائشی نقص جس کی وجہ سے مختلف جسمانی و دماغی نقائص سامنے آتے ہیں۔

- ☆ پیدائشی طور پر ذہنی نقص ہو جاتا ہے۔
- ☆ دماغی بافتوں کی مکمل نشوونما نہیں ہوتی۔
- ☆ دماغ کے مخصوص اُبھاروں کی کمی ہو جاتی ہے۔
- ☆ دماغی نسیجوں کی صلابت۔
- ☆ دماغی جھلیوں کا ورم۔
- ☆ جزوی فالج۔
- ☆ دماغی رسولی۔
- ☆ دماغی جریان۔

ان کے علاوہ عام طور پر جو اسباب ہوتے ہیں ان میں والدین کو آکسیجن نامناسب مقدار میں فراہم ہونا، زہریلی دواؤں کا استعمال مثلاً کوکین، کیفین، الکوحل اور سیسہ وغیرہ۔

مرگی کی علامات

دورے سے پہلے کی علامات:- مرگی کے مریضوں کی دورے سے پہلے مختلف کیفیات ہوتی ہیں۔ مریض کو یا تو پیر کے کسی مقام پر ٹھنڈک یا سنسناہٹ محسوس ہوتی ہے، پیٹ میں جلن اور خلش ہوتی ہے۔ دل پر گھبراہٹ طاری ہو جاتی ہے اور وہ زور زور سے دھڑکنے لگتا ہے۔ کبھی مریض کو ڈراؤنی شکلیں نظر آتی ہیں سائے نظر آتے ہیں چنگاریاں پھوٹتی ہوئی نظر آتی ہیں یا اسے روشنی دکھائی دیتی ہے چراغ جلتا ہوا دکھتا ہے اور وہ بری طرح ڈر جاتا ہے۔ کبھی اسے آوازیں سنائی دینے لگتی ہیں اور وہ باجے بجتے ہوئے سنتا ہے، اس کو خوشبو آنے لگتی ہے اور اس کے

منہ کا ذائقہ بدل جاتا ہے اور زبان کڑوی یا نمکین محسوس ہوتی ہے۔ کبھی کبھی دورے سے پہلے وہ عجیب و غریب حرکتیں کرنے لگتا ہے۔

دورے کے وقت کی علامات:۔ دورے کے وقت مریض کا جسم اکڑنے لگتا ہے اور وہ عموماً چیخ بھی مار دیتا ہے مریض کی گردن پیچھے کی جانب کھنچ جاتی ہے یا اس کا سر ایک طرف کو مڑ جاتا ہے۔ کبھی کبھی آنسو بہنے لگتے ہیں تشنج کی وجہ سے اس کو سانس لینے میں دشواری ہوتی ہے۔ سانس رکنے کی وجہ سے اس کا چہرہ نیلگوں یا سیاہ ہو جاتا ہے، بعض دفعہ زبان دانتوں کے نیچے آکر کٹ جاتی ہے منہ سے جھاگ نکلنے لگتا ہے اکثر اوقات مریض کا بول و براز خارج ہو جاتا ہے اس کو جھٹکے لگ رہے ہوتے ہیں کبھی یہ جھٹکے چھوٹے ہوتے ہیں جبکہ بعض اوقات بہت زور دار جھٹکے لگتے ہیں مریض کی اس طرح کی کیفیت تقریباً تیس یا پینتیس سیکنڈ تک رہتی ہے پھر مریض کا جسم ڈھیلا پڑتا جاتا ہے اور مریض ایک ٹھنڈی سانس لے کر کچھ دیر تک بے ہوش پڑا رہتا ہے۔ اس کے سانس میں خرخراہٹ کی آواز آتی ہے چہرہ سرخ ہونے لگتا ہے سانس پہلے کی نسبت بہتر ہو جاتی ہے، پھر مریض تھوڑی دیر بعد یا چند گھنٹوں میں ہوش میں آجاتا ہے تھوڑی دیر بے خبری کی کیفیت میں رہتا ہے پھر ٹھیک ہو جاتا ہے بعض اوقات تھکاوٹ اور سر چکرانے کی شکایت کرتا ہے یا دورے کے بعد گہری نیند میں چلا جاتا ہے۔

دورے کے دوران احتیاطی تدابیر:۔ دورے پڑتے وقت اگر مندرجہ ذیل ہدایات پر عمل کیا جائے تو مریض کو پریشانی سے بچایا جا سکتا ہے۔

☆ دورے کے وقت مریض کے پاس جو افراد ہوں انہیں چیخنے چلانے اور خوفزدہ ہونے سے بچنا چاہئے کیونکہ اس سے مریض گھبرا کر کسی چیز سے زخمی بھی ہو سکتا ہے۔

☆ دورے کے وقت مریض کو کروٹ سے لٹایا جائے تاکہ اس کی زبان دانتوں میں آکر نہ کٹے یا دانتوں میں کپڑا رکھ دیا جائے۔

☆ ہوا کی آمد و رفت بحال کی جائے اور مریض کا گریبان کھول دیں تاکہ اعضائے تنفس پر بوجھ نہ پڑے اور لوگوں کو پاس سے ہٹا دیں۔

☆ دورے کے وقت مریض کے بازوؤں اور ٹانگوں وغیرہ کے نیچے نرم گدے رکھے جائیں کیونکہ دورے کے وقت مریض دورے کی شدت سے پیر پٹخنا شروع کر دیتا ہے جس سے اس کو چوٹ آسکتی ہے۔

☆ دورہ ختم ہونے پر مریض کو بستر پر لٹائیں اور اس کا مشاہدہ کریں کہ وہ خودکار حرکتیں نہ کرنے لگے پھر اس کو اس کی دوائی دیں۔

مرگی کا علاج:۔ مرگی کا علاج لمبا ہوتا ہے اصل سبب کی تشخیص کرکے مستقل مزاجی سے علاج کرایا جائے تو مرگی کا مرض ختم ہو جاتا ہے۔ ذیل میں کچھ نسخے درج ہیں جو مرگی میں فائدہ کرتے ہیں۔

دورہ روکنے کی ترکیب:۔ خالص فولاد کا ایک ٹکڑا روپے کی جسامت میں بنوائیں مگر اس کی موٹائی روپے سے تین گنا زیادہ رکھوائیں دورے کے وقت مریض کا معالج یا مریض کا عزیز اس ٹکڑے کو ہاتھ میں لے کر مریض کا ہاتھ مصافحہ کی طرح پکڑے اور دبائے رکھے انشاء اللہ تھوڑی دیر میں دورہ بند ہو جائے گا، اس کے بعد دوائی دے دیں۔ یہ نسخہ موروثی و غیر موروثی دونوں طرح کی مرگی میں مفید ہے۔

یونانی علاج:۔ اسطوخودوس 1 تولہ عاقر قرحا 2 ماشہ، دار چینی 7 ماشہ، قرنفل 2 ماشہ، بیخ اقحوان (بابونہ گاؤ چشم) 6 ماشہ، جند بید ستر 4 رتی۔ ان میں ہر ایک فرداً فرداً شہد خالص یا سکنجبین عسلی میں ملا کر چاٹنے سے مرگی سوداوی اور بلغمی میں شفائی تاثیر ہوتی ہے۔

مرگی کی اکسیر گولیاں:۔ جنگلی خرگوش کو ذبح کرکے اس کے کان جڑ سمیت کاٹ لیں پھر اس کے بال نوچ دیں اور کان کا باریک قیمہ بنا کر کھرل کریں کہ خوب

ملائم ہو جائے اس کے بعد رتی رتی بھر لے کر گولیاں بنائیں اور ان گولیوں کو چاندی کے ورق میں محفوظ کر لیں۔ جب مریض کو دورہ پڑے تو مندرجہ ذیل طریقہ سے گولیاں کھلائیں، سب سے پہلے دورہ روکنے کی ترکیب استعمال کرکے دورہ روک دیں اور پھر ایک گولی کھلائیں، اس کے بعد اگلے ماہ اسی دن اور اسی وقت دوسری گولی کھلائیں اسی طرح تیسرے ماہ تیسری گولی کھلائیں۔ ان تین گولیوں کو کھلانے کے بعد مرگی کا دورہ پھر نہیں پڑتا اور مکمل شفا ہو جاتی ہے۔

مرگی کا دورہ روکنے کی دوسری ترکیب:۔ آک کا پھل 1 تولہ لیں (یہ عام طور پر پنساریوں کی دکان سے مل جاتا ہے) اس کو صاف شیشی میں خشک کر لیں۔ پھر برابر وزن کالی مرچ ملا کر باریک کر لیں، اس سفوف کو دورہ کے وقت سونگھایا جائے تو دورہ رک جاتا ہے۔

مرگی کا آسان علاج:۔ تمباکو کے پتے 4 ماشے آدھا کلو کھولتے ہوئے پانی میں ایک گھنٹہ تک بھگوئیں، پھر پانی کو چھان کر آدھا چھٹانک کے قریب صبح و شام پلائیں انشاء اللہ ایک ماہ میں بہت فرق محسوس ہوگا۔ مرگی میں نرم غذائیں کھانی چاہئیں ثقیل اور چٹ پٹی اشیاء سے گریز کرنا چاہئے۔

بچوں کی مرگی:۔ بچوں کی مرگی "صرع صغیر" کہلاتی ہے۔ اس کے اسباب دودھ پلانے والی ماں کے ہاضمے میں خرابی ہے اور اس کا گائے کا گوشت زیادہ کھانا ہے۔ بعض اوقات بچوں کا گرنا یا چوٹ لگنا اور ان کے مزاج کا زیادہ مرطوب ہونا وغیرہ ہیں۔ صرع صغیر کا دورہ شدید نہیں ہوتا۔ دس، پندرہ سیکنڈ میں ختم ہو جاتا ہے اس دورے میں تھوڑی سی دیر کے لئے ہوش و حواس گم ہو جاتے ہیں اور سکتے کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اس لئے بعض اوقات لوگوں کو احساس بھی نہیں ہوتا کہ یہ مرگی کا دورہ تھا۔

بچوں کی مرگی میں ان کو ہلکی دوائیں دینا زیادہ مناسب ہے۔ بچوں کا مندرجہ ذیل علاج کرنا چاہئے۔

علاج:۔ قرنفل 3 رتی یا فلفل سیاہ 6 رتی یا عاقر قرحا 2 رتی شہد میں ملا کر چٹانا بھی مفید ہے اس کے علاوہ عود صلیب 4 رتی کو عرق بادیان میں گھس کر پلانا اور کلونجی 1 ماشہ کو سرکہ میں پیس کر شہد ملا کر دینا فائدہ مند ثابت ہوتے ہیں۔ بنفشہ کو جوش دے کر پلانا بچوں کی مرگی کو ختم کر دیتا ہے۔ علاج کے ساتھ ساتھ بچوں کو دھوپ، مٹی سے بچانا چاہئے اور ہلکی غذا دینی چاہئے۔

مرگی کی روحانی توجیہہ عظیمی صاحب یہ تحریر کرتے ہیں کہ دماغ کے ہر عصبی خلئے کی دیوار میں برقی رو دوڑتی رہتی ہے۔ برقی رو عصبی خلئے کی دیوار میں کسی نامعلوم تحریک سے پیدا ہوتی ہے۔ ایک خلئے میں پیدا ہونے والی برقی رو دوسرے خلئے کو بھی متحرک کرتی ہے۔ انسانی دماغ میں ہر عمل برقی رو سے ہوتا ہے۔ اگر انسان اپنا ہاتھ ہلا رہا ہے تو دراصل اس کے ہاتھ کے عضلات کو دماغی اعصاب کے ذریعہ تحریک مل رہی ہے۔ دماغ میں ہاتھ ہلانے کے لئے مخصوص حصے میں پہنچ کر تحریک پیدا کرتی ہے اس طرح ہمیں چھونے کا احساس ہوتا ہے۔

مرگی ایسا مرض ہے جس میں کسی نامعلوم یا معلوم وجوہ کی بناء پر دماغ کے کسی بھی حصے میں ایک ابنارمل Ab-normal طاقتور تحریک پیدا ہوتی ہے۔ اس تحریک کے نتیجے میں مریض کے اندر چھونے دیکھنے سونگھنے کی نادیدہ حس بیدار ہو جاتی ہے۔ مریض غیر اختیاری طور پر کپڑوں سے بھی آزاد ہو سکتا ہے۔ ہاتھوں پیروں میں جھٹکے بھی لگتے ہیں۔

جب خلیوں میں برقی رو کا تصرف ہوتا ہے اور یہ رو کی شکل اختیار کرکے ایک دوسرے سے ٹکراتا ہے تو اس ٹکراؤ سے بے شمار رنگ بنتے ہیں ان رنگوں کا نام ہم وہم یا خیال رکھ سکتے ہیں اور حقیقتاً یہ تمام کیفیات جو ہمارے دماغ پر وارد ہوتی ہیں انہی رنگوں کا تنوع ہے۔ یہ تنوع کہیں اپنی حدوں سے باہر نکلنا چاہتا ہے لیکن باہر نکلنے کا کوئی نہ کوئی راستہ اگر

اسے ملے جبھی یہ ممکن ہے کہ باہر نکل سکے۔ ہوتا یہ ہے کہ اتفاق سے ام الدماغ کے اندر بہت سی رو جمع ہو جاتی ہیں اور جمع ہو کر ایک دوسرے کا راستہ روک دیتی ہیں۔ وہ دروازے جو باہر لے جانے یا اندر لانے کا کام کرتے ہیں ان سب میں اتنا ہجوم ہو جاتا ہے کہ باہر آنے یا اندر جانے میں رکاوٹ پیدا ہونے لگتی ہے۔ اگر ایسی حالت میں پانی سامنے آجائے تو اس مد روکی شعاعیں کئی گنا ہو جاتی ہیں جس سے مرگی کا دورہ پڑتا ہے۔ جب تک آنے والے دروازوں میں رو کا ہجوم معمول سے زیادہ رہتا ہے مرگی کا دورہ آدمی کو بے ہوش رکھتا ہے۔ جس وقت دروازے کھل جاتے ہیں مریض ہوش میں آجاتا ہے۔ چونکہ اعصاب مفلوج ہو جاتے ہیں اس لئے حرکت بھی دیر میں ہوتی ہے مریض آہستہ آہستہ اپنی حالت پر آتا ہے۔ پانی پر نظر پڑنے کے علاوہ اور بہت سے حالات ایسے ہو سکتے ہیں جن میں مرگی کا دورہ پڑ سکتا ہے۔ ایسی حالت میں جلد سے جلد دروازوں سے مدقی رو کا ہجوم کم ہونا چاہئے۔ اگر یہ حالت باقی رہے تو مریض خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ (مریض کے گرنے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ دماغ کی رو اعصاب پر کام کرنا چھوڑ دیتی ہے)۔

روحانی علاج:- اس کا وقتی اور آسان علاج یہ ہے کہ سر کو زمین سے ہاتھ پر اٹھا لیا جائے مگر صرف ایک انچ اس سے زیادہ نہیں۔ دو تین مرتبہ سر کو ہلکی جنبش سے ہلایا جائے۔ دورہ ختم ہو جائے گا تاہم آنکھوں کی پتلیوں کی نگرانی کچھ دیر تک کریں تاکہ وہ خلئے جو حافظہ سے متعلق ہیں دیکھنے والے کی نگاہوں سے ٹکرائیں۔ اس سے دروازہ میں ہجوم کی رو تیزی سے کم ہو جائے گی اور شعور بحال ہو جائے گا مرگی کے مرض کی ایک شناخت یہ بھی ہے کہ پتلیاں اپنی جگہ سے کچھ نہ کچھ اوپر کی طرف ہٹ جاتی ہیں۔

چالیس روز تک صبح نہار منہ چینی کی سفید پلیٹ پر

الطرق الناس والا جنة والروح

العباد الصالحين في الكون

لکھ کر پانی سے دھو کر پلائیں اور ساتھ ہی بڑے کاغذ پر لکھ کر سر سے پیر تک کاغذ کو پورے جسم پر ملیں۔ کاغذ پھٹ جائے تو دوبارہ لکھ لیا جائے۔

گردن کے جوڑ پر اور سر کے پچھلے حصہ پر نیلی شعاعوں کا تیل اور شام 10 منٹ تک ہلکے ہاتھ سے دائروں میں مالش کریں۔

9x12 انچ شیشے کے اوپر سرخ رنگ کا پینٹ کرا کر سورج غروب ہونے سے پہلے اور طلوعِ آفتاب کے بعد دس دس منٹ مریض کو دکھائیں۔

☆☆☆

حیرت انگیز نسخہ

موصلی سفید ڈھائی تولے، بھوسی اسپغول پانچ تولے دونوں کو کوٹ چھان کر رکھیں اور چھ ماشے لے کر ڈیڑھ پاؤ دودھ میں پکائیں۔ جب کھیر سی ہو جائے تو چینی سے میٹھا کر کے ہلکا گرم پی لیں۔

یہ نسخہ دل، جگر، دماغ کو طاقت دینے، حافظے کو مضبوط کرنے، گہری اور پُر سکون نیند کے لئے، اعصابی توانائی کے لئے بہت مفید ہے اور اس کے استعمال سے قوتِ مردمی میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

خوبانی

پیٹ کے امراض اور جسمانی

کمزوری میں فائدہ مند ہے

جلد کو شاداب بناتی ہے

اور رنگ نکھارتی ہے

……نصر عباسی……

خوبانی موسم گرما کا پھل ہے اسے خرمانی بھی کہتے ہیں۔ خوبانی سرد پہاڑی علاقوں میں پیدا ہونے والا لذیز ترین پھل ہے۔ اس لذیز اور فرحت بخش پھل کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک شیریں اور دوسری ترش۔ خوبانی کو تازہ بھی استعمال کرتے ہیں اور اسے خشک کر کے میوے کے طور پر بھی استعمال کرتے ہیں۔ قدرت نے اس میں پروٹین، نشاستہ اور وٹامن بی کے علاوہ فاسفورس، فولاد اور سوڈیم بھی شامل کیا ہے۔ پاکستان کے صحت افزاء علاقے ہنزہ کے لوگ خوبانی کو بطور غذا اور بطور پھل کھاتے ہیں ان کی صحت بہترین تسلیم کی جاتی ہے۔ خوبانی ہلکے زرد رنگ کا پھل ہے اور پاکستان میں اس کی کاشت کافی ہوتی ہے۔ اس پھل میں اگرچہ تمام حیاتین اور معدنی نمکیات کافی مقدار میں پائے جاتے ہیں، لیکن خاص طور پر اس میں وٹامن سی زیادہ ہوتی ہے۔ پاکستان کے پہاڑی علاقوں خصوصاً گلگت میں ایک قسم کی خوبانی پائی جاتی ہے جسے وہ سکھا کر رکھ لیتے ہیں اور سارا سال اچار اور چٹنی کے طور پر کھانے میں استعمال کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان علاقوں میں ابھی تک سرطان کی کوئی شکایت نہیں ملی۔ خوبانی تاثیر میں ہلکی گرم ہے پیاس میں تسکین دیتی ہے اور اس میں خون کے جوش کو اعتدال پہ لانے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے یہ پھل پکا ہوا کھانا بہت مفید ہوتا ہے۔ کچا ابھارہ پیدا کرتا ہے جبکہ پکا ہوا جسم کو طاقت بخشتا ہے۔ قبض کشا ہے آنتوں کو صاف کرتا ہے۔ غذا کو ہضم کرتا ہے اور خون میں اضافہ کرتا ہے۔ تازہ خوبانی کھانے سے صفرا کی شکایت دور ہو جاتی ہے۔

خشک خوبانیاں پورے سال میسر ہوتی ہیں۔ خشک خوبانیوں میں بھی وہ تمام خواص ہوتے ہیں جو تازہ پھل میں ہوتے ہیں۔ جب تازہ پھل دستیاب نہ ہو تو آٹھ دس خشک خوبانیاں کھانی چاہئیں۔ پاکستان میں اس کی دونوں قسمیں پائی جاتی ہیں۔ کھٹی خوبانی بھی اسی قدر مفید ہوتی ہے جتنی کہ شیریں، البتہ مزے میں اس سے کم ہوتی ہے۔ چوں کہ خوبانی صفرا کا مسہل ہے اس لئے اس کا استعمال صفراوی تکلیفوں میں بھی مفید ثابت ہوتا ہے۔ مغز خوبانی (گری) بادام کی طرح لذیز ہوتا ہے اور مفید بھی لیکن دس بارہ کی مقدار سے زیادہ کھانا نہیں چاہئے خوبانی کے پتے پیٹ کے کیڑوں کو خارج کرتے ہیں۔ خوبانی جسم کے مختلف عوارض کا علاج کرتی ہے یہ پیٹ کے امراض میں خصوصیت کے ساتھ فائدہ مند ہے۔ موسم گرما میں خوبانی کثرت کے ساتھ کھانی چاہئے۔

خوبانی کے چند فوائد ذیل میں دیئے جا رہے ہیں۔

☆ نظام ہضم

خوبانی کے استعمال سے نظامِ ہضم پر بہت اچھا اثر

مرتب ہوتا ہے۔ اس کے کھانے سے جسم میں توانائی اور تازگی کا احساس ہوتا ہے۔ جسمانی کمزوری دور کرنے کے لئے یہ بچوں سے لے کر بوڑھوں تک مردوں اور عورتوں کو استعمال کرائی جاسکتی ہے۔ بعض لوگوں کا نظام ہضم کمزور ہونے کی وجہ سے انہیں کھٹی ڈکاریں آتی ہیں یا سینے میں جلن ہوتی رہتی ہے۔

اس کے لئے 5 سے 21 خوبانیاں صبح ناشتے کے ساتھ کھانے کے بعد اوپر سے لسی پی لی جائے تو نظام ہضم درست رہتا ہے، سینے کی جلن ختم ہوجاتی ہے اور چند روز مسلسل استعمال کرنے سے قبض بھی دور ہوجاتا ہے۔ ناشتے میں خوبانی استعمال کرنے سے جسم میں سارا دن توانائی محسوس ہوتی ہے اور طبیعت چست رہتی ہے۔

صاف ستھری جلد کے لئے:-

بعض افراد کے خون میں تیزابی مادے زیادہ جمع ہوجاتے ہیں جس کی وجہ سے پھوڑے پھنسیاں اور جلدی امراض پریشان کرنے لگتے ہیں۔ ان شکایات سے نجات حاصل کرنے کے لئے تین چھٹانک خوبانی اور تیس گرام عناب رات کو آدھا سیر پانی میں بھگودیں اور صبح انہیں دونوں ہاتھوں سے مل کر پانی کسی باریک کپڑے سے چھان لیں اور اس میں تھوڑی سی شکر ملا کر نہار منہ پی جائیں۔ اس کے کچھ دیر بعد ناشتہ کرلیں۔ چند دن یہ نسخہ استعمال کرنے سے خون سے تیزابی مادے خارج ہوجائیں گے اور جلد صاف ستھری ہوجائے گی۔

پیٹ کے کیڑے:-

پیٹ کے کیڑے دور کرنے کے لئے خوبانی بہترین دوا ہے۔ اس کے لئے خشک خوبانی زیادہ فائدہ مند ہوتی ہے۔ ایک پاؤ خشک خوبانی بیج نکال کر ناشتے میں سبز چائے کے ساتھ کھالیں اس سے قبض بھی دور ہوگا اور پیٹ کے کیڑے بھی چند روز میں خارج ہوجائیں گے۔

بھوک کی کمی:-

بعض افراد صحت مند ہوتے ہیں لیکن ان کو بھوک کی کمی کی شکایت ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ان کے پیٹ میں فاسد مادے جمع ہوجاتے ہیں اور ان کو معدہ بھاری بھاری محسوس ہوتا ہے۔ پیٹ پھولا رہتا ہے ایسے افراد کو تازہ یا خشک خوبانی روزانہ تقریباً ایک پاؤ کھانی چاہئے اور اس کے ساتھ 20 گرام سونف بھی روزانہ استعمال کرنی چاہئے اس معمولی نسخے کی بدولت چند دنوں میں پیٹ کا بوجھ کم ہوجائے گا اور بھوک خوب کھل کر لگے گی فاسد مادے ختم ہوجائیں گے۔

جسمانی کمزوری:-

بیماری سے اٹھنے کے بعد مریض کے جسم میں توانائی کی کمی ہوجاتی ہے نقاہت کی وجہ سے سر چکرا تا رہتا ہے۔ غذا کی طرف رغبت نہیں ہوتی اور بدن میں نڈھالی کی کیفیت طاری رہتی ہے۔ مریض کی عمر کے مطابق سات سے اکیس خوبانیاں تقریباً ایک پاؤ دودھ میں دھیمی آنچ پر پکا کر گاڑھا کرلینا چاہئے۔ اس گرم دودھ میں تین چھوٹی الائچی کے دانے ملادیں اور حسب ذائقہ شکر ملا کر صبح نہار منہ یہ ناشتہ کرائیں۔ یہ مزے دار ناشتہ توانائی بخش ہوتا ہے اور جسمانی کمزوری دور کرتا ہے اور مریض کی صحت جلد بحال ہوجاتی ہے۔

مغز خوبانی:-

خوبانی کے مغز کی شکل بادام جیسی ہوتی ہے اور ذائقہ بھی بادام جیسا ہوتا ہے۔ خوبانی کی گری میں پروٹین، نشاستہ دار اجزاء فاسفورس اور حیاتین مرکب کے علاوہ روغنی مادہ بھی کافی مقدار میں ہوتا ہے۔ لیکن خوبانی کے مغز کی یہ خوبی ہے کہ اس میں مغز بادام کے مقابلے میں روغنی مادہ اتنی زیادہ مقدار میں ہوتا ہے کہ اسے ہضم ہونے میں نہ صرف دیر لگتی ہے بلکہ بھوک بھی دیر میں لگتی ہے خوبانی کا مغز قبض ختم کردیتا ہے اور خون کو صاف رکھتا ہے۔

بواسیر:-

خوبانی کو خونی وبادی دونوں بواسیروں میں بھی کافی

(بقیہ صفحہ 153 پر ملاحظہ کیجئے)

خواتین خانہ کا پسندیدہ کالم

دسترخوان

مرتبہ: فرحت صدیقی

آپ بھی آزمودہ اور لذیذ ڈشز کی تراکیب اور کچن کے لئے کارآمد ٹوٹکے ارسال کرسکتی ہیں

آئس کریم گھر پر بنائیں

موسم گرما میں ٹھنڈی اور فرحت بخش آئسکریم سے لطف اندوز ہونے کے لئے خود اپنے گھر میں آئسکریم تیار کریں تو نہ صرف پیسوں کی بچت ہوگی بلکہ اپنے ہاتھ سے تیار کی ہوئی آئسکریم خود کھانے اور دوسروں کو کھلانے میں جو لطف ہے اس کا مزہ ہی اور ہے۔

آم کی آئسکریم

اشیاء: دودھ ایک کلو، بالائی 100 گرام، آم 250 گرام، کسٹرڈ پاؤڈر 2 چمچ، چینی حسب ذائقہ۔

ترکیب: آم کاٹ کر چھلکا اور گٹھلی الگ کرلیں پھر بلینڈر میں ڈال کر پھینٹ لیں۔ دودھ ابال کر تھوڑے سے دودھ میں کسٹرڈ پاؤڈر گھول کر ڈالیں اور چمچہ چلاتی رہیں۔ چینی بھی ملادیں۔ جب گاڑھا ہوجائے تو کریم بھی پھینٹ کر ملائیں اور اتار کر ٹھنڈا کرلیں۔ چمچہ مسلسل چلاتی رہیں پھر آم ڈال کر پھینٹ لیں۔ بالائی بھی ملا کر پھینٹ لیں اب اس کو المونیم کے برتن میں ڈال کر ریفریجریٹر میں رکھ لیں۔

(مرسلہ: روبینہ علی اعوان۔ کراچی)

فالودہ

اشیاء: دودھ ایک کلو، کارن فلور ایک کپ، چینی ایک کپ، ونیلا ایسنس 1 ٹی اسپون، فوڈ کلر سرخ 1/8 ٹی اسپون، پائن ایپل (ٹکڑے کٹے ہوئے) آدھا کپ، جیلی (ٹکڑے میں کاٹ لیں) آدھا کپ، تخم بالنگاہ آدھا چمچ (دس منٹ آدھا گلاس پانی میں بھگو کر رکھیں)، چیری 1 عدد،

ترکیب: دودھ میں ایک ٹی اسپون کارن فلور اور رنگ ڈال کر پکانے رکھ دیں۔ جب دودھ تقریباً آدھا پاؤ رہ جائے تو چینی ڈال دیں اور شکر پگھلنے دیں اس کے بعد چولہے سے اتار کر ٹھنڈا کرلیں۔ پھر اس میں essence ڈال کر فریزر میں جمالیں۔ 1 کپ کارن فلور میں دو کپ پانی ڈال کر پکائیں جب وہ ٹرانسپیرنٹ ہوجائے تو فالودے کی مشین میں ڈال کر ٹھنڈے برف والے پانی میں نکالیں۔ 5-10 منٹ کے بعد پانی سے نکال لیں جب آئس کریم جم جائے تو اس کے اوپر ڈال کر پیش کریں۔ جیلی کے ٹکڑے، تخم بالنگاہ اور پائن ایپل کے پیس بھی ڈال دیں اور چیری لگا کر سجائیں۔

(مرسلہ: روبینہ علی اعوان۔ کراچی)

مرغ آلو

اشیاء: تازہ مرغی کا گوشت آدھا کلو، دہی ایک چھٹانک، پیاز ایک پاؤ، شملہ مرچ چار عدد، درمیانہ آلو ایک پاؤ، ٹماٹر چار عدد، گھی 2 بڑے چمچے،

ترکیب: گھی میں ایک پیاز لال کرکے گوشت دھو کر ڈال دیں۔ ساتھ ہی لہسن، ادرک پیس کر ڈال دیں۔ جب گوشت کا پانی خشک ہوجائے تو نمک مرچ ڈال کر ایک گلاس پانی ڈال کر گلنے کے لئے رکھ دیں۔ پیاز چھیل کر چھلے بنالیں ٹماٹروں کے گول قتلے کاٹ لیں اور آلو چھیل کر ان کے بھی گول قتلے کاٹ لیں۔ شملہ مرچوں کے بھی 1/4 انچ موٹے چھلے کاٹ لیں جب گوشت گل جائے دہی پھینٹ کر ڈال دیں قدرے بھوننے کے بعد آلو ڈال دیں چند منٹ ڈھکنا بند

کر کے آلو آدھے گلے کر لیں اگر ضرورت پڑے تو پانی کا چھینٹا دے دیں جب آلو قدرے نرم ہو جائیں تو پیاز، شملہ مرچ اور ٹماٹر یکے بعد دیگر اوپر پھیلائیں۔ آنچ دھیمی کر کے بغیر ڈھکے چند منٹ پکائیں کھلی ڈش میں اس طرح نکالیں کہ سب کچھ گڈ مڈ نہ ہو جائے بلکہ سبزیاں علیحدہ علیحدہ آئیں۔ بہت خوش نما اور لذیذ ڈش ہے۔

(مرسلہ : عرشی حبیب، نارتھ ناظم آباد۔ کراچی)

چکن کباب

اشیاء : چکن ڈیڑھ کلو، کالی مرچ ایک چمچ، ڈبل روٹی 6 عدد، لال مرچ آدھی چمچ، ہرا دھنیا، ہری مرچ حسبِ ذائقہ، سفید زیرہ آدھی چمچ، پیاز ایک عدد، الائچی چار عدد، انڈے دو عدد، سویا ساس ایک کھانے کا چمچ، تیل حسبِ ذائقہ، نمک حسبِ ذائقہ۔

ترکیب : مرغی کو دھو کر نمک کے ساتھ ابال لیں۔ مرغی کا گوشت ہڈی سے الگ کر لیں۔ ڈبل روٹی اور مرغی سل پر پیس لیں پھر سارا مسالہ لگائیں اور انڈا لگا کر چھوڑ دیں اب ان کو اپنے من پسند کباب کی شکل دے دیں اور فرائی پین میں تھوڑا تھوڑا تیل ڈال کر تل لیں۔ پودینہ کی چٹنی کے ساتھ نوش کریں نہایت لذیذ کباب ہوں گے۔

(مرسلہ : شبانہ خالد۔ کراچی)

انار دانہ کی چٹنی

اشیاء : انار دانہ ایک تولہ، سرخ مرچ و نمک حسبِ پسند، ہرا دھنیا آدھی گٹھی، پودینے کے چند پتے،

ترکیب : انار دانہ کو دھو کر صاف کر لیں اور سل پر باریک پیس لیں۔ جب خوب باریک ہو جائے تو پانی ڈال دیں اور خوب جوش دیں پھر انہیں چولہے پر سے اتار لیں اور کسی باریک کپڑے میں چھان کر چھلکے نکال دیں اس میں نمک سرخ مرچ اور چینی ڈال دیں۔ جب قوام گاڑھا ہو جائے تو اس میں کشمش ڈال کر اتار لیں۔ ٹھنڈا ہونے پر کسی صاف مرتبان میں رکھیں اور حسبِ ضرورت استعمال میں لائیں۔

(مرسلہ : راحیلہ مشتاق۔ خانپور کٹورہ)

آلو بمعہ مصالحہ دار پالک

اشیاء : آلو آدھا کلو، پنیر ایک پیالی، ادرک اور لہسن ایک کھانے کا چمچہ، نمک، خشخاش آدھی پیالی، انڈے 2 عدد، سرکہ دو چائے کا چمچہ، کوکنگ آئل،

ترکیب : آلو کا ملیدہ بنالیں، اُبال کر اب اس میں پنیر ملا دیں۔ نمک، ادرک لہسن اور سفید سرکہ بھی ملا دیں۔ اب اس آمیزے کی گولیاں بنالیں کوفتے کے برابر، اور ایک پلیٹ میں خشخاش ڈال کر گولیاں اس میں ڈال کر ہلا دیں تاکہ خشخاش ان پر لگ جائے جب سب پر خشخاش لگ جائے تو انڈا لگا کر تل لیں۔

دوسرا مرحلہ : پالک آدھا کلو، پیاز ایک عدد، ٹماٹر دو عدد، نمک پسی مرچ، ہلدی، ایک چائے کا چمچہ، لہسن ادرک ایک کھانے کا چمچہ، کریم پاؤ پیالی، پسا دھنیہ ایک چائے کا چمچہ، کوکنگ آئل،

ترکیب : پالک اُبال کر مسل لیں۔ اب آئل گرم کریں اور پیاز سرخ کر لیں۔ اس میں لہسن ادرک ڈال کر تھوڑا بھون لیں۔ اب ٹماٹر نمک مرچ، ہلدی، دھنیہ ڈال کر خوب اچھی طرح سے بھون لیں اور پالک ڈال کر 10 منٹ تک پکائیں اور بھونتے جائیں آخر میں کریم اس پر ملا دیں اور آلو کے بالز اس میں ڈال کر تھوڑی دیر دم پر رکھ دیں۔ گرم گرم نان کے ساتھ پیش کریں۔

کچن ٹپس

آٹے کو نمی اور کیڑوں سے بچائیں: آٹا، میدہ، سوجی، بیسن ان چیزوں کو نمی سے بچانے کے لئے اگر ان میں بلوٹنگ پیپر (جاذب کاغذ) رکھ دیں تو آٹا سیلا نہیں ہو گا اور اگر تیزپات کے پتے رکھے جائیں تو کیڑے نہیں آئیں گے یا آٹا چھان کر ایک دو گھنٹے کے لئے دھوپ میں رکھا جائے تو آٹا نمی اور کیڑوں سے پاک رہے گا۔

(مرسلہ : فرزانہ کوثر۔ کراچی)

*

پُر کشش نظر آئیے

صدف قمر......

خوبصورت اور پُرکشش نظر آنے کی خواہش کسے نہیں ہوتی۔ جھریاں اور داغ دھبے اس خواہش کی تکمیل میں سدِّ راہ بن سکتے ہیں۔ چہرے کو بچوں کی طرح معصوم اور گل و گلنار بنانے کے لئے خصوصی ٹپس اور آسان ورزشیں...

سدا جوان نظر آنے کو کس کا جی نہیں چاہتا۔ جھریوں، لکیروں، لٹکے گال، گلے کی لٹکتی کھال، پپوٹوں، آنکھ کے کونوں میں اُبھرتے لکیروں کے جال، ڈھلکا تا ڈھیلا بدن اور سستی و کاہلی سے نجات کس کی خواہش نہیں ہوتی۔ اسی خواہش نے پلاسٹک سرجری کو جنم دیا۔ روزانہ دنیا بھر میں خواتین و مرد کروڑوں روپے خرچ کر کے اپنے جسم اور چہروں کے یہ عیب مٹانے کے لئے کیا کیا اذیتیں جھیلتے ہیں۔ جب کہ دنیا میں ایسے بھی بے شمار لوگ ہیں جن کے چہرے بڑھتی عمر کے باوجود ان عیوب سے خالی ہیں مہ و سال کے گزرنے کے باوجود ان کے چہرے و جسم جوان و خوبصورت رہتے ہیں اور بعض افراد ایسے بھی ہیں جو کم عمر ہونے کے باوجود بوڑھے جسم و چہروں کے مالک ہیں۔

خوبصورت جسم:۔ جھریاں، لکیریں اور کھال کے لٹکنے کا تعلق بڑھاپے سے ہوتا ہے۔ بڑھاپا کیا ہے، کیوں ہوتا ہے، کچھ افراد کم عمری میں ہی بوڑھے کیوں نظر آنے لگتے ہیں اور کچھ افراد بڑی عمر میں بھی کیوں جوان رہتے ہیں۔ کیا کھوئی ہوئی جوانی و خوبصورتی واپس حاصل کی جا سکتی ہے، اس سلسلے میں بڑھاپے کی اصل وجہ سمجھنی پڑے گی۔

اسٹیفورڈ ہنٹ جو جسمانی صحت کے بہت بڑے محقق تھے انہوں نے بتایا انسانی جسم لاتعداد سیلز یا چھوٹی جاندار کوٹھریوں سے مل کر بنتا ہے۔ یہ ذرات اس خوراک سے بنتے ہیں جو ہم کھاتے ہیں۔ اس پانی سے بنتے ہیں جسے ہم پیتے ہیں۔ اس ہوا سے بنتے ہیں جس سے ہم سانس لیتے ہیں۔ کچھ دیر تک ہمارے جسم میں رہ کر یہ خود بہ خود مر جاتے ہیں اور ان کی جگہ تازہ ہوا، پانی اور خوراک سے بنے ہوئے ذرات لے لیتے ہیں۔ اگر انسان کے نظام جسم میں کسی قسم کا خلا واقع نہ ہو یعنی قوائے جسمانی اپنا کام کمال مستعدی اور پھرتی سے سرانجام دے رہے ہوں تو مُردہ ذرات کو بذریعہ پسینہ، پیشاب یا پاخانہ کے جسم سے خارج کرنے میں انہیں ذرا بھی دیر نہیں لگتی۔ مگر صحتِ جسمانی میں کسی قسم کا نقص ہو تو ایسا نہیں ہوتا۔ کیوں کہ لاتعداد مُردہ ذرات کے جسم سے خارج ہونے کے باوجود بھی ان کا کثیر حصہ جسم میں اٹکا رہ جاتا ہے۔ جسم میں نئے ذرات کی گنجائش نہ ہونے سے اس کی پرورش اور پرداخت نامکمل رہ کر انسان رفتہ رفتہ ضعیف اور بوڑھا ہو جاتا ہے۔ اگر کسی ترکیب سے مردہ ذرات جسم سے خارج ہو جائیں تو انسان

جوانی کی طرف واپس لوٹ آتا ہے اور اپنا کھویا ہوا حسن و شباب حاصل کرلیتا ہے۔ ڈاکٹر اسٹیفورڈ نے جسم کے مردہ ذرات کو خارج کرنے کے لئے یوگ کے اس اصول کے مطابق جس میں جسم کو سخت کرکے ڈھیلا چھوڑا جاتا ہے، بوڑھوں کے لئے ورزشیں ترتیب دیں ان ورزشوں سے انہوں نے ہزاروں بوڑھے افراد کو دوبارہ جسمانی محنت میں 25 سالہ جوان کی طرح کمربستہ کردیا۔ اسٹیفورڈ نے جن ورزشوں سے بڑھاپے کو جوانی میں تبدیل کیا ان کو نیچے درج کیا جارہا ہے۔

☆ صبح نیند سے بیدار ہونے کے بعد سکون سے بستر پر لیٹے رہیں پھر آہستہ آہستہ اٹھ کر کمرے کی کھڑکیاں اور دروازے کھول دیں۔

☆ حوائج ضروری سے فارغ ہونے کے بعد بستر پر لیٹ جائیں اگر سردی ہو تو جسم پر کپڑا اوڑھ لیں۔ تکیہ کم پھولا ہوا استعمال کریں۔

☆ سر کے نیچے سے تکیہ نکال کر سر، جسم اور پاؤں ہموار کرلیں۔ اب دونوں ہاتھوں کو سر کے اوپر لے جائیں اور پاؤں کو نیچے کی طرف تان لیں۔ اسی ترکیب سے جسم کو اوپر اور نیچے خوب اکڑا کر ڈھیلا چھوڑ دیں اسی طرح پھر اکڑائیں اور پھر ڈھیلا چھوڑ دیں۔

☆ اس کے بعد دونوں ہاتھوں اور پاؤں کو باری باری اکڑائیں اور ڈھیلا چھوڑیں۔ پھر اکڑائیں اور پھر ڈھیلا چھوڑ دیں۔

☆ پہلے ایک ایک پاؤں کو تانتے ہوئے اوپر اٹھائیں اور پھر ڈھیلا چھوڑ دیں پھر دونوں پاؤں ایک ساتھ تانتے ہوئے اوپر اٹھائیں اور پھر ڈھیلا چھوڑ دیں اسی طرح دوبارہ کریں۔

☆ پیروں کو بستر پر سے نہ اٹھاتے ہوئے اوپر کے دھڑ کو آہستہ آہستہ اٹھائیں اور جھٹکے کے بغیر آہستہ سے اٹھ کر بیٹھ جائیں۔

☆ کمر پر ہاتھوں کا سہارا رکھ کر پہلے اوپر کا دھڑ اٹھائیں اور اسے تان کر ڈھیلا چھوڑ دیں پھر دونوں ٹانگیں سیدھی کرکے انہیں اکڑالیں اور پھر انہیں بھی ڈھیلا چھوڑ دیں۔

☆ چت لیٹ کر سر اور ایڑیوں کے سہارے دھڑ کو جتنا اوپر اٹھا سکیں کمان کی طرح اٹھالیں پھر اسے ڈھیلا چھوڑ دیں۔

☆ پیٹ کے بل لیٹ کر ہاتھوں کے پنجوں اور پاؤں کے انگوٹھوں پر سارا جسم تان کر جتنا اوپر اٹھا سکیں اٹھائیں پھر نیچے لاکر ڈھیلا چھوڑ دیں۔

☆ منہ کے بل لیٹ کر پیٹ کا سہارا لیتے ہوئے سر اور ٹانگوں کو اوپر اٹھائیں پھر ڈھیلا چھوڑ دیں۔

☆ اسی طرح دائیں کروٹ سے بائیں کروٹ اور پیٹ کے بل لیٹ کر سارے جسم کو خوب اکڑائیں اور پھر ڈھیلا چھوڑ دیجئے۔ ان ورزشوں سے بھرپور نیند آتی ہے اور غذا ہضم ہوتی ہے، مردہ ذرات جسم سے آہستہ آہستہ خارج ہونے لگتے ہیں اور جسم چاق وچوبند ہو جاتا ہے۔

جس طرح جسم کے تمام اعضاء کو اکڑاتے اور ڈھیلا چھوڑتے ہیں اسی طرح کلائی، ہاتھ، پاؤں کی انگلیوں کو بھی خوب زور سے پھیلائیں، اکڑائیں اور ڈھیلا چھوڑیں۔ ایک ورزش کرکے چند لمحے آرام کرکے دوسری ورزش کیجئے جسم کو اکڑاتے وقت سانس اندر کھینچ کر روک لینا چاہئے اور ڈھیلا چھوڑتے وقت سانس خارج کردینی چاہئے۔

روزہ :- جسم کے اندر جمع فاسد مادوں کو نکالنے کا ایک طریقہ کار روزہ بھی ہے چونکہ جسم کے اندرونی اعضاء اور غدود کو ایک ہی وقت میں جسم کی نشوونما اور فاسد مادوں کو باہر نکالنا ہوتا ہے چنانچہ مسلسل کام کے باعث اعضاء اور غدود کا دیوالیہ نکلنے لگتا ہے اور آہستہ آہستہ فاسد مادے جمع ہونے لگتے ہیں جس سے نشوونما میں مزاحمت ہوتی ہے۔ لہٰذا اعضاء اور غدود کے آرام کے لئے روزہ بہت ضروری ہے۔ ہفتہ میں ایک دن مخصوص کرکے روزہ رکھیں روزے سے پہلے ایک دن پیشتر ٹھوس غذا بند کردیں اور روزہ ختم کرنے کے بعد بھی ہلکی غذائیں کھائیں پھر دوسرے دن سے

حسب معمول کھانا شروع کردیں۔ روزے میں ورزش اور معمول کے کام جاری رکھنے چاہئیں۔ شدید بیماری میں روزہ نہیں رکھنا چاہئے۔

بہت سے افراد شاید یہ سمجھیں گے کہ روزے سے جسمانی کمزوری لاحق ہو جائے گی جب کہ ایسا نہیں ہے طاقت اور زیست کا انحصار غذا کے مقابلے میں بہت زیادہ سانس اور نیند پر ہوتا ہے۔ روزے سے طاقت برقرار رہتی ہے اور نہ صرف فاسد مادہ باہر نکلتا ہے بلکہ فاسد مادہ باہر نکلنے سے کھانا اچھی طرح ہضم ہو جاتا ہے۔ طاقت بڑھتی ہے اور جسمانی ساخت درست ہو جاتی ہے۔

تصور :- صبح گہرے سانس لینے کے بعد آنکھیں بند کرکے تصور کیجئے کہ چہرے پر نیلی روشنیوں کی بارش ہو رہی ہے۔ دس منٹ تک یہ تصور کریں اس کے بعد چہرے کے عضلات، چہرے، زبان، آنکھیں اور پیشانی کو پرسکون کرکے چہرے کو ہر قسم کی کھچاوٹ سے آزاد کردیں۔ اب تصور کریں کہ آکسیجن سے پر تازہ خون چہرے کے ہر حصے میں دوڑ رہا ہے اور ایک ایک ریشے میں غذائیت بخش اجزاء سرائیت کرتے جارہے ہیں چند مشقوں کے بعد آپ حسن کی رو کو چہرے پر محسوس بھی کرسکیں گی۔

جوان چہرہ:- لٹکا ہوا جھریوں بھرا بے رونق چہرہ بہت برا معلوم ہوتا ہے چہرے کے عضلات بالکل ایلاسٹک بینڈ کی طرح ہوتے ہیں چہرے کی ورزش سے یہ اپنی اصلی حالت پہ دوبارہ واپس آجاتے ہیں۔ ہر ورزش دی ہوئی ہدایت کے مطابق دس مرتبہ کی جائے۔ ہو سکے تو اس سے زیادہ بھی کرلی جائے۔ ابتدا میں روزانہ ایک بار ورزش سے سلسلہ شروع کیجئے اور پھر رفتہ رفتہ کم از کم دس مرتبہ ہر ورزش کے معمول پر آجایئے یہاں تک کہ آپ روزانہ دس سے پندرہ منٹ یہ ورزشیں کرنے لگیں۔ بہترین نتائج کے لئے یہ ورزشیں کم از کم تین مہینوں تک دن میں دو مرتبہ کیجئے۔ یہ ورزشیں سہولت اور آرام سے کیجئے، کیوں کہ ان کا مقصد مقابلہ نہیں بلکہ چہرے کے عضلات کی بحالی ہے۔

جب بھی موقع ملے جہاں بھی ملے، صاف ہوا میں 10-8 مرتبہ گہرے سانس لینے کے بعد مشق کرتے رہئے۔

ان ورزشوں سے پہلے چہرے پر کوئی اچھا موئسچرائزر یعنی جلد کو نم رکھنے والی چیز لگانی چاہئے، مثلاً عرق گلاب میں چند بوندیں گلیسرین یا شہد کی ملالی جائیں یا پھر دودھ، کریم یا تیل وغیرہ کو چہرے پر روئی یا انگلیوں سے لگانے کے بعد ورزشیں کی جائیں۔

ورزشیں

1- اپنا جبڑا دائیں بائیں گھمایئے۔ جہاں تک ممکن ہو، اسے حرکت دے کر دور لے جایئے۔ یہ ورزش لٹکی ہوئی ٹھوڑی کے لئے بہت مفید ہوتی ہے۔

2- اپنے ہونٹوں کو اندر سکیڑ کر منہ کو خوب کھولئے، ہونٹوں کو دانتوں کی طرف کھینچئے۔ اس انداز میں رہتے ہوئے اپنا منہ کھولتے اور بند کرتے رہئے۔ گویا آپ بغیر دانتوں کے چبارہے ہوں۔ اس سے بالائی ہونٹ کی لکیریں مٹتی جائیں گی۔

3- آنکھیں خوب زور سے بند کرکے منہ سکوڑیئے۔ ایک لمحے کے بعد بھنوؤں کو حرکت دیجئے پھر آنکھیں جتنا ممکن ہو پوری طرح کھول دیجئے اس ورزش سے آنکھوں اور ان کے اطراف کے عضلات مستحکم ہوتے ہیں اور آنکھوں کے کونوں میں جھریاں جنہیں "کوے کے پنجے" بھی کہتے ہیں آہستہ آہستہ ختم ہو جاتے ہیں۔

4- انگلیاں آنکھوں کے بیرونی کونوں پر رکھ کر عضلات کو کنپٹی کی طرف انگلیوں سے کھینچئے۔ اس سے بھی آنکھوں کے کونوں کی جھریاں ختم ہوتی ہیں۔

5- دونوں ہاتھ چہرے پر رکھئے۔ ہاتھوں کو حرکت دیئے بغیر انگلیوں سے آنکھوں کے نیچے کے عضلات کو کھینچئے اور پھر ڈھیلا چھوڑ دیں۔

6- اپنے انگوٹھوں کو آنکھوں کے نیچے یعنی گال کی ہڈیوں پر ہلکے دباؤ کے ساتھ گھمایئے۔ اس سے آنکھ کے اطراف دوران خون میں اضافہ ہوگا۔

7- ایک یا تمام انگلیاں چہرے پر دباؤ کے ساتھ پھیریئے۔ اس سے کشیدگی یا درد دور ہو جائے گا۔ جب بھی چہرے میں کشیدگی اور دُکھن محسوس ہو، یہ عمل دہرایئے۔

8- ہونٹ سکیڑ کے جتنا ممکن ہو، مچھلی کا سا منہ بنا کر باہر نکالنے کی کوشش کیجئے۔ اس کے ساتھ آنکھیں زور سے بند کریں اور اپنے گال اندر کی طرف کھینچ لیجئے اس ورزش سے پورے منہ کے عضلات تن جائیں گے۔ اس کے بعد منہ ڈھیلا چھوڑ دیں۔

9- اپنا منہ جس قدر ممکن ہو کھولیے اور اسے جہاں تک ممکن ہو۔ ہر سمت میں گھمایئے۔ گردن کے پٹھے بھی ساتھ ساتھ کھینچیں اس سے جبڑوں کے علاوہ گردن کے عضلات بھی درست حالت میں آجائیں گے۔

10- ہونٹ سکیڑ کر منہ کو ادھر اُدھر دھیرے دھیرے کھینچئے اور منہ کے اندر گویا چوسنے کی سی کیفیت پیدا کیجئے۔ اس سے پچکے ہوئے گال بھرنے لگتے ہیں۔

11- پورا منہ زور سے کھول کر جس قدر ممکن ہو زبان باہر نکال دیں اور آنکھیں پوری طرح کھول لیں اور سانس ہاہ کی آواز سے منہ سے باہر خارج کر دیں۔ اس کے بعد چہرے کو ڈھیلا چھوڑ دیں۔

ورزش کے بعد گہرے سانس لیں چہرے کے عضلات کو پر سکون کریں اور پانی کے چھینٹے چہرے پر ماریئے۔ ان ورزشوں سے چہرہ خوبصورت اور جوان ہو جاتا ہے۔ چہرے کی ورزشیں کرتے وقت جسم میں پانی کی کمی نہیں ہونی چاہئے۔

ماسک اور فیشل: - جلد کی خوبصورتی میں اضافہ، داغ دھبے دور کرنے اور جھریاں و لکیریں ختم کرنے کے لئے مندرجہ ذیل ماسک استعمال کر سکتے ہیں۔

☆ خربوزے کے گودے کا ماسک لگائیں۔

☆ پسی ہلدی دہی میں ملا کر اس کا ماسک لگائیں اور خشک ہونے پر دھولیں۔

☆ جھریوں کے لئے خاص طور پر شہد کو ہلکا گرم کر کے اس کا ماسک جھریوں پر لگائیں پھر تھوڑی دیر بعد آہستہ آہستہ دھولیں۔

مُردہ کھال اتارنا: - کسی بھی اچھے تیل مثلاً زیتون یا سرسوں وغیرہ سے جسم کا اچھی طرح مساج کریں اور بعد ازاں نیم گرم پانی سے غسل کریں اور جسم کو جھانوے کی مدد سے دھیرے دھیرے رگڑیں تاکہ مردہ کھال اُتر جائے۔

☆ گرم پانی میں شیمپو ملا کر ہاتھ، پاؤں کو اچھی طرح ڈبو دیں چند منٹ بعد جھانوے سے رگڑ دیں بعد میں خشک ہونے کے بعد خوب اچھی طرح مساج کریں۔

فیشل: - فیشل ایک بہترین علاج ہے جو چہرے کی جلد سے مردہ خلیات کو ہٹا کر چہرے کو ایک نئی رونق اور تازگی بخشتا ہے فیشل گھر پر بھی کر سکتے ہیں۔

چہرے پر کسی اچھی کولڈ کریم سے خوب اچھی مساج کریں حتیٰ کہ چہرے پر ہلکی سرخی آجائے اب کسی برتن میں کھولتا ہوا پانی ڈالیں۔ چاہیں تو خوشبو کے لئے پودینے کی چند پتیاں ڈال دیں گردن اور چہرے کو تولیے سے ڈھانپ کر بھاپ لینا شروع کریں برتن سے چہرے کا فاصلہ ایک فٹ ہو جب خوب اچھی طرح پسینہ آجائے تو اچھی طرح رگڑ کر منہ پونچھ لیں۔ اس کے بعد جلد کی مناسبت سے کوئی ماسک لگائیں۔ پھر چہرہ دھولیں۔

سن باتھ: - سن باتھ سے شمسی توانائی جلد کے ذریعے جسم میں داخل ہو کر توانائی پیدا کرتی ہے اور جلد کی قدرتی چمک میں اضافہ کر کے اسے خوبصورت بناتی ہے۔ دھنک رنگ کی سات شعاعیں جسم میں جذب کرنے کے لئے بغیر کلف لگے ہلکے کپڑے جس میں ہوا اور روشنی گزر جاتی ہو استعمال کرتے ہیں سن باتھ صبح کے وقت کھلی فضا میں کرتے ہیں۔ اس میں دس منٹ تک سورج کی شعاعوں میں ٹہلتے ہیں جس سے جلد کی توانائی میں اضافہ ہوتا ہے اور جلدی غدود بہتر کام کرنے لگتے ہیں۔ تیز دھوپ میں سن باتھ نہیں کیا جاتا۔

❋

بال اور آپ کی شخصیت

بال آپ کی شخصیت میں وقار پیدا کرتے ہیں۔ گنجا پن اور بالخورہ شخصیت کے اثر کو ماند کر دیتا ہے۔ گنجے پن سے بچنے اور اسے دور کرنے کے لئے مفید غذائیں اور آسان علاج......

رضیہ سلطانہ

گنجا پن عام مرض نہیں ایک لحاظ سے یہ مردوں کا مرض ہے کہ بالعموم وہی اس مرض میں مبتلا ہوتے ہیں۔ زیادہ تر یہ انہیں ورثے میں ملتا ہے۔ موروثی طور پر کم و بیش ایسی کمزوری لاحق ہو جاتی ہے جو نسل در نسل چلتی ہے۔ یہ کمزوری ہر فرد میں مختلف درجے کی ہوتی ہے اور بالجھڑ بڑھاتی ہے۔

گنجا پن عموماً بیس سے تیس سال کی عمر میں ظاہر ہوتا ہے اور یہی وہ عمر ہے جب آدمی کی صحت ماشاء اللہ اچھی ہوتی ہے اور ہر مشکل پر قابو پانے کی صلاحیت نسبتاً زیادہ ہوتی ہے۔ اگر شروع میں بالجھڑ کی شکایت پیدا ہوتے ہی ضروری تدابیر اختیار کی جائیں تو اس کا ازالہ ہو سکتا ہے بال اور ان کی جڑیں مضبوط کی جا سکتی ہیں اور انکی افزائش کو فروغ دیا جا سکتا ہے۔

گنجے پن کا علاج: - سورج حیات بخش ہے۔ اس کے بغیر زندگی ممکن نہیں۔ اسکی شعاعوں میں بڑی توانائی ہے۔ جب ہلکی ہلکی دھوپ ہو تو بال کھول کر اس میں بیٹھ جائیں، سر کا گنجا حصہ شعاعوں کی زد میں رہنا چاہئے۔ جب ذرا ذرا چبھن ہو تو جان لیں کہ شعاعیں اپنا کام کر رہی ہیں اس چبھن سے جڑوں میں تحریک پیدا ہوتی ہے اور بالوں کی پیدائش کی امید بندھ جاتی ہے، میٹھی دھوپ کے ساتھ ساتھ بالوں کو تازہ اور صاف ہوا بھی ملنی چاہئے۔

ہوا جب بالوں سے گزر کر جلد کے مساموں تک پہنچتی ہے تو ان میں جان پڑ جاتی ہے اس طرح چکنائی والے غدود کا عمل تیز ہو جاتا ہے، دیر تک کنگھی کرنے سے بھی بڑا فائدہ پہنچتا ہے سر اور بال صاف ہو جاتے ہیں اور ہوا کے گزرنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔

گنجے پن اور بالجھڑ کا علاج صبر آزما ہے۔ اس کے لئے وقت چاہئے گھبرانے یا بے چین ہونے سے کچھ حاصل نہیں بڑے صبر و استقلال سے اصلاحی تدابیر پر عمل کرتے رہیں۔ اس حالت میں بال آہستہ آہستہ اگتے ہیں، کئی کئی ہفتوں کے عمل سے بال اُگنے کی صورت پیدا ہوگی اور پھر ایک دو مہینے میں جا کر یہ مستحکم ہوتے ہیں۔ اگر بالجھڑ شدت اختیار کر لے اور گنج بڑھتا چلا جائے تو صحت اور اصلاح کے امکانات معدوم ہو جائیں گے اور پھر خاصی مدت تک شدید کوشش سے ہی بالوں کی پیدائش کے عمل کو تحریک مل سکتی ہے۔ مرض پرانا ہو جائے تو کوئی تدبیر کارگر نہ ہوگی۔ بالجھڑ اور گنجا پن ہی نہیں ہر مرض کا یہی حال ہے اگر اسے شروع ہی میں پکڑ لیا جائے تو ٹھیک ہے۔ ورنہ پھر یہ بڑھتا جائے گا اور تیسرے درجے میں پہنچ کر مہلک ثابت ہوگا، نزلہ، کھانسی، بخار، تپ دق، بد ہضمی سب امراض ابتداء میں قابل علاج ہوتے ہیں لیکن جب حد سے سوا ہو جائیں تو پھر جان لے کے چھوڑتے ہیں۔

بس وقت گنوانا اور غفلت برتنا خطرناک ہے۔ جو نہی مرض حملہ آور ہو فوراً سدِ باب کریں۔

گنج پن کا روحانی علاج

صاف شفاف آسمانی رنگ کی شیشی یا بوتل میں خالص تلوں کا تیل بھر کر رکھ لیں اور ایک تسبیح

الرٰ تلک آیٰت الکتاب المبین O

الرحیم الرحیم الرحیم

پڑھ کر چالیس روز دم کریں، اکتالیسویں رات سے روزانہ سوتے وقت تیل اچھی طرح سر میں جذب کریں۔

(خواجہ شمس الدین عظیمی کی کتاب "روحانی علاج" سے اقتباس)

گنجا پن پر قابو پانے کے لئے لمبی مدت کی حکمتِ عملی ہی سود مند ہو سکتی ہے جلد بازی بے کار ہے۔ بعض اوقات کئی کئی مہینے لگ جاتے ہیں پھر آہستہ آہستہ رزلٹ آنا شروع ہوتا ہے۔ آپ ہمت نہ ہاریں۔ اس حکمتِ عملی کی بنیاد صحیح خوراک اور احتیاطی تدابیر پر ہے اور عصبی تناؤ سے بچاؤ کے طریقے بھی حسب ضرورت کام میں لائے جائیں۔

بال خورہ:- بالوں کے اس مرض میں کسی خاص جگہ کے بال گر جاتے ہیں اور وہ جگہ چکنی اور چمکدار ہو جاتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اتنی جگہ میں بال موجود ہی نہ تھے۔ بالوں کی یہ بیماری بڑی خطرناک ہے۔ اگر خفیف سی جگہ میں ہو تو قریب کے بال عیب پوشی کرتے ہیں لیکن جب یہ بڑھتا ہے تو اتنا نمایاں ہو جاتا ہے کہ ہر شخص بآسانی اسے دیکھ سکتا ہے۔

بالِ خورہ اور گنج پن کا علاج

☆ گنج پن دور کرنے کے لئے بالوں کو ریٹھے کے چھلکے سے دھوئیے اس کے بعد کڑوے کتھے کے پتوں کے تیل، کرنجے کے تیل اور لیموں کے رس کو ملا کر سر پر مالش کریں۔ خالی جگہ بال اگ آئیں گے۔

☆ آم کے اچار کا تیل جو ایک سال پرانا ہو لگانے سے سر کا گنج (جس سے سر پر پھنسیاں نکل آتی ہیں اور ان سے پانی سا بہا کرتا ہے) اچھا ہو جاتا ہے۔

☆ فراش کے پتے پانچ تولے لے کر چھوٹی چھوٹی ٹکیاں بنائیں اور سرسوں کے تیل پاؤ سیر میں ڈال کر جلائیں۔ اس کے بعد تیل کو صاف کر کے رکھیں اور روزانہ سر پر لگائیں۔

☆ تمباکو کا گل (جو حقہ پینے کے بعد چلم میں رہ جاتا ہے) سرسوں کے تیل میں پیس کر لگانا گنج پن کے لئے مفید ہے۔

☆ کنیر کے پتے پانچ تولے سرسوں کے تیل پاؤ سیر میں جلائیں تیل کو صاف کر کے رکھیں اور روزانہ سر پر لگائیں سر کے زخم بھی اچھے ہوں گے بال بھی نکلیں گے۔

خشکی:- خشکی کی شکایت عام ہے اس سے بالوں میں سفید رنگ کی بھوسی (سکری) پھیل جاتی ہے، یہ بالعموم بیماری کی ابتداء کے طور پر ظاہر ہوتی ہے۔ شروع شروع میں خشکی بآسانی رفع کی جا سکتی ہے۔ لیکن بعد میں یہ جلد کے مسام بند کر دیتی ہے اسکے بعد بال متاثر ہونے لگتے ہیں۔

خشکی بیشتر حالت میں نزلے زکام سے ظہور پذیر ہوتی ہے دوسری صورت یہ ہے کہ بچپن ہی میں نزلے زکام کی شکایت ہو جائے اور اس کے علاج کی طرف توجہ نہ دی جائے۔

جب سر میں چٹی بھوسی پڑ جائے تو یہ سمجھیں کہ ابھی ابھی شکایت پیدا ہوئی ہے، یہ شکایت بہت پہلے جڑ پکڑتی ہے سر میں نزلی مواد کا ذخیرہ ہوتا رہتا ہے، اور مردہ خلیئے ڈھیر ہوتے رہتے ہیں۔ پسینے اور چکنائی کے غدود کا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ ایسی حالت میں چندیا خاص قسم کے ڈینڈرف یا کی پرورش گاہ بن جاتی ہے۔ ڈینڈرف یا اسی صورت میں پیدا ہوتے ہیں جب غلاظت جمع ہو جائے اس کے لئے صفائی بہت ضروری ہے۔

خشکی کی قسمیں:- ڈینڈرف یا ایک ہی قسم کے نہیں ہوتے الگ الگ قسم کے ڈینڈرف یا الگ الگ قسم کی خشکی پیدا کرتے ہیں۔ اس طرح جو چٹی بھوسی بنتی ہے اسکی بناوٹ اور شکل و صورت بھی الگ الگ ہوتی ہے ذیل میں بھوسی کی چند قسمیں دی جا رہی ہیں۔

☆ چھلکے دار بھوسی: یہ بھوسی رو پہلی ہوتی ہے اس کے مہین مہین چھلکے ہوتے ہیں۔ انہیں دور کریں تو نیچے سے خشک جلد نکل آتی ہے جسکی شکل اگزیما سے مختلف ہوتی ہے۔

☆ موٹی بھوسی: موٹی بھوسی ہو تو پورے سر پر یا کہیں کہیں ملائم زرد موم کی تہہ چڑھ جاتی ہے اور عام طور پر گنجے پن کی اطلاع دیتی ہے۔

☆ چکنائی دار بھوسی: نوجوانوں میں یہ شکایت عام ہوتی ہے خاص طور پر جنکی جلد کالی ہو اس میں جلد چکنی چکنی رہتی ہے۔ دانے بھی نکل آتے ہیں۔

☆ مہین ذروں والی بھوسی: خشکی کی حالت میں چھان کی شکل میں بھوسی جھڑتی ہے سر کے بعض حصوں میں نمودار ہوتی ہے اسکے ساتھ ہی متاثرہ حصوں میں خارش بھی ہوتی ہے۔

اگرچہ مندرجہ بالا خشکی کی مختلف قسمیں اور صورتیں ہیں لیکن ان کا علاج ایک ہی ہے۔

خشکی کا علاج:- زیتون اور سرسوں کے خالص تیل کو مد ملا کر سر کی خوب مالش کریں یا پھر انڈے کی زردی اور سفیدی خوب پھینٹ کر سر میں لگائیں اور خوب رگڑیں تھوڑی دیر بعد نیم گرم پانی سے دھولیں۔

☆ دو بڑے چمچ کاسمیٹک سرکے کے لے کر اس میں گرم پانی کے کچھ چمچے ملائیں پھر روئی کے ٹکڑے سے اس محلول کو سر پر لگائیں کہ یہ محلول بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے بہتر تو یہ ہے کہ یہ نسخہ رات کے وقت آزمائیں صبح کسی اچھے شیمپو یا صابن سے دھولیں۔ بالوں کو دھونے کے بعد اس محلول کو ہلکا سا دوبارہ استعمال کریں۔ آدھے کپ گرم پانی میں تین بڑے چمچ سرکہ ملائیں اور سر میں ڈالیں۔ اب سر دھونے کی ضرورت نہیں۔ بال ہوا میں خشک ہونے دیں اس عمل سے بال نرم اور چمکدار ہو جائیں گے۔

☆ زیتون کے تیل سے سر کی خوب مالش کریں۔ ایک آدھ گھنٹے بعد سیکاکائی کی پھلیوں یا انڈے والے شیمپو سے سر کو دھوئیں۔ قبض بالکل نہ ہونے دیں۔ موسمی پھل اور سبزیاں استعمال کریں۔ دودھ کا استعمال زیادہ کریں۔ بالوں کی خشکی خشخاش پیس کر دودھ میں بھگو کر سر دھونے سے بھی دور ہو سکتی ہے۔

بقیہ: خوبانی

مفید پایا گیا ہے۔ اس کے استعمال سے بواسیر کے مسوں کی جلن میں بھی فائدہ ہوتا ہے۔

خوبانی کے غذائی اجزاء:-

100 گرام تازہ خوبانی میں 25 حرارے، ایک گرام پروٹین، 13 گرام نشاستہ اور 2 گرام ریشہ (پھوک) ہوتا ہے۔ جبکہ خشک خوبانی کی اتنی مقدار میں 182 حرارے، 5 گرام پروٹین، 67 گرام نشاستہ، 1 گرام چکنائی اور 25 گرام ریشہ (پھوک) ہوتا ہے۔

احتیاطیں:-

خوبانی کے استعمال میں احتیاطی تدابیر کر کے اس کے نقصانات سے بچا جا سکتا ہے۔

☆ خوبانی کھانے کے بعد اوپر سے سرد پانی پینا یا بد ہضمی کی حالت میں خوبانی کھانا معدے اور آنتوں کے لئے مضر ہوتا ہے۔

☆ خوبانی جلد ہضم ہونے والا پھل ہے لیکن اس کے اوپر سے اگر کوئی ثقیل غذا کھالی جائے یا کوئی ترش چیز استعمال کرلی جائے تو نظام ہضم متاثر ہو سکتا ہے۔ ایسی صورت میں اجوائن کا استعمال بہت مفید ہوتا ہے اور مضر اثرات کو ختم کرتا ہے۔

☆ کمزور قلب اور ہائی بلڈ پریشر کے مریضوں کو اس کا استعمال معالج کے مشورے سے کرنا چاہئے۔

☆ شرجیل بٹ ☆

املی

املی بظاہر معمولی غذائی چیز ہے لیکن یہ بہت سی خصوصیات اور تیز بہدف اثرات کی حامل ہے جو معدے کے مختلف امراض کے ابتدائی حالات میں بہت اطمینان کے ساتھ استعمال کی جاسکتی ہے۔

املی کے درخت پاکستان میں تقریباً ہر حصے میں پائے جاتے ہیں۔ اس میں تین سے چھ انچ لمبی پھلیاں لگتی ہیں جو املی یا کتارے کہلاتے ہیں۔ ہر ایک پھلی میں چار سے لیکر سات تک بیج ہوتے ہیں اور ان بیجوں کے چاروں طرف ترش اور رس دار گودا ہوتا ہے۔ املی غذائیت کے ساتھ ساتھ مختلف امراض میں بھی فائدہ مند ہے۔ املی کے بیج بھی بعض امراض میں استعمال کئے جاتے ہیں املی کے بیجوں کو "چیاں" بھی کہتے ہیں۔ کیمیائی تجربے کے ذریعے معلوم ہوا کہ املی میں حسب ذیل اجزاء پائے جاتے ہیں مثلاً ٹارٹرک ایسڈ، سٹرک ایسڈ، پوٹاشیم ٹارٹریٹ، شوگر، گوند وغیرہ۔ نظام ہضم کو درست رکھنے کے لئے املی بہت موثر ثابت ہوئی ہے۔ املی غذا کی رغبت کو بڑھاتی ہے غذا کو ہضم کرتی ہے اور خوب بھوک لگاتی ہے اس امر کے لئے املی کا گودا تھوڑے سے پانی میں بھگو دیا جائے جب وہ پھول جائے تو انگلیوں کے پوروں کے ذریعے مل کر بیج اور ریشہ علیحدہ کرکے باقی میں حسب منشاء چینی یا نمک ملا کر بطور چٹنی استعمال کریں۔ اسی طرح املی کے گودے میں ہرا دھنیا، سفید زیرہ، لہسن، ہری مرچ اور نمک ملا کر سل پر پیس لیں یہ چٹنی بھی بہت مفید ہے۔ املی ٹھنڈی ہوتی ہے جسم میں خون کی حدت ہو یا صفرا کا مرض اس کے استعمال سے فائدہ ہوتا ہے۔ ایک سال پرانی املی کا گودا جگر، ہاضمے اور آنتوں کے لئے خاص طور پر مفید ہے دائمی قبض کا مریض پرانی املی کا گودا تین گرام کی مقدار میں روزانہ استعمال کرے تو دو تین ہفتے میں شفا ہو جاتی ہے املی دست آور ہونے کے باوجود بدہضمی میں دستوں کو روک دیتی ہے۔ صفراوی بخار میں اس کا پانی پلانے سے بخار جاتا رہتا ہے۔ گرمی کی شدت سے محفوظ رہنے کے لئے املی کا شربت استعمال کیا جاتا ہے اس کی ترکیب یہ ہے 50 گرام املی کا گودا لیکر اس کو آدھا لیٹر پانی میں بھگو دیں دو تین گھنٹے کے بعد پانی میں سے گودا نکال لیں اور اس پانی میں مصری یا چینی گھول لیں اور پی لیں طبیعت میں تازگی اور پیاس میں تسکین ہو گی گرمی کی شدت سے دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی ہے یہ شربت استعمال کرنے سے دھڑکن نارمل ہو جاتی ہے املی کے بیجوں کا سفوف مرد و خواتین کی مخصوص بیماریوں میں بہت مفید ثابت ہوتا ہے اس غرض کے لئے املی کے بیجوں کو بھون لیں اور چھلکا اتار کر بیجوں کو پیس کر سفوف بنالیں اس سفوف میں ہم وزن چینی یا مصری ملا کر روزانہ 5 گرام صبح کے وقت دودھ یا پانی کیساتھ استعمال کریں املی کے پتوں کا پلٹس پھوڑوں کو پکانے اور صاف کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ املی کے پتوں کے رس میں چینی یا مصری ملا کر پینے سے پیچش اور خونی بواسیر دور ہو جاتی ہے۔ املی کے پتوں کا جوشاندہ حلق کے ورم اور گلے کی خرابی میں استعمال کرنے سے فائدہ ہوتا ہے املی کے پتوں کو پانی میں پیس کر چھان لیں اور چینی ملا کر پی لیں اس سے پیشاب کی جلن دور ہو جاتی ہے۔ املی کی جڑ کو چھاچھ اور کالی مرچ تین گرام کے ساتھ پیس کر کابلی چنے کے برابر گولیاں بنالیں اور روزانہ ایک ایک گولی صبح وشام استعمال کریں املی کے بیج کو پانی میں گھس کر ایک ایک گھنٹے بعد گوہانجی پر لگائیں آرام آجائے گا غرض یہ کہ "املی" بظاہر معمولی غذائی چیز ہے لیکن یہ بہت سی خصوصیات اور تیر بہدف اثرات کی حامل ہے جو مرض کے ابتدائی حالات میں بہت اطمینان کے ساتھ استعمال کی جاسکتی ہے۔

《 مرتبہ : حسن احمد شیخ 》

نئے آپریٹنگ سسٹم کی آمد

مائیکرو سوفٹ ونڈوز کی مقبولیت میں کمی

بین الاقوامی مارکیٹ میں 3 نئے آپریٹنگ سسٹم سوفٹ ویئر کے آنے سے مائیکرو سوفٹ کے عرصہ دراز سے مقبول زمانہ آپریٹنگ سسٹم ونڈوز Windows کی مقبولیت اور مانگ خطرے میں پڑ رہی ہے۔ ان میں Be کمپنی کا BeOS، آئی بی ایم کا OS/2 Warp اور لائینکس کا آپریٹنگ سسٹم شامل ہیں۔ خلیج ٹائمز کے مطابق تینوں آپریٹنگ سسٹم ونڈوز کے بہترین متبادل قرار دیئے جارہے ہیں۔ واضح رہے کہ آپریٹنگ سسٹم کی مارکیٹ میں ونڈوز کا حصہ 50 فیصد کے لگ بھگ ہے تاہم اب نئے آپریٹنگ سسٹم کے آنے سے دوسری کمپنیوں کو اپنا حصہ بڑھانے کے مواقع مل رہے ہیں۔ Be کا تیار کردہ BeOS ایک جدید ترین آپریٹنگ سسٹم ہے جس میں گرافیکل انٹر فیس Graphical interface کی سہولت موجود ہے اور یہ سسٹم تیز رفتار طاقتور اور آسان قرار دیا جارہا ہے۔ Be کمپنی اپنے نئے آپریٹنگ سسٹم کا پانچواں ایڈیشن مفت فراہم کررہی ہے جو کمپنی کی ویب سائٹ be.com پر دستیاب ہے۔ اس کا حجم 60 میگا بائٹ ہے۔ انٹیل اور پاور پی سی پر مبنی دونوں طرح کے کمپیوٹروں کے لئے یکساں قابل استعمال ہے۔ آئی بی ایم نے ایک طویل عرصے کے بعد اپنے OS/2 آپریٹنگ سسٹم متعارف کرایا ہے جس میں JA-VA,DVD نیٹ اسکیپ نیوی گیٹر وغیرہ کا اطلاق شامل ہے۔ آئی بی ایم کے مطابق نیا آپریٹنگ سسٹم ستمبر میں عام فروخت کے لئے مارکیٹ میں آجائے گا۔ لائینکس نے بھی ونڈوز کا متبادل آپریٹنگ سسٹم تیار کرلیا ہے جو linnux.com اور linum.org پر مفت دستیاب ہے۔ اس کی نمایاں خصوصیات کے باعث اس کی مقبولیت میں اضافہ ہورہا ہے کیونکہ کمپنی اسے اوپن سورس قرار دیتے ہوئے اسے کاپی رائٹ سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

(مرسلہ: کلیم الدین۔ کراچی)

نیو یارک پر 7 کروڑ چوہوں کی یلغار

امریکی شہر نیویارک میں چوہوں کی آبادی انسانی آبادی سے 9 گنا زیادہ ہوگئی ہے۔ واشنگٹن پوسٹ کے مطابق نیویارک میں ایک اندازے کے مطابق 7 کروڑ چوہے ہیں جو دن میں بھی سرعام دندناتے نظر آتے ہیں ان میں بعض چوہوں کی جسامت بلی جیسی ہوگئی ہے، چوہوں کی اتنی بڑی تعداد کے باعث پھیلنے والی گندگی کی وجہ سے شہر میں لوگ دمے کا شکار ہورہے ہیں اور ان کی تعداد میں بھی اضافہ ہورہا ہے، حکومت نے چوہوں کے خاتمے کے لئے بجٹ 45 لاکھ ڈالر سے بڑھا کر ایک کروڑ 20 لاکھ کردیا ہے۔

(مرسلہ: اقبال سومرو۔ بدین)

بچوں میں دماغی امراض

ٹیلی وژن پروگرام دیکھنے سے بچوں میں دماغی عارضے پیدا ہورہے ہیں اور ان کے رویوں میں منفی رجحان پیدا ہورہا ہے آکلینڈ اور نیوزی لینڈ یونیورسٹی کی جانب سے کئے گئے مشاہدے کے بعد محققین نے یہ انکشاف کیا کہ پُر تشدد فلموں اور کارٹون پروگرام دیکھنے سے بچوں میں منفی رجحان اور منفی رویے پیدا ہوتے ہیں اور بچوں میں دماغی امراض جنم لینے لگتے ہیں۔

(مرسلہ: راجہ سجاد رفاقت علی راجپوت۔ نواب شاہ)

اپنے گھر پر خون میں کولیسٹرول چیک کریں

خون میں کولیسٹرول چیک کرنے کے لئے اب جدید ایل ڈی ایکس سسٹم تیار کرلیا گیا ہے جو گھر پر ہی آپ کے خون کا تجزیہ کرسکتا ہے خون کا صرف ایک قطرہ اس کارڈ پر گرائیے اور اس سے ٹوٹل کولیسٹرول ہائی ڈینسٹی لائپوپروٹین، لوڈینسٹی لائپوپروٹین ٹرائی گلیسرائیڈ اور گلوکوز کی مقدار کا تناسب معلوم کرلیجئے خون کا قطرہ گرانے کے صرف 5 منٹ بعد یہ آپ کو کسی بھی ٹیسٹ کے بارے میں بتاسکتا ہے اس کے نتائج بھی کلینک یا اسپتال کی رپورٹ جیسے ہی ہوتے ہیں۔

(مرسلہ: امبر انصاری۔ کراچی)

انڈونیشی خواتین میں سگریٹ نوشی کا رجحان

انڈونیشیا میں سگریٹ نوش خواتین کی تعداد تشویش ناک حد تک بڑھتی جارہی ہے سرکاری خبر رساں ایجنسی کے مطابق انڈونیشیا میں سالانہ 220 ارب سگریٹ درآمد کے جاتی ہیں جبکہ مقامی طور پر ہاتھوں سے بنائی جانے والی سگریٹ اس کے علاوہ ہیں بتایا گیا ہے کہ ان سگریٹوں کی بڑی خریدار خواتین ہیں واضح رہے کہ انڈونیشیا میں سگریٹ نوشی کے باعث پیدا ہونے والے امراض خطرناک حد تک بڑھ گئے ہیں۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ حکومت کی جانب سے فوری طور پر موثر اقدامات نہ کئے گئے تو خواتین کی تعداد مردوں سے بھی تجاوز کرجائے گی۔

(مرسلہ: راجہ سجاد وقار علی راجپوت۔ نواب شاہ)

بھارت میں طلبا و طالبات کے لئے جنسی تعلیم کا منصوبہ

بھارت کے صوبے آندھرا پردیش کے اسکولوں میں جلد ہی دسویں جماعت سے جنسی تعلیم دینے کا سلسلہ شروع کیا جارہا ہے۔ بھارت کی ممتاز خبر رساں ایجنسی پریس ٹرسٹ آف انڈیا کے مطابق آندھرا پردیش کے اسکولوں میں جلد ہی سائنس کی کتابوں کے ساتھ ایک اور کتاب منسلک کی جارہی ہے جس کا نام "اے ٹوزی آف سیکس" ہوگا۔ اس کتاب میں تصویروں اور مثالوں کی مدد سے "جنس" "ایڈز" اور "HIV وائرس" کے حوالے سے معلومات بہم پہنچائی جائیں گی۔

(مرسلہ: ارتعاش شعاعی۔ میرپور خاص)

امریکہ میں سائنسی شعور

امریکہ سائنس و ٹیکنالوجی کے میدان میں پوری دنیا کا لیڈر ہے۔ یہ بات آپ بخوبی جانتے ہیں۔ وہاں کے باشندے سائنس و ٹیکنالوجی میں بہت دلچسپی رکھتے ہیں۔ لیکن ان میں سے اکثر کی بنیادی سائنسی معلومات بہت ناقص ہیں۔ امریکہ میں پچھلے سال انٹرنیشنل سینٹر فار ایڈوانسمنٹ آف سائنٹیفک لٹریسی نے ایک سروے کیا جس میں دو ہزار افراد نے شرکت کی۔ ان میں ستر فیصد افراد نے سائنس و ٹیکنالوجی میں گہری دلچسپی رکھنے کا اظہار کیا۔ لیکن ان میں صرف گیارہ فیصد افراد ہی یہ بتا سکے کہ "مالیکیول" کس کو کہتے ہیں۔

(مرسلہ: انجد جمشید۔ پشاور)

لمبی عمر کا راز دعا

کینیا کی پیٹرک وانگوئی کے بارے میں خیال ہے کہ وہ دنیا کی معمر ترین عورت ہے، اس کی عمر کا اندازہ 150 سال لگایا گیا ہے۔ وہ کینیا کے دارالحکومت نیروبی سے 25 میل دور ایک گاؤں کاریا میں رہتی ہے۔ اس کا سب سے پہلے تذکرہ ایک ماہر بشریات پروفیسر پروسی نے کیا تاہم اس نے اس کا پتہ بتانے سے انکار کردیا، تاہم برطانوی اخبار "ڈیلی میل" کے 2 صحافیوں نے اس عورت کو ڈھونڈ لیا۔ پیٹرک وانگوئی اندھی ہوچکی ہے، وہ چاول، مکئی، کیلے، آم اور سبزیاں کھاتی ہے اور پانی کثرت سے پیتی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اس کی طویل عمر کا راز دعا کرتے رہنا ہے۔

(مرسلہ: صدی احمد۔ اوکاڑہ)

انعامی معلومات عالم کوئز

درج ذیل سوالات کے تین جوابات میں سے درست جواب پر سرخ بال پوائنٹ سے نشان TICK MARK ✓ لگا کر ٹوکن مہر کریں اور پورا صفحہ ڈائجسٹ سے نکال کر اس ماہ کی 30 تاریخ تک ارسال کردیں۔ جوابات علیحدہ کاغذ پر تحریر نہ کریں اگر آپ کے جوابات درست ثابت ہوئے تو آپ کو معروف روحانی اسکالر خواجہ شمس الدین عظیمی کی ایک کتاب ان کے آٹوگراف کے ساتھ بطور انعام دی جائے گی۔ ایک سے زائد درست حل موصول ہونے پر فیصلہ قرعہ اندازی کے ذریعے کیا جائے گا۔ "معلومات عالم" اور "اس ماہ کے بہترین مضامین" کے حل ایک ہی لفافے میں ارسال فرمائیں۔

معلومات عالم روحانی ڈائجسٹ ا۔ڈی، ۷/۱، ناظم آباد۔ کراچی ۷۴۶۰۰

۱۔ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کتنے غزوات میں شرکت فرمائی؟

17 ...... 23 27

۲۔ عمر ثانی کن کا لقب ہے؟

عبداللہ بن زبیرؓ ...... عمر بن عبدالعزیز ...... صلاح الدین ایوبی

۳۔ پاکستان کے پہلے ایٹمی میزائل کا نام بتائیں؟

غازی ...... شاہین ...... غوری

۴۔ دنیا کا سب سے گہرا دریا کون سا ہے؟

ایمزن ...... دریائے سندھ ...... دریائے نیل

۵۔ ہاتھی کے دماغ کا اوسط وزن کتنا ہوتا ہے؟

دس پونڈ ...... بیس پونڈ ...... چالیس پونڈ

۶۔ "غزلوں کا بادشاہ" کس شاعر کو کہتے ہیں؟

علامہ اقبال ...... میر تقی میر ...... داغ دہلوی

۷۔ اسنوکر کے کھیل میں پاکستان کی نمائندگی کرکے ورلڈ چیمپئن کا اعزاز حاصل کرنے والے کھلاڑی کا نام بتایئے؟

پیٹر نکول ...... محمد یوسف ...... جان شیر خان

۸۔ آدم کو علم الاسماء اور اللہ کی نیابت ملنے کا تذکرہ قرآن مجید کی کون سی سورہ میں ہے؟

سورہ بقرہ ...... سورہ یٰسین ...... سورہ رحمٰن

اس ماہ کے بہترین مضامین

روحانی ڈائجسٹ میں اپنے پسندیدہ مضامین کی نشاندہی کیجئے اور معروف روحانی اسکالر خواجہ شمس الدین عظیمی کی ایک کتاب ان کے آٹوگراف کے ساتھ بطور انعام حاصل کیجئے۔ ذیل میں دیئے گئے ٹوکن کی خانہ پُری سُرخ بال پوائنٹ سے کریں اور اس ماہ کی 30 تاریخ تک ہمیں ارسال کردیں۔ ٹوکن کی فوٹو اسٹیٹ قابلِ قبول نہیں ہوگی۔ فیصلہ قرعہ اندازی کے ذریعے کیا جائے گا۔ اپنی نگارشات اس پتے پر ارسال کریں:

"اس ماہ کے بہترین مضامین" روحانی ڈائجسٹ، ۱۔ڈی ۱/۷، ناظم آباد۔ کراچی

1 - --

2 - --

3 - --

4 - --

5 - --

ٹوکن برائے معلوماتِ عالم (انعامی کوئز) اِس ماہ کے بہترین مضامین

(لفافے پر انعامی مقابلہ ضرور تحریر فرمائیں)

نام --

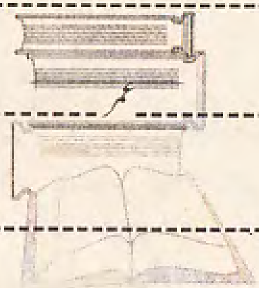

ولدیت ------------ عمر ------------ تعلیم ------------

مکمل پتہ --

بچوں کا روحانی ڈائجسٹ

مرتبہ: محمد ذیشان خان

ملاقات

ننھے منے دوستو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے آپ سب خوش و خرم ہوں گے۔ بچوں کے صفحات میں نئی تبدیلی پر ہمیں آپ کے بہت سے خطوط موصول ہو رہے ہیں۔ دوستو! آپ سے گذارش ہے کہ آپ جو بھی کہانیاں، لطیفے، نظمیں وغیرہ ارسال کریں وہ نئی ہوں آپ کی لکھی ہوئی ہوں، کسی رسالے یا اخبار سے نقل شدہ نہ ہوں۔ صاف خوشخط اور صفحے کے ایک طرف لکھی ہوئی ہوں۔ سطروں کے درمیان اور حاشیہ پر اتنی جگہ چھوڑی گئی ہو کہ غلطیاں درست کی جاسکیں۔ کہانیاں، لطیفے، اقوال اور نظمیں ایک ہی صفحہ پر یا صفحے کے دونوں طرف نہ لکھیں بلکہ الگ الگ صفحات پر لکھ کر بھیجیں۔ آپ کی تحریروں پر اور تصویروں کی پشت پر آپ کا پورا نام شہر کے نام کے ساتھ درج ہونا چاہئے۔ تصویریں دھندلی اور غیر واضح نہ ہوں۔ پیارے بچو! امید ہے کہ آپ ہماری گذارشات پر عمل کریں گے اور ہمیں اپنی تجاویز سے ضرور آگاہ کریں گے۔ ہم آپ کے خطوط کے منتظر ہیں۔

اب ایک پیغام جو اللہ کے دوست حضرت عظیمی صاحب کی جانب سے آپ کے لئے ہے "جو بچے علم حاصل کرلیتے ہیں ان کو پیغمبروں کی طرزِ فکر حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ بات کہ اللہ ہمارا خالق اور مالک ہے پیغمبروں کی طرزِ فکر ہے۔ اچھے لوگ اور ہونہار بچے ہر حال اور ہر معاملے میں اللہ کو اپنا کفیل اور مالک سمجھتے ہیں، اور اللہ پر ہی ان کا بھروسہ ہوتا ہے"۔

فقط آپ کا دوست

مشرکوں کے بچوں سے برتاؤ

رسول اکرم ﷺ کی محبت و شفقت محض مسلمان بچوں تک محدود نہ تھی۔ حضور ﷺ اپنے دشمنوں تک کے بچوں سے بھی نہایت مشفقانہ برتاؤ کرتے تھے اور مشرکوں کے بچے بھی مسلمان بچوں کی طرح دوڑ دوڑ کر آپ ﷺ کے پاس آتے تھے۔ کافروں سے جنگ ہوتی تو حضور ﷺ صحابہؓ کو بطور خاص حکم دیتے:

"دیکھو! کسی بچے کو مت مارنا۔ وہ بے گناہ ہیں، انہیں کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔ یاد رکھو، جو کوئی بچوں کو دکھ دیتا ہے، خدا اس سے ناراض ہو جاتا ہے"۔ ایک دفعہ ایک جنگ میں ایسا ہوا کہ چند بچے لڑائی کی جھپیٹ میں آکر مارے گئے۔ رسول اکرم ﷺ کو خبر ہوئی تو حضور نہایت آزردہ ہوئے۔ ایک صحابیؓ نے کہا:

"یا رسول اللہ ﷺ! وہ تو مشرکوں کے بچے تھے"۔

اس پر حضور ﷺ نے فرمایا:

"مشرکوں کے بچے بھی تم سے بہتر ہیں۔ خبردار! بچوں کو قتل نہ کرو۔ خبردار! بچوں کو قتل نہ کرو۔ یاد رکھو، ہر بچہ اللہ ہی کی فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے"۔

اچھوں کے اچھے کام

(امید افشاں صغیر۔ فیصل آباد)

ایک جنگل میں ایک بہت نیک، دوسروں کا خیال رکھنے والے بھالو رہتے تھے۔ ان کے اچھے سلوک اور اخلاق کی وجہ سے تمام جنگل کے جانور ان کی بہت عزت کرتے تھے۔ سب انہیں احترام سے بھالو میاں کہہ کر پکارتے تھے۔ بھالو میاں سب جانوروں کا بہت خیال رکھتے تھے ان کے کام آتے اور ان کے دکھ سکھ میں شریک رہتے۔ شیر بادشاہ بھی ان کی عزت کرتا تھا اگر ان سے کسی کو بیر تھا تو وہ بی لومڑی اور کانے گیدڑ کو تھا۔ دونوں کو بھالو میاں ذرا اچھے نہ لگتے تھے کیونکہ وہ ہمیشہ انہیں برے کاموں اور دوسروں کو تنگ کرنے سے منع کرتے رہتے تھے انہیں اچھے کاموں کی ہدایت کرتے۔ وہ دونوں ان کی نصیحتیں ایک کان سے سنتے دوسرے سے نکال دیتے۔ ایک دن بی لومڑی خواہ مخواہ کسی بات پر بے چارے خرگوش کی خوب پٹائی کر رہی تھی کانا گیدڑ پاس کھڑا قہقہے لگا رہا تھا۔ وہاں سے بھالو میاں کا گذر ہوا تو انہوں نے فوراً بے چارے خرگوش کو بی لومڑی کے ہاتھوں سے چھڑا لیا اور بی لومڑی اور کانے گیدڑ کو خرگوش سے معافی مانگنے کے لیے کہا تو بی لومڑی بولی۔ "ارے واہ۔ میں کیوں معافی مانگوں۔ اور تم بھی یہاں سے چلتے نظر آؤ۔ ہمیں تمہارے مشوروں اور نصیحتوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے"۔ بھالو میاں کو غصہ آگیا۔ انہوں نے زبردستی بی لومڑی اور کانے گیدڑ کو پکڑا اور شیر بادشاہ کے پاس لے گئے۔ خرگوش بھی ان کے ہمراہ تھا۔ خرگوش کو چوٹیں بہت آئی تھیں اس لئے وہ وہاں پہنچ کر بے ہوش ہو گیا۔ شیر بادشاہ نے سارا ماجرا پوچھا تو بھالو میاں نے انھیں بی لومڑی اور کانے گیدڑ کا یہ سارا کارنامہ سنایا کہ کس طرح یہ دونوں اس معصوم خرگوش کو پیٹ رہے تھے۔ شیر بادشاہ نے خرگوش کو جنگل کے ہسپتال لے جانے کا حکم دیا۔ بھالو میاں کا شکریہ ادا کیا اور بی لومڑی اور کانے گیدڑ کو حکم دیا کہ جب تک خرگوش ٹھیک ہو کر ان کے خلاف گواہی دینے کے قابل نہیں ہو جاتا وہ دونوں جنگل چھوڑ کر کہیں نہیں جائیں گے۔ شیر بادشاہ کے پاس سے آنے کے بعد لومڑی اور کانا گیدڑ پریشانی سے ٹہل رہے تھے "اب کیا ہوگا!" کانے گیدڑ نے پریشانی سے کہا "میں نے تو اس خرگوش کو تم سے پہلے بہت زیادہ پیٹا تھا۔ ویسے غلطی بھی تو اس کی تھی وہ کیوں ہمارے راستے میں آیا تھا۔ اب اگر ہم اس کی پٹائی نہ کرتے تو وہ آئندہ بھی ہمارے راستے میں آسکتا تھا اور پھر اوپر سے اس نے اپنا چاکلیٹ والا ڈبہ بھی ہمیں دینے سے انکار کیا تھا۔ ظاہر ہے اس کی اس گستاخی پر اس کی پٹائی نہ کی جاتی تو کیا انعام دیا جاتا"۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو کانے گیدڑ! لیکن اب سوچو کہ اگر اس نے ہمارے خلاف گواہی دے دی تو ہمارا کیا ہوگا"۔ بی لومڑی نے پریشانی سے پوچھا۔ "پتا ہے ہمیں کیا سزا مل سکتی ہے۔ ہمیں ایک سال کے لئے جنگل کے اس ویران بیابان، اجاڑ حصے میں چھوڑ دیا جائے گا جہاں کوئی جانور تو کیا پرندہ بھی نہیں جاتا۔ جہاں پینے کو صاف پانی نہیں۔ نہ کوئی سایہ دار درخت، نہ ہریالی اور نہ ہی کوئی جاندار ہے۔ پینے کا پانی پہاڑی کے اس پار ہے۔ جب بھی پانی پینا ہو پہاڑی پر چڑھ کر اس پار جانا اور پھر آنا ہم تو مر جائیں گے۔ بھوک سے، پیاس سے، سب سے بڑھ کر اکیلے رہنے کے خوف سے مر جائیں گے۔ کچھ سوچو کانے گیدڑ، کچھ سوچو، بی لومڑی روہانسی ہو گئی"۔

(جاری ہے)

ادب کامیابی کی بنیاد ہے

سیدہ وجیہہ توفیق۔ کراچی

ایک تاجر کو اپنے کاروبار کے لئے ایک معقول نوجوان شخص کی ضرورت تھی جو بطور نائب اس کے کاروبار میں ہاتھ بٹائے سو اس نے ملازمت کے لئے اخبار میں اشتہار دیا اور نوجوانوں کو مقررہ وقت پر انٹرویو کے لئے بلوایا۔ نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد اس وقت انٹرویو کے لئے حاضر ہوئی۔ تاجر اپنے ایک دوست کو بھی ساتھ لایا کہ وہ ایک اچھے نوجوان کے انتخاب میں اس کا ساتھ دے۔ تاجر ایک ایک کر کے نوجوانوں کو بلاتا گیا۔ وہ اور اس کا دوست ان نوجوانوں سے مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے رہے تاکہ ان کی ذہانت اور ان کے سلیقہ کی مقدار معلوم کریں۔ آخر میں تاجر نے ایک نوجوان کو ملازمت کے لئے پسند کر لیا۔ تاجر کا دوست تاجر کے اس فیصلے سے حیران ہوا کیونکہ اس نے اس نوجوان سے صرف چند ایک سوال پوچھے تھے۔ نوجوان کے جاتے ہی اس نے تاجر سے پوچھا کہ تم نے اس نوجوان کو کس بنیاد پر پسند کیا جب کہ ہم سے اس نے سرسری سی بات کی تھی۔ تاجر نے کہا یہ نوجوان اپنی باری کا انتظار کرتے ہوئے ٹھہرا رہا اور میرے سامنے آنے کے لئے اس نے کسی کو نہیں ہٹایا اس سے میں نے سمجھ لیا کہ یہ تواضع پسند ہے۔ اس نے اندر آتے وقت جوتوں کو ٹاٹ پر رگڑا اور دروازے کو نرمی اور آہستگی سے بند کیا۔ میں نے سمجھ لیا کہ وہ صفائی پسند اور منظم شخص ہے۔ پھر اس نے مجھے اشارے سے سلام کیا اور مجھے چستی اور عزت سے سوالوں کا جواب دیا اس لئے میں نے سمجھ لیا کہ وہ اچھے سلیقے والا ہے اور جب یہ سب خوبیاں کسی ایک شخص میں جمع ہو جائیں تو وہ دوسروں سے افضل ہے اور میرے نزدیک اس سے اچھا نوجوان اس ملازمت کے لئے کوئی نہیں۔

خدمتِ خلق

اب کے گرمی ایسی آئی پتی پتی ہے مرجھائی
ہرن ہوئے ہیں دھوپ میں کالے سوکھ گئے ہیں ندی نالے
ایک بے چاری بوڑھیا نانی ہانپ رہی ہے بھر کر پانی
آؤ تھوڑی زحمت جھیلیں ایک گھڑا ہم اس سے لے لیں

دے گی ہم کو خوب دعائیں
سب مل کر اس کا ہاتھ بٹائیں

(مرسلہ: سید عظمت علی)

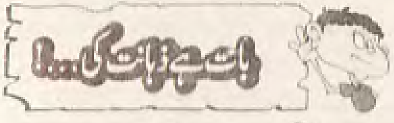

1۔ عاطف کی گھڑی دس منٹ پیچھے ہے جب کہ اس کے خیال میں اس کی گھڑی پانچ منٹ آگے ہے۔ شیراز کی گھڑی پانچ منٹ آگے ہے جب کہ اس کے خیال میں اس کی گھڑی دس منٹ پیچھے ہے دونوں کو ٹرین پکڑنے کے لئے ٹھیک چار بجے اسٹیشن پہنچنا ہے۔ بتایئے ان دونوں میں ٹرین پکڑنے میں کون کامیاب ہوگا۔

2۔ ایک گھر میں ایک لڑکے کے جتنے بھائی ہیں اتنی ہی بہنیں ہیں اور ایک لڑکی کی جتنی بہنیں ہیں اس سے تین گنا بھائی ہیں، بتایئے اس گھر میں بہن بھائیوں کی تعداد کیا ہے۔

عظمیہ روحانی لائبریری برائے خواتین دستگیر سوسائٹی کی رکن عندلیب نے آدم جی اسکول آف سائنس اینڈ ٹیکنیکل ایجوکیشن سے آٹھویں کلاس میں نمایاں کامیابی حاصل کی ہے۔

رحم دل شہزادہ اور ظالم جن

یاسمین ثمر عرفان

آخری قسط

بھیڑیئے نے شہزادے کو تسلی دی اور کہا "کیونکہ جن نے مجھے جادو کے ذریعے اتنا تیز رفتار بنادیا ہے کہ میں منٹوں میں ہزاروں میل کا فاصلہ طے کرلیتا ہوں بس تم اتنا کرو کہ گھوڑے کو یہیں چھوڑو اور میری کمر پر بیٹھ کر کس کے اپنی آنکھیں بند کرلو شہزادہ تو یہ سن کر بڑا خوش ہوا اور بھیڑیئے کے کہنے کے مطابق خوب جم کر مضبوطی سے اس کی کمر پر بیٹھ کر اس نے اپنی آنکھیں بند کرلیں ادھر بھیڑیئے نے دوڑنا شروع کیا اور چند لمحوں کے بعد ہی اس نے شہزادے سے کہا کہ لو شہزادے ہم اپنی منزل پر پہنچ گئے۔ اب جو شہزادے نے آنکھیں کھولیں تو وہ مسجد کے دروازے پر کھڑے تھے شہزادے نے مسجد کے دروازے کو کھولنے کی کوشش کی تو اس میں ایک بڑا سا تالا لگا ہوا تھا اور وہاں لکھا ہوا تھا کہ یہ تالا جس کی چابی اوپر مینار پر رکھی ہوئی ہے صرف وہ ہی آدمی کھول سکتا ہے جو بہت نیک، رحم دل اور دوسروں کی مدد کرنے والا ہو۔ شہزادہ اس فکر میں پڑ گیا کہ کس طرح سے مینار پر سے چابی اتار کر لائے تاکہ یہ تالا کھول سکے جبکہ مینار پر چڑھنے کے زینے بھی مسجد کے اندر سے ہیں کہ اچانک شہزادے کا کبوتر دوست اڑتا ہوا آیا۔ اس نے مینار سے چابی اپنی چونچ میں پکڑی اور لاکے شہزادے کو دے دی شہزادے نے کبوتر کا شکریہ ادا کیا اور تالا کھول کر مسجد میں داخل ہوگیا۔ پہلے داخل ہوتے ہی اس نے دو رکعت نماز پڑھی کیونکہ مسجد میں داخل ہونے کے بعد نماز ضرور پڑھنی چاہئے پھر وہ ڈھونڈتا ہوا تالاب تک پہنچا۔ تالاب میں گلابی رنگ کی ایک خوبصورت بطخ تیر رہی تھی شہزادے نے بطخ سے کہا پیاری بطخ براہ مہربانی مجھے جن کی جان والا انڈہ لادو تاکہ وہ انڈہ میں اسے دے کر اپنے بھائیوں کو اس کی قید سے نجات دلوا سکوں بطخ نے کہا شہزادے وہ انڈہ تو تالاب کی تہہ میں چھپا ہوا ہے اور وہاں مچھلیوں کی ملکہ کی حکومت ہے۔ شہزادہ یہ سن کر بہت خوش ہوا اس نے بطخ سے کہا کہ تم جاکر مچھلیوں کی ملکہ سے کہو کہ تمہارا دوست شہزادہ آیا ہے اور وہ تمہاری مدد چاہتا ہے کہ جن کی جان والا انڈہ حاصل کرسکے بطخ نے جاکر جب یہ پیغام مچھلیوں کی ملکہ کو دیا تو وہ جلدی سے انڈہ لے کر اپنے دوست شہزادے کی مدد کو آگئی اور اس نے شہزادے کو جن کی جان والا انڈہ لاکے دیا اور اس کے لئے دعا کی وہ ظالم جن سے اپنے بھائیوں کو آزاد کرواسکے شہزادے نے مچھلیوں کی ملکہ کا شکریہ ادا کیا اور مسجد سے باہر نکلنے کی دعا پڑھتا ہوا باہر آیا اور اپنے دوست بھیڑیئے سے جو وہاں کھڑا ہوا اس کا انتظار کررہا تھا سے کہا کہ دوست میں جن کی جان والا انڈہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا ہوں آؤ اب جن کے پاس چلتے ہیں اور اسے یہ انڈہ دے کر اس کی قید سے اب اپنے بھائیوں کو آزاد کرالوں گا یہ کہہ کر شہزادہ بھیڑیئے کی کمر پر سوار ہوگیا اور بھیڑیئے نے آناً فاناً اسے جن کے محل میں لا پہنچایا۔ جن کے گھر کے دروازے کے دونوں طرف شہزادے کے چاروں بھائی پتھر کے بنے کھڑے تھے شہزادے کو اپنے بھائیوں کا یہ حال دیکھ کر بہت غم ہوا اس نے جلدی جلدی زور زور سے جن کے گھر کے دروازے پر لگی ہوئی بڑی سی گھنٹی کو بجایا تو ظالم جن بہت زور سے دھاڑتا ہوا دروازے سے نکلا کہ یہ کون ہے جس نے میری نیند خراب کی میں اس کو سخت سزا دوں گا اور اسے پتھر کا بنادوں گا۔ جوں ہی اس کی نظر شہزادے پر پڑی تو بولا او پدی شہزادے تمہاری یہ جرأت کہ تم نے میری نیند خراب کی میں ابھی تمہیں مزہ چکھاتا ہوں شہزادے نے جن سے کہا تم ذرا پہلے میری بات سن لو دیکھو میری پاس وہ انڈہ ہے جس میں تمہاری جان بند ہے اگر تم مجھے اپنے ظلم سے پریشان کرنے کی کوشش کروگے تو میں یہ انڈہ توڑ ڈالوں گا

اور اس طرح تم مرجاؤ گے۔ مگر میں تمہاری طرح کسی کو تنگ اور پریشان نہیں کرتا حتیٰ کہ تم کو بھی نہیں بس تم اتنا کرو کہ میرے بھائیوں کو دوبارہ گوشت پوست کا بنادو اور انہیں رہا کردو میں وعدہ کرتا ہوں کہ یہ انڈے تمہارے حوالے کردوں گا اور ہاں تمہیں یہ بھی وعدہ کرنا ہوگا کہ آئندہ تم کسی پر ظلم نہیں کروگے جن نے اس کی بات نہ مانی اور کہنے لگا کہ تم میری انگلی کے برابر ہو میں یہ انڈہ ابھی تم سے چھین لیتا ہوں اور پھر تمہیں بھی تمہارے بھائیوں کے ساتھ کھڑا کرکے پتھر کا بنادوں گا یہ کہہ کر جن نے شہزادے کو پکڑنے کی کوشش کی اس جدوجہد میں شہزادے کے ہاتھ سے انڈہ چھوٹ کر زمین پر گرا اور ٹوٹ گیا۔ انڈے کے ٹوٹنے کے ساتھ ہی ظالم جن بھی ایک بھیانک چیخ مار کر زمین پر گر گیا اور تڑپ تڑپ کر مر گیا جیسے ہی جن مرا ایک زور کی آندھی آئی اتنے زور کی کہ شہزادے کو زمین پر قدم جمانے مشکل ہوگئے اور جب آندھی کا زور ختم ہوا تو شہزادے نے دیکھا کہ نہ تو وہاں پر جن کا محل تھا اور نہ ہی کچھ اور۔ شہزادے کے بھائی اسے دیکھ کر بھاگ کر آئے اور اس سے لپٹ گئے شہزادے نے انہیں بتایا کہ اس نے انہیں کس طرح سے ظالم جن کی قید سے رہا کرایا اور پھر پانچوں بھائی مل جل کر اپنے ملک واپس آگئے ان کے ماں باپ یعنی ملکہ اور بادشاہ انہیں زندہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے پورے ملک کے لوگوں نے شہزادے کی کامیابی اور جن کے ظلم سے نجات پانے پر بہت جشن منایا اور سب لوگ ہنسی خوشی رہنے لگے۔

☆......بیوی (خاوند سے) سنا ہے آپ کے فلسفی دوست سمندر میں ڈوب کر مرگئے ہیں؟

شوہر (آہ بھرتے ہوئے) ہاں، انہیں ہر چیز کی گہرائی میں جانے کا شوق تھا۔

☆......بیوی اور شوہر اردو گرامر کے بارے میں بات چیت کررہے تھے۔

بیوی نے شوہر کا امتحان لینے کے لئے پوچھا "میں خوبصورت ہوں، بتایئے یہ کون سا فعل ہے"؟

شوہر نے جواب دیا "فعل ماضی"۔

(مرسلہ: صدی احمد۔ ضلع اوکاڑہ)

☆......کچھ چھوٹے چھوٹے بچوں نے کنوئیں میں جھانک کر دیکھا، انہیں اپنا عکس نظر آیا۔ بھاگے بھاگے اپنے دادا کے پاس گئے اور کہنے لگے۔

"دادا! دادا! کنوئیں میں جن ہے جو ہمیں ڈرا رہا ہے" دادا کنوئیں کے پاس گئے اور جھانک کر دیکھا تو انہیں اپنا عکس نظر آیا کہنے لگے۔

"تمہیں شرم نہیں آتی، اتنی لمبی داڑھی کے ساتھ بچوں کو ڈراتے ہو۔"

☆......ہیڈ ماسٹر نے طالب علم کو شاباش دیتے ہوئے کہا "مجھے امید نہیں تھی کہ تم جیسا لڑکا امتحان میں اول آسکتا ہے۔ اگر تم اسی طرح محنت کرتے رہے تو انشاء اللہ اگلی کلاس میں بھی اول آؤ گے"۔

اس نے سر جھکا کر ادب سے کہا:

"اگر آپ بھی ابا جان کے پریس سے پرچے چھپواتے رہے تو!!!"

(مرسلہ: یاسمین گل۔ فیصل آباد)

☆......گاہک! دکاندار سے: یہ مرغی تو لنگڑی ہے!

دکاندار: تم نے اسے پکا کر کھانا ہے یا ڈانس کرانا ہے۔

(شاہدہ بنت سلطان۔ حیدر آباد)

☆......ایک پروفیسر دعا مانگ رہے تھے "خداوندا! اگر مجھے 300 ڈالر مل جائیں تو میرا کام بن جائے"۔ اتنے میں ایک اور صاحب آگئے وہ بولے "اگر مجھے 100 ڈالر مل جائیں تو میرا کام بن جائے"۔ پروفیسر نے جیب سے سو ڈالر نکال کر آدمی کو دیئے اور غصے سے بولے "اب جاؤ! خداوند کو میرے مسئلے پر غور کرنے دو!"

(مرسلہ: عابدہ بنت سلطان۔ حیدر آباد)

☆......ایک صاحب کا الٹا بازو مشین میں آگیا، لوگ افسوس کرنے آئے کہ چلو خیر ہے سیدھا بازو مشین میں نہیں آیا شکر کرو۔ وہ صاحب بولے دیکھو میں کتنا عقلمند ہوں آیا تو سیدھا ہی تھا لیکن میں نے فوراً اسے نکال کر الٹا اندر ڈال دیا۔

☆......مالک (نوکر سے غصے کے ساتھ) بازار سے سودا سلف لانا تمہیں نہیں آتا، کپڑے دھونے تمہیں نہیں آتے۔ کھانا پکانا تمہیں نہیں آتا، پھر تمہیں کیا آتا ہے؟

نوکر (معصومیت سے): "جی مجھے پسینہ بہت آتا ہے"۔

(مرسلہ: عندلیب۔ فیڈرل بی ایریا)

کھلتی کلیاں مہکتے پھول

محمد احمد سبحانی۔ لاہور

علی اختر۔ حیدر آباد

اسامہ بن ضیاء۔ کراچی

ارم آصف۔ بفر زون کراچی

حمزہ۔ موروران جاپان

نہال خان۔ حیدر آباد

ایمن خان۔ نارتھ ناظم آباد کراچی

ثانیہ علی۔ لاہور

فہد بن عبدالعزیز۔ ملیر کراچی

انعامی مقابلوں کے نتائج

اس ماہ کے بہترین مضامین جون ۲۰۰۰ء کے بہترین مضامین منتخب کرنے والوں میں سے قرعہ اندازی کے ذریعے خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب کے آٹوگراف کے ساتھ ان کی ایک تصنیف حاصل کرنے والی خوش قسمت **فرحت شاہین۔ راولپنڈی** قرار پائی ہیں۔ ادارہ روحانی ڈائجسٹ فرحت شاہین۔ راولپنڈی کو انعام حاصل کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہے کتاب جلد ہی ارسال کر دی جائے گی۔ موصول ہونے پر خط کے ذریعے ادارے کو مطلع فرمائیں۔

۱۔ سنت نبویؐ اور ہماری زندگی ....(جمیل احمد خان)
۲۔ صحابہ کرامؓ اور راہِ سلوک ....(منور شعور)
۳۔ نوجوان قوم کے معمار ....(ایم ایچ خان)
۴۔ رسول اللہ کے مشن میں خواتین کا کردار ....(مشعل رحیم)
۵۔ کمپیوٹر کے منفی استعمال ....(دانیال)

"بچوں کا روحانی ڈائجسٹ" کے تحت 12 سال سے کم عمر بچوں کی تصاویر کے لئے ایک صفحہ مخصوص ہے۔ آپ بھی اپنے بچوں کی تصاویر ارسال کر سکتے ہیں۔ تصاویر صاف اور واضح ہوں اور چہرے کے نقوش نمایاں ہوں۔ تصاویر کے ہمراہ نیچے دیے گئے ٹوکن کو پُر کر کے لازماً ارسال فرمائیں۔ تصاویر کی پشت پر نام اور شہر کا نام بھی تحریر کر دیں۔

- -

کھلتی کلیاں   مہکتے پھول

نام ______________ ولدیت ______________

عمر ______________ کلاس ______________

مکمل پتہ ______________________________

____

____

____

اسکول کا نام ___________________________

____

معلوماتِ عالم جون ۲۰۰۰ء

جون ۲۰۰۰ء کے شمارے میں شائع ہونے والے سوالات کے بے شمار خواتین و حضرات نے جوابات ارسال کئے۔ قرعہ اندازی کے ذریعے خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب کے آٹوگراف کے ساتھ ان کی ایک تصنیف حاصل کرنے والے خوش قسمت **جمال الدین۔ کراچی** قرار پائے ہیں۔ ادارہ روحانی ڈائجسٹ جمال الدین۔ کراچی کو انعام حاصل کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہے۔ کتاب جلد ہی ارسال کردی جائے گی۔ موصول ہونے پر خط کے ذریعے ادارے کو مطلع فرمائیں۔

جون ۲۰۰۰ء کے صحیح جوابات

۱۔ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر قرآن 22 سال 5 مہینے 14 دن کی مدت میں نازل ہوا۔
۲۔ حضرت یونس کو مچھلی نے نگل لیا تھا۔
۳۔ بنگلہ دیش کی کرنسی ٹکہ (ٹاکا) کہلاتی ہے۔
۴۔ حیوانی خلیہ میں سبز مادہ (کلوروفل) نہیں ہوتا۔
۵۔ کوئل ایسا پرندہ ہے جو گھونسلہ نہیں بناتا۔
۶۔ چیونٹیاں پیغامات اور اطلاعات کے لئے ایک دوسرے سے مس ہو کر گزرتی ہیں۔
۷۔ تربوز کی جمع تربوزہی ہے۔
۸۔ روحانیت میں مادی عالم کو عالم ناسوت کہتے ہیں۔

آٹھ درست جوابات بھیجنے والوں کے نام:-

کراچی :- صبیحہ ناز۔ اسماء عبدالحق۔ شفیق نوید۔ نفیس اختر۔ محمد احسان الحق۔ صباحت زہرا۔ سید شباب احمد۔ عمر اکبر۔ حنا تبسم۔ عاصم حبیب۔ ثوبیہ خان۔ شیراز احمد۔ اسماء حفیظ۔ سید ایم اے گوہر۔ صائمہ ناز۔ فوزیہ رحمٰن۔ شبانہ اعظمی۔ مسرت جبین۔ محمد طاہر۔ اشرفی رفیع۔ فضل الرحمٰن۔ عدنان یوسف۔ محمد نوید۔ یوسف جمال۔ فارعہ خان۔ احسان الحق۔ خورشید خالد۔ فاطمہ۔ حیدر آباد :- شاہدہ شیخ۔ لاھور :ڈاکٹر سید عابد رضا۔ انیلہ اسلم۔ خدیجہ امین۔ شاہین۔ شازیہ تبسم۔ مسرت بشیر احمد۔ کوئٹہ :- نیر القیوم۔ شمیم قیوم۔ ملتان :- تمدہ وحید۔ پشاور :- محمد نوشاد چشتی قادری۔ سانگھڑ :- محمد عظیم۔ قیصر شیراز۔ راولپنڈی :- فرحت شاہین۔ مسز قمر سلطانہ۔ کلثوم بی بی۔ گوجرانوالہ :- سعدیہ حمید۔ فیصل آباد :- مطلوب احمد۔ محمد عمران شاہد۔ محمد آصف۔ بھاولپور :- نجم السائب۔ آزاد کشمیر :- طلعت محمود۔ جہلم :- رفیعہ سلطانہ۔ ساھیوال :- سعیدہ کنول۔ محمد تنویر۔ سیالکوٹ :- ڈاکٹر روزینہ خالد۔ ڈاکٹر زاہد رحمان۔ محمد نعیم۔ صاحبزادہ مدثر احمد۔ رشیدہ کنول۔ شیخوپورہ :- فضل الرحمٰن۔ گجرات :- آمنہ شاہین۔ میانوالی :- فرحت خانم۔ محمد ایوب۔ چارسدہ :- خان محمد۔ وھاڑی :- محمد عرفان مست۔ شکیل احمد۔ شاہد حسین۔ ھزارہ :- محمد صدیق۔ امتیاز احمد۔ مہتاب حبیب خان۔ سمیرا سعید۔ اسلام آباد :- محمد ندیم شہزاد۔ محمد اخلاق مغل۔ حافظ آباد :- عشرت جمال۔ اٹک :- ضیاء سرور کاشف۔ محمد قاسم۔ محمد تاشفین علی۔ بھکر :- محمد خالد۔ خانیوال :- محمد جمیل۔ اوکاڑہ :- محمد انور ندیم۔ میر پور خاص :- عادل یونس۔ جاوید یونس۔ صادق علی۔ بحرین :- محمد نذیر طاہر۔ واہ کینٹ :- الماس کوثر۔ چکوال :- مظہر حسین۔ نوشھرو فیروز :- شازیہ کنول۔ پشین :- محمد ابراہیم اعظمی۔

سات درست جوابات بھیجنے والوں کے نام:-

کراچی :- نفیس لعل۔ محمد امجد عثمان۔ فرح ناز۔ ملک کلیم۔ شگفتہ اقبال۔ عدالمتین۔ سید محمد عماد۔ یوسف خان۔ شاہد شیخ۔ روحی علی انصاری۔ نائلہ مجید۔ محمد عقیل الفشان عمر۔ نورین۔ نوشھرو فیروز :- ظفر علی۔ اوکاڑہ :- سید فرمان علی۔ اسلام آباد :- سید گل آفریدی۔ مس تحریم۔ یعقوب علی۔ رحیم یار خان :- سہام رفیق۔ نوید شہزاد۔ سانگھڑ :- ارسلان مرتضٰی۔ یمین ناز۔ محمد سرفراز قریشی۔ حلیم عزیز۔ وحید احمد۔ اسماء سید۔ بھکر :- محمد حنیف۔ شبیر احمد۔ لاھور :- محمد مظفر احمد۔ سلمان اسلم۔ محمد سلیم شہزاد۔ محراب پور :- محمد عارف۔ راولپنڈی :- سید منظور۔ عظمٰی یاسمین۔ طارق محمود قریشی۔ رضوان یعقوب۔ وحیدہ ستار۔ گوجر ڈیالی :- مسز سمیع اللہ۔ میرپور خاص :- راشدہ ظفر علی۔ سدرہ۔ عبدالغفار۔ دریا خان :- شکیل احمد۔ ثمینہ ناز نیلم۔ نواب شاہ :- سید منصور احمد۔ سیالکوٹ :- حماد کریم۔ سمیرا۔ ٹھٹھہ :- اصغر علی شاہ۔ لیہ :- محمد راشد۔ فیصل آباد :- ھمایوں عبدالستار۔ وسیم ناز تبسم۔ صغیر احمد۔ گجرات :- محمد عباس عالم۔ فریحہ شاہین۔ ہنو کی :- سید شائلہ ربانی۔ حیدر آباد :- شازیہ صلاح الدین۔ محمد محی الدین۔ پاڑہ چنار :- صہیب ریاض۔ پشاور :- میرویس لودین۔ ڈاکٹر نوید اختر۔ کوھاٹ :- نائلہ شکیل۔ کوئٹہ :- فہیم الدین۔ جاوید احمد۔ عبدالسمیع۔ چارسدہ :- محمد اویس خان۔ ھری پور :- جمیل حسین شاہ۔ شوکت نواز۔ سکھر :- اللہ بخش۔ قصور :- محمد خالد کوھر۔ چکوال :- شیخ زاہد۔ شادا پور :- سلمان سید۔ لاڑکانہ :- حافظ محمد عمران۔

روحانی ینگ رائٹرز کلب

"روحانی ینگ رائٹرز کلب" کے زیر اہتمام ہم نئے لکھنے والوں کو طبع زاد، دلچسپ، بامقصد، معلوماتی، سائنسی اور روحانی مضامین یا کہانیاں لکھنے کی دعوت دیتے ہیں۔ قلم اٹھایئے اور اپنے ذہن میں وارد ہونے والے خیالات کو صفحۂ قرطاس پر بکھیر دیجئے۔ اپنی نگارشات کے ہمراہ اپنا مکمل تعارف جس میں تعلیم، مشاغل، رہائشی پتہ شامل ہو نیز قومی شناختی کارڈ یا تعلیمی ادارے کے شناختی کارڈ کی فوٹوکاپی لازماً ارسال کریں۔ آپ کی نگارشات ہمارے معیار پر پوری اتریں تو ہم روحانی ڈائجسٹ کے اوراق کی زینت بنائیں گے۔ مضامین قابلِ اشاعت ہوں یا ناقابلِ اشاعت دونوں صورتوں میں مسودہ واپس نہیں کیا جائے گا۔

طرزِ فکر کی توانائی

(ثمینہ عامر۔کوئٹہ)

سائنس کی رو سے توانائی کو کام کرنے کی صلاحیت تک محدود کیا جاتا ہے۔ کام میں مختلف امور کی انجام دہی بھی شامل ہو سکتی ہے اب توانائی کی مختلف اقسام بیان کی جاتی ہیں اگر توانائی کا گہری نظر سے مشاہدہ و مطالعہ کیا جائے تو ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ توانائی کی موجودگی کے ساتھ ساتھ اس کا استعمال بھی بہت اہم ہے اس کا استعمال دو طریقوں پر ہو سکتا ہے۔

1- تعمیر

2- تخریب

توانائی کا تعمیری پہلو ہماری سوچ یا دوسرے لفظوں میں طرزِ فکر پر منحصر ہے اور اسی طرح اگر سوچ میں تخریب ہے تو وہ توانائی غلط طریقوں پر سامنے آتی ہے۔ لیکن سوچنے کی بات یہ بھی ہے کہ طرزِ فکر کیا ہے؟

اگر بالفرض ایک آدمی میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ دوڑ بہت اچھی طرح سکتا ہے تو وہ یہ توانائی بہت سارے طریقوں کے علاوہ ان ۲ طریقوں پر بھی لگا سکتا ہے۔

1- کرایہ دیئے بغیر بس میں سفر کرنے کے بعد تیز رفتاری سے دوڑ کر پیچھا چھڑا سکتا ہے۔

2- کسی ڈاکو، چور کا پیچھا کر کے اس کو پکڑ سکتا ہے۔ یا اگر کسی انسان کے پاس عہدہ ہے۔ عہدہ کی توانائی کے یعنی اگر وہ عہدے کا اختیار استعمال کر سکتا ہے تو بھی وہ دو طریقوں پر کرے گا۔ یعنی کسی کو آسانی فراہم کرکے یا کسی پر ناجائز سختی کرکے دونوں طرح کا استعمال اس کی طرزِ فکر پر منحصر ہے الغرض ہماری اس بے ثبات دنیا میں ہزاروں ایسی مثالیں ہمارے ارد گرد ہی موجود ہیں جن سے توانائی کے استعمال کے دونوں پہلو سامنے آسکتے ہیں میڈیکل سائنس کی رو سے توانائی ہمارے خلیوں کی اچھی حالت پر منحصر ہے۔ اگر تھکن کا احساس ہو تو Energy گلوکوز سے پوری کی جاتی ہے یا پھر بھرپور نیند بھی بہت حد تک ہماری توانائی کو برقرار رکھتی ہے لیکن ایک بے کار آدمی اگرچہ وہ بالکل صحت مند ہی کیوں نہ ہو بے کار بیٹھ کر تھک ہی جاتا ہے حالانکہ نہ تو وہ بہت زیادہ جسمانی کام کرتا ہے نہ ہی ذہنی۔ لیکن پھر بھی وہ خلیوں کی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتا ہے اور سائنس کی رو سے وہ تھک جاتا ہے اور توانائی خرچ ہو جاتی ہے۔ توانائی ہمارے خیال میں اس طرزِ فکر کا نام ہے جو خیالات سے بنتی ہے اور خیال ہی روشنی کی وہ قسم ہے جس کو ہم اطلاع

یا Information کہتے ہیں اگر ہمیں کوئی خیال نہ آئے تو ہماری روز مرہ کی روٹین الٹ پلٹ ہو جائے۔

اگر صبح اٹھتے ہی سارے دن کے اہم کام کا خیال ذہن میں نہ آئے تو ہم دنیا کا کوئی کام بھی انجام دینے کے قابل نہ رہیں مثلاً ایک کمپیوٹر پروگرامر کو ایک Sequance یا ایک ترتیب کے ساتھ پروگرام کا اتار چڑھاؤ ذہن میں نہ آئے تو پروگرام نہیں بن سکتا۔ ایک خاتون خانہ کو اگر روز مرہ کے پکانے کا خیال نہ آئے بچوں کی ضروریات کا خیال نہ آئے تو گھر چل ہی نہ سکے ایسے ذہن جن میں خیالات اپنی ترتیب و توازن کے ساتھ نہیں رہتے وہ روز مرہ کے کام صحیح انجام نہیں دے سکتے مختصراً یہ کہ ہماری زندگی ہمارے خیال کے تابع ہے۔ اب یہ واضح ہو چکا کہ توانائی ایک طرزِ فکر کا نام ہے لیکن اس طرزِ فکر میں معانی پہنانا ہی اس توانائی کا حصول ہے اصل میں تو توانائی یا طرزِ فکر ایک خیال ہے۔ صحت مند آدمی یہ کہتا ہے کہ میں صحت مند ہوں میں یہ کھاؤں گا یہ کروں گا میں یہ کر سکتا ہوں لیکن ایک بیمار آدمی یہ کہتا ہے کہ میں یہ نہیں کھا سکتا میں یہ کام نہیں کر سکتا میں بیمار ہوں اب وہ بیماری یا صحت مندی اس سوچ یا طرزِ فکر کی مرہونِ منت ہے جو آدمی اپنے ذہن میں رکھتا ہے اگر بیمار کو یہ خیال ہی نہ آئے کہ میں بیمار ہوں یا اگر وہ اپنی قوتِ ارادی (جو پھر ایک اور طرز کی توانائی ہے) کو کام میں لا کر اس طرزِ فکر کو بدل دے تو وہی توانائی جو منفی طرزِ فکر کی صورت میں بیماری کو ظاہر کرتی تھی مثبت طرزِ فکر کی صورت میں صحت مندی کو ظاہر کرے گی۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ اگر ہمارا ہر عمل ہمارے خیال کے تابع ہے تو طرزِ فکر بھی خیال ہی کی شکل ہے ہم جس طرح کا خیال قبول کر لیتے ہیں وہ ہماری سوچ بن جاتی ہے۔ وہ سوچ ہی وہ خیال ہی طرزِ فکر ہے جو ہماری قوت یا تو اس میں مثبت رویہ ہے یا منفی رویہ ہے کیونکہ یہ کہا جاتا ہے کہ خیال بھی لہر ہے اور لہر ہمیشہ منفی اور مثبت دونوں طرح سے سفر کرتی ہے اسی طرح جب خیال کی رو مثبت کی جانب جاتی ہے تو وہ ہمدردی، خیر خواہی، سچ، اخلاص الغرض تمام کا تمام ہی خیر ہو جاتا ہے اور اگر خیال کی لہر منفی طرف ہو جائے تو کینہ، حسد، جھوٹ، خود غرضی غرض کہ تمام کا تمام ہی شر ہو جاتا ہے اصل میں تو ہمارا یہ خیال ہماری یہ سوچ ہی ہمارا عمل متعین کرتا ہے ہم ہیں ہی وہ جو ہم سوچتے ہیں اس خیال میں جو ہم تک پہنچتا ہے اپنے معنی پہنانا ہی خیر یا شر ہے۔ ہم منفی سوچ کی لہر کو اپنے یقین کی توانائی سے مثبت سوچ کی لہر میں تبدیل کر سکتے ہیں خیال کی لہروں کی بھی فریکوئنسی ہوتی ہے جتنا زیادہ خیال میں گہرائی پیدا ہوتی ہے اسی مناسبت سے اس لہر کی ویولینتھ تبدیل ہوتی ہے۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ ہر رنگ کی بھی ویولینتھ مختلف ہوتی ہے جتنی زیادہ ویولینتھ ہوتی ہے اتنی ہی کم فریکوئنسی ہوتی ہے اور جتنی کم ویولینتھ ہوتی ہے اتنی ہی زیادہ فریکوئنسی ہوتی ہے۔ اسی کی مناسبت سے رنگ کی Intensity بھی تبدیل ہوتی ہے یا دوسرے لفظوں میں رنگوں کی شدت یا توانائی بھی ہماری طرزِ فکر کی توانائی پر اثر انداز ہوتی ہے کیونکہ توانائی کی Source تو ایک ہی ہے۔ رنگ کی گہرائی میں بھی لہر ہے اور خیال کی گہرائی میں بھی لہر ہے ہم جب اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ اصل انسان اس کی سوچ ہے یہ سوچ یا خیال اگر رنگ سے متاثر ہو رہا ہے تو ہم اپنے خیالات کو یا اپنی سوچ کو رنگ کی تبدیلی سے بھی بدل سکتے ہیں اور اپنی طرزِ فکر میں بھی رنگینی پیدا کر سکتے ہیں اصل میں مختلف خیالات مختلف رنگوں کا مجموعہ ہوتے ہیں اگر ایک انسان بہت Depress ہے آپ اس کے آس پاس کی چیزوں میں رنگینی پیدا کر دیجئے شوخ رنگوں کو ایک نفیس امتزاج کے ساتھ اس کے آس پاس بکھیر دیجئے۔ تو وہ De-pression خود بہ خود ختم ہو جائے گا کیونکہ ان تیز رنگوں کی تیز فریکوئنسی یا لہر اس کے اندر کی اداس لہر کو تبدیل کر دے گی۔ یعنی رنگ کی توانائی طرزِ فکر کی توانائی پر گہرے اثرات مرتب کرتی ہے۔ صرف رخ موڑنے کی ضرورت ہے ہمارے نوجوان جن سے اکثر ہمارے بزرگ نالاں رہتے ہیں لیکن ان میں تھوڑا بہت قصور (معذرت

کے ساتھ) ان بزرگوں کا بھی ہے جنہوں نے اپنے بچوں میں توانائی کی لہر کو تبدیل کرنے کی کوشش ہی نہیں کی ہم اپنے یقین کو براہِ راست اللہ کے ساتھ جوڑ کر اپنی Nega-tive یا منفی سوچ پر قابو پا سکتے ہیں۔ ہر انسان اپنے مخصوص حالات جس میں معاشی سماجی مذہبی اقدار سب ہی شامل ہوتی ہیں اس طرز کو اپناتا ہے۔ یہ ورثہ میں ملی ہوئی طرزِ فکر صدیوں پر محیط ہوتی ہے بہت گہری بڑی جاندار لیکن اللہ والوں کی طرزِ فکر جو مثبت ہی ہوتی ہے (جسے جو لہر صرف ایک Polarity پر سفر کرتی ہے Neutral کہلاتی ہے) وہ بندے کو اپنی پہچان دیتی ہے اس طرزِ فکر میں وہ توانائی ہے جو روح سے قریب ہونے میں مدد دیتی ہے یہ توانائی ہم صرف اللہ سے ربط قائم کر کے اور سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پہلی سنت (مراقبہ) جو کہ وہ غارِ حرا میں کیا کرتے تھے، کر کے حاصل کر سکتے ہیں اللہ والے اللہ کے دوست، اپنے دوستوں کے جسم و ذہن سے مثبت طرزِ فکر جو کہ صدیوں سے منتقل ہوتی ہے کھینچ نکالتے ہیں اور راہِ سلوک کے مسافر کو وہ توانائی عطا کرتے ہیں جو اس کٹھن راستے کا زادِ راہ ہے یقین رکھئے کہ طرزِ فکر کی یقین کے ساتھ تبدیلی ہی ہماری منزل کا صحیح یقین ہے۔

آخری اسٹاپ

(علی احمد۔سنگھ پورہ، لاہور)

آخری اسٹاپ وہ جگہ ہے جہاں دو ایک ساتھ چلنے والے ایک دوسرے سے جدا ہو کر دو الگ راستے اختیار کرتے ہیں۔ میٹرک کے طلباء کے لئے جو پانچ سال یا دو سال سے اکٹھے پڑھ رہے ہوں میٹرک ہی آخری اسٹاپ ہے کیونکہ پھر وہ مختلف کالجوں میں چلے جاتے ہیں۔ دو ہم سفروں کیلئے آخری اسٹاپ وہ جگہ ہے جہاں وہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہوتے ہیں۔ اس وقت ان کے راستے جدا ہوتے ہیں اور وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اپنا راستہ اختیار کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ زندگی کے ہر موڑ پر اس میں آخری اسٹاپ کا سامنا کرنا پڑتا ہے کبھی ہم اپنے دوست کو چھوڑتے ہیں کبھی رقیب کو اور کبھی ہمسفر کو۔ کیا چھوڑ دینا انسان کی فطرت میں شامل ہے؟ اللہ سے لو لگانے والے جانتے ہیں کہ اللہ ان کا ساتھ کبھی نہیں چھوڑتا۔ بندۂ مومن اور اللہ کے درمیان کوئی آخری اسٹاپ نہیں گویا اللہ ہی سب سے اچھا دوست، رقیب اور ہمسفر ہے۔ اس مادی زندگی میں ہر بشر کو دوسروں کا ساتھ چھوڑنا ہے اور اس زندگی کے آخری اسٹاپ سے گزرتے ہوئے نئی دنیا میں جانا ہے۔ اس زندگی کی ہر شے کو چھوڑنا ہو گا کیونکہ یہی قدرت کا فیصلہ اور قانون ہے۔ جبکہ آج کے دور کا انسان اس زندگی میں سکون و محبت تلاش کرنے کی ناکام کوشش کر رہا ہے جہاں کے لوگوں کی اکثریت کا آخری اسٹاپ ہر موڑ پر آتا ہے دوسروں کی زندگی میں آنے والے اپنی مرضی سے آتے ہیں اور اپنی مرضی سے چلے جاتے ہیں اور کبھی یہ پرواہ نہیں کرتے کہ ان کے اس عمل کا دوسروں پر کیا ردِ عمل ہو گا۔ آخر کار انسان اپنی فطرت اور خصلت کے ہاتھوں مجبور ہے۔ وہ زندگی کا اصل مقصد نہیں سمجھ پاتا۔ جبکہ زندگی ایک ایسی عجیب چیز ہے جو کبھی پھول کی طرح خوشبودار اور کبھی کانٹے کی طرح چبھن دار ہے۔ اس زندگی میں خواہشات آگ کی طرح بھڑکتی ہیں اور پھر ناکامی کا پانی اس آگ کو ٹھنڈا رہتا ہے اور کہیں انسان چاہت اور نفرت کا کھیل کھیلتا رہتا ہے۔ ایسے میں وہ نزدیکی اور دوری کے مراحل سے گزرتا ہے۔ زندگی کبھی آرزو ہے اور کبھی تکمیل اور انتظار اس سلسلے کی کڑی۔ بہادر شاہ ظفر نے کیا خوب کہا ہے

عمر دراز مانگ کر لائے تھے چار دن
دو آرزو میں کٹ گئے دو انتظار میں

زندگی کے سمندر میں جوش و جذبے کیساتھ امیدیں اور خواہشات پیدا ہوتی ہیں مگر ساحل پر موجود ناکامی کی چٹانیں ان کا دم خم ٹھنڈا کر دیتی ہیں۔ یوں ایک ناامید اور دل برداشتہ شخص اکیلا زندگی کی راہوں پر چلتا رہتا ہے۔ گویا

اکیلے چلنا ہی اس کے مقدر میں لکھا تھا۔

کاسمیٹکس کے مضر اثرات

(امبر انصاری۔ کراچی)

ایک اوسط عمر کے انسان کی جلد کا وزن تقریباً ڈھائی کلوگرام ہوتا ہے جلد چونکہ جسم کا سب سے بڑا عضو ہے جو جسم کی حفاظت کرتا ہے جسمانی حرارت برقرار رکھتا ہے کیمیائی رطوبتوں کے اخراج، گیسوں کے تبادلے، وٹامن ڈی بنانے پانی اور چکنائی جمع کرنے کا اہم کام انجام دیتا ہے اس کی کئی تہیں ہوتی ہیں جن میں بالوں کی جڑیں اور چکنائی اور پسینے کے غدود ہوتے ہیں جو کہ نہایت باریک مساموں کے ذریعے خارج ہوتے ہیں اگر یہ مسام کسی طرح بند ہو جائیں تو چہرے پر پھوڑے پھنسی اور کیل مہاسے نکل آتے ہیں اور عام طور پر انفیکشن بھی ہو جاتا ہے جس کے بارے میں سب جانتے ہیں کہ یہ جلد کے کھردرے پن اور داغ دھبے کا باعث ہوتا ہے جلد کے اندر دوران خون کا نہایت حساس نظام موجود ہے جو کہ ان مسامات کے بند ہو جانے سے بہت متاثر ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ خواتین بناؤ سنگھار کی بڑی دلدادہ ہوتی ہیں۔ اور کسی بھی قسم کی تقریب میں ان کی شرکت میک اپ کے بغیر ممکن نہیں ایک سروے کے مطابق بیوٹی پارلر بیوٹی کلینکس کی سینئر یا ماہر خواتین جلد کی ساخت سے بھی واقف نہیں اس کی فزیالوجی اور پیتھالوجی تو دور کی بات ہے ان کلینکس میں مسلسل 2 تا 4 گھنٹے محنت کر کے دلہن کو یا عام لڑکی کو سنوارا جاتا ہے جس میں طرح طرح کی کاسمیٹکس کی چیزیں اپنائی جاتی ہیں لپ اسٹک، آئی شیڈ، رنگین پنسل، چاہے وہ لپ پنسل ہو یا آئی پنسل، چکلوز، لوشن، پاؤڈر یا مسکارا یا ماسک، برف کا استعمال یا اسٹریم، یہ جلد پر ایسے مضر اثرات پیدا کرتے ہیں جو کہ جھریوں کی شکل میں بھی ظاہر ہوتے ہیں جس سے جلد کی قدرتی رعنائی بھی جاتی رہتی ہے اسی طرح میک اپ خصوصاً دلہنوں کے استعمال میں رہتا ہے بلکہ شادی یا نکاح سے پہلے باقاعدہ ایک بحث ہوتا ہے جس کے باربار استعمال سے نئی نویلی دلہن کی رنگت ماند پڑ جاتی ہے شادی سے پہلے دلہن کو ایک بہت بڑے عذاب سے گزرنا پڑتا ہے کہ اگر انہیں بیوٹیشنز کے حوالے کر دیا جائے تو وہ شادی سے چند روز پہلے ہی دلہن کے چہرے پر فیشل اور کلینزنگ کرنا شروع کر دیتی ہیں جس میں چہرے کو بھاپ دینا۔ برف کی سکائی، چہرے کی مالش، بھنوؤں کے بال نوچنا آنکھ کے پپوٹوں کو شیڈ دینا رخسار، تھوڑی اور اوپری ہونٹ کے بالوں کو دھاگے سے توڑنا شامل ہیں دلہن کی یہ ظاہری خوبصورتی محض چند گھنٹے کے لئے ہوتی ہے کہ جس کی وجہ سے ان کو اتنی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے اور یہ سب کچھ جو کہ اوپر تحریر کیا گیا ہے بار بار کروانا پڑتا ہے ورنہ چہرہ بگڑنے لگتا ہے خاص طور پر اگر بھنوؤں کے بال ایک بار نچوا لئے جائیں تو یہ عمل بار بار دہرانا پڑتا ہے ورنہ چہرہ بڑا بھیانک لگتا ہے اور جلد تو خراب ہوتی ہی ہے چونکہ آج کل کے دور میں میک اپ کرنا ضروری ہے لیکن ہلکا پھلکا میک اپ کر کے بھی اپنے آپ کو حسین اور جاذب نظر بنایا جا سکتا ہے۔

منزل

(نصرت جبین۔ ملیر ہالٹ، کراچی)

جب تمہیں ہو منزل کی تلاش... اور نہ ملے منزل
تو کسی سائے کی تلاش نہ کرنا
خود ہی چھاؤں بن جانا... دھوپ کے سامنے موم نہ بننا
کہ تم اپنی منزل... تلاش نہ کر سکو گے
مسلسل جدوجہد کرنا
چاہے ہو جائے رات... رات کو نہ پروانے بننا
کہ شمع کی تلاش کرنا پڑے
خود ہی بن جاؤ گر شمع... تو مل ہی جائے گی
اک روز تمہیں منزل

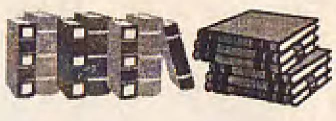

دارالمطالعہ

کسی قوم کی ابتری یا برتری کا دارومدار علم پر ہوتا ہے۔ علم سے محروم افراد اور قومیں معاشی، معاشرتی اور اخلاقی لحاظ سے پستی کا شکار ہو جاتی ہیں۔ علم کے فروغ کے لئے سلسلہ عظیمیہ کے کارکنان نے **"عظیمیہ روحانی لائبریری"** کے نام سے کراچی اور پاکستان کے دوسرے شہروں میں دارالمطالعے قائم کئے ہیں۔ جہاں پر ہر خاص و عام کے لئے مفت مطالعہ اور ممبر شپ فری کی سہولت موجود ہے۔

برائے حضرات (کراچی)

1- R-127/9 دستگیر سوسائٹی فیڈرل بی ایریا نزد رضیہ اسپتال۔ کراچی۔
2- A/9 ، C-1 ایریا ، لیاقت آباد۔ کراچی۔
3- مکان نمبر L-319 سیکٹر 5C-4 نارتھ کراچی۔
4- مکان نمبر R-748 سیکٹر 15-A-1 عقب ہارون شاپنگ ایمپوریم ، بفر زون ، نارتھ کراچی۔
5- مکان نمبر 8 مسجد حنفیہ نزد بلاک نمبر 116 سیکٹر F-11 نیو کراچی۔
6- L-384 سیکٹر D-5 معمار آباد ، سرجانی ٹاؤن۔ کراچی۔
7- پلاٹ نمبر 542 سیکٹر 8، ایل۔ مین چالیس کا روڈ، نزد فاطمہ کلینک ، اورنگی ٹاؤن۔ کراچی۔
8- مکان نمبر 286 سیکٹر E-4 نزد جامع مسجد محمدی، اورنگی ٹاؤن۔ کراچی۔
9- گلشن بہار سیکٹر 16 نزد عظیم ڈیکوریشن اورنگی ٹاؤن۔ کراچی۔
10- 1-106 نزد شہنائی پیلس۔ شاہ فیصل کالونی نمبر 3۔ کراچی۔
11- F-2/854 نزد طیبہ مسجد ، سعود آباد ، ملیر کالونی۔ کراچی۔
12- ایریا 73 - B کہکشاں سوسائٹی۔ ملیر ہالٹ۔ کراچی۔
13- D 36 مکان نمبر 86 نزد بلدیہ گرلز اسکول ، قبال گراؤنڈ (زمان آباد) لانڈھی۔ کراچی۔
14- مکان نمبر 1 سیکٹر R کورنگی ڈیڑھ نمبر ، مین روڈ نزد فرحان کولڈ ڈرنک۔ کراچی۔
15- SC-8 باغ ابراہیم بالمقابل دانش گاہ ہائی اسکول، ملیر سٹی۔ کراچی۔
16- 31/4 شیٹ نمبر 23 نزد 9C بس اسٹاپ ،ماڈل کالونی۔ کراچی۔
17- 10/7 کاشانہ کلثوم ، ڈرگ روڈ کینٹ بازار ، نزد رونق ڈیکوریشن ۔ کراچی۔
18- A-349 نمبر 1، گلشن حدید۔ کراچی۔
19- سیکٹر نمبر B-5/3 پہلوی روڈ ، منظور کالونی۔ کراچی۔
20- گلی نمبر 26 محمود آباد نمبر ساڑھے پانچ۔ کراچی۔
21- مکان نمبر 32 سیکٹر A / 3 شاہراہ وقاص، سعید آباد بلدیہ ٹاؤن۔ کراچی۔
22- گلی نمبر 26، بلاک B ، محمدی روڈ ، شیر شاہ کراچی۔
23- نوالین گلی نمبر 3 ، محراب خان ، عیسیٰ خان روڈ، لیاری۔ کراچی۔
24- 104/4 بالمقابل عید گاہ پارک "D" روڈ ، بہار کالونی، لیاری۔ کراچی۔

برائے خواتین (کراچی)

25- R-130/9 دستگیر سوسائٹی، فیڈرل بی ایریا رضیہ اسپتال۔ کراچی۔
26- مکان نمبر L-319 سیکٹر 5C-4 نارتھ کراچی۔
27- مکان نمبر R-748 سیکٹر 15-A-1 عقب ہارون شاپنگ ایمپوریم بفر زون۔ نارتھ کراچی۔
28- مکان نمبر 261 سیکٹر F-13 اورنگی ٹاؤن۔ کراچی۔
29- مکان نمبر R-1-3/13 قصبہ کالونی، منگھوپیر روڈ۔ کراچی۔
30- BN-48 بلاک "M" بینظیر کالونی سیکٹر نمبر ساڑھے گیارہ اورنگی ٹاؤن۔ کراچی۔
31- D4/99 ملیر کالونی، نشتر اسکوائر۔

کراچی۔

32- مکان نمبر10-9گلی نمبر1 سیکٹر C، پنجاب روڈ منظور کالونی۔ کراچی۔

33- D-37 گلی نمبر19۔ محمود آباد5۔ کراچی۔

34- MC-150 سروے نمبر97 گرین ٹاؤن۔ کراچی۔

برائے حضرات (سندھ)

35- بالمقابل پیراڈائز نرسری کینٹ روڈ، بدین۔

36- خانزادہ محلہ یونٹ نمبر5 شاہی بازار نوشہرو فیروز۔

37- نزد سندھ الیکٹرک اسٹور بھریاسٹی۔ ضلع نوشہرو فیروز۔

38- حق باہو آٹو ورکس ، اسٹیشن روڈ بھریا روڈ۔ ضلع نوشہرو فیروز۔

39- B-11,12 قلعہ ایریا عقب پولیس اسٹیشن ٹنڈو الہٰ یار، ضلع حیدر آباد۔

40- مکان نمبر68 بلاک نمبرD یونٹ 9 لطیف آباد، حیدر آباد۔

41- دکان نمبر485 بلاک C بلدیہ شاپنگ کمپلیکس، میرپور خاص۔

42- نزد مہاجر مسجد، ٹنڈو غلام علی روڈ ڈگری، ضلع میرپور خاص۔

43- نزد تاج امروی مسجد، محلہ رحمت پور، لاڑکانہ۔

44- محلہ کڑی عطا محمد خان، شکارپور۔

45- نزد HBL ڈگری، ٹنڈو غلام علی روڈ، ڈگری ضلع میرپور خاص۔

برائے خواتین (سندھ)

46- معرفت لیاقت علی ، صدیق کمہار گوٹھ، مکان نمبر542 وارڈ نمبر6۔بدین۔

47- کلیم پیلس c/48 بلاک E یونٹ نمبر8 لطیف آباد، حیدر آباد۔

48- قاضی عبدالقیوم روڈ، گاڑی کھاتہ، حیدر آباد۔

49- ہاؤس ڈاکٹر ذوالفقار علی سیف نور اسلام محلہ سانگھڑ۔

50- مکان نمبر 250 بلاک 2 ، نزد مجید سائیکل ورکس، ایم اے جناح روڈ سانگھڑ۔

51- معرفت منور احمد خان۔ فوڈ انسپکٹر شاہی بازار شاہ پور چاکر سانگھڑ۔

52- کریم ٹاؤن نزد قائم سینما، میرپور خاص

برائے حضرات (پنجاب)

53- بہار کالونی نمبر2 نزد اتفاق ہسپتال، کوٹ لکھپت روڈ، لاہور۔

54- اقبال پورہ گلی نمبر4، سانگلہ ہل، ضلع شیخوپورہ۔

55- سپر مارکیٹ نزد امجد ہسپتال، منڈی بہاؤالدین۔

56- بمقام ڈاکخانہ پھوکی براہ قلعہ دیدار سنگھ ضلع گوجرانوالہ۔

57- گلی نمبر6/17 نزد آفس کونسلر محمد پورہ، فیصل آباد۔

58- گلی نمبر2 محلہ رحمت آباد سرگودھا روڈ گجرات۔

59- گلی نمبر1 کمرہ نمبر109 فرسٹ فلور قادر منزل محلہ عثمان پورہ۔ راولپنڈی۔

60- نزد فیلکن پبلک اسکول فیصل کالونی نمبر2 فیصل آباد روڈ۔ اوکاڑہ۔

61- نزد ذاکر دواخانہ ،ؤب نمبر1 مانسہرہ

62- MCB 3/508 محلہ عثمان آباد راولپنڈی روڈ، چکوال۔

63- نزد حوالدار ہوٹل ، بڑکی روڈ، گوجر خان۔

64- D-273 لین نمبر 12 لالہ رخ، واہ کینٹ۔

برائے خواتین (پنجاب)

65- 2-A-88 پنجاب گورنمنٹ ہاؤسنگ سوسائٹی۔ نزد جوہر ٹاؤن لاہور۔

66- 9 ،ہیڈن روڈ، لاہور۔

67- E-23 اولڈ تھرمل پلانٹ، عبداللہ پور، فیصل آباد۔

برائے حضرات (سرحد)

68- سٹی پلازہ۔ گھنٹہ گھر، پشاور۔

برائے حضرات (آزاد کشمیر)

69- کلیال بلڈنگ چوک شہیداں۔ میرپور آزاد کشمیر۔

70- بالمقابل فرنیچر 2000، دوسری منزل ریڈیو اسٹیشن چوک، مظفر آباد، آزاد کشمیر۔

برائے خواتین (بلوچستان)

71- 10-9/2856 قلات اسٹریٹ عبداللہ جان کالونی۔ جیل روڈ ہدہ۔ کوئٹہ۔

72- مکان نمبر 23 شیخان اسٹریٹ، ارباب کرم خان روڈ، کوئٹہ۔

میزبانِ رسول ﷺ کے دیس میں

عظیمی صاحب کا سفرنامہ ترکی

راوی: طاہرہ نثار۔ مانچسٹر

حضرت ابوایوبؓ کے مزار مبارک کے اردگرد بہت سے کیفے اور ریسٹورنٹ ہیں۔ ایک ریسٹورنٹ جو اسپیشل ترکی پیزا Pizza کے لئے مشہور ہے۔ اس کو ہم اپنی زبان میں قیمہ اور پنیر لگا تندوری پراٹھا کہیں گے جو کہ آرڈر پر بالکل تازہ آپ کے سامنے بنایا جاتا ہے۔ یہ ہمیں بہت پسند آیا یہاں کے باقی ماندہ کھانے بھی بہت لذیذ تھے۔ اس علاقے میں ایک اور ریسٹورنٹ بھی ہمیں پسند آیا جس کی تیار کردہ سبزیاں اور چنے کا سالن مرشد کریم کو پسند آئے تھے۔ وہاں قیام کے دوران ہم نے زیادہ تر ان دو ہی جگہوں پر کھانا کھاتے تھے۔ اول الذکر ریسٹورنٹ کا مالک تھوڑی بہت انگلش جانتا تھا۔ اس سے ہمیں بہت مدد مل جاتی تھی۔ ہم جب بھی کہیں سیر کے لئے جانے کا پروگرام بناتے تو وہ جگہ کہاں واقع ہے اور اس جگہ کیسے پہنچنا ہے اس بارے میں ضروری معلومات دیا کرتا تھا۔ اللہ اس کا بھلا کرے بہت ہی خوش اخلاق آدمی تھا۔ جب ہم نے گولڈن ہارن جانے کی خواہش کا اظہار کیا تو اس نے بتایا کہ یہ جگہ یہاں سے قریب ہی ہے جہاں صرف بذریعہ ٹیکسی ہی جانا مناسب ہے۔ اس نے خود ہی ٹیکسی ڈرائیور کو سمجھا دیا۔ بعد میں ہمیں پتہ چلا کہ یہاں پہنچنا اتنا آسان کام نہیں تھا۔ پتلی سی سڑک اور اتنی خطرناک حد تک چڑھائی تھی کہ اگر ذرا سی بھی چوک ہو جائے تو گاڑی تیزی سے پیچھے کو بھاگتی چلی جائے گی۔ ہمارا ڈرائیور بہت ہوشیار آدمی تھا وہ بڑی مہارت سے ہمیں مطلوبہ مقام پر لے گیا۔ یہ ایک بہت گنجان آباد علاقہ ہے۔ اردگرد سینکڑوں پرانے گھر تھے بالکل چوٹی پر ایک قہوہ خانہ تھا۔ میز کرسیاں بچھی ہوئی تھیں۔ ہمارے سامنے ڈھلان میں کافی نیچے گھاٹ کا نیلگوں پانی۔ اس کے دوسرے کنارے پر استنبول کا قدیم اور خوبصورت شہر جس کی عمارات درجہ بدرجہ رکھی ہوئی لگتی تھیں بہت ساری مسجدوں کے گنبد اور مینار حتیٰ کہ ایا صوفیہ کا گرجا اور اس کے سامنے نیلی مسجد تک سب نظر آرہے تھے۔ یہ حسین منظر اپنا جواب آپ ہی ہے۔

قہوہ خانے کا مالک ہمارے لئے گرم گرم قہوہ لے آیا۔ کہتے ہیں کہ اپنے وقت کے مشہور فرانسیسی شاعر پیرا لوتی (PERRE LOTTI1850-1923)کی عمدہ نظموں کا محرک یہی جگہ تھی۔ یہاں بیٹھ کر وہ قدرت کے اس حسین نظارے کو دیکھا کرتا تھا اور پھر اپنے شاندار تخیلات کو کاغذی سطح پر درج کرتا جاتا تھا۔

یہاں پر قدرت نے واقعی اپنے خزانے بڑی فیاضی سے لُٹائے ہیں۔

طے یہ پایا کہ واپس پیدل ہی جانا چاہئے۔ سارا راستہ ڈھلان کا ہی تھا چھوٹی اینٹوں کی بنی ہوئی تنگ سی سڑک تھی جس کے اردگرد قبرستان تھا، یہ قبرستان بھی غیر معمولی تھا جس نے ہماری توجہ اپنی طرف کھینچ لی۔ اس قبرستان کی تمام قبریں پختہ تھیں ان پر لگے کتبے بھی ہمارے لیے غیر معمولی تھے۔ یہ کتبے گول ستون کی طرح بنائے گئے تھے ان کتبوں کے سروں کو دیکھ کر قبر میں دفن ہستی کی کسی حد تک شناخت ہو سکتی تھی وہ اس طرح کہ ایک تو اس پر دفن شدہ ہستی کی

عمر اور وفات کی تاریخ لکھی ہوئی تھی اور ہر ستون کا سرا دوسرے سے مختلف تھا کسی پر گول سر بنا کر اسکارف بنایا گیا تھا کسی پر دو چوٹیاں گندھی بنی ہوئی تھیں، اس سے پتہ چلتا تھا کہ یہ خواتین کی قبریں ہیں مُردوں کی قبروں پر، دستار، پگڑی یا ترکی ٹوپی بنی ہوئی تھی۔ اس سے پتہ چل جاتا ہے کہ کس میں پیر طریقت، علماء یا مشائخ یا سرکاری عہدیدار یا سوشل ورکر دفن ہیں اور تو اور ستونوں کی لمبائی سے عالی نسبی اور مالی برتری کا بھی اندازہ ہو سکتا ہے۔ جتنا کوئی امیر یا بلند مرتبہ ہے اتنا ہی ستون لمبا ہے بچوں اور بچیوں کی قبروں کا امتیاز بھی اسی طرح سے کر سکتے ہیں۔ ایک جگہ تو چار پانچ قبروں کی جگہ پر دس بارہ ستون کھڑے تھے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہاں قبریں اوپر نیچے ہیں۔

یہاں شعر و شاعری نظر نہیں آئی۔ جس طرح کہ پاکستان میں اکثر قبروں پر شعر لکھے ہوتے ہیں۔ ایک مرتبہ گوجرانوالہ کے قبرستان میں جانے کا اتفاق ہوا قبرستان کی جگہ ہے تو بہت سنجیدہ جگہ لیکن اگر آپ وہاں لکھے گئے شعر پڑھیں تو بے اختیار ہنسی نکل جائے۔

وہاں ایک 80 سالہ عورت کی قبر پر یہ مصرعہ لکھا ہے

" حسرت ان غنچوں پہ جو بن کھلے مرجھا گئے "

چلتے چلتے ہم محکمہ اوقاف کے لنگر خانے میں جا پہنچے۔ یہ ایک بہت بڑی عمارت ہے جس میں بہت سارے کمرے ہیں۔ وہاں آفس، اسمبلی ہال، مذبح خانہ جہاں صدقے کے جانور ذبح کئے جاتے ہیں ایک بہت بڑا کچن جس میں بہت بڑے بڑے دیگچے پک رہے تھے، موجود تھے۔ اس میں جھانکا تو کافی اسٹاف کام کرتا نظر آیا۔ خواتین کالے حجاب میں ملبوس مردوں کے شانہ بشانہ سبزی ترکاری بنانے میں مصروف تھیں، میز پر ایک بڑی دیگ نما دیگچے کا میں نے ڈھکن اٹھایا تو وہ گرم گرم حلوے سے بھرا ہوا تھا۔ ہمیں دیکھ کر ایک آدمی مسکراتا ہوا آگے بڑھا اور اپنی ترکی زبان میں پوچھا آپ کھانا کھائیں گے میں نے جلدی سے بچوں کی طرح نفی میں سر ہلا دیا لیکن الشیخ عظیمی صاحب نے فرمایا

" لے لو بھئی یہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا لنگر ہے "۔ یہ سن کر میں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اس نے اسٹین لیس اسٹیل کی پلیٹ میں بہت سارا حلوہ ڈال دیا جو ہم سب نے کھایا۔ مرشد کریم نے تو بس تھوڑا سا چکھا (کیونکہ آپ میٹھا نہیں کھاتے) پلیٹ واپس دیتے وقت آپ کے کہنے پر ہم نے کچھ رقم لنگر میں نذرانے کے طور پر پیش کی جو شکریے کے ساتھ قبول کر لی گئی۔ اب نماز ظہر کا وقت ہو رہا تھا اس لئے واپسی کا ارادہ کیا اور جامع سلطان میں نماز ادا کرنے کے بعد کھانا کھایا۔

نیلی مسجد یا مسجد سلطان احمد، ایک بہت ہی خوبصورت مسجد ہے یہ اپنے چھ میناروں کی وجہ سے مشہور ہے جس کو سلطان احمد نے 1609ء سے لے کر 1616ء کے عرصے میں تعمیر کروایا تھا مسجد کے اندر نیلے اور سفید رنگ کی خوبصورت اور بیش قیمت Iznic tiles لگائی گئی ہیں۔ شام کے وقت جب ان Tiles پر نیلم کی صورت میں لائٹیں ڈالی جاتی ہیں تو بہت حسین نظارہ پیش کرتی ہیں۔

اس مسجد کا گنبد 23 میٹر چوڑا ہے اور اس کی اونچائی 43 میٹر ہے گنبد کو سہارا دینے کے لئے چار ستون بنائے گئے ہیں ہر ستون 5 میٹر چوڑا ہے۔ مسجد کے اندر بہترین نقاشی کی گئی ہے کھڑکیوں کے شیشے رنگ برنگے بنائے گئے ہیں۔ مسجد میں بڑے بڑے فانوس لٹک رہے ہیں درمیان والا فانوس تو اتنا بڑا ہے کہ اس سے بڑا فانوس میں نے دنیا میں کہیں اور نہیں دیکھا۔ ہم جب اس مسجد کو دیکھنے گئے تھے تو ظہر کی نماز کا وقت قریب تھا۔ امامت کرانے کو جو امام صاحب آئے وہ کلین شیو اور تھری پیس سوٹ میں ملبوس تھے۔ انہوں نے آکر مسجد میں پہلے سے رکھی ٹوپی اٹھا کر پہن لی اور وہیں پر رکھا ہوا جبّہ اٹھا کر پہنا اور امامت کے لئے تیار ہو گئے۔ یہاں ہر نماز میں سورہ فاتحہ کئی کئی بار پڑھتے ہیں اور دعا بھی لمبی ہوتی ہے جو کہ آدھی امام کرواتا ہے اور آدھی پیچھے سے موذن کراتا ہے ہم نے نماز کے بعد امام صاحب سے سلام دعا کی اور ان سے پوچھا کہ آپ کو عربی زبان آتی ہے انہوں

نے جواب دیا " شوئے شوئے "۔ یعنی بہت تھوڑی۔ ترکی بھائیوں سے باتیں تو کرنے کو بہت دل چاہتا تھا لیکن السلام علیکم اور وعلیکم السلام اور مسکراہٹ کے تبادلے کے علاوہ بات آگے نہیں بڑھ سکتی تھی۔ ہمارے بالکل سامنے جامع سلطان ایوب اور اس کے بائیں طرف کو صرف چند قدم کے فاصلے پر مزار مبارک ہے۔ یہ درگاہ شریف صرف اس چار دیواری کا نام نہیں ہے جو کہ صرف چند پتھروں اور اینٹوں سے بنی ہے یا دکانوں، ہوٹلوں، قہوہ خانوں یا نذرانوں کی ساخت نہیں بلکہ ایک جلیل القدر صحابی رسول مقبول ﷺ کی عظیم الشان للّٰہیت کے کبھی بھی نہ مٹنے والے نقوش و اثرات ہیں جو ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت کی طرح ہر وقت اس مقدس نورانی فضا میں موجود رہتے ہیں۔ وہ مبارک اور خوش نصیب ہستیاں جو ان فیضانِ قدس کو محسوس کر سکتی ہیں اور مشاہدہ کر سکتی ہیں صرف وہی ان کی قدر و قیمت سے واقف ہیں۔ یہ ان مبارک انوارات کی ہی مقناطیسی کشش ہے کہ صدیوں سے طالبانِ راہ حق اس جگہ آتے ہیں اور ان فیوض و برکات سے اپنے دامن بھر کر لے جاتے ہیں۔ یہاں آپ کو ہر وقت سینکڑوں مرد و عورت، بچے اور ہر عمر اور طبقے کے آتے جاتے دکھائی دیں گے لیکن کیا مجال ہے کہ کوئی اونچی آواز میں کلام کرے یا شور شرابہ آپ کو دیکھنے کو ملے بلکہ ہر کوئی سلام میں پہل کرتا نظر آتا ہے سب کے چہروں پر ایسا سکون جھلکتا ہے جو کہ دنیا کے کسی اور خطے میں نظر نہیں آیا مرشد کریم کے کمرے کی کھڑکی سے مزار شریف صاف نظر آتا تھا اور پورے صحن کا منظر بھی، کھڑکی کے بالکل نیچے پانی کے فوارے اتنے خوبصورت لگتے تھے کہ آپ اس کو گھنٹوں دیکھ سکتے ہیں۔ سارا دن پرندوں کے

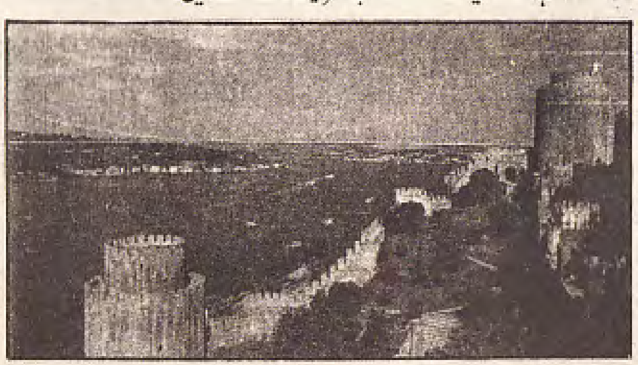

چہچہانے کی آوازیں آتیں اور فواروں کے پانی کا مترنم رِم جھم سنائی دیتا۔ ہمارے نیچے چونکہ ریسٹورنٹ تھا اور دائیں بائیں بھی قہوہ خانے تھے اس لئے سینکڑوں کی تعداد میں میز و کرسیاں قرینے سے رکھی رہتیں۔ جن پر بیٹھ کر لوگ بڑی دیر تک کھاتے پیتے رہتے زیادہ تر لوگ ترکی قہوہ پینا ہی پسند کرتے ہیں۔ ترکی کے لوگ بہت صحت مند نظر آتے ہیں۔ کسی مرد کی توند بڑھی نظر نہیں آئی۔ عورتیں ذرا پھیلی ہوئی لگتی تھیں۔ شاید اپنے لباس کی وجہ سے کیونکہ وہ ہر وقت برقعہ نما بڑے بڑے کوٹ پہنے رہتی ہیں۔ ایک تو مزار شریف کا علاقہ بہت بارونق اور پُرامن ہے دوسرے ہماری رہائش گاہ بہت اچھی تھی اس لئے اپنے کمروں میں بڑا دل لگتا تھا۔ کھڑکی سے باہر دیکھیں تو حسین منظر آنکھوں کو لُبھاتا تھا، کمرے کے اندر کی فضا اجلی، صاف ستھری، آرام دہ اور ہوادار۔ ہوٹل کے کارکن اور مینیجر سب کے سب بہت بااخلاق تھے۔ جب بھی ہم باہر سے آتے ہماری قہوے سے تواضع کی جاتی مرشد کریم عظیمی صاحب کی خصوصی تعظیم ان کا شیوہ تھا۔ اگر وہ اوپر سے سیڑھیاں اتر کر نیچے آرہے ہوتے تو یہ لوگ ادب سے کھڑے ہو جاتے اور تو اور مزار شریف کی زیارت کے لئے آئے ہوئے لوگ خصوصی ادب و احترام کا مظاہرہ کرتے۔ مجھے ایسا لگتا تھا جیسے اللہ تعالیٰ کی جانب سے اعلان کر دیا گیا ہو کہ اللہ کے دوست الشیخ عظیمی صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں۔

آج علی الصبح جب ہم نماز ادا کرنے کے لئے جامع سلطان احمد جارہے تھے تو حضرت عظیمی صاحب نے فرمایا تھا "اگر ہم یہاں کسی بیمار کے سر پر ہاتھ رکھ دیں اور اللہ تعالیٰ اس کو شفا دے دیں تو یہاں پر بھی مریضوں کا تانتا بندھ جائے گا"۔

ابھی ہم چند قدم ہی چلے ہوں گے کہ ایک عورت اپنے بچے کے ساتھ سامنے سے آتی دکھائی دی اس نے بچے کو بازو سے پکڑ کر آپ کے سامنے کرتے ہوئے کہا "کوکو" اور اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیا اور منہ سے پھونک ماری۔ جس کا مطلب تھا کہ اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر دم کر دیجئے۔ اب پتہ نہیں اس بچے کو کیا تکلیف تھی یا یوں ہی برکت کے لئے کہہ رہی تھی عظیمی صاحب نے شفقت سے اُس کے سر پر ہاتھ رکھا اور پھر اسی دن جب ہم مزار شریف کے اندر مراقبہ کر رہے تھے تو ایک بچہ جسے اس کی ماں نے اُٹھایا ہوا تھا مجھے دیکھنے میں ہینڈی کیپ سا لگ رہا تھا کیونکہ اس کا سر جسم کی مناسبت سے بہت بڑا تھا۔ اس عورت نے اپنے بچے کو مرشد کریم کی گود میں ڈال دیا اور بڑے عاجزانہ انداز میں اپنی زبان سے کچھ کہنے لگی اسے پتہ تھا کہ ہم ترکی نہیں ہیں اس کی زبان کی سمجھ نہیں آئے گی اس لئے ہاتھ کے اشارے سے حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے مزار شریف کی جانب اشارہ کر کے ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے اور مرشد کریم سے کہنے لگی اس کے اوپر شو شو کرو۔ میری سمجھ میں آیا کہ وہ کہہ رہی ہے کہ صاحبِ مزار کے صدقے میں اللہ تعالیٰ سے التجا کیجئے کہ میرا بچہ صحت مند ہو جائے اور اگر آپ ایسا کر کے میرے بچے پر پھونک ماریں گے تو یہ صحت یاب ہو جائے گا...... آپ نے اس کے لئے دعا کی اور بچے پر دم کیا۔ وہ بہت مطمئن اور خوش ہو گئی۔

اس کے بعد تو اب معمول ہی ہو گیا تھا اکثر ہی لوگ آپ سے دعا کی درخواست کرتے۔ پھر ایک مرتبہ ایک عورت بڑی سی پانی سے بھری بوتل لے کر آئی آپ سے درخواست کی کہ اس پر دم کریں۔ جب آپ نے دم کر دیا تو اُس نے پھر آپ سے کہا ایک گھونٹ پانی پی لیں...... ایک بات جو مجھے عجیب لگتی تھی وہ یہ تھی کہ ہم چاروں میں کسی اور کے پاس کوئی نہیں آتا تھا اور نہ ہی کسی اور کو ہم نے دیکھا کہ لوگ خصوصی توجہ دے رہے ہوں۔ یہ صرف مرشد کریم کے ساتھ ہی لوگوں کا رویہ تھا۔ چھوٹے بچے اور بچیاں اکثر ماؤں کی انگلی چھوڑ کر آپ کے پاس آجاتے آپ کا ہاتھ پکڑ کر بوسہ دیتے۔ ایک دفعہ تو میں نے پوچھ ہی لیا کہ "بابا جی! یہ کیا اللہ میاں کا راز ہے۔ اگر ہم یہ کہیں کہ آپ نے شلوار قمیض پہن رکھی ہے تو وہ ہم سب نے بھی پہنی ہوئی ہے یا آپ کی ریش مبارک ہے تو نثار صاحب بھی داڑھی والے ہیں۔ میں بھی اسکارف اوڑھے ہوں تو یہ لوگ آپ ہی کو کیسے جانتے اور پہچانتے ہیں"۔

میری اس بات پر آپ مسکرائے اور فرمایا "یہ سب لاشعوری تحریکات ہیں۔ ہر انسان کا لاشعور دوسرے کے لاشعور سے واقف ہے"۔

آپ کا مطلب یہ تھا کہ جو بندہ اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنا دوست بنا لیتے ہیں۔ جس بندے کو اللہ تعالیٰ اپنا دوست اور محبوب بنا لیتے ہیں اس میں اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات کا ذخیرہ ہو جاتا ہے۔ یہ انوار ایسی مقناطیسی لہریں ہیں جو اس کے جسم سے خارج ہوتی رہتی ہیں جن سے مخلوق ان کی جانب کھنچی چلی آتی ہے اور یہ سب لاشعوری طور پر ہوتا ہے۔ روحانی آدمی کے جسم مثالی میں انوار و تجلیات کا یہ ذخیرہ مخلوق کے جسم مثالی کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ ہمارے مادی اجسام کو چونکہ جسم مثالی ہی کنٹرول کرتا ہے اس لئے نہ سمجھتے ہوئے بھی لوگ اس کی جانب راغب ہو جاتے ہیں......

کئی مرتبہ میں نے دیکھا کہ مرد حضرات آپ سے گلے ملنے کی خواہش کرتے اور ہر آدمی ہی محبت بھری مسکراہٹ ضرور دیتا۔ ایک دفعہ مزار شریف کے سامنے فواروں کے پاس ہم بینچ پر بیٹھے تھے کہ ایک خاتون چند قدم کے فاصلے پر کھڑی آپ کی جانب بڑی محویت سے دیکھتی

نظر آئی۔ اس کو جب یہ احساس ہوا کہ میں نے اس کو دیکھ لیا ہے تو جھینپ سی گئی۔ میں نے اس کی جانب مسکرا کر دیکھا تو اس کو حوصلہ سا ہو گیا وہ چند قدم آگے بڑھ کر عظیمی صاحب کے سامنے آگئی اور آپ کو قریب سے جھک کر سونگھنے لگی اور لمبے لمبے سانس لے کر کچھ کہا۔ شاید کہہ رہی تھی آپ سے بڑی اچھی خوشبو آرہی ہے میں نے بھی اثبات میں سر ہلا دیا۔

یہ پورا ہفتہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں انعام لگتا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ ہم اس کے مہمان ہیں۔ مرشد کریم کی طبیعت اب ایسی ہو گئی ہے کہ بس پرہیزی کھانے ہی کھاتے ہیں۔ ہمیں یہ فکر تھی کہ ہوٹل میں کھانا اگر کھایا تو پتہ نہیں ان کو راس آئے گا کہ نہیں۔ لیکن شکر ہے سب ٹھیک ہی رہا۔ وہ تو کھاتے بھی بہت تھوڑا ہیں۔

رات کو چونکہ خوب بارش ہوتی رہی اور ہم اچھی طرح سو نہیں سکے تھے اس لئے موذن کی آواز سے ہڑبڑا کر اٹھے۔ مسجد پہنچے تو دیکھا کہ جماعت تو ہو چکی ہے (پوری مسجد صبح کے وقت بھی نمازیوں سے بھری ہوئی تھی) اور بھی بہت سارے لوگ ابھی تک آرہے تھے۔ ہم نے بھی نماز ادا کی اور اپنے ہوٹل میں واپس آگئے اور مراقبہ مرشد کریم کے کمرے میں کیا۔ چونکہ یہاں کی فضا بہت نورانی ہے اس لئے بہت لطیف بھی ہے جس سے فوراً ہی یکسوئی قائم ہو گئی۔

پھر اچانک ایسا لگا کہ کمرے میں بہت پیاری سی بھینی بھینی خوشبو پھیل گئی ہے اتنے میں مرشد کریم درود شریف پڑھتے ہوئے اٹھ کر باادب کھڑے ہو گئے۔ ہم نے بھی آپ کی تقلید کی اور فوراً سر جھکا کر (بند آنکھوں سے ہی) کھڑے ہو کر درود شریف پڑھنا شروع کر دیا۔ کافی دیر کے بعد آپ دوبارہ بیٹھ گئے۔ مراقبہ بدستور جاری تھا۔ دعا کے بعد مرشد کریم نے فرمایا "حضرت ابو ایوب انصاریؓ تھے"۔ اس کے بعد آپ خاموش ہو گئے۔

اس سکوت کو توڑنے کی ہمت کسی میں بھی نہ تھی۔ چند لمحوں کے بعد نثار صاحب آہستہ سے اٹھے اور نیچے ریسٹورنٹ میں قہوہ کا آرڈر دینے کے لئے چلے گئے۔ اس دن ہم نے دیکھا کہ مرشد کریم غیر معمولی طور پر بہت خوش نظر آرہے تھے۔ آپ کے چہرہ مبارک کی رنگت گلنار ہوتی جارہی تھی۔ بس ایک دفعہ فرمایا "حضرت ابو ایوب انصاریؓ بہت خوش تھے کہ ہم یہاں آئے ہیں"۔

قہوہ پی کر ہم لوگ نیچے آگئے اور ناشتہ کی ٹیبل کا رخ کیا جب ویٹر نے ناشتہ پیش کیا تو دیکھا کہ یہ تو پُر تکلف دعوت لگتی تھی سب سے پہلے مسور کی دال کا مزیدار سوپ دیا گیا اس کے بعد جو پلیٹیں ہمارے آگے رکھی گئیں ان میں کئی طرح کے پنیر، اُبلے انڈے، زیتون، خالص شہد، گھر کا تازہ مکھن، جام اور ترکی کی تازہ بنی ہوئی مزیدار بریڈ۔ واہ بھئی واہ زندگی کا مزہ تو اب آیا۔ ہم نے خوب سیر ہو کر اس ناشتے کے ساتھ انصاف کیا۔ اس وقت کو جب بھی یاد کرتے ہیں تو منہ میں پانی آجاتا ہے یہاں انگلینڈ میں تو ہم صرف صبح کو ایک کپ چائے پیتے ہیں پھر بارہ بجے کے قریب ناشتہ کرتے ہیں جو کہ عموماً ایک انڈا تلا ہوا اور دو ٹوسٹ چائے کے ساتھ اور بس۔ یہاں آکر جو اسپیشل Treatment یا میزبانی ملی مجھے فکر تھی کہ اس سے ہماری عادت نہ بگڑ جائے۔

ہم دونوں میاں بیوی پہلے ہی خوب خوب پیٹو ہیں۔ اس کے بعد سلطان ایوب کے علاقے کے اس انصاری ہوٹل میں صبح ہونے کی خوشی اس لئے بھی زیادہ ہوتی تھی کہ مزے کا ناشتہ ملے گا۔ اس وقت دن کے 9 بجنے کو تھے اس لئے مزار شریف کا رخ کیا۔

مرشد کریم مزار شریف پر حاضر ہونے کو بے تاب تھے۔ باہر اب بہت ہی چمکیلی دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ تمام سبزہ زار دھل دھلا کر بہت خوبصورت ہو گیا تھا۔ ایسا لگتا تھا

کہ پھلوں پھولوں شجر حجر نے نئے لباس زیب تن کر لئے ہیں پرندے اپنی اپنی راگنیاں الاپ رہے تھے مسجد کے صحن میں ہزاروں کبوتر غٹرغوں غٹرغوں کر رہے تھے۔ وہاں قریب ہی کبوتروں کا دانہ فروخت ہوتا ہے لوگ خرید کر اپنے ہاتھوں سے ان کو کھلاتے ہیں...... مزار شریف کے ارد گرد کا سارا علاقہ حالانکہ بہت مصروف علاقہ ہے بہت ساری کیفے، دکانیں اور مٹھائی فروش، آئس کریم بیچنے والے ہیں ہزاروں زائرین اِدھر سے اُدھر آتے جاتے ہیں لیکن کیا مجال جو آپ کو وہاں کسی قسم کا ہلاگلا دکھائی دے یا بے ہودگی یا بد تمیزی کا مظاہرہ ملے۔ بلکہ وہاں تو کوئی اونچی آواز میں بولتا تک نہیں۔ بس سکون ہی سکون کا ڈیرا ہے اور تو اور یہاں کسی کو بھیک مانگتے بھی نہیں دیکھا۔ شاید ایک آدھ ہو تو ہو۔ ہم نے مزار شریف پر حاضر ہو کر نذرانہ عقیدت پیش کیا اور پھر واپس آکر فواروں کے پاس بنچ پر بیٹھ گئے۔ نرم گرم دھوپ بڑی اچھی لگ رہی تھی۔ کچھ دیر وہاں بیٹھے رہے۔ نثار صاحب نے مرشد کریم سے پوچھا حضور آج کہاں کی سیر کی جائے؟ بادل پھر آسمان پر دکھائی دے رہے تھے۔ پہلے تو سوچا کہ موسم کے تیور ٹھیک نہیں آج گھر پر ہی رہتے ہیں۔ پھر سوچا کہ گرم کپڑے بیگ میں ساتھ رکھ لیتے ہیں اگر سردی لگی تو پہن لیں گے۔ یہ سوچ کر نثار صاحب اور محبوب بھائی گرم کپڑے اور بیگ لینے کے لئے ہوٹل چلے گئے۔ میں اور مرشد کریم جب وہاں اکیلے رہ گئے تو میں نے جسارت کر کے پوچھ ہی لیا کہ "حضور صبح جب حضرت ابو ایوب انصاریؓ تشریف لائے تھے تو آپ نے کیا فرمایا تھا؟" مرشد کریم نے فرمایا "حضرت ابو ایوب انصاریؓ آج بہت ہی خوش تھے انہوں نے مجھ عاجز بندے پر بہت ہی نوازشات انعامات اور اکرامات کی بارش کی۔ مجھے گلے سے لگا کر پیار کیا، ماتھا چوما اور اس طرح شفقت فرمائی جس طرح ایک بہت ہی شفیق دادا اپنے پوتے سے پیار کرتا ہے اور فرمایا "ہم نے آپ کا ورثہ نورِ نبوت آپ کو منتقل کر دیا ہے اور جو علوم آپ کو عطا کئے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل اور رحمت ہے آپ پر اور آپ کی اولاد پر۔ اب آپ کا اور آپ کی اولاد کا یہ فرض بنتا ہے کہ اپنے اس روحانی ورثے کی جی جان سے حفاظت کریں اور آئندہ آنے والی نسلوں کو بھی اس کی تلقین کریں"۔ میرے جی میں آیا کہ باباجی کی صلبی اولاد کے بارے میں فرمایا ہے؟ شاید میرا یہ خیال آپ نے پڑھ لیا اور فرمایا "نہ صرف صلبی اولاد بلکہ یہاں روحانی اولاد میرے عظیمی بچے بھی مراد ہیں"۔

میں نے باباجی کو تہہ دل سے مبارکباد دی آپ نے فرمایا اور آپ کو بھی بہت مبارک ہو یہ ہم پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے۔

ایک اور بڑے مزے کی بات سنئے کہ آج صبح جب ہم مزار شریف میں داخل ہوئے تھے تو زیادہ رش نہیں تھا وہاں کے مجاور نے مرشد کریم کو جب دیکھا تو سلام پیش کیا آپ نے جواباً بڑی محبت سے وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ فرمایا۔

اس نے آپ کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور سیدھا اس شیشے کی الماری کی طرف بڑھا جس میں سرورِ کائنات کے پائے مبارک کا نقش موجود ہے۔ اپنے ہاتھ میں پکڑے چابیوں کے گچھے میں سے ایک چابی نکال کر اس الماری کا تالا کھولا اور اس میں اشارہ کیا کہ اندر سے اچھی طرح دیکھ لیں اور اس مبارک نقش کو چھو لیں۔ سو مرشد کریم نے اس کا شکریہ ادا کر کے بہت محبت اور عقیدت کے ساتھ پائے مبارک کے اس نقش کو اپنے دستِ مبارک سے چھوا اور اپنے ہاتھ کو چوم کر آنکھوں سے لگایا۔ ہم نے بھی آپ کی تقلید میں اس سعادت سے بھرپور فائدہ اٹھایا اتنے میں کافی لوگ اندر آگئے اور نقش مبارک کو چھونے اور چومنے کی سعادت حاصل کرنے کے لئے ہجوم کا دباؤ اس کیبن کی طرف بڑھ گیا۔ ایک آدمی نے تو فرطِ محبت سے اپنا منہ کیبن کے اندر لیجا کر پائے مبارک کو چومنا شروع کر دیا۔ مجاور نے جلدی سے آگے بڑھ کر اس شخص کو کھینچ کر باہر نکالا اور جلدی سے دوبارہ تالا لگا دیا۔

(جاری ہے)

ملک کے مختلف شہروں میں قائم مراقبہ ہالز کے نگران اور عظیمیہ روحانی لائبریری کے لائبریرین خواتین و حضرات سے درخواست ہے کہ اگر آپ لمحاتِ مسرت اور سانحہ ارتحال کیلئے کوئی خبر یا اُفق کے کالم کے لئے کسی پروگرام کی رپورٹ ارسال فرمارہے ہیں تو از راہِ مہربانی مراقبہ ہال یا عظیمیہ روحانی لائبریری کے مصدقہ لیٹر ہیڈ پر ارسال کریں۔ بصورت دیگر رپورٹ یا خبر کی اشاعت ممکن نہ ہو سکے گی۔ اہم تقاریب کی رپورٹ کے ہمراہ تصاویر بھی ارسال فرمائیں۔ تصاویر صاف اور واضح ہوں۔ مقررین کی تصاویر ایک ہی رُخ اور یکساں فاصلے سے لی گئی ہوں نیز مخاطب کے چہرے کے نقوش نمایاں ہوں۔ لمحاتِ مسرت اور سانحہ ارتحال کی خبریں ہمیشہ علیحدہ علیحدہ کاغذ پر ارسال کریں۔ بصورتِ دیگر خبر شائع نہیں ہو سکے گی۔

ملتان میں روحانی سیمینار

(رپورٹ: خالد حلیم مرزا)

گذشتہ دنوں خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب ملتان تشریف لائے تو مراقبہ ہال ملتان کی انتظامیہ نے ایک روحانی سیمینار کا اہتمام کیا۔ سیمینار کے مہمانِ خصوصی محترم مخدوم سید یوسف رضا گیلانی، خانوادہ، حضرت سید موسیٰ پاک شہیدؒ تھے۔ انہوں نے الشیخ خواجہ شمس الدین عظیمی کو خوش آمدید کہتے ہوئے ان کا اور مراقبہ ہال ملتان کی انتظامیہ کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے اس روحانی سیمینار کا انعقاد کیا اور کہا "یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ عظیمی صاحب جیسی روحانی شخصیت مدینۃ الاولیاء ملتان میں تشریف لائی اور آج ہم ان کی بصیرت افروز باتیں سنیں گے"۔ انہوں نے کہا کہ "سکون اور راحت روحانیت میں ہے اقتدار میں نہیں۔ انسان دولت کے بل بوتے پر کتنی سیکورٹی رکھتا ہے لیکن اس سیکورٹی میں بھی اسے سکون نہیں ملتا۔ لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ہم روحانی علوم کو حاصل کریں اور ہمیں چاہئے کہ ہم روحانی تعلیمات پر عمل بھی کریں"۔

حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب نے اپنے خطاب میں فرمایا:

عظیمی صاحب ملتان میں روحانی سیمینار سے خطاب کر رہے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ نے نوعِ انسانی کو اس لئے تخلیق کیا ہے تاکہ وہ خوش رہے اس کے اوپر سکون کے دروازے کھل جائیں اور وہ آرام و آسائش کے ساتھ زندگی گزارے۔ اللہ تعالیٰ نے جتنی زندگی اسے عطا کی ہے اس کو گزار کر اس دنیا سے دوسری دنیا میں خوشی خوشی چلا جائے۔ یہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ اس میں جو کچھ بوئیں گے اسی طرح آخرت میں آپ کو وہی ملے گا"۔

عظیمی صاحب نے فرمایا "دنیا کی

ہر وہ چیز جو چھوٹی سے چھوٹی ہو یعنی وائرس لے لیں بیکٹریا لے لیں اور ہر بڑی سے بڑی چیز جس میں ہاتھی ہے دیوہیکل مشینیں بھی ہیں اللہ تعالیٰ نے وضاحت کے ساتھ قرآن میں بیان کردی ہیں۔ ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ جن لوگوں نے ان علوم کی تشریحات کرلی ہیں ہمارا ذہن ان کی طرف جاتا ہے لیکن اللہ کی دی ہوئی کتاب کی طرف بالکل نہیں جاتا۔ ہر مسلمان چاہتا ہے اس کا بچہ قرآن پڑھے لیکن عجیب بات یہ ہے کہ کوئی مسلمان یہ نہیں چاہتا کہ وہ قرآن کا ترجمہ حفظ کرے۔ اللہ تعالیٰ سورہ قمر میں فرماتے ہیں کہ:

"ہم نے ہر بندے پر قرآن کا سمجھنا آسان کردیا جو قرآن کو سمجھنا چاہے"۔

جب ہم قرآن کو سمجھنا چاہیں گے ہی نہیں قرآن کا ترجمہ ہی نہیں پڑھیں گے تو قرآن کو سمجھیں گے کیسے حضور قلندر بابا اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ "قرآن اس بات کا منتظر ہے کہ امت مسلمہ قرآن سے استفادہ کرے"۔ ایک بچہ پینتیس ہزار چھ سو گھنٹے میں میٹرک کرتا ہے اور میٹرک کوئی انتہائے علم نہیں کہ اس کی بنیاد پر کوئی کمشنر، انجینئر، ڈاکٹر یا تحصیلدار بن جائے۔ سپاہی شاید بن سکتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اللہ کے لئے اللہ کے رسول ﷺ کے لئے اللہ کی کتاب کے لئے کتنے گھنٹے صرف کئے گئے۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم اللہ کی رحمتوں پر تفکر نہیں کرتے لیکن جب دنیاوی کام

مخدوم یوسف رضا گیلانی اور عظیمی صاحب سیمینار ہال میں تشریف لا رہے ہیں۔

کرتے ہیں تو ہمیں اور کوئی خیال نہیں آتا اکاؤنٹینٹ صاحبان مسلسل چار چار گھنٹے حساب کرتے ہیں، ڈاکٹر گھنٹوں آپریشن کرتا ہے اور فلم دیکھتے ہیں تو تین گھنٹے بیٹھے رہتے ہیں جب تک فلم ختم نہیں ہوتی ذہن فلم سے نہیں ہٹتا۔ اب ہم نماز کی نیت باندھتے ہیں تو خیالات آنا شروع ہوجاتے ہیں۔ اب کہیں گے نماز میں خیالات تو آتے ہی ہیں۔ بھئی اگر خیال آئے گا تو حساب کرتے وقت خیال کیوں نہیں آیا، ناول پڑھتے وقت کیوں نہیں آیا فلم دیکھتے وقت خیال کیوں نہیں آیا۔ اللہ ایک حقیقت ہے تو جب آپ حقیقت کے روبرو ہوئے تو وہاں آپ کو ذہنی انتشار ہوگیا اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہیں آپ حقیقت کے سامنے نہیں کھڑے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "پس ہلاکت ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نمازوں میں ارتکاز نہیں رکھتے"

ملتان میں منعقدہ روحانی سیمینار کے اسٹیج پر عظیمی صاحب، یوسف رضا گیلانی، وقار یوسف عظیمی، میاں مشتاق احمد اور قاضی مقصود احمد تشریف فرما ہیں۔

ملتان میں منعقدہ روحانی سیمینار کے شرکاء سیمینار کی کارروائی ملاحظہ کررہے ہیں۔

در حقیقت انہیں اس بات کا یقین نہیں ہے کہ اللہ میرے سامنے ہے۔ میں حقیقت کے سامنے کھڑا ہوں۔ ہمیں اللہ کی طرف دیکھنے کی فرصت ہی نہیں"۔

عظیمی صاحب نے مزید فرمایا "آنکھیں بند کریں اپنی 12 سے 15 سال کی زندگی کا کوئی واقعہ سوچیں" 3 منٹ بعد لوگوں سے پوچھا گیا کہ "کتنے لوگ اپنے بچپن کو یاد کرسکے" تو اکثر لوگوں نے ہاتھ کھڑے کردیئے آپ نے فرمایا "اس سے ثابت ہوا کہ آدمی اگر ماضی میں جانا چاہے تو جاسکتا ہے اگر کوئی 60 سال کا ہے اور بارہ سال کی عمر کا زمانہ یاد کیا تو 3 منٹ میں 48 سال کا سفر طے کیا یعنی 6 کروڑ اکتیس لاکھ 15 ہزار دو سو منٹ کا وقفہ تین منٹ میں گزر گیا۔ میری عمر 73 سال ہے تو میں نے 60 سال طے کئے اس سے ثابت ہوا کہ 3 منٹ میں 60 سال کا سفر طے کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ حالانکہ نہ کوئی اس کی پریکٹس کی ہے اور نہ کوئی فارمولا بتایا گیا ہے۔ لیکن اگر اس علم کو آپ میٹرک کے طریقے پر سیکھیں اور 35600 گھنٹے لگائیں تو کتنی کامیابی ہوگی۔ اللہ کا بنایا ہوا سارا انتظام ایک کمپیوٹر میں فیڈ ہوا ہے اور اس کمپیوٹر کے جو چپ ہیں وہ آپ کے دماغ میں لگے ہیں۔ دماغ کے کمپیوٹر میں جو چپ لگے ہیں آپ انہیں چلانا سیکھ لیں اور جس طرح میٹرک میں 35600 گھنٹے لگاتے ہیں اسی طرح اس کو بھی اتنا ہی وقت دیں تو انشاء اللہ آپ یہاں کے علوم اور کائناتی علوم بھی سیکھ لیں گے"۔

قبل ازیں ایڈیٹر روحانی ڈائجسٹ اور آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی کے جوائنٹ سیکریٹری وقار یوسف عظیمی صاحب نے اپنے خیال کا اظہار کرتے ہوئے بتایا "صوفیائے کرام اور سائنس دانوں کے درمیان ایک بات مشترک ہے کہ دونوں اپنے اپنے طور پر اللہ کی ذات، اس کے ارادے اور ذہن کو سمجھنے کی کوشش کررہے ہیں" انہوں نے کہا کہ "اگر ہم اپنے اندر قرآن فہمی پیدا کریں اور حضور ﷺ کے اسوہ حسنہ پر عمل کریں تو کوئی مشکل نہیں کہ ہم اپنے مسائل نہ حل کرسکیں"۔

ڈاکٹر محمد شریف سیالوی، چیئرمین شعبہ عربی، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان نے روحانیت کے حوالے سے کہا "آج کے اس پر آشوب دور میں مراقبہ ہالز کی یہ روایات انتہائی قابل قدر ہیں کہ وہ انسانیت کی خدمت کررہے ہیں"۔ ان سے قبل قاضی مقصود احمد نے اپنے خیال کا اظہار

عظیمیہ روحانی لائبریری ملتان کے وزٹ پر عظیمی صاحب میاں مشتاق احمد کے ہمراہ۔

کیا انہوں نے کہا "جو انسان اپنے اندر تفکر کرتا ہے وہ روح کو پالیتا ہے اور وہ سکون سے آشنا ہو جاتا ہے"۔ میاں مشتاق احمد نے کہا "انسان کا جسم توانائی پر قائم ہے۔ یہ توانائی دراصل روح ہے۔ جو انسان روح سے واقفیت حاصل کر لیتا ہے اسے اللہ کا قرب حاصل ہو جاتا ہے"۔ روحانی سیمینار میں ابتدائی کلمات شیخ عبدالحمید صاحب نے ادا کئے۔ نعت رسول مقبول ﷺ ٹی وی کے مشہور نعت خواں صابر حسین صابر نے پڑھی اور تلاوت کلام پاک کی سعادت ریڈیو پاکستان ملتان کے قاری جناب ڈاکٹر حافظ محمد صابر نے حاصل کی۔ آخر میں تمام لوگوں کی چائے اور چکن سینڈوچز سے تواضع کی گئی۔ روحانی سیمینار میں کراچی سے آفس سیکریٹری مرکزی مراقبہ ہال کامران باسط، شعبہ تعلقات عامہ کے احتشام الحق اور خواجہ شمس الدین عظیمی ایجوکیشنل سوسائٹی کے جنرل سیکریٹری محمد عرفان بساطیہ نے خصوصی طور پر شرکت کی۔ سیمینار کا انعقاد ملتان کے فائیو اسٹار ہوٹل کے خوبصورت ہال میں کیا گیا۔ سینکڑوں افراد سے ہال کی تمام سیٹیں پُر ہو گئی تھیں جبکہ عظیمی صاحب کی شرکت کا سن کر سینکڑوں خواتین و حضرات بغیر دعوت ناموں کے ہی پہنچ گئے تھے۔

24 اپریل کو خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب نے دور دور سے تشریف لائے ہوئے تین سو سے زائد خواتین و حضرات کے مسائل کا حل پیش کیا۔

25 اپریل کو سارے پروگرام کو آرگنائز کرنے پر عظیمی صاحب نے اراکین کو اپنے ہاتھوں سے تعریفی اسناد تقسیم کیں۔

☆☆☆

ملتان میں عظیمیہ روحانی لائبریری کا آغاز گذشتہ دنوں ہی ہوا تھا جناب خواجہ شمس الدین عظیمی نے اس کا وزٹ کیا اور لائبریری میں تزئین و آرائش کی تعریف کی۔ اس کے بعد لائبریرین خالد حلیم مرزا نے عظیمی صاحب کو حضرت موسیٰ پاک شہید گیلانی" کے حالات زندگی پر مشتمل کتاب تحفتاً پیش کی بعد ازاں عظیمی صاحب نے رجسٹر میں اپنے تاثرات قلمبند کرتے ہوئے سیمینار کے انعقاد اور لائبریری کے قیام کی تعریف کی اور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ سلسلہ عظیمیہ کے دوستوں کے شوق و ذوق کو مزید باعمل کرے۔ لائبریری سے واپسی کے بعد خواجہ شمس الدین عظیمی میاں مشتاق احمد کے ساتھ شام کو فلائٹ سے لاہور جا رہے تھے۔ واپسی کا سنتے ہی تمام ارکان کے چہروں کی مسکراہٹ، اداسی میں تبدیل ہو گئی۔ تیاری کے بعد عظیمی صاحب اپنے کمرے سے باہر نکلے اور سب اراکین کی تعریف کی پیار کیا اور اس کے بعد سب ان کے جلو میں ایئرپورٹ روانہ ہو گئے۔

راولپنڈی میں
جشنِ عید میلاد النبی ﷺ

(رپورٹ: فریدہ دانش)

18 جون 2000ء بروز اتوار صبح دس بجے مراقبہ ہال راولپنڈی کے پُرسکون احاطہ میں سرورِ کائنات محبوب ربّ دو جہاں حضرت محمد ﷺ کے جشن ولادت کے سلسلے میں ایک محفل سجائی گئی جس کی صدارت نگراں مراقبہ ہال قاضی مقصود احمد نے کی اور ممتاز محقق، شاعر اور پی ٹی وی کے پروگرام روشن پاکستان کے اسکرپٹ رائٹر اقبال فہیم جوزی نے خصوصی طور پر شرکت کی۔ اس محفل میں اقبال فہیم جوزی نے خطاب کرتے ہوئے اس اطمینان کا اظہار کیا کہ "سلسلہ عظیمیہ کی وساطت سے علم کی کرنیں تاریکی میں اجالا بن رہی ہیں نئی نسل کی روحانیت میں دلچسپی دیکھ کر دل امید و یقین اور ایمان سے روشن ہو رہا ہے۔ انشاء اللہ اکیسویں صدی روحانیت کی صدی ہو گی اس سلسلے میں سلسلہ عظیمیہ کا زبردست Contribution ہے کیوں کہ حضور قلندر بابا اولیاءؒ اور خواجہ شمس الدین عظیمی نے روحانی تعلیمات کو جدید فزکس کے اصولوں کی روشنی میں پیش کیا ہے۔ جس سے میرے خیال میں سائنس اور روحانیت میں فاصلہ ختم ہو رہا ہے اس لئے مجھے یقین ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ سلسلہ عظیمیہ بہت جلد اس دنیا کو اللہ کی رضا اور رسول پاک ﷺ کی نورانی روشنیوں کی برکتوں سے روشن کر دے گا"۔

نگران مراقبہ ہال قاضی مقصود احمد نے اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہا "حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کی محبوب ترین ہستی ہیں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ہر طرح سے نوازا۔ آپ ﷺ باعثِ تخلیق کائنات ہیں۔ حضور ﷺ کا فیضان ہے کہ کائنات چل رہی ہے اللہ تعالیٰ نے کائنات تخلیق فرمائی اور وسائل کی تقسیم پر حضور ﷺ کو مامور فرمایا۔ جب جب انسان کی بات ہوتی ہے تو ہر انسان میں کوئی نہ کوئی نقص ہوتا ہے، لیکن حضور ﷺ جامع اور مکمل ترین انسان ہیں۔ آپ ﷺ کی ذات تمام نقائص سے پاک ہے اور آپ ﷺ علوم کا ماخذ و منبع ہیں۔ جتنے بھی اولیاء کرام ہیں سب آپ ﷺ کی ذات اقدس سے علوم حاصل کرتے ہیں۔ قرآن پاک سارا کا سارا علم ہے اور یہ ہمیں آپ ﷺ کے توسط سے ملا ہے قرآن پر تفکر سے تین چیزیں نظر آتی ہیں۔

1- اصول معاشیات، تمدن اور زندگی گزارنے کے اصول۔

2- تاریخ۔ جو ماضی میں بسنے والی قوموں کے عروج و زوال کے حقائق منکشف کرتی ہے۔

3- معاد۔ یعنی اس دنیا کے پیچھے اور اس دنیا کے آگے ایک اور دنیا ہے۔ چھپی ہوئی دنیا سے ہی اطلاعات موصول ہو رہی ہیں۔ ان اطلاعات میں مستقبل کے راز بھی ہیں اور

قاضی مقصود احمد، انور سلطانہ، اقبال فہیم جوزی، ناصر رضا، ڈاکٹر ریاض احمد، فریدہ دانش، نیل فریحہ، امیر احمد، مسز قاسم منهاس اور شوکت اعوان محفل عید میلاد النبیؐ کے حاضرین سے مخاطب ہیں۔

ہر قسم کی سائنسی ترقی کے فارمولے بھی ہیں۔ یہ فارمولے ہر آن ہر لمحہ نشر ہو رہے ہیں۔ جو قوم یا قوم کا کوئی فرد ان نشر ہونے والے فارمولوں پر تفکر کرتا ہے، وہ فارمولوں کو تلاش کرلیتا ہے تو نئی نئی ایجادات عملاً سامنے آجاتی ہیں۔

جو کچھ آج تک تخلیق ہوا اور آئندہ تخلیق ہوگا وہ سب قرآن میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ وصف عطا فرمایا ہے کہ انسان چاہے تو وہ تمام کائنات پر تصرف کرسکتا ہے۔ پوری کائنات انسان کے لئے مسخر کردی گئی ہے" قاضی صاحب نے حضور ﷺ کے ساتھ عشق کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے کہا کہ "علم کا درجہ بعد میں آتا ہے اور حضور ﷺ کی ذات کے ساتھ عشق پہلے آتا ہے جو حضور ﷺ سے عشق کرتا ہے اللہ اس سے بڑے بڑے کام لیتے ہیں اور اس بندے کا نام امر ہو جاتا ہے۔ قائداعظم نے یورپ کی اس یونیورسٹی میں داخلہ لیا جہاں حضور ﷺ کا نام سرفہرست تھا۔ یہ قائداعظمؒ کی حضور ﷺ سے محبت کا مظہر ہے اور اس کا نتیجہ یہ رہا کہ لوگوں نے محمد علی جناح کو قائداعظم کا خطاب دیا۔ اعمال کی اہمیت سے زیادہ عشق نبی ﷺ کے نتائج فیصلہ کن ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ کے علوم وہی حاصل کرسکتا ہے جس کے اندر آپ ﷺ کا عشق ہو"۔ قاضی صاحب نے کئی نکات اس موضوع کے حوالے سے لوگوں کے سامنے تفکر کے لئے پیش کئے تفکر کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ "حضور ﷺ مراقبہ (تفکر) کی اہمیت سے واقف تھے اور غار حرا میں اللہ کی نشانیوں پر کئی کئی دن تفکر کرتے تھے۔ قرآن میں 756 مرتبہ تفکر کا ذکر آیا ہے۔ جو قومیں تفکر کرتی ہیں وہ ہی ترقی کرتی ہیں"۔

اس پر نور محفل میں خواتین مراقبہ ہال کی نگراں محترمہ انور سلطانہ نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ فریدہ دانش، ناصر رضا، غوثیہ اظہر اور نیل فریحہ نے سیرت رسول ﷺ پر مقالات پیش کئے جب کہ فریال جبیں، تمکین اقبال، شوکت اعوان، جہانگیر اعوان، ٹیپو نثار، قاضی سعید حمید اور اسلام الدین نے ہدیہ نعت کی سعادت حاصل کی۔ ورکنگ کمیٹی میں انور سلطانہ، فریدہ دانش، سمیعہ طارق، بیگم بلقیس قدوائی، بیگم شمیم قاضی، بیگم موصوف الرحمٰن، نیل فریحہ، نیر محمود، فرحت یاسمین، فرحت نسرین، نسرین شفقت اور مردوں میں ڈاکٹر ساجد غوث،

راولپنڈی میں منعقدہ محفل عید میلادالنبیؐ کے شرکاء خواتین و حضرات۔

ڈاکٹر اکرام اللہ، ڈاکٹر ارشد، ڈاکٹر شعبان، طاؤس، خالد قریشی، حسیب بشیر، اشرف فاروقی، ارشد محمود، تنویر اقبال، محمد بشیر، ولی محمد، ساجد محمود، شوکت حیات، محمد آصف، عاصم، ثاقب فرقان، عاطف رشید، وقار احمد، فخر الاسلام، منظور حسین شاہ، سکندر حیات، شفقت علی، موصوف الرحمان، خالد محمود، مبارک الٰہی، ندیم قدوائی، مجاہد، قاسم منہاس، طارق شیخ، ناصر رضا، میجر ثاقب، سلطان محمود اور غلام اکبر نے اپنے فرائض احسن طریقے سے ادا کئے۔ سینکڑوں خواتین و حضرات نے اس محفل میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ آخر میں درود و سلام پڑھا گیا اور قاضی مقصود احمد نے دعا کرائی فیوض و برکات کی اس محفل کے اختتام پر ظہرانہ دیا گیا۔

بچوں کی محفل میلاد

(رپورٹ: سمیرہ)

گذشتہ دنوں عظیمیہ روحانی لائبریری، جوہر ٹاؤن، لاہور میں جشن عید میلادالنبیؐ کے سلسلے میں بچوں کی محفل میلاد کا انعقاد کیا گیا۔ اس محفل کا مقصد بچوں میں حضور ﷺ کی محبت پیدا کرنا تھا۔ محفلِ میلاد میں بچوں نے بہت محنت سے اسوۂ حسنہ پر تیار کئے گئے مقالے بہت ہی خوبصورت انداز میں پیش کئے سب سے بہتر انداز سے پڑھے گئے مقالوں کا فیصلہ ووٹنگ کے ذریعے کیا گیا جس میں پہلی پوزیشن زین نے جب کہ دوسری اور تیسری پوزیشنیں بلال اور ذکی نے حاصل کیں۔ ان بچوں کو انعام کے طور پر کتابیں دی گئیں۔ اس کے بعد لائبریرین اسماء نے بچوں کو ہدایات دیں جن کا لُبِ لباب یہ تھا کہ "اللہ ہر وقت ہمیں دیکھ رہا ہے اور رات کو سونے سے پہلے اللہ میاں کو سلام کرنا چاہئے"۔ قبل ازیں کوئز مقابلہ ہوا کوئز میں اللہ کے بارے میں اور سیرت نبوی ﷺ سے متعلق سوالات تھے بچوں کو ان سوالات کی تیاری پہلے کروادی گئی تھی کوئز مقابلے میں بچوں نے بہت جوش و خروش سے جوابات دیئے اگلی لائنوں میں بیٹھے ہوئے چھوٹے بچوں سے بھی آسان سوالات کئے گئے جس کے انھوں نے بھرپور جوابات دیئے اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ بچوں نے بہت شوق سے محفلِ میلاد کی تیاری کی ہے۔ میلاد کا آغاز صحیح تلاوت کلام پاک سے ہوا اور بچوں نے سرور کائنات حضور ﷺ کی شان میں ہدیہ نعت پیش کیا۔ بہت اچھے انداز میں نعت شریف پڑھنے پر محبوب، ترتیل اور دانش کو کتابیں دی گئیں۔ آخر میں بچوں میں شیرنی تقسیم ہوئی اور لنگر پیش کیا گیا جس میں بچوں نے بہت ڈسپلن کا مظاہرہ کیا۔ اس محفل میلاد کا انتظام اراکین لائبریری نے کیا اور اس کی نظامت اسماء نے کی۔

سانگھڑ میں خواتین کی محفلِ میلاد

(رپورٹ: نجم الثاقب - غلام مصطفیٰ)

ربیع الاول کے مبارک و مسعود مہینے کی مناسبت سے، سرورِ کونین، باعثِ تخلیق کائنات ﷺ سے عقیدت و محبت کے اظہار کے لئے مراقبہ ہال سانگھڑ کے زیر اہتمام محفلِ میلاد (برائے خواتین) منعقد کی گئی۔ اس مبارک محفل میں مہمان خصوصی نگران مراقبہ ہال لطیف آباد حیدر آباد فیروزہ ندیم کے علاوہ نگران مراقبہ ہال برائے خواتین ٹلیر شمع پٹیل نے بھی شرکت کی۔ یہ پروگرام مقامی OPF اسکول کے آڈیٹوریم میں منعقد کیا گیا۔ جس میں سانگھڑ شہر کے علاوہ گرد و نواح کے شہروں سے تشریف لائی ہوئی سینکڑوں خواتین نے شرکت کرکے حضور نبی کریم ﷺ سے اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کیا۔ ڈسٹرکٹ سانگھڑ کا یہ واحد پروگرام ہے جس میں خواتین کی اتنی بڑی تعداد نے ذوق و شوق سے شرکت کی۔

پروگرام کے آغاز میں تلاوتِ کلام پاک کی سعادت حمیدہ منصور نے حاصل کی۔ نور العین نے حمد پیش کی۔ اللہ کے محبوب ﷺ کے حضور محترمہ نازش، زلیخا، فرزانہ، گل رخ، نجمہ اور عظمیٰ نے گلہائے عقیدت پیش کئے۔ شمع پٹیل نے محفل میں شرکت خواتین پر یہ واضح کیا کہ "جس طرح صحابیات نے حضورؐ کی تعلیمات کو عملی طور پر اپنایا اور حضورؐ

کے مشن میں نبی برحق ﷺ کی معاونت کی وہ ہم سب کے لئے ایک بہترین نمونہ ہے۔ ہم خواتین پر یہ فرض ہے کہ ہم بھی نبی برحق ﷺ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر باعث تخلیق کائنات ﷺ کے مشن کی ترویج میں اپنا بھرپور کردار ادا کریں"۔ مہمان خصوصی فیروزہ

سانگھڑ میں خواتین کی محفل میلاد سے فیروزہ ندیم خطاب کر رہی ہیں۔
شمع پٹیل اور دیگر خواتین اسٹیج پر تشریف فرما ہیں۔

ندیم نے اپنے خطاب میں فرمایا "موجودہ دور میں مسلمان جس صورت حال سے دوچار ہیں اس کی صرف اور صرف یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے نبی کریم ﷺ کی تعلیمات سے دانستہ یا نادانستہ طور پر انحراف کیا ہے۔ حضور پاک ﷺ کی تعلیمات خوشگوار معاشرہ کی تشکیل کا مطالبہ کرتی ہیں ایک ایسا پرسکون معاشرہ جس میں موجود ہر عورت، ہر مرد کا تعلق اللہ تعالیٰ سے استوار ہو۔ ایک اچھے معاشرہ کی تشکیل میں خواتین کا بہت اہم کردار ہے۔ ہم سب خواتین پر یہ فرض ہے کہ ہم رحمت للعالمین ﷺ کی طرز فکر کو اپنائیں"۔ کمپیئرنگ کے فرائض صبا فاطرہ نے ادا کئے۔ پروگرام کے اختتام پر کھانے کا انتظام تھا۔ پروگرام کے دوران نظم وضبط کا بے مثال مظاہرہ دیکھنے میں آیا۔

سانگھڑ میں روحانی سیمینار

(رپورٹ: غلام مصطفیٰ)

محبوبِ خدا، سرورِ کونین ﷺ کے جشنِ ولادت کے موقع پر مراقبہ ہال سانگھڑ کے زیر اہتمام ایک روحانی سیمینار کا انعقاد کیا گیا، جس میں سانگھڑ شہر کے علاوہ گردو نواح کے علاقوں سے لوگوں نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔ پروگرام میں مہمانِ خصوصی کے طور پر سانگھڑ کے مشہور صحافی اور چیمبر آف کامرس سانگھڑ کے جنرل سیکریٹری اختر قریشی کو مدعو کیا گیا تھا۔ مہمانوں کی آمد وقتِ مقررہ سے پہلے ہی شروع ہو گئی تھی۔ پروگرام کے آغاز پر تلاوتِ کلام پاک کی سعادت حافظ فیاض نے حاصل کی۔

سانگھڑ کے مشہور و معروف نعت خواں محمد اشرف، محمد ہارون اور اویس فاروق نے اپنی خوبصورت آواز میں حضور نبی کریم ﷺ کے حضور عقیدت و محبت کے پھول نچھاور کئے اور محفل پر سرور کی کیفیت طاری کر دی۔ مقالات کے سیشن میں مراقبہ سانگھڑ کے سینئر رُکن بشیر احمد نے "رحمت للعالمین ﷺ" کے موضوع پر مقالہ پیش کیا۔ اس کے بعد جھورو شہر سے تعلق رکھنے والے نجم الثاقب نے "مسلمانوں کا زوال رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات سے

چیمبر آف کامرس سانگھڑ کے جنرل سیکریٹری اختر قریشی، سانگھڑ مراقبہ ہال کے نگراں شوکت علی، بشیر احمد اور نجم الثاقب روحانی سیمینار سے خطاب کر رہے ہیں۔

انحراف کا نتیجہ ہے" کے اہم موضوع پر فکر انگیز مقالہ پیش کیا۔ نگران مراقبہ ہال سانگھڑ شوکت علی نے کہا کہ "نبی کریم ﷺ کی شان میں منعقد کئے جانے والے اس پروگرام کا مقصد صرف اور صرف مختلف واقعات کو دہرا کر عارضی طور پر خون کو گرمانا نہیں ہے۔ بلکہ یہ پروگرام اور یہ مبارک مہینہ ہمیں اس طرف متوجہ کرتا ہے کہ ہم نے آپ ﷺ کی تعلیمات کو کس حد تک اپنایا ہے۔ اللہ کے محبوب ﷺ کی طرز فکر کو ہم نے کس حد تک اپنی عملی زندگی میں لاگو کیا ہے"۔ مہمانِ خصوصی اختر قریشی نے اظہارِ خیال کے دوران سلسلہ عظیمیہ کے پلیٹ فارم کے تحت اس فکری پروگرام کے انعقاد کو بہت سراہا، اور کہا "سلسلہ عظیمیہ آج کے اس پُرآشوب دور میں مینارہ نور کی حیثیت رکھتا ہے۔ ہمیں اپنی تخلیق کا منشاء پورا کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کی طرز فکر کو اپنانا ہوگا"۔ بعد ازاں پروگرام کے کمپیئر غلام مصطفیٰ نے مہمان خصوصی اختر قریشی کی آمد کا شکریہ ادا کیا اور شرکاء کو کھانے کی دعوت دی۔

فیصل آباد میں محفل میلاد

(رپورٹ: ثاقب اقبال)

فیصل آباد الٰہی ٹاؤن نزد کھوکھووال مراقبہ ہال میں جشن عید میلاد النبی ﷺ کے مبارک موقع پر ایک محفل میلاد حضور سرورِ کائنات ﷺ منعقد ہوئی جس میں خواتین و حضرات کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔ مہمانِ خصوصی افشاں کھوکھر اور بشیراں سرور تھیں۔ اس مبارک موقع پر مہمانِ خصوصی نے کہا کہ "رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں غور کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی 63 سالہ حیاتِ مقدسہ میں کبھی بھی غصہ نہیں کیا اور نہ ہی کسی بات پر خفگی یا ناراضگی کا اظہار کیا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ مبارک عمل ہم سب کے لئے مشعلِ راہ ہے"۔ آپ نے مزید کہا کہ "انسان کو محض روٹی کپڑے کے حصول اور آرائش وزیبائش کے لئے ہی پیدا نہیں کیا گیا بلکہ اس کی زندگی کا اولین مقصد یہ ہے کہ انسان اپنے محسن رحمۃ للعالمین ﷺ کا قلبی اور باطنی تعارف حاصل کرے جن کے جود و کرم سے ہم ایک خوش نصیب قوم ہیں اور جن کی تعلیمات سے انحراف کے نتیجہ میں ہم دنیا کی بدنصیب اور بدترین قوم بن چکے ہیں"۔ قبل ازیں پروگرام کا باقاعدہ آغاز عدیلہ رمضان نے تلاوتِ قرآن پاک سے کیا۔ سمیرا انور، صائمہ شفیق، عائشہ قاسم، عظمیٰ تحقیق اور آنسہ عصمیٰ قاسم نے بارگاہِ رسالت ﷺ میں ہدیہ عقیدت پیش کیا۔ نظامت کے فرائض رخسانہ صادق اور نزہت کھوکھر نے انجام دیئے۔ محفل میلاد ﷺ کا اہتمام شعبہ تعلقات عامہ مراقبہ ہال فیصل آباد نے کیا تھا۔ رانا تجمل حسین، شہناز کوثر، ملک عبدالرشید، ثاقب اقبال، ساجدہ پروین، راحیلہ رمضان، محمد معراج دین، محمد اصغر، محمد آصف، محبوب احمد، شازیہ، آصف رحمان، رشید احمد اور نعیم احمد نے انتظام و انصرام میں بھرپور حصہ لیا۔

اٹک سٹی میں
جشن عید میلاد النبی ﷺ

(رپورٹ: تنویر اکبر)

قلندر شعور اسکول مراقبہ ہال اٹک کے زیر اہتمام اس سال بھی حسب روایت سیرت النبی ﷺ کے حوالے سے کئی پروگرام منعقد کئے گئے۔ پہلے پروگرام میں 12 ربیع الاول کو شب بیداری کا اہتمام کیا گیا۔ صبح صادق کے وقت قرآن خوانی کر کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور پر ہدیہ عقیدت پیش کیا۔ یہ پروگرام ساڑھے سات بجے اختتام پذیر ہوا۔

دوسرا پروگرام 12 ربیع الاول دن میں نماز ظہر کے بعد شروع کیا گیا جس میں خصوصی طور پر باجماعت نوافل ادا کر کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہدیہ نعت پیش کیا گیا اور حاضرین میں لنگر تقسیم ہوا۔

تیسرا پروگرام 23 جون کو منعقد ہوا جس میں سیرت النبی ﷺ اور امتِ مسلمہ کے موضوع پر سیمینار کا انعقاد تھا

جس میں مختلف دوستوں نے اپنے مقالے اور تقاریر پیش کیں جن میں شیراز اجمل، باسط عزیز، سرفراز انجم، عاطف اسماعیل، میاں محمد کے اسمائے گرامی نمایاں ہیں۔ یہ پروگرام مراقبہ ہال میں ہی ہوا۔ دعا کے بعد لنگر تقسیم کیا گیا۔

چوتھا اور بڑا پروگرام 18 جون 2000ء بروز اتوار صبح 10 بجے سلسلہ عظیمیہ کے شعبہ نشر و اشاعت کے زیر اہتمام اٹک پبلک اسکول اٹک میں منعقد کیا گیا۔ یہ ایک بڑا اور بھرپور پروگرام تھا۔ جس میں شہر اور بیرون شہر سے کثیر تعداد میں محبانِ نبی ﷺ نے شرکت کی سعادت حاصل کی۔ نگران مراقبہ ہال ڈاکٹر احمد ممتاز اختر کی زیر صدارت اس پروگرام کا انعقاد ہوا۔ حاجی محمد ادریس نگران مراقبہ ہال آزاد کشمیر اور ان کے ساتھی شاہد محمود خصوصی طور پر شریک ہوئے۔ ڈاکٹر احمد ممتاز اختر نے صدارتی کلمات میں اس بات پر زور دیا کہ محسنِ انسانیت ہم سب کے آقا و مولا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہدیہ عقیدت پیش کرنے کے لئے ایسی محفلوں کا انعقاد کیا جاتا ہے جن کا بنیادی مقصد یہ ہونا چاہئے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کا قلبی اور باطنی تعارف حاصل کریں۔ انہوں نے سیرت طیبہ کے حوالے سے رحمت للعالمین کو موضوع گفتگو بنایا اور قرآن اور احادیث کے حوالے سے رحمت للعالمین کی تشریح کی۔ ڈاکٹر صاحب سے قبل حاجی محمد ادریس صاحب نے اپنے خصوصی خطاب میں خلق عظیم کو موضوع سخن بنایا۔ انہوں نے اپنے پُر مغز اور طویل خطاب میں فرمایا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بتایا ہے کہ ہم نے آپؐ کو اعلیٰ اخلاق کا نمونہ بنا کر بھیجا۔ قرآن جمع قرن کی یعنی نور کی قرنوں کی۔ آپ کا اخلاق حمیدہ وہ نور باطن ہے جو کائنات کو منور کر رہا ہے اس لئے قرآن میں آپ کو سراجاً منیراً بھی کہا گیا ہے۔ دیگر مقررین میں خالد محمود نے قرآن مجسم، احمد نواز نے خطبہ حجتہ الوداع کی اہمیت، نوید اسلم نے حضور نوجوانوں کو کیسا دیکھنا چاہتے ہیں، عائشہ خانم نے مثالی شوہر، ام سلمٰی نے حضور ﷺ کا حلیہ مبارک اور فاخرہ جبین نے تاریخ ساز شخصیت پر اظہار خیال کیا۔ نبی کریم ﷺ کے حضور نعتوں کے ہدیے پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنے والوں میں نمایاں نام رابعہ شاہین، فاخرہ جبین، سمیرا بتول، مہوش زہرا، وحید انجم، سعدیہ کنول، نصیر الدین، محمد نواز، سائرہ بانو، حافظ عبدالخالق وغیرہ ہیں۔ تلاوتِ کلام پاک کی سعادت رابعہ شاہین نے حاصل کی جبکہ نظامت کے فرائض نصیر الدین اور تنویر اکبر نے ادا کئے۔ یہ پرنور محفل ساڑھے تین گھنٹے سے زائد جاری رہی۔ گرمی کی شدت کے باوجود حاضرین کا شوق دیدنی تھا۔ دونوں ہال کھچا کھچ حضرات و خواتین سے بھرے ہوئے تھے۔ آخر میں قصیدہ بردہ شریف اور سلام پڑھا گیا۔ نگران مراقبہ ہال ڈاکٹر احمد ممتاز اختر نے دعا کرائی بعد ازاں حاضرین میں تقسیم طعام عمل میں آئی۔ سینکڑوں خواتین و حضرات نے ظہرانہ تناول کیا۔ وقاص اسلم، شیراز اجمل، شہباز حسین، باسط عزیز، عاطف اسماعیل، سہیل چوہدری، ارشد فیاض، تنویر اکبر، احمد مدثر، انجم سرفراز، محمد ارشاد، احتشام الحبیب، شیخ شاہد محمود، گلفرین نگہت، ثریا نصیر اور محمد زبیر نے اس پروگرام کو کامیاب بنانے میں بھرپور جذبے کے ساتھ حصہ لیا۔

محفلِ عید میلاد النبی

(رپورٹ: اورنگزیب)

گذشتہ دنوں مراقبہ ہال وہاڑی میں سلسلہ عظیمیہ کے تحت ایک محفلِ عید میلاد النبی ﷺ کا انعقاد کیا گیا اس محفل میں چیچہ وطنی اور بورے والا کے مندوبین نے بھی شرکت کی۔ اللہ داد، مدثر ریاض اور محمد عادل نے ہدیہ نعت پیش کیا۔ پھر اجتماعی طور پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر "صلوٰۃ والسلام" پیش کیا گیا۔ صلوٰۃ والسلام کے بعد نگران مراقبہ ہال وہاڑی شوکت علی کی زیر نگرانی "تصور روضہ رسول ﷺ" کا مراقبہ کیا گیا۔ مراقبہ کے بعد ختم شریف پڑھا گیا اور سب میں لنگر تقسیم کیا گیا۔ نظامت کے فرائض اورنگزیب نے ادا کئے۔

محفلِ مراقبہ

خدمت خلق کے تحت مرکزی مراقبہ ہال سرجانی ٹاؤن کراچی میں جمعہ کے روز خواتین و حضرات کو بلا معاوضہ روحانی علاج کی سہولت مہیا کی جاتی ہے۔ خواتین کو صبح ۷ بجے ملاقات کے لئے نمبر دیئے جاتے ہیں اور ملاقات صبح ۸ سے ۱۲ بجے تک ہوتی ہے۔ مرد حضرات کو بعد نماز جمعہ نمبر دیئے جاتے ہیں اور ملاقات ساڑھے تین بجے سے ہوتی ہے۔ ہر ہفتے بعد نماز جمعہ جناب خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب کی زیر سرپرستی اجتماعی محفلِ مراقبہ منعقد کی جاتی ہے۔ جس کے بعد درود شریف اور آیت کریمہ کا ختم ہوتا ہے۔ انگریزی مہینے کے آخری جمعے کو بعد نماز عصر روحانی اور سائنسی علوم پر مبنی لیکچر دیا جاتا ہے۔ محفلِ مراقبہ کے بعد مغرب کی نماز ادا کی جاتی ہے۔ انگریزی مہینے کے آخری جمعے کو مرد حضرات کے لئے روحانی علاج کی سہولت نہیں ہوتی۔ جمعہ کے علاوہ خواتین و حضرات ملاقات کے لئے زحمت نہ کریں۔

کراچی: محمودہ بیگم۔ صائمہ بدر۔ بدر الدین قریشی۔ محمد یوسف۔ ثمینہ کوثر۔ تحمینہ کوثر۔ محمد عمران۔ محمد یوسف۔ محمد شافع ہارون۔ الیاس حیدر۔ شاہجہان۔ نسرین زمانی۔ محمد ہارون۔ کوثر پروین۔ سفیان۔ رووید سجاد۔ ڈاکٹر لیاں الرحمن۔ شاہ نصیر۔ ریحانہ الماس۔ فراز۔ عابد اقبال۔ پروین اختر۔ شگفتہ یوسف۔ سید غفور۔ عمران احمد۔ عتیق الرحمن۔ ساجدہ بیگم۔ سید محمد۔ انیلہ تسیم۔ ریحانہ جعفر۔ تسیم احمد۔ نصرت تسیم۔ مریم اقبال۔ خالدہ فرید۔ عائشہ۔ عشرتی انصاری۔ سمیرا۔ فیصل۔ درخشاں کاکی۔ آمنہ اعوان۔ ساجدہ۔ راشدہ۔ راشد۔ شائستہ شیخ۔ افضال شیخ۔ فیصل۔ کوثر افروز۔ شمع افروز۔ فوزیہ۔ سعید۔ کنیز فاطمہ اعوان۔ محسن نثار۔ احتشام۔ رفعت عباس اکرام۔ ہادیہ۔ شبانہ گل۔ نوشابہ اکرام۔ شبانہ اکرام۔ شمسی اکرام۔ فوزیہ تبسم۔ دلشاد۔ شمشاد۔ شبیا راشدہ۔ نرگس۔ ناصر۔ نگیل۔ زاہدہ۔ ثوبیہ۔ شاہین۔ شائستہ۔ کامران فیصل۔ جاوید۔ یاسمین۔ سلمیٰ۔ مظفر۔ صائمہ۔ عطیہ چشتی۔ حنا چشتی۔ مقیت الدین۔ فرزانہ۔ رشیدہ بیگم۔ شہزاد۔ نور جہاں لالہ جان۔ شہناز صدیقی۔ شبنم۔ عالیہ اشرف۔ راحیلہ۔ محمد علی۔ ہاجرہ۔ تبسم انس۔ صائقہ۔ شمشاد۔ مزمل شاہدہ۔ بسم اللہ۔ میمونہ عظیم۔ رابعہ کرن۔ صاعدہ خالد۔ افضال۔ سمیہ۔ انتظار احمد۔ رفیق احمد۔ محمد رفیق۔ عطیہ۔ شیخ ارشاد۔ شگفتہ بانو۔ نازیہ مجید۔ عشرتی انیس۔ سکندر اعظم خان۔ تاج بیگم۔ رضیہ بیگم۔ محسن احسن۔ غلام جنت۔ شبانہ سنز انور۔ فرح ناز بانو۔ حمیدہ۔ ندیم عباس۔ تنویر احمد۔ محمد عباس۔ عبد الغفور۔ غلام مصطفےٰ۔ علی اکبر۔ شجاعت حسین۔ پروفیسر حفیظ۔ حاجی فقیر محمد۔ محمد حسین۔ مظفر شاہ۔ احمد شاہ۔ حکیم رزاق۔ مشتاق۔ محمد محسن۔ تنویر عباس۔ محمد راشد۔ ندیم کالی۔ محمد انیس۔ فیض احمد۔ عابدہ پروین۔ زاہدہ پروین۔ زبیر احمد۔ اشیر احمد۔ محمد رمضان۔ شازیہ۔ کلثوم۔ بجیہ۔ گلشن۔ کلثوم رانی۔ محمد سرور۔ عبدالجبار۔ محمد شریف۔ محمد شفیق۔ شوکت علی۔ محمد امتیاز حسین۔ عدنان۔ عبد الغفار۔ سمیرا مشرف۔ حمیرا سمیع۔ عظیم فاطمہ۔ طارق مقصود۔ عفت سلطانہ۔ ممتاز احمد۔ امتیاز۔ انعام علیم۔

مجاہد۔ رخسانہ۔ عشرت سلطانہ۔ سکندر انصاری۔ شکیل احمد۔ ترابدر۔ عدنان انصاری۔ فہد زین۔ کرن۔ محمود۔ کشور سلطان۔ نجیب الرحمن۔ عبد الرحمن آزاد۔ نظیر النساء۔ یاسمین۔ سمیع۔ رخسانہ۔ تحمیل مہتاب۔ سراج احمد۔ عائشہ۔ عبد الرحمن۔ صدیقہ بیگم۔ فرزانہ شاہین۔ پروین رشید۔ شہزاد۔ کمال الدین۔ لیاز احمد۔ رمانہ۔ محمد اعجاز الدین۔ ہمایوں ظہیر۔ مصطفےٰ کریم۔ آصف ملک۔ محمد امجد۔ محمودہ بیگم۔ عشرتی زرین۔ اقبال حسین۔ فرزانہ۔ عدنان۔ شمع پروین۔ افشاں۔ معین الدین۔ مختار احمد۔ فرقان ثناء اللہ۔ محمد ثناء اللہ۔ عائشہ۔ فیصل۔ فرحان۔ محمد قیس۔ محمد ابراہیم۔ خالدہ۔ ناصرہ۔ سعیدہ۔ آمنہ۔ محمد خالد۔ شائستہ جبین۔ شہزاد الحق۔ سارہ۔ عارف۔ محمد صادق۔ شیخ محمد شبیر۔ شیخ محمد خالد۔ عمران گل۔ عرفان گل۔ بلال گل۔ حاجی عمران گل۔ ہادیہ۔ شہناز۔ محمد طاہر خان۔ عمران۔ نوشابہ عروج۔ عابدہ بانو۔ محمد عمر۔ عبد الستار۔ زلفت جان۔ حامد علی۔ محمد ابو طلحہ۔ دلشاد طاہر۔ مدثر عالم۔ فرح ناز۔ فرحت بانو۔ فوزیہ۔ مسرت۔ سعدیہ۔ صائمہ۔ سمیہ ناز۔ ثوبیہ رفیع۔ سیدہ قمر سجاد۔ ایاز خان۔ انصار خان۔ انصار خان۔ کاشف انصاری۔ تقی۔ اشرف۔ اشتیاق احمد۔ فرزانہ۔ عمران۔ عبدالباسط۔ سمیعہ۔ عشرتی۔ سلطان احمد۔ نصرت۔ کوثر۔ شبیر احمد کیانی۔ جمیل احمد کیانی۔ جمیل شاہد۔ جنید۔ شفیق۔ نسیم شفیق۔ فرح۔ اشرف۔ خواجہ غلام وجاہت۔ شبانہ۔ نعیم النساء۔ عثمان احمد۔ نوید احمد۔ محمد راشد حسین۔ نسیم ایوب۔ عابدہ شوکت۔ خالدہ خانم۔ احمد حسن۔ نسیم فاطمہ۔ محمد ایوب۔ سنز تنویر۔ صوفیہ۔ ساجد سعید۔ عامر وسیع۔ چوہدری نذیر احمد۔ جاوید اقبال۔ سمیرا رفیق۔ صائمہ زرین۔ فوزیہ ارشد۔ شگفتہ رضوان۔ نادیہ خمیر۔ حکیم اقبال۔ شاہد اقبال۔ جمیلہ۔ فرحانہ۔ فوزیہ۔ شازیہ۔ محمد جعفر۔ محمد علیم۔ احسن۔ محمد وسیم۔ محمد مقیم۔ محمد الیاس۔ محمد فاروق۔ محمد جمیل۔ سنز ذیاض۔ سنز تبسم بانو۔ ندیم۔ فرح۔ شمائلہ۔ ترنم۔ مسرت۔ سعدیہ۔ سیدہ فاطمہ ارم۔ شبنم۔ صباحت۔ عالیہ۔ جمیل۔ فرحان نقوی۔ فاروق نقوی۔ صائمہ پروین۔ دلشاد طاہر۔ محمد ابو طلحہ۔ نفیسہ خاتون۔

سعدیہ۔ سیدہ فاطمہ ارم۔ شبنم۔ صباحت۔ عالیہ جمیل۔ فرحان نقوی۔ فاروق نقوی۔ صائمہ پروین۔ دلشاد طاہر۔ محمد ابو طلحہ۔ نجیبہ خاتون۔ روبینہ طاہر۔ دلشاد صابر۔ نوید سعید۔ طارق سعید۔ محمد نبیین۔ ریحانہ نبیین۔ اسماء سحر۔ محمد یاسر۔ کوثر نبیین۔ شوکت علی۔ عفت عذرا۔ معینہ خاتون۔ کنول الرحمٰن۔ رخشندہ انجم۔ فوزیہ انجم۔ فوزیہ تبسم۔ ہمایوں عظیم۔ انیسہ۔ شیخ محمد شبیر۔ خیر النساء۔ شیخ محمد خالد۔ بشریٰ۔ سید منظور علی۔ مہ جبین فاطمہ۔ بلقیس فاطمہ۔ حنا۔ محمد شاہد۔ اخلاق۔ خورشید بیگم۔ نمرہ۔ ثمرہ۔ رکیسہ۔ عمر شریف۔ آصف ملک۔ بشریٰ زرین۔ محمودہ بیگم۔ میر یعقوب علی۔ افشاں شیر محمد۔ فیصل خان۔ عارف محمد صادق۔ محمد فرہاد یاسر۔ جیلانی۔ نوشین خان۔ صائمہ قربان۔ واصف۔ شیخ افروز صدیقی۔ طاہرہ بیگم۔ رخشندہ۔ سائرہ مشتاق۔ راحیلہ امیر۔ رضیہ سلطان۔ ام سعید۔ صدیقہ بیگم۔ لطیف۔ خالد سلیم۔ شاہد۔ خانم۔ نعمان احمد۔ راشد نظیر۔ انیسہ۔ شاہدہ پروین۔ نصرت مسرت۔ مونا۔ شبانہ۔ محمد رشید۔ سلمیٰ رشید۔ شگفتہ۔ فوزیہ تبسم۔ فہد حسن۔ مونا انوار۔ ثمر عباس۔ محمد راشد حسین۔ نبیلہ تبسم۔ نجمہ اکبر۔ شمیم اقبال۔ مسز فوزیہ ثاقب۔ ریحانہ۔ عارف محمد صادق۔ ثمینہ الطاف بی بی۔ راحت۔ احمد الماس۔ عارف ناہید۔ منیر حسین۔ شاہد حسین۔ وقار حسین۔ سعید سعد علی۔ عاطف شاہ۔ محمودہ بیگم۔ ارم شاہین۔ ثمینہ کوثر۔ اسماء خان۔ عبید خان۔ عزیز خان۔ تعمیر۔ کاشف گریز۔ عبد الحق۔ شائستہ۔ نسرین۔ شازیہ۔ زین۔ شاہین۔ عمران۔ محمود۔ سعیدہ۔ نگار سلطانہ۔ شاہد جمال۔ ماجد جمال۔ ناصر جمال۔ راشد۔ انور جمال۔ منیر فرحت سلطان۔ عطاء محمد۔ نذیر فاطمہ۔ نسیم۔ وسیم۔ نگہت۔ شازیہ صدف۔ عبد الحق۔ سید انور علی۔ رعنا انور۔ عزیزاے صدیقی۔ محمد اسد عزیز۔ محمد راشد عزیز۔ محمد حلیم عزیز۔ محمود فرحان۔ محمد ثناءاللہ۔ فرحان ثناء۔ فیصل ثناء۔ عائشہ ثناء۔ اشرف۔ پروین۔ شاہدہ خاتون۔ کاکا تھوا لال۔ فریدہ جبین۔ صائمہ جبین۔ محمد شبلی۔ مرین۔ صدف ناز۔ سید طارق۔ روبانہ انجم۔ رخسانہ۔ فرزانہ۔ رقیہ۔ سحر افشاں۔ عبد العزیز صدیقی۔ شمیلا سلیم۔ شاہد یاسمین۔ نوربانو۔ محمد سلیم۔ نسرین۔ شائستہ۔ فاطمہ۔ شازیہ۔ عمران۔ ثمینہ ظفر۔ سید راشد علی۔ فاطمہ راشد۔ صائمہ راشد۔ شہلا۔ بشریٰ سلطانہ۔ کاشف محمد سعید۔ فیروز سلطانہ۔ ر زمان۔ زرین تاج۔ عبد الناصر۔ شمیم اقبال۔ عارف محمد صادق۔ سارہ۔ نوید اقبال۔ ساجد اقبال۔ نسیم اختر۔ وحیدہ محمد سلیم۔ یاسمین بانو۔ محمد فرحان۔ اسد علی اعوان۔ جویریہ اسد۔ شکیلہ اسد۔ حنا نسیم۔ واحد علی عباسی۔ حبیب الرحمان۔ مجیب الرحمان۔ سیف الرحمان۔ آصف الرحمان۔ محمد اسد عزیز۔ محمد عدنان۔ رعنا انور۔ سید انور علی۔ سید علی۔ سید صارم علی۔ ادیبہ فاطمہ۔ عزیز احمد صدیقی۔ فرزانہ۔ محمد شاہد خان۔ نجمہ اکبر۔ لالہ علی۔ شیخ محمد شبیر۔ شیخ محمد خالد۔ جعفر۔ محمد مصطفےٰ۔ اسلام الدین۔ عبید بیگم۔ شائستہ اسلام۔ شگفتہ اسلام۔ عائشہ اسلام۔ شہزاد احمد۔ محمد ذیشان۔ روشن آراء۔ عامر محمود۔ عالیہ احمد۔ لیاز۔ جہاں آراء منصور۔ سمیع خان۔ سعدیہ۔ سرور۔ نغمہ۔ طوبیٰ۔ شکور۔ شاہین۔ صوفیہ۔ احسان الٰہی۔ صفیہ بیگم۔ شکیل احمد۔ زبیدہ خاتون۔ ریاض الدین شیخ۔ زوہیب خان۔ سعدیہ انظر۔ شہناز۔ سیدہ ریشماں۔ سیدہ اصغر احمد شاہ۔ نور الصباح۔

عبدالحفیظ۔ عاصمہ اصغر۔ عظمیٰ۔ حامد۔ ہاشم۔ محمد سہیل صدری۔ نعمان سہیل۔ محمد سعید۔ عثمان سہیل۔ نعمان سہیل۔ ذیشان سہیل۔ آرزو سعید۔ سیما یونس۔ مشرف سہیل۔ زرینہ سعید۔ شمس۔ کامران شاد۔ عرفان ریاض۔ فہد۔ مریم سلطان۔ صائمہ۔ زبیدہ اعجاز۔ نسرین۔ مقصودہ بیگم۔ فضل کریم۔ اظہر۔ طلعت۔ محمد نبیین۔ ریحانہ نبیین۔ اسماء سحر۔ محمد یاسر۔ کوثر نبیین۔ شبانہ۔ خالد۔ نفیسہ خاتون۔ فرقان شاہ۔ محمد ثناءاللہ۔ عائشہ شاہ۔ فیصل شاہ۔ سلمیٰ شاہ۔ شاہین۔ تنویر۔ لبنیٰ۔ اشتیاق۔ شاہ زیب خان۔ مہک۔ ریحانہ۔ حامد علی کیانی۔ اعجاز احمد۔ عبدالرزاق۔ شاہدہ بی بی۔ عامر وسیم۔ منیب۔ صفیہ۔ حسین۔ تنویر نبیین۔ فرحانہ طاہر۔ عدنان۔ آسیہ درانی۔ ذیشان فاطمہ۔ فرخ ناز۔ عمر فاروق درانی۔ ایوب خان درانی۔ محمد علی۔ بلقیس۔ شمسی۔ شاہد جمال۔ ناصر جمال۔ راشد اللہ۔ انور جمال۔ فضاء راشد۔ نگار سلطانہ۔ محمد جاوید۔ فرحت سلطانہ۔ محمد حلیم الحسن۔ شبانہ۔ ریلہ۔ محمد وسیم۔ محمد مقیم۔ محمد الیاس۔ محمد فاروق۔ محمد نبیل۔ مسز فیاضی۔ مسز شمشاد۔ بلقیس بانو۔ مسز ندیم۔ شائلہ ترنم۔ سعدیہ۔ انیلہ۔ عبدالعلیم قریشی۔ مبشر۔ مدثر۔ سہیل۔ نازش۔ فیروزہ۔ شکیلہ بیگ۔ رضیہ سلطان۔ ندیم جمال۔ منور سلطان۔ عبدالرحمان۔ محمد اشفاق۔ اختر سلطان۔ عثمان۔ شاہد علی۔ عابد شوکت۔ ساجد حسین۔ شاہد پرویز۔ لیاز محمد۔ معراج ارم۔ سید واحد علی۔ ضیاء الدین۔ افتخار الدین۔ سعد علی۔ آمنہ شعیب۔ حنیف۔ شائستہ۔ شگفتہ۔ شہزاد۔ محمد ذیشان۔ اسلام الدین۔ حلیم الدین۔ سائرہ حارث۔ عمران احمد۔ نگہت سلطانہ۔ سیف السلام۔ فرح دیبا۔ حمیرا غنی۔ قرۃالعین۔ عبدالغفار۔ جمیل احمد صدیقی۔ راحیلہ۔ جاوید احمد۔ عبدالغفار۔ اعجاز ملک۔ محمد اقبال۔ محمد شاہد۔ تاج محمد۔ تسنیم بانو۔ صائمہ ناز۔ محمد رضوان۔ محمد اشرف۔ گل النساء۔ غلام محمد۔ طلعت۔ محمد جواد۔ محمد محمود۔ شاہ خالد۔ نگہت۔ بیگم خالد۔ محمد سہیل۔ محمد شفیق۔ محمد جنید۔ معیز۔ اعجاز۔ عبدالوحید۔ صدیق الحسن۔ کامران شیخ۔ ظفر اقبال۔ ندیم۔ سید اصغر احمد۔ نیلوفر۔ شمیم بانو۔ صفیہ انور۔ عامر وسیم۔ محمد رؤف۔ سائرہ انور۔ مدثر عالم۔ ممتاز۔ دلنواز۔ فرحت بانو۔ رضیہ قاسمی۔ سلیم۔ نعیم۔ شمیم نسرین۔ محمد مسعود۔ حسینہ۔ سید سرور علی۔ نور محمد۔ غلام محمد۔ عاصمہ جمال۔ بدر۔ محمد افضال۔ نگہی۔ صبیحہ۔ حسین۔ پروین۔ فاطمہ۔

حیدرآباد: شمیم نوید اقبال۔ حکیم ارم۔ ناہید۔ مہلش نوید۔ احمد کمزہ۔ حسن۔ منصور۔ مسعود۔ آصف۔ خطیب انصر۔ محمد لطیف مغل۔ ثمینہ ناز۔ ضمیرہ بیگم۔ اشرق۔ صفیہ۔ اقصیٰ۔ حرا حمید۔ ارم۔ نسرین۔ نوید حسین۔ غلام جیلانی۔ وقار عظیم۔ خالد محمود۔ سعیہ بانو۔ فیروزاں۔ عبدالرزاق۔ عبدالمجید۔ خرم شیروانی۔ محمد اعجاز قریشی۔ رانا محمد حلیم۔ محمد شہباز۔ مختار سلیم۔ بہروز حیدر۔ محمد اسحاق۔ خان دلاور۔ صغراں بیگم۔ عبدالمجید۔ زہرہ۔ جنت مختار۔ غلام مصطفےٰ۔ غلام نبی۔ محمد اسحاق۔ غلام ربانی۔ محمد راشد شکیل۔ زبیدہ۔ غلام محمد۔ ظفر علی اعوان۔ محبت علی۔ محمد اقبال۔ محمد عارف۔ جلیل الدین۔ محمد علی۔ شمس الدین۔ رابعہ۔ اعجاز۔ نعیم الدین۔ رشید۔ نازو۔ چاند بی بی۔ خورشید بیگم۔ سلیم الدین قریشی۔ محمد اشفاق۔ اشفاق۔ ممتاز ظفر۔ شبانہ ناز۔ عالیہ ناز۔ فریدہ دین محمد۔ ناہید دین محمد۔ محمد انیس۔ دین محمد۔ پروین صفدر۔ ضیاء الدین

قریشی۔ زبیر الدین۔ عارف الدین۔ سلیم الدین۔ خلیل الدین۔ محسن ضیاء۔ شکیل الدین۔ نوید الدین۔ انیس۔ ثمینہ۔ عمران۔ سلیمان۔ عدنان۔ محمد علی چغتائی۔ اشرف۔ حمیدہ۔ ماریہ۔ آصف۔ واصف۔ مدیحہ۔ حارث۔ افضال۔ شائستہ شیخ۔ محمد فرقان۔ محمد فرحان۔ ریشانہ شفیق۔ شمیم اختر۔ محمد عاقل۔ شاہد وسیم۔ اسحاق۔ ارشاد۔ ناہید۔ حاجی سید ایوب۔ حنا۔ شمشاد علی۔ گل محمد گھمی۔ جاوید علی۔ عرفان محمد۔ انیس۔ پارس۔ ارشد علی۔ گلزار احمد۔ وزیر احمد۔ خلیل احمد۔ عروجہ۔ نعمان کمزہ۔ سید عابد علی۔ سید حامد علی۔ سائرہ۔ معین اختر۔ الماس اختر۔ زہرہ۔ عدنان۔ شبانہ۔ اختر حسین۔ شگفتہ۔ محمد ارشاد۔ محمد اشتیاق۔ نور بیگم۔ قاسم حسین۔ تاج بیگم۔ عامر شیخ۔ پرویز کوثر۔ شمس الدین۔ تعمیر الدین۔ محمد منور۔ ارجمند۔ تحریم۔ محمود حسین۔ نجمہ۔ عابدہ۔ سجاد الدین۔ محمد بدر الدین۔ محمد شاہد۔ نعیم الحسن۔ پرویز اقبال۔ منظور النساء۔ فیروزہ ندیم۔ اکبر۔ طلحہ۔ سلیم۔ صباء۔ نجم الحسن۔ ارشد۔ ناہید۔ خدیجہ۔ حبیب عالم۔ خطیب عالم۔ تجمل۔ حامد علی۔ وزیر احمد۔ خلیل احمد۔ نسیم۔ ضمیرہ بیگم۔ ممتاز پروین۔ نرگس۔ شکیل افروز۔ آصف عدنان۔ ارشد۔

سانگھڑ: ارم ناز۔ شبانہ بلقیس۔ تہمینہ ناز۔ مریم۔ واجد خان۔ مروۃ۔ بلال بی بی۔ خلیل۔ ظفر۔ مظفر۔ ثمرین۔ ثمر۔ اصغری۔ اکرم۔ جمعہ خان۔ شازیہ۔ فوزیہ۔ ریاض۔ صغراں۔ فرزانہ۔ رشید۔ ثناء فاطمہ۔ پروین رشید۔ ذوالفقار۔ رضیہ سلطانہ۔ فرحت علی۔ نصرت علی۔ شجاعت علی۔ شوکت علی۔ پروین نسیم۔ سلمیٰ۔ جنید۔ شہیلا۔ بشیر۔ صادو۔ رفیق۔ شاہینہ۔ گلناز۔ پنکی بیگم۔ نسیم۔ کیرا۔ تہمینہ۔ ہانی لال۔ پروین کوثر۔ صائمہ۔ تیرا بیگم۔ منور احمد۔ تعمیر۔ مظفر احمد۔ صبا فاروق۔ گل رخ۔ کبریٰ۔ عذرا۔ شازیہ۔ غزالہ۔ نور جہاں۔ عارف۔ یاسمین۔ مصطفیٰ۔ شکیل۔ بشیر۔ شبیر۔ خالق۔ فجر علی۔ صداقت۔ زاہد۔ ماجدہ۔ عثمان۔ جاوید۔ ماسٹر عارف۔ عرفان۔ محبوب۔ عارف۔ نگہت زیبا۔ ہارون۔ محمد عشق۔ فضل۔ تہذیب۔ حنا۔ حسن جان۔ پروین۔ شبانہ طاہر۔ عالیہ۔ فائزہ۔ شاہدہ۔ مسز لطیف۔

لاہور: اسماء امبر۔ عروج۔ مسز مسرت خواجہ۔ پنکی۔ منائل قدسیہ۔ مسز منظور۔ زاہدہ۔ مجید احمد۔ سعیدہ سلطانہ۔ مسز افتخار۔ مسز حمید۔ مسز کاکی۔ مسز سرفراز۔ عائشہ۔ مسز مظفر علی خان۔ ثمینہ۔ زاہدہ لطیف۔ آمنہ۔ مسز بشیر۔ مسز عبیدہ تجمل۔ کلثوم اشفاق۔ شہیلہ۔ افشاں۔ زاہدہ۔ روبینہ اکرم۔ معراج بیگم۔ رقیہ۔ مسز نیازی۔ مصباح۔ فیروزہ۔ صفیہ۔ جویریہ۔ نسیم۔ کرن۔ مسز قمر۔ سائرہ بی بی۔ فرقاروق۔ نصرت۔ رعنا حق۔ مسز مسرت۔ ہالہ۔ زین۔ مریم۔ نور۔ طاہرہ۔ مسز نواز۔ ثمینہ۔ ریاض بی بی۔ سردار بیگم۔ نبیلہ۔ مسز ثروت رانا۔ آسیہ۔ گلناز۔ حمیرا۔ عالیہ گلزار۔ مسز خواجہ اختر۔ مسز آفتاب۔ عبدالرحمان۔ رئیسہ اختر۔ فرزانہ جمشید۔ جمشید اقبال۔ طلعت۔ نورین عابد ستار۔ رفعت جاوید۔ کلثوم تقدیر۔ ماہ نور۔ نسیم مسعود۔ مسز فیاض۔ ذکیہ رخسانہ۔ محمد جاوید اقبال۔ اصغر۔ ماہ رخ۔ رحمت بی بی۔ حرا حق۔ مرین ظفر۔ شازیہ۔ حمیرا امتیاز۔ ارسلان۔ ریاض بیگم۔ زاہدہ۔ بنی طاہر۔ شہناز۔ فراست۔ مسز علی۔ فرحان۔ آمنہ نصر۔ مصطفیٰ مظفر۔ تکیل نصر۔ فارحہ نصر۔ سعیدیہ الماس۔ شکیلہ پروین۔ قاسم سعید۔ عاصم سعید۔

عبدالرشید۔ طارق رشید۔ ختم مجید۔ کلیم۔ ندیم۔ شہناز اختر۔ حمزہ۔ حبیب احمد۔ شعیب احمد۔ مشتاق احمد۔ انصاری۔ انجم صدیقی۔ محمد عارف۔ کلثوم اختر۔ اشتیاق احمد۔ محمد علی۔ محمد عثمان۔ محمد عمر۔ فوزیہ اقبال۔ راشد عارف۔ بشریٰ خان۔ طیبہ تنویر۔ عائشہ۔ ندیم۔ راشدہ۔ محمد حنیف۔ برقی۔ آمنہ۔ نگہت کمال۔ زاہدہ الحق۔ منیر۔ نعیم۔ انیلہ۔ سرفراز احمد۔ بلال قریشی۔ طلعت۔ عاطف۔ ذلکا۔ نیلوفر۔ مسز میر۔ سجاد احمد۔ فواد احمد۔ عدیل۔ عظمت محمود۔ قیوم فاطمہ۔ بیگم فاطمہ۔ مسز قریشی۔ مسز ریاض۔ فرح۔ غلام فاطمہ۔ فرحانہ۔ وسیم۔ مسز حامد۔ مسز جمیل رانا۔ مسز نوید چوہدری۔ فرح نبیلہ۔ مسز فیاض سرور۔ آسیہ ثاقب۔ ثمینہ۔ رضوان۔ عظمیٰ۔ سدرہ۔ مسز طلعت نذیر۔ محمد معین الحق۔ محمد مبین الحق۔ محمد رحمان۔ محمد عثمان۔ محمد شاہ جہاں۔ شمس۔ صفیہ۔ بشارت علی۔ عظمیٰ۔ جمشید عارف۔ بشریٰ ارشد۔ صائمہ اعجاز۔ نعمان راجہ۔ عثمان واحد۔ نازیہ۔ محمد جہانگیر۔ صفورا احمد۔ شمیم میر۔ صفیہ میر۔ ریحانہ۔ مسز بشارت۔ انجم۔ ملک عارف۔ نوید عارف۔ سجاد احمد۔ فواد احمد۔ عاطف۔ طلعت۔ دیبہ فیاض۔ صالحہ اشفاق۔ مسز مظفر۔ توریم عباس۔ عمرین۔ ارم سلمان۔ ولید شاہ۔ عمران۔ امین۔ شان۔ مسز اختر۔ زینت۔ نجمہ۔ نسرین۔ رشیدہ۔ ارشاد بیگم۔ مسز عذرا۔ محمد احمد مزمل۔ توشین نذیر۔ محمد نذیر۔ محمد اکرم۔ روبی اعجاز۔ رقیہ۔ رانا اکرم دین۔ محمد علی۔ احمد علی۔ شاہد۔ مبارک۔ فاروق۔ عبدالرؤف۔ وقاص۔ سعیدہ فیض۔ شبانہ طارق۔ نذیر بیگم۔ رضیہ سلطانہ۔ کبیر نورین۔ عاصمہ احسن عباسی۔ عقیلہ ثاقب۔ فریحہ جاوید۔ عائشہ عمران۔ سید اجمل احسن۔ احمد یار خان۔ ثنا جاوید خان۔ شہریار خان۔ فیضان ثاقب۔ ماہ نور ثاقب۔ ماہ رخ ثاقب۔ ماہ رخ عمران۔ راحیلہ شفیق۔ ام سلمیٰ۔ ولی محمد۔ ندیم اختر۔ فرح۔ ناصر احمد۔ اروبا۔ فاطمہ۔ حلیمہ۔ محمد علی۔ سلمان اقبال۔ نصیر۔ سردار بیگم۔ گل نفیس۔ مجیداں بیگم۔ پروین اختر۔ روبینہ کوثر۔ شگفتہ انور۔ نسرین بی بی۔ پروین۔ رابعہ شبیر۔ نذیراں بی بی۔ مقصوداں بیگم۔ نوراں بی بی۔ سید مبشر ناصر۔ خورشید بی بی۔ سعیدہ۔ حمزہ بی بی۔ محمد عمر۔ نسیم۔ بشیراں بی بی۔ بلقیس۔ حنیفاں بی بی۔ شجاعت دین۔ کوثر شفیع۔ غزالہ۔ خالدہ پروین۔ ثروت ندیم۔ مختاراں بی بی۔ مسز صفیہ زیدی۔ فیروزہ صدیقی۔ آمنہ بی بی۔ شریفاں بی بی۔ عبدالمجید۔ ممتاز خان۔ شکیلہ جبین۔ جمیلہ بی بی۔ ریاض بیگم۔ زاہدہ زوبی۔ زاہدہ بیگم۔ محمد جان۔ توحید بیگم۔ عرشیہ۔ رمضان بی بی۔ صدیق النساء۔ صغراں۔ سلمیٰ۔ تاج بی بی۔ بشیر احمد۔ عظمیٰ خان۔ حبیب۔ پادشاہ۔ شہناز۔ عذرا جبین۔ رضوانہ خالد۔ سعیدہ درانی۔ آسیہ۔ آمنہ۔ سید روحید۔ رحمت بی بی۔ کوثر۔ طاہر علی بی بی۔ اسماء۔ پروین اختر۔ مقبول بی بی۔ غلام فاطمہ۔ زریاب۔ محمد صدیق۔ تسنیم بی بی۔ شاہد۔ حنیفاں بی بی۔ جنید۔ نسرین خالد۔ بشیر بٹ۔ نسیم اختر۔ پروین تصور۔ ظفر۔ رخسانہ۔ ثروت۔ فرحت بیگم۔ کلیم کوثر۔ ام مہتاب بی بی۔ نور محمد۔ صفیہ بیگم۔ زین العابدین۔ مختار بی بی۔ نذیر بی بی۔ تاج محل۔ گلشن ریاض۔ محمد وقاص۔ شہناز۔ سعید انور۔ رشید نذیر۔ عنایت بی بی۔ عزیز بی بی۔ انیس بی بی۔ رقیہ۔ آمنہ حسن۔ محمود خان۔ زینب۔ ثریا نذیر۔ ارشاد بیگم۔ قمر النساء۔ نسرین اصغر۔ ثریا بی بی۔ کنیز بی بی۔ رفعت۔ عفت جاوید۔ محمد ریاض۔ رخسانہ۔ نسیم اختر۔ رخسانہ کوثر۔

ممتاز بیگم۔ زاہدہ۔ نذیراں بیگم۔ سعیدہ سلامت۔ نسیم اختر۔ مسرت حنیف۔ بشیراں بی بی۔ شمیم سلیم۔ انوری بی بی۔ شہناز۔ رضا شاہ۔ سمیرہ۔ مقبول بی بی۔ نصرت لیاقت۔ تمندہ ظفر۔ حیدر خان۔ سائرہ بانو۔ وزیراں بی بی۔ رضیہ۔ تحی۔ ایمن۔ عنبر الہ۔ باجرہ بی بی۔ سعدیہ۔ رخسانہ۔ ریحانہ۔

اٹک:۔ محمد ارشاد۔ شگفتہ بی بی۔ ناصرہ بی بی۔ کامران احمد۔ محمد شفیع۔ والدہ محمد شفیع۔ ام کلثوم۔ میاں محمد۔ بیگم میاں محمد۔ تحی شاہین۔ ارم شاہین۔ ارم شاہین۔ نورین فاطمہ۔ ارشد محمود اعوان۔ عاطف خان۔ محمد رفیق اعوان۔ خدیجہ یوسف۔ عمادالدین۔ نسیم ذاکر الٰہی۔ دلاور خان۔ احتشام الحبیب۔ شاہد اقبال۔ خورشید بانو۔ مہرالنساء۔ محمد اسلم ملک۔ پروین اسلم ملک۔ عنبرین اسلم ملک۔ توریا اسلم۔ نورالبشر۔ عبدالسلام۔ زرافشاں۔ شاہ میر۔ حاجی سکینہ۔ سائرہ عبدالسلام۔ انجم بلال۔ آفتاب جمال۔ احمد نواز۔ شکیل احمد۔ شیر خان۔ حمید خان۔ طاہر۔ محمد رمضان۔ حبیب۔ محمد عظیم خان۔ محمد جمیل۔ شہناز بانو۔ عائشہ خانم۔ نسیم ارشد۔ نائلہ۔ مسز منصور۔ عائشہ۔ آفتاب۔ صائمہ۔ شبنم۔ شینہ۔ محمود خاور۔ مہوش زہرہ۔ ریحان مصطفےٰ۔ شافع احمد۔ اخوت فردوس۔ سعدیہ کنول۔ عنبر ارم۔ نازیہ کنول۔ ناصرہ سلیم۔ شگفتہ پروین۔ کنیز زہرا۔ روبینہ۔ اسماعیل۔ قادر بھائی۔ نازش۔ انیلہ تسنیم۔ نغو تبسم۔ گلزرین۔ قبیہ زیب۔ افشاں ملک۔ فرحانہ بشیر۔ مجیدہ اعوان۔ عمران مشتاق۔ عثمان مشتاق۔ بول۔ راجہ وقار احمد۔ مشتاق۔ طارق۔ احمد قصور۔ احمد مدثر۔ محمد سعید۔ مسز قاڑہ ملک۔

گجرات:۔ اعجاز احمد۔ ڈاکٹر محمد سلیم۔ ملک محمد انور۔ سہیل۔ نذیر احمد۔ سلطان احمد۔ حسن احمد۔ طارق اعوان۔ کلثوم نذیر۔ زہت نذیر۔ فائزہ نذیر۔ عادل عباس۔ ذیشان احتشام۔ بلال۔ محمد شفیع۔ محمد سلیم۔ رفاقت اللہ۔ محمد قادری۔ منظور بیگم۔ سلمیٰ شوکت۔ نذیر بی بی۔ حاجی غلام حیدر۔ محمد امجد راٹھ۔ زبیر احمد۔ عطاالرحمٰن۔ محمد اقیاذ۔ عامر مجید۔ فضل حسین۔ محمد گل نوید۔ محمد یاسر۔ محمد خالد۔ عامر زمان۔ خرم جمیل۔ طاہرہ بی بی۔ مسعود شفیع۔ مبارک علی۔ واجد علی۔ اسد علی۔ محمد حبیب ہاشمی۔ غلام حیدر۔ محمد اقبال۔ محمد رشید۔ شہباز اصغر۔ زین العابدین۔ راحیل عباسی۔ احتشام عباس۔ بلال بشیر۔ کنیز فاطمہ۔ عابدہ بی بی۔ نگہت بی بی۔ حافظ سلیمان شہزاد۔ عذرا شاہین۔ محمد نذیر۔ محمد نواز۔

دریاخان:۔ محمد عمران ذیشان۔ محمد خالد۔ محمد ذیشان اویس۔ محمد شاہد ضیاء۔ محمد بدر عالم۔ محمد عاقل خان۔ خلیل احمد۔ علی رضا۔ محمد شاہد۔ محمد اقبال۔ محمد خلیل۔ محمد حنیف۔ عبدالحفیظ۔ محمد اسلم۔ شکیل احمد۔ محمد ایوب۔ نذیر احمد توکل۔ عرفان۔ شہزاد۔ نظام الدین۔ محمد ارشد۔ رشید احمد۔ عدیل احمد۔ فدا حسین۔ محمد خالد۔ منیر احمد۔ برکت علی۔ غلام یٰسین۔ یوسف۔ ریاض۔ محمد افضل۔ محمد انور۔ محمد شریف۔ رشید۔ محمد ساجد۔ محمد خالد۔ عظمت اللہ۔ کامران۔ محبوب احمد۔ محمد سلطان۔ عبدالمجید۔ محمد خان۔ غلام عباس۔ طلعت حیات۔ محمد الطاف شاہد۔ شفقت حیات۔ ملک بیگم۔ شوکت حیات۔ لیاقت علی۔ محمد اصغر۔ مہرالنساء۔ خالد محمود خرم۔ جمشید اقبال۔ ساجدہ بیگم۔

خانیوال:۔ صائمہ۔ ثوبیہ۔ صفیہ۔ شہناز۔ شفیق۔ نادرہ۔ عذرا۔ رخسانہ۔ ناہید۔ تسلیم۔ نسیمہ۔ مدثر۔ جبین۔ راحیل۔ انجم۔ نفیس۔ صدف۔ یاسمین۔ عدیل۔ نوشین۔ نسرین۔ اویس۔ محمد علی۔ محمود انور۔ انور محمود۔ رشیدہ۔ عارف۔ بشریٰ۔ صاعقہ۔ شائستہ۔ رومانہ۔ سائرہ۔ ظفر۔ پروین۔ فاخرہ۔ عائشہ۔ شمیم ریاض۔ سلمیٰ۔ ماجدہ۔ اسماء۔ فرخ احمد۔ مسرت۔ گلناز۔ عطیہ۔ فوزیہ۔ شاہد۔ عمر۔ نصیرہ منیر۔ نظیرہ۔ رقیہ۔ رفعت۔ روبینہ۔ شازیہ۔ فرخندہ۔ شاہدہ۔ نور محمود الحسن۔ صابر علی۔ ذاکر علی۔ شبیر نواز۔ خان نواز۔ نور بی بی۔ راحیلہ۔ ارشد۔ احتشام۔ حمزہ۔ حماد۔ نایاب۔ عابدہ۔ علی۔ رمشہ صائم۔ جمیلہ خاتون۔ آصف۔ شکیلہ بیگم۔ شبنم۔ نصرت۔ یوسف۔ ایوب۔ طاہر عامر۔

راولپنڈی:۔ محمد ندیم رضا۔ غلام یٰسین۔ وقار۔ عرفان۔ ایوب۔ منیر۔ اشتیاق محبوب۔ نسیم بشیر۔ شاہد۔ ناصر۔ عبدالستار۔ سلیم۔ مرزا اکبر۔ میاں ممتاز۔ عبدالغفار۔ ممتاز۔ یاسر۔ آصف۔ فیصل۔ محمود۔ کاشف۔ باجی زاہدہ۔ خرم۔ وقاص۔ باجی طاہرہ۔ باجی کوثر۔ اکرام۔ ممتاز جاوید۔ نعیم۔ وقاص۔ عمر۔ بابر علی۔ ثاقب۔ اسد۔ عاطف۔ کاشف۔ فیاض۔ سجاد۔ راشد۔ وحید صادق۔ راشد۔ رضوان۔ شیخ عبدالسلام۔ ڈاکٹر عابد۔ عظمت جمیل۔

پھالیہ اشیخوپورہ:۔ سحر انجم۔ محمد وقار احمد۔ پروین۔ ناصرہ۔ شفیق بشریٰ۔ محمد احتشام احمد۔ کاشف مزمل۔ جمیلہ اختر۔ اختر رسول۔ محمد منیر عارف۔ خرم شہزاد۔ نعیم اللہ طاہر۔ غلام رسول۔ صفدر حسین۔ جمیلہ طاہر۔ نعیم اختر۔ گل زیب۔ ہارون ارشد۔ محمد عنایت۔ محمد اشفاق۔ شمسہ خالد۔ آمنہ خالد۔ صوبہ خان۔ فاطمہ بی بی۔ عمران اشرف۔ محمد [illegible] احمد۔ محمد تحسین احمد۔ غلام سرور۔ سکینہ بی بی۔ مزمل جبین۔ انجم بخار۔ عمران اقبال۔ ناصر محمود زیدی۔ اللہ دتہ۔ خالد جاوید۔ فرحت افزاء۔ کاشف۔ حسن احمد۔ رعنا کنول۔ عذرا پروین۔ ذوبیہ ریاض۔ سعدیہ ریاض۔ عبدالباسط۔ فیاض عظیم۔ آمنہ مریم۔ رابعہ بی بی۔ راج بی بی۔ محمد عرفان اقبال۔ ذوالفقار۔ عبدالرزاق۔

آزاد کشمیر:۔ سید بیگم۔ تصدیق حسین۔ نبیلہ گل۔ آصف گل۔ شمائیلہ سعادت۔ بشارت فرحان۔ فرح فرحان۔ خالدہ پروین۔ سعیدہ ادریس۔ حاجی ادریس۔ صغریٰ کرامت۔ شاہدہ صوفیہ۔ عابد حسین۔ محسن عابد۔ فرزانہ۔ فریدہ۔ شاہدہ۔ فائزہ عابد۔ فاطمہ عابد۔ سعیدہ کوثر۔ مشتاق بیگ۔ مشتاق احمد۔

چنیوٹ:۔ محمد طاہر۔ زاہد۔ شاہد۔ ارشاد۔ اختر علی۔ ڈاکٹر ارشاد۔ تنویر علی۔ محمد گلزار۔ عاشق علی۔ محمد سعید۔ ذوالفقار علی۔ ابوبکر۔ محمد عدیل۔ محمد قاسم۔ اختر۔ اقبال اسلم۔ عثمان۔ عمران۔ آصف۔ محمد قاسم۔ اختر۔ اقبال اسلم۔ عثمان۔ عمران۔ آصف۔ اعجاز۔ عزیز الحسن۔ محمد علی۔ شبیر حیدر۔ شاہد منیر۔ بہادل شیر علی۔ شوکت عبدالسلام۔ انور علی۔ میاں اعجاز۔ ساجد حسام۔ قاضی مسعود عباس۔ قاضی عادل عباس۔ شیخ نواز۔ محمد الیاس۔ قاضی مشرف۔ قاضی اعجاز حسین۔ راجہ فیاض۔ راجہ ممتاز۔ راجہ نواز۔ خیر مجاہد۔ عبدالرزاق۔ طارق ولد راجے۔ پروفیسر مظفر کملانہ۔ پروفیسر رانا منظور علی۔ پروفیسر محمد ہاشم مہدی۔ آصف۔ کاشف۔ ارشد۔ مجید۔ ملک غلام محمد۔ اعجاز احمد۔ کاکے شاہ۔ اسلم شاہ۔ مظہر عثمان۔ عابد حسین۔ گل حسین۔ مظفر مہدی۔ محمد نواز۔ ناصر

علی۔ محمد مظاہر۔ خادم حسین۔ ملک عابد علی۔ ماسٹر غلام رسول۔ ماسٹر صادق علی۔ محمد یعقوب۔ نعیم۔ قاسم۔ سلیم۔ انعام۔ اکرام۔

پشاور:۔ محمد نبی۔ فاطمہ گل بی بی۔ ذوالفقار علی۔ علی رضا۔ یثرب۔ مہوش۔ ضیاء احمد۔ رخسانہ اقبال۔ ندیم ارشد۔ زینب بی بی۔ حمید اللہ شاہ۔ فرہاد۔ محمد طارق۔ فضل حیات۔ قمر تاج۔ اختر علی۔ عمران خان۔ شکیل احمد۔ مشتاق۔ خان گل۔ بلقیس۔ رفیق۔ نعمت اللہ۔ الطاف حسین۔ نواب خان۔ منظور۔ عنایت الٰہی۔ منظور حسین۔ نوید اختر۔ راز محمد۔ سید ضیاء الحسن۔ عبدالرب۔ عدیل رضا۔ سید بلال حسین۔ عطیہ المقتدر۔ شازیہ اشتیاق۔ سید کمال حسین۔ حیدر خان۔ عمر حیات۔ عبدالحمید۔ لیاقت علی۔ جہانزیب۔ خورشید جمال۔ غلام سرور۔ جمیل حسین۔ سجاد حسین۔ فیصل۔ اشتیاق مسیح۔ مصباح۔ حبیب اللہ۔ نیاز محمد۔ عبدالرحمٰن۔ فاطمہ بی بی۔ نجمہ۔ اجمل۔ سکینہ بی بی۔ آمنہ بی بی۔ مریم بی بی۔ ملائکہ بی بی۔ رضوانہ بی بی۔ طاہرہ بی بی۔ ولایت شاہ۔ محمد علی شاہ۔ اظہر علی شاہ۔ نیاز محمد۔ جمشید علی۔ راحت بیگم۔ کلثوم۔ نجمہ۔ فاطمہ۔ راحیلہ۔ صائمہ۔ حبیب اللہ۔ سرمد جمال۔ روشن دین۔ مسز غفور۔ کاشف۔ روح الامین۔ محمد فاروق۔ شیر افضل۔ نور جہاں۔ عبداللہ جان۔ علی گوہر۔ جان محمد۔ شیر محمد۔ جاوید۔ اشتیاق مسیح۔ زبیر۔ شاہد۔ راشد۔ کفایت اللہ۔ عنایت اللہ۔ جمال الدین۔ جنید۔ محمد داؤد۔ ریاض۔ یثرب۔ رضا۔ سمیع الحق۔ خالد جمیل۔ مظہر علی۔ جمال شاہ۔ عمر دراز۔ مبارک علی۔ صالح محمد۔

سیالکوٹ:۔ عائشہ نواز۔ روزینہ نواز۔ گلشن۔ سلمیٰ صابر۔ محمد الیاس۔ محمد عالم۔ نور فاطمہ۔ ممتاز قیصر۔ فریدہ بٹ۔ کامران بٹ۔ رخشندہ اعجاز۔ کامران اعجاز۔ بدرالنساء۔ احمد۔ شاہینہ بٹ۔ احسان۔ محمد عمر۔ احسان نواز۔ عزیز خان۔ عفت خان۔ نواز حسن۔ توفیق احمد۔ رضا مصطفیٰ۔ روبینہ شمس۔ رخسانہ نواز۔ ممتاز بیگم۔ رشیدہ بیگم۔ حمیرا۔ قمرالنساء۔ نسیم اختر۔ ریشم بی بی۔ پروین شمشاد۔ محمد منشی۔ صفیہ شاہد۔ صائمہ خانم۔ شمیلا خانم۔ علوم فاطمہ۔ ثمینہ۔ اظہر۔ یوسف۔ فرزانہ جبین۔ نبیلہ شاہین۔ عظیم۔ وسیم۔ لبنیٰ۔ سجاد۔ محمد قمر۔ نرگس۔ کوثر۔ ستارہ جبین۔ نعیم لودھی۔ طیبہ کوثر۔ عشرت زاہد۔ فرحت عبدالقیوم۔ نسیم اشرف۔ ارشد۔ آمنہ۔ صائمہ۔ امینہ بیگم۔ اجمل بٹ۔ مزمل بٹ۔ ظفر۔ محمد عرفان۔ رسول احمد۔ نورین۔ محمد نواز۔ نازیہ بٹ۔

جہلم:۔ نجیب احمد۔ منیر حسین۔ ظہیر حسین۔ صاعقہ نیر۔ نعیمہ کوثر مرحوم۔ محمد یعقوب۔ مقبول بیگم۔ ثمینہ ذوالفقار۔ ذوالفقار حسین۔ نیب حسین۔ حبیب حسین۔ حسنین۔ انوار الحق۔ ڈاکٹر گلزار حسین۔ ڈاکٹر زاہد حسین۔ ڈاکٹر سجاد احمد۔ عبدالرشید بٹ۔ عبدالرحیم۔ سرور جان۔ محمد عارف مغل۔ ثمینہ امین۔ مس فریدہ۔ مس مقصودہ بی بی۔ زاہدہ بی بی۔ خالد محمود۔ محمد حنیف درانی۔ ڈاکٹر تنویر حسین۔ رخشندہ تنویر۔ شاہد اقبال۔ حاجی ظفر اقبال۔ فرحت افزاء۔ راجہ اشتیاق احمد۔ ڈاکٹر حفیظ انور۔ میجر تابش۔ صادقہ تابش۔ نادرہ تابش۔ صادم تابش۔ حبیب احمد۔ ڈاکٹر گلزار حسین۔ ڈاکٹر روبینہ فیاض۔ ڈاکٹر سجاد احمد۔ خالد محمود۔ انوار الحق۔ عبدالرشید۔ عبدالرحیم۔ محمد امین کھوکھر۔ ثمینہ امین۔ مس فریدہ۔ مس مقصودہ۔ مس صاعقہ۔ ڈاکٹر تنویر حسین۔ رخشندہ تنویر۔ مقبول بیگم۔ محمد یعقوب۔ ثمینہ ذوالفقار۔ ظہیر حسین۔ محمد صادق۔ منیر حسین۔ نجیب احمد۔ عبدالمجید۔ ساغر۔ مسعود احمد۔ کشور سلطانہ۔ فرخ مسعود۔ حاجی مشتاق احمد۔ کامران۔ محمودہ بیگم۔ صفیہ بیگم۔ راشد محمود۔ انجم قدیر۔ غلام جیلانی۔ اسد اقبال۔ اصغر محمود۔ ڈاکٹر اعجاز احمد راجہ۔ ڈاکٹر ظہیر احمد۔ ڈاکٹر زاہد یوسف۔ طالب حسین۔ حاجی ظفر اقبال۔ راجہ اشتیاق احمد۔ وحید احمد۔ انجم قدیر۔ محمد علی۔

کوئٹہ:۔ اسلم۔ فرحت۔ منصور اسلم۔ نرگس۔ فوزیہ۔ ثمرہ۔ نسیم اسلم۔ فائزہ۔ نعیم اسلم۔ بابر علی۔ شبانہ اسلم۔ ارسلان بابر۔ شمیم اختر۔ پرویز اختر۔ نادرہ۔ ابوبکر۔ عمر عبدالرزاق۔ ناصرہ حسین۔ حماد علی۔ علیما ناصر۔ عبدالرحمٰن۔ سعید احمد۔ عنبرین۔ سرمد علی۔ عصمت۔ یحییٰ۔ احسن علی۔ محسن علی۔ صبا گل۔ شائستہ گل۔ سعید انور۔ ساجدہ۔ نوید انور۔ وانیہ سعید۔ تحسین انور۔ اقبال بیگم۔ رفیع انیلہ۔ سعد اللہ۔ فہد اللہ۔ فاطمہ۔ محمد اسلم۔ عائشہ اسلم۔ صدف اسلم۔ اسد اسلم۔ شبانہ ندیم۔ صائمہ افضل۔ نیلو فر۔ شائکہ۔ صوفیہ۔ محمد نواب خان۔ عرفہ نواب۔ عبیرہ۔ شاہ جمال۔ شمیم قیوم۔ صوفیہ قیوم۔ فیصل۔ ندیم قیوم۔ ندیم رحمان۔ علی منصور قیوم۔ طاہرہ۔ طیبہ۔ گل بابی۔ علی بابر کرنی۔ مسز علی۔ ڈاکٹر طارق۔ ابراہیم۔ جلیل۔ علاؤالدین۔ دعا علی۔ لاما علی۔ حسام۔ ندیم۔ لوئیس۔ زیب النساء۔ حبیبہ۔ رابعہ۔ علاؤالدین۔ عزیز الدین۔ اعجاز احمد۔ ذکیہ اعجاز۔ عمیر۔ زبیر۔ انجم اعجاز۔ روفی۔ حرافیل اعجاز۔ بشیر۔ حفیظ بیگم۔ مشتاق۔ الطاف۔ میزہ۔ اسماعیل اسحاق۔ احسان نزہیہ۔ اسلم منساں۔ رشیدہ بیگم۔ مسعود اسلم۔ ریاض احمد۔ رخسانہ۔ محمد نعمان۔ عرفان۔ صائمہ۔ حنا عرش۔ محمد اسلم۔ جمیلہ۔ فرخ علی۔ اسد علی۔ اسود علی۔ شاہ رخ علی مقدس۔ اصغر علی۔ قیوم۔ شجاع الدین۔ ثمینہ۔ شگفتہ۔ پروین۔ مسرت۔ اقبال حسین۔ ارشاد حسین۔ نسیم۔ مسرت ارشاد۔ عمران حسین۔ لبنیٰ۔ عاصمہ۔ تسکین علی۔ نازش۔ صائمہ۔ محسن حسین۔ ظاہرہ۔ مہوش۔ مومو۔ محمد اشرف۔ قمر اشرف۔ دانیال۔ عظمت۔ زرینہ۔ امیر الدین۔ چراغ الدین۔ گلزاراں۔ دلشاد اشرف۔ شمشاد۔ مقصود۔ نسرین۔ نسیم۔ حامد۔ مقصود علی۔ شازیہ۔ نازیہ۔ مس نوشابہ۔ مس عرفانہ۔ سعدیہ سعد۔ سعدیہ جولو۔ جولو علی۔ محمد حسنین۔ ساجدہ علی۔ محمد علی۔ علیما امیر زادی۔ عبدالمعز۔ محمد عثمان۔ محمد عمر۔ عائشہ۔ رابعہ اکبر۔ پروین۔ عثمان۔ ذیشان۔ ارسلان۔ کائنات۔ مس رکیہ احمد بابی۔ شاہدہ احسان۔ احسان خان۔ عابدہ منیر۔ شازیہ منیر۔ گلشن آرا۔ جہانزیب۔ اورنگ زیب۔ شبیر احمد۔ عالمگیر۔ مجید نادیہ۔ عطیہ۔ عالیہ۔ نعیم۔ [illegible]۔ محمد شریف۔ ثریا بیگم۔ ساجدہ منیر۔ عذرا۔ نگہت۔ الطاف۔ محسن۔ شمائلہ۔ بینا۔ عالیہ قریشی۔ بلال۔ محمد علی۔ محمد شریف۔ ثریا بیگم۔ چراغ الدین۔ کرم بی بی۔ نرگس۔ فوزیہ۔ ثمرہ۔ نسیم اسلم۔ فائزہ۔ نعیم اسلم۔ بابر علی۔ شبانہ اسلم۔ ارسلان بابر۔ شمیم اختر۔ پرویز اختر۔ نادرہ۔ جاوید۔ ابوبکر۔ عمر۔ عبدالرزاق۔ ناصرہ حسین۔ حماد علی۔ علیما ناصر۔ عبدالرحمٰن۔ سعید احمد۔ عنبرین۔ سرمد علی۔ عصمت۔ یحییٰ۔ احسن علی۔ محسن علی۔ صبا گل۔ شائستہ گل۔ سعید انور۔ ساجدہ۔ نوید انور۔ وانیہ سعید۔ تحسین انور۔ اقبال بیگم۔ رفیع انیلہ۔ سعد اللہ۔ فہد اللہ۔ فاطمہ۔ محمد اسلم۔ عائشہ اسلم۔ صدف اسلم۔ اسد اسلم۔ شبانہ

ندیم۔ صائمہ افضل۔ نیلوفر۔ شمائلہ۔ صوفیہ۔ محمد نواب خان۔ عرفیہ۔ عمیرہ۔ شاہ متعال۔ شمیم قیوم۔ عمیرہ قیوم۔ صوفیہ قیوم۔ فیصل عظمٰی۔ ندیم قیوم۔ ندیم برحان۔ علی۔ منصور قیوم۔ طاہرہ۔ طیبہ۔ گل باجی۔ علی بارکزئی۔ منز علی۔ طارق۔ منز طارق۔ ابراہیم طارق۔ زاہدہ۔ جمیل۔ علاؤالدین۔ دماعلی۔ لامہ علی۔ حسام۔ ندیم۔ لوئیس۔ زیب النساء۔

ڈنمارک:۔ امتیاز بیگم۔ زاہدہ سلطانہ۔ شہناز سلطانہ۔ مونا حیات۔ عصمت۔ شبانہ علی۔ نسیم اکرام۔ انور بیگم۔ مبین محمود۔ شاہ محمود۔ سائرہ علی۔ حنا علی۔ سائرہ۔ ریحانہ۔ نسیم لیاقت۔ روبی افضل۔ نزہت۔ سعیدہ بیگم۔ فرحت نوید۔ رضیہ سلطانہ۔ شہدا۔ شملا۔ فریدہ۔ حلیمہ۔ ماریہ۔ فرزانہ۔ صائمہ۔ صادرہ۔ شازیہ۔ زبیدہ۔ میمونہ ندیم۔ رابعہ۔ جمیلہ۔

نیویارک:۔ سید قیصر جمیل۔ روبینہ روحی۔ طلعت ہاشمی۔ انور ہاشمی۔

روبینہ شاہد۔ شاہد خان۔ رضیہ۔ غلام مصطفٰے۔ امین۔ طارق۔ لودھی صاحب۔ فرخ احمد۔ آفتاب احمد۔ راحت انیس۔ ثمینہ۔ عاصمہ۔ فرخ زکی۔ بلقیس۔ غزالہ۔ روحی۔ رخشانہ۔ ڈاکٹر حسن۔ فیصل۔ سلمان۔ عثمان۔ حسنین۔ محمد رفیق۔ عبد الرحمٰن۔ دلاور۔ عبد العزیز۔ نسرین علی۔ ماریہ۔ امروز۔ زرین۔ ارم۔ نزہت شاہد۔ ندیم۔ جمیل۔ فرحان۔ ناصر۔ منیر لودھی۔ عینی۔ عظمٰی۔ عذرا اسحاق۔ آنٹی نذریہ۔ سعادت عالم۔ خورشید زاہدہ۔ یاسمین۔ عنبر۔ دسمبہ فرحی۔ رونق۔ عطیہ۔ نازلی۔ شمع۔ کلثوم۔ شائستہ خان۔ شاکر۔ چاند۔ صمد۔ طیبہ خان۔ عائشہ۔ تحمینہ۔ ڈاکٹر فیاض۔ غزالہ طارق۔ صفدر جمیل۔ مشتاق حسین۔ منصورہ۔ امتیاز۔ امجد فضل۔ امجد۔ سلیم بیگ۔ خالد دبیگ۔ عمیرہ۔ فضل الرحمٰن۔ شملا۔ فیروز خان۔ طلعت شاہد۔

ٹوکن ٹوکن

ٹیلی پیتھی سیکھیے

ٹیلی پیتھی سیکھنے کے لئے مندرجہ ذیل معلومات فراہم کریں

پورا نام .... والدہ کا نام ....

عمر (عمر کی تصدیق کے بغیر ٹوکن قابل قبول نہ ہوگا) .... تعلیم ....

مٹھاس سے رغبت زیادہ ہے یا نمکین سے .... اگر آپ کسی روحانی سلسلے میں بیعت ہیں تو

اپنے پیرو مرشد اور سلسلے کا نام لکھیں ....

یہ تمام معلومات ایک الگ کاغذ پر ٹوکن کے ساتھ ضرور بھیجیں

۱۔ عام صحت ۲۔ جسمانی حالت ۳۔ مزاج ۴۔ حافظہ ۵۔ مشاغل ۶۔ والدین کی مزاجی حالت ۷۔ والدین اور بھائی بہنوں کے ساتھ تعلقات ۸۔ اگر شادی شدہ ہیں تو میاں بیوی میں ذہنی ہم آہنگی ہے یا نہیں ؟ ۹۔ بچپن سے لے کر اب تک جن بیماریوں میں مبتلا ہوئے ہیں خصوصاً دماغی اور جنسی امراض کی تفصیل ضرور تحریر کریں۔

نوٹ : ٹیلی پیتھی کے لفافے میں مسائل کے حل یا کسی دوسری چیز کے بارے میں کچھ نہ لکھیں۔ تمام خطوط پتہ لکھے ہوئے جوابی لفافے کے ساتھ ارسال کریں۔

مکمل پتہ: ....

....

ٹیلی پیتھی سیکھئے ۱۔ڈی ، ۱/۷ ، ناظم آباد کراچی ۷۴۶۰۰

شیریں گل

انسان مسائل کی آماجگاہ ہے اور ہر وقت کسی نہ کسی مسئلہ میں گھرا رہتا ہے۔ چاہے چھوٹا ہو یا بڑا۔ لہٰذا میری بھی کچھ پرسنل پرابلمز ہیں اور جب توجہ ان پر مرکوز ہو جاتی ہے تو بہت مشکل سے ہی اپنی توجہ ہٹاتی ہوں۔ ہر وقت خوش رہنا میرے لئے بہت مشکل ہے۔ لیکن جب سے مراقبہ شروع کیا ہے چڑچڑے پن سے کافی حد تک چھٹکارا مل رہا ہے۔ صبح چڑیوں کی چہکار سے طبیعت خوش ہوتی ہے۔ انہیں پانی دانہ ڈالتی ہوں۔ بہت مزہ آتا ہے جب ان کو دانہ چگتے دیکھتی ہوں۔

مراقبے کے لئے آنکھیں بند کر کے بیٹھی تو فوراً نیلی روشنی کا تصور ابھر آیا کچھ دیر کی یکسوئی کے بعد خیالات کے آنے جانے کا سلسلہ شروع ہوا۔ پھر سے تصور کی طرف متوجہ ہوئی۔ اسی اثناء میں ایک زوردار سفید روشنی کا جھماکہ ہوا۔ میں کوشش کرتی رہی کہ تصور بدستور قائم رہے۔ پندرہ منٹ کے مراقبے کے بعد آنکھ کھولی تو نیند بہت آرہی تھی۔ ساتھ میں یہ بھی نوٹ کیا کہ مراقبے کے دوران خیالات آنے کے ساتھ ہی میں "یاحی یاقیوم" اپنے دل ہی دل میں پڑھتی اور کوشش کرتی کہ خیالات چلے جائیں۔

فضہ وحید قریشی

سانس کی مشق اور 300بار "یارحمٰن" پڑھنے کے بعد مراقبہ شروع کیا۔ شروع میں تو یکسوئی نہیں ہوئی مگر تھوڑی دیر کے بعد ایک دم سے آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا پھر اس کے بعد اچانک خانہ کعبہ نظر آنے لگا لیکن اس طرح کہ جیسے بہت دور سے دیکھ رہی ہوں۔ پھر ایسے لگا کہ جیسے بہت قریب سے دیکھ رہی ہوں۔ اس کے بعد دیکھا کہ جیسے خود بھی خانہ کعبہ کے گرد طواف کر رہی ہوں۔ یہ منظر کبھی بہت واضح ہو جاتا اور کبھی مدھم، پھر دیکھا کہ خانہ کعبہ کے بالکل پاس بیٹھ کر دعا مانگ رہی ہوں وہ دعا کیا تھی ؟ یہ مجھے نہیں معلوم اس کے بعد آہستہ آہستہ سامنے نور ابھرنے لگا دیکھا کہ نور میں کھڑی ہوں اور میرے سر پہ نیلے رنگ کی بارش

ماورائی دنیا

روحانی طالبات وطلباء سے گذارش ہے کہ وہ جب اپنی واردات وکیفیات ارسال فرمائیں تو اپنا پورا نام اور مکمل پتہ تحریر کرنا ہرگز نہ بھولیں۔

ہو رہی ہے اور دماغ سے ہوتی ہوئی جسم سے گزر کر زمین میں جذب ہو رہی ہے۔ یہ منظر تھوڑی دیر تک دیکھتی رہی۔ پھر کافی دیر تک سامنے اندھیرا رہا۔ مگر دماغ میں کسی قسم کے خیالات نہیں تھے۔ اس کے بعد ایک دم سے آنکھوں کے سامنے روضہ رسول ﷺ کی جالی نظر آئی۔ دیکھا کہ جالی کا رنگ سنہرا ہے اور وہاں پہ صرف میں کھڑی ہوں۔ یہاں بہت سکون ہے اور جالی کے پیچھے ایک بہت عالی شان گنبد والی سفید عمارت ہے۔ رنگ بہت سفید ہے اور غالباً مسجد ہے اسے دیکھ کر میں حیران ہوتی ہوں۔ اس کے بعد اچانک سامنے خانہ کعبہ آگیا۔ لوگ اس کے گرد

طواف کر رہے ہیں۔ میں بھی خانہ کعبہ کے پاس کھڑی ہو کر دعا مانگتی رہی کہ "یا اللہ مجھے اپنے گھر بلالے"۔

حمیدہ ناریجو

آج مراقبہ کا تصور جلدی قائم ہو گیا ایسا محسوس ہوا کہ جلدی جلدی روضہ مبارک کی عمارت میں داخل ہو رہی ہوں۔

پھر دیکھا کہ زمین پر بیٹھی ہوئی ہوں اور وہاں خوبصورت سرخ رنگ کے پھول کھلے ہوئے ہیں۔ میں اٹھ کر جالیوں کو چھوتی ہوں اور ان کو پکڑ کر چومتی ہوں زمین کو ہاتھوں سے چھوتی ہوں وہاں جو ستون ہیں ان کو ہاتھ سے چھوتی ہوں اس سے مجھے ٹھنڈک اور سکون محسوس ہوتا ہے۔ پھر پانی کے حوض کی طرف جاتی ہوں وہاں پانی سے منہ دھوتی ہوں تھوڑا پانی پیتی ہوں پھر پانی میں عکس نظر آتا ہے کہ میں جھولے میں جھول رہی ہوں میں اپنے آپ کو 17-18 سال کی عمر کا دیکھتی ہوں پھر روضہ مبارک کی جالیوں کی طرف بھاگتی ہوں ان کو پکڑ کر چومتی ہوں پھر واپس حوض کی طرف بھاگتی ہوں پھر واپس آکر جالیوں کو پکڑتی ہوں ان کو ہاتھ سے محسوس کرتی ہوں پھر میں بہت زور زور سے رونے لگتی ہوں جالیوں کو پکڑ کر خدا سے معافی مانگتی ہوں پھر میں دیکھتی ہوں حضور ﷺ کے پیر (پاؤں) مبارک کے نشان زمین پر موجود ہیں نشان اس طرح بنے ہوئے تھے جیسے حضور ﷺ اندر کی طرف گئے ہیں اور وہ نشان زمین پر بنے ہوئے ہیں (عام لوگوں) کے پیروں سے تھوڑے بڑے ہیں پھر میں روتی ہوں اور نشان کو چومتی ہوں ہاتھ ان پر رکھ کر پھر اپنی آنکھوں سے لگاتی ہوں اور ان پیر کے نشانوں پر سر رکھ دیتی ہوں اور کہتی ہوں کہ جب تک اللہ اور اس کے رسول ﷺ مجھ پر کرم نہیں فرمائیں گے میں اٹھوں گی نہیں پھر ایسا لگتا ہے جیسے اوپر سے موتیوں کی برسات ہوتی ہے میں حیران ہوتی ہوں۔ پھر دیکھا وہ موتی کے دانے ایک تسبیح ہیں اور میرے اردگرد اس تسبیح کا ہالہ بن جاتا ہے پھر ان میں سب سے خوبصورت اور بڑا موتی میرے ہاتھ میں آجاتا ہے۔ پھر میں وہ موتی اٹھا کر الٹے قدموں سے چلتی ہوئی روضہ مبارک کے دروازے سے باہر آجاتی ہوں۔

شاہد وسیم

رات کو مراقبہ کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی مرکری ٹیوب لائٹ یعنی چاند کا بغور مشاہدہ کیا چاند کو زندگی میں پہلے بھی روزانہ دیکھا کرتا تھا۔ سرسری طور پر کوئی خاص بات نظر نہیں آتی تھی مگر آج رات جب بغور چاند کو دیکھا تو بہت ہی حسین نظارے دیکھنے میں آئے۔

پہلے چاند کے اردگرد نور کا ہالہ نظر آیا۔ بعد میں چاند سے رنگ برنگی روشنیاں نکلتی ہوئی نظر آئیں جو بہت حسین نظر آرہی تھیں۔ دل و دماغ میں ٹھنڈک سی محسوس ہو رہی تھی۔ مراقبہ کا وقت ہو رہا تھا اس لئے چاند کا یہ حسین نظارہ چھوڑنا پڑا آج رات بھی حسب معمول ورد کرنے کے بعد روضہ رسول ﷺ کا تصور کیا مگر تصور قائم نہ ہوا۔ پھر اچانک نظروں کے سامنے حجر اسود آگیا اور میں نے جلدی سے حجر اسود کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر بوسہ دیا تو یوں محسوس ہوا جیسے میرے جسم میں کرنٹ دوڑ گیا ہو، اس کے ساتھ ہی میرے جسم میں کیمیائی تبدیلی ہونے لگی جیسے جیسے میرے جسم میں کرنٹ دوڑ رہا تھا میرا جسم سنہری دھات میں تبدیل ہو رہا تھا اور میرے جسم سے نکلنے والی سنہری روشنی کا ہالہ آنکھوں کو خیرہ کر رہا تھا۔

پھر اچانک روضہ رسول ﷺ کا خیال ذہن میں آیا تو اچانک کہیں سے آواز آئی اپنے دل میں دیکھو۔ آواز کے ساتھ ہی دل کی طرف دیکھا تو دل کی جگہ روضہ رسول ﷺ موجود ہے اور اس میں سے تیز سنہری روشنیاں نکل کر میرے سارے جسم میں پھیل رہی ہیں۔

اس کے ساتھ ہی زبان سے یہ درود پاک جاری ہو گیا

الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللہ

یہ کیفیت کافی دیر طاری رہی۔ میں اب بھی حجر اسود کو بوسہ دینے کی حالت میں تھا۔ پھر اچانک کسی غیبی طاقت نے مجھے

بوسہ ختم کرنے پر مجبور کیا اور میں نے آہستہ آہستہ حجر اسود کا بوسہ ختم کیا اور اپنے دونوں ہاتھ حجر اسود سے اٹھا لئے اسی دوران میری جسمانی حالت اپنی اصل حالت میں واپس آگئی۔ اس کے بعد مراقبہ ختم ہو گیا۔

شیخ وحیدالدین

دن میں خیال آتا رہا کہ کوئی ایسا بھی سلسلہ ہونا چاہئے کہ دن میں مراقبہ کیا جائے۔ "روحانی نماز" کتاب میں عنوان "سجدہ اور نیلی چیتھی" پڑھا۔ دلی مراد بر آئی۔ ظہر کی نماز میں سنتوں کے دوران آنکھیں بند کیں تو ایک باڈی بلڈر کے صرف ہاتھ نظر آنے لگے۔ وہ ہاتھ میں وزن لیے ورزش کر رہا تھا۔ بازوؤں کی ساخت بہت طاقتور نظر آرہی تھی۔ سجدہ اس تصور کے ساتھ کیا کہ اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہوں تو ایک بہت عالی شان دربار میں اپنے آپ کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا پھر دوسرا سجدہ کیا تو دیکھا میں مسجد نبوی میں سجدہ کر رہا ہوں۔ نماز میں ایسا لگا کہ ایک نور و روشنی کا ہیولہ بھی میرے ساتھ نماز پڑھ رہا ہے جس طرح میں کر رہا ہوں اسی طرح وہ بھی نماز پڑھ رہا ہے۔ میرا خیال ہے وہ روشنی کا ہیولہ میرا جسم مثالی ہے۔ سجدوں میں ناک اور ابروؤں کے درمیان والی جگہ میں (جائے نماز) پر ایک بہت تیز روشنی سرچ لائٹ کی طرح حرکت کرتی رہی۔ سجدوں کے بعد کھڑے ہونے پر اس روشنی کا رخ میری پیشانی کی طرف ہو گیا۔

رات کو مراقبہ میں ایک تیز چمکدار آنکھ نظر آئی اس آنکھ کا سائز کبھی چھوٹا اور کبھی بڑا ہوتا رہا۔ پھر مجبوراً مشق ختم کرنی پڑی کیونکہ ایک رکشہ گلی میں بہت ہی زیادہ شور کرتا ہوا گزرا۔ بہت ہی کوفت ہوئی کیونکہ یکسوئی بہت زیادہ قائم ہو گئی تھی۔ ذہن کی اسکرین بالکل صاف تھی۔ جسم بہت ہی ہلکا ہو گیا تھا۔ شور کی آواز سے جسم میں جھٹکا سا لگا۔ اس کے بعد یکسوئی نہ رہ سکی۔

دن میں ایک دوبار بیٹھے بیٹھے سر بھاری ہو گیا اور چند لمحوں کے لیے مراقبہ جیسی کیفیت ہو گئی۔ پھر رات کو مشق کے دوران دیکھا کہ کئی چھوٹے چھوٹے ہیولے ہیں جو کہ مختلف قسم کے کھیل کھیل رہے ہیں مثلاً کوئی ہاکی کھیل رہا ہے کوئی دوڑ لگا رہا ہے کوئی فٹبال کھیل رہا ہے۔

مشق کے دوران ایک ہیولہ کو اپنے سامنے بالکل اسی طرح بیٹھا دیکھا جس طرح میں مراقبہ میں بیٹھا ہوں۔ یہ منظر چند سیکنڈ کا تھا۔ پھر ایک روشنی کا بنا ہوا چہرہ دیکھا جو کہ واضح نہیں تھا اس کی آنکھوں کی جگہ دو بلب نما چیزیں تھیں جن میں سے روشنی دائروں کی شکل میں نکل رہی تھی۔

اگلے روز مشق کے دوران پھر وہی ہیولہ نظر آیا مگر چہرہ پر کچھ جگہ جلد نظر آرہی تھی یعنی الٹی طرف کا کان گوشت پوست کا تھا اور سر بالکل گنجا تھا۔ جلد کی رنگت گلابی تھی۔ پھر دیکھا کہ ایک سفید رنگ کا بہت بڑا انڈا ہے کچھ دیر بعد اس میں شگاف پڑنا شروع ہوا۔ پھر اس میں سے ایک پرندہ کے بچہ کی گردن نکلی یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ کس پرندہ کا وہ بچہ تھا ایک چڑیا اس بچے کو اپنی چونچ سے کچھ کھلا رہی تھی۔

دوپہر میں آرام کی غرض سے آنکھیں بند کر کے لیٹا تو بند آنکھوں کے سامنے بہت تیزی سے مختلف مناظر آتے چلے گئے یکے بعد دیگرے لگتا تھا کہ ذہن کی یاد یکھنے کی رفتار انتہائی تیز ہو گئی ہے رفتار کی تیزی سے گھبرا کر فوراً یا حی یا قیوم کا ورد شروع کیا مناظر کی رفتار کم ہوتی چلی گئی اور ایک سفید خالی دھند سی آگئی اس کے بعد میں ایک گھنٹے کے لئے سو گیا۔ رات کو یہ دیکھنے کے لئے کہ میرا ذہن کس قدر یکسو ہوا ہے گلابی روشنیوں کے بجائے یہ مراقبہ کیا کہ میرے اندر کی باطنی آنکھ یا تیسری آنکھ کام کر رہی ہے۔ شروع میں تو کوئی تصور قائم نہیں ہوا مگر تھوڑی دیر کے بعد نظر آیا کہ اندھیرے کی دیوار میں سے ایک روشنی پھوٹ پڑی ہے اور پھر اگلے روز دن میں جب بھی آنکھ بند کی تو ایک آنکھ نظر آئی۔ ابرو کی جگہ سفید بلب کی طرح گولے بنے ہوئے تھے۔

روحانی فون سروس

فوری مشورے کے لئے رجوع کریں

کراچی | حیدر آباد | لاہور | راولپنڈی | فیصل آباد | کوئٹہ | میں آپ کی خدمت کیلئے

حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی کی زیر سرپرستی ادارہ روحانی ڈائجسٹ نے آپ کے مسائل کے حل پر مبنی جوابات براہِ راست پیش کرنے کے لئے روحانی فون سروس شروع کی ہے۔ روحانی فون سروس کے ذریعے حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی کے اجازت یافتہ حضرات دی گئی ہدایات کے مطابق قارئین کے مسائل کا حل پیش کرتے ہیں۔ روحانی فون سروس کے ذریعے آپ اپنے مسائل کا براہِ راست حل معلوم کرسکتے ہیں۔ خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب کے کالم میں شائع ہونے والے کسی جواب کے بارے میں کوئی وضاحت طلب کرنا ہو تو معلوم کرسکتے ہیں۔ محفلِ مراقبہ میں دعا کے لئے نام لکھواسکتے ہیں، نومولود بچوں کے نام کے بارے میں دریافت کرسکتے ہیں۔ خواجہ صاحب کی کتاب ''روحانی علاج''، ''رنگ وروشنی سے علاج'' یا ان کی کسی بھی دوسری کتاب کے بارے میں کوئی بھی بات دریافت کرسکتے ہیں۔

ہمیں اپنی خدمت کا موقع دیجئے

یہ ہمارے لئے باعث افتخار ہے

حکیم وقاری یوسف عظیمی

کراچی	6685469 شام 5 بجے سے 8 بجے تک۔ اتوار 10 سے 1 بجے تک 6688931 علاوہ جمعہ، ہفتہ و سرکاری تعطیلات
حیدر آباد	866411 شام 6 بجے سے رات 9 بجے تک علاوہ جمعہ، ہفتہ و سرکاری تعطیلات
لاہور	7243541 شام 4 بجے سے 6 بجے تک
راولپنڈی	584557 3 بجے سے 5 1/2 بجے شام تک
فیصل آباد	719065 صبح 10 بجے سے 1 بجے تک علاوہ جمعہ
کوئٹہ	837187 شام 7 بجے سے رات 9 بجے تک علاوہ اتوار

مرشد کریم حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی خانوادہ سلسلہ عظیمیہ

مرکزی مراقبہ ہال۔ سرجانی ٹاؤن۔ کراچی

کی زیر سرپرستی پاکستان کے مختلف شہروں میں قائم مراقبہ ہال اور نگران خواتین و حضرات

حیدر آباد :- ممتاز علی۔ گلشن شہباز نزد ٹول پلازہ۔ رابطہ آفس :- 237/C بلاک E یونٹ نمبر 9 لطیف آباد حیدر آباد۔ فون : 866411

حیدر آباد :- فیروزہ ندیم۔ کلیم پیلس 48/C بلاک E لطیف آباد 8۔ حیدر آباد

ٹنڈو الہ یار :- ڈاکٹر نور محمد۔ ایمر جنسی سینٹر مارکیٹ، چوک ٹنڈو الہ یار۔ ضلع حیدر آباد

سانگھڑ :- شوکت علی۔ 262/51 نزد نورانی مسجد

نوابشاہ :- سید رفاقت علی۔ 2C-201 لیاقت آباد۔

نوابشاہ :- سائرہ خاتون۔ B-433 سوہنی بازار

لاڑکانہ :- نظام الدین چنہ۔ تحصیل سرمست ہاؤسنگ کالونی، پوسٹ بکس نمبر 16۔ پوسٹ کوڈ 77150۔ لاڑکانہ

فیصل آباد :- محمد ذوالفقار کھوکھر۔ الٰہی ٹاؤن نزد گورنمنٹ ایلیمنٹری گرلز اسکول۔ گھوکھووال۔ ملت روڈ رابطہ آفس :- ماجد دواخانہ، گلی نمبر 1، جیلانی پورہ، جھال ستیانہ روڈ۔ فیصل آباد

لاہور :- میاں مشتاق احمد۔ A/158 مین بازار مزنگ۔

حجرہ شاہ مقیم :- پروین اختر۔ نزد جنرل بس اسٹینڈ۔ چورستہ روڈ۔ حجرہ شاہ مقیم

خانیوال :- زہرہ۔ بلاک نمبر 5، گلی نمبر 1، مکان نمبر 6۔ خانیوال

چنیوٹ :- پروفیسر محمد طاہر۔ نزد جوڈیشل حوالات۔ لاہور روڈ، چنیوٹ۔ ضلع جھنگ

گوجرانوالہ :- سید طاہر جلیل۔ اسلام آباد روڈ بالمقابل PSO پٹرول پمپ نزد چوک کھیالی بائی پاس۔

سیالکوٹ :- طاہرہ تبسم۔ محلہ محمد پورہ، شہباز کالونی نزد آغا خان قبرستان۔

دریاخان :- صوفی محمد یامین۔ عظیمی اسٹریٹ فاروق آباد

راولپنڈی :- قاضی مقصود احمد۔ قاضی اسٹریٹ۔ مریڑ حسن

گوجر خان :- محمد ندیم رضا۔ گوجر خان ہاؤسنگ اسکیم (پڑاؤ)۔ گوجر خان

پھالیہ :- محمد ریاض۔ ہیلاں روڈ۔ پھالیہ

اٹک :- ڈاکٹر احمد ممتاز اختر۔ بالمقابل شکر درہ موڑ نزد پرائمری اسکول شین باغ خورد۔ اٹک شہر

جہلم :- ڈاکٹر تنویر حسن۔ المدینہ مارکیٹ، احسان روڈ کالا گوجراں۔ جہلم

پشاور :- نیاز احمد۔ خیبر بازار نزد امان سنیما، فورٹ گرڈ اسٹیشن۔ واپڈا کالونی

پشاور :- ہمایوں پرویز۔ 3/D/363 گلی نمبر 12 فیز 1 حیات آباد۔ پشاور۔ پوسٹل کوڈ 25100

کوئٹہ :- محمد نواب خان۔ 63 بولان ہوٹل، شارع گلستان، کوئٹہ کینٹ۔ پوسٹ بکس 414 فون : 837187

آزاد کشمیر :- حاجی محمد ادریس۔ کاکڑا ٹاؤن، میرپور

آزاد کشمیر :- سعیدہ ادریس۔ کاکڑا ٹاؤن۔ میرپور

ہری پور :- محمد پرویز خان۔ پوسٹ آفس بالڈھیر، مقام تکیہ۔ ہری پور ہزارہ فون : 2574

ہری پور :- ملک خان۔ مقام گیر خان ڈاکخانہ سرائے صالح۔ تحصیل و ضلع ہری پور

راولپنڈی :- انور سلطانہ۔ قاضی مارکیٹ، کوثر کالونی، مریڑ حسن۔ راولپنڈی

سیالکوٹ :- محمد ایاز۔ الحرمین اسٹریٹ، عقب لیدر فیکٹری، ماڈل ٹاؤن۔ فون : 589896

روحانی ڈاک

روحانی ڈائجسٹ پاکستان اور روحانی ڈائجسٹ انٹرنیشنل برطانیہ میں ہر ماہ خدمتِ خلق کے جذبے کے تحت مسائل کا روحانی حل اور لاعلاج بیماریوں کا علاج پیش کیا جاتا ہے۔ کوائف معلوم ہونے سے مسائل کا حل اور بیماریوں کا علاج تجویز کرنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔

پورا نام.................. والدہ کا نام..................

عمر.................. آنکھوں کا رنگ..................

اندھیرے سے ڈر تو نہیں لگتا..................

بچپن سے خط لکھنے تک عام صحت کیسی رہی..................

....

مکمل پتہ..................

....

اپنے بارے میں کوئی وضاحت کرنا چاہتے ہوں تو الگ کاغذ پر ایک سطر چھوڑ کر لکھیں براہِ راست جواب کے لئے پتہ لکھا ہوا جوابی لفافہ بھیجنا ضروری ہے۔

روحانی ڈاک میں مسائل کا حل رنگ و روشنی سے علاج، مراقبہ کے ذریعے علاج، روحانی علاج اور پیراسائیکالوجی کے ذریعے پیش کیا جاتا ہے۔

روحانی ڈاک

D,1/7-1 ناظم آباد۔ کراچی 74600

روحانی ڈاک

خواجہ شمس الدین عظیمی

بیوی کی پرستش نہ کریں

تیمور

میں اپنی بیوی سے بے انتہا محبت کرتا ہوں اور اس کی بڑی سے بڑی لغزش کو بھی نظر انداز کر دیتا ہوں لیکن وہ میری ذرا ذرا سی بات پر برا مان جاتی ہے اور اپنے ماں باپ کے یہاں روٹھ کر بیٹھ جاتی ہے۔ جب میں لینے کے لئے جاتا ہوں تو کہتی ہے کہ میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گی۔ تم مجھے مارتے ہو۔ میں نے تو اسے کبھی ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ البتہ ایک مرتبہ تھپڑ ضرور مار دیا تھا وہ بھی بہت آہستہ سے۔ لیکن میں اس کی بڑی بڑی خامیوں کو نظر انداز کر دیتا ہوں۔ یہ ایسی خامیاں ہیں جن کو کوئی غیرتمند آدمی برداشت نہیں کر سکتا۔ اس کی جدائی میں میرا برا حال ہے چند ہفتے اور نہیں آئی تو میں کسی موذی بیماری میں مبتلا ہو جاؤں گا۔

جواب :- اس مسئلہ کو سنجیدگی کے ساتھ سلجھایئے جذباتی نہ بنئے عورت کو اس کا جائز مقام دیجئے۔ سختی کرنا بھی کوئی حل نہیں ہے اور نہ ہی اتنی وارفتگی کہ آپ کی بیوی صاحبہ آپ کو مجنوں سمجھ کر اپنی محبت کے امتحان میں ڈال دیں۔ انسانی نفسیات بڑی عجیب ہوتی ہے۔ آدمی جب اپنا مقام خود کھو دیتا ہے تو معاشرہ میں بسنے والے انسان اس کو رد کر دیتے ہیں۔ یہی حال انفرادی معاملات میں بھی ہے۔ بیوی جب یہ دیکھتی ہے کہ میاں اس پر قربان ہیں اور اس کے بغیر زندگی نہیں گزار سکتے تو وہ اپنی انا میں مگن ہو کر خاوند صاحب کو پرکھنا شروع کر دیتی ہے اور پھر یہ پرکھ مستقل الجھن اور پریشانی بن جاتی ہے۔ اپنی اصل کی طرف لوٹ آیئے اور دیکھئے کہ اماں حوا نے آدمؑ سے وجود پایا ہے۔ آدمؑ حوا سے پیدا نہیں ہوئے۔ اس حد تک حوا آدمؑ کے وجود کا ایک حصہ ہے۔ حوا کی بیٹیوں کے ساتھ تعلق خاطر بالکل صحیح ہے لیکن اگر اس حقیقت کو پلٹ دیا جائے اور حوا کو آدمؑ پر افضلیت دے دی جائے تو پھر انسانی نفسیات کا قانون بدل جائے گا۔ مرد، عورت کے سراپا کی کشش میں معلق ہو کر رہ

جائے گا اور زندگی عورت کے وجود میں محدود ہو کر دوسری تمام دلچسپیوں کو نظر انداز کر دے گی۔ زندگی صرف جنس کا نام نہیں ہے جنس زندگی کے تقاضوں میں سے ایک اہم تقاضہ ضرور ہے۔ لیکن ایسا تقاضا نہیں جس کی تکمیل میں زندگی کے دوسرے تمام شعبے پس پشت ڈال دیئے جائیں آپ نے اپنی بیگم کے معاملہ میں سنجیدگی سے ہٹ کر جذباتی نقطہ نظر سے فیصلے کئے ہیں اور اعتدال کا راستہ چھوڑ دیا ہے یہی وجہ ہے کہ آپ کی بیگم صاحبہ اپنے حسن اور کشش کے زعم میں زود رنج ہو گئی ہیں۔ موجودہ روش اور فکر کو بدل کر اعتدال پسندانہ روش اختیار کیجئے۔ بیوی کی پرستش نہ کیجئے بلکہ اس کو جائز مقام دیجئے۔

باز آ باز آ...... پلٹ آ

محمد ظہیر۔ کراچی

بہت دن پہلے ایک خط کے جواب میں آپ نے جو عمل بتلایا تھا، میں بھی کر رہا ہوں مگر عظیمی صاحب! اپنی داستان ستم ظریفی لکھ نہیں سکتا۔ کاش! آپ قریب ہوتے تو رو رو کر، دھاڑیں مار مار کر آپ کو اپنا مدعا بیان کرتا۔ بس یوں سمجھ لیں ایک دوزخ ہے جو میری اپنی بنائی ہوئی ہے اور دن رات اس میں جل رہا ہوں۔ ایک پل بھی چین نہیں۔ کوئی عمل، کوئی وظیفہ، کوئی عبادت مجھے بچا نہیں سکتی۔ میری ساری لگائی ہوئی آگ ظلم کی بے شمار کہانیاں ہیں میں نے لوگوں پر، ماں باپ، بہن بھائیوں حتیٰ کہ حیوانات پر بھی اتنے ظلم کئے ہیں کہ جس کی نظیر نہیں ملتی۔ اب نہ والدین زندہ ہیں نہ بہن بھائی پوچھتے ہیں۔ نہ کوئی دلجوئی کرنے والا ہے۔ اپنے کئے ہوئے پر پچھتاوا ہے، ندامت ہے مگر چین نہیں ہے۔ خدا کے لئے آپ مجھے اس دور سے نکال لیجئے ورنہ سب کچھ چھوڑ کر اپنے آپ کو آگ لگا دوں گا۔

جواب :- آپ کا طویل خط اگرچہ ظلم و ستم کی کہانیوں کا عبرت ناک عکس ہے تاہم رحمتِ خداوندی آپ کے گناہوں سے اتنی بڑی ہے جس کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ فارسی زبان میں ایک رباعی ہے۔

باز آ باز آ ، ہر آنچہ ہستی باز آ
گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست
صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

ترجمہ۔ پلٹ آ خدا کی طرف پلٹ آ۔ تو جو کچھ بھی ہے جیسا بھی ہے خدا کی طرف پلٹ آ۔ اگر تو کافر ہے بت پرست ہے تب بھی خدا کی طرف سے ناامید مت ہو۔ اللہ کا دربار مایوسی اور ناامیدی کا دربار نہیں ہے اگر تو نے سو بار بھی توبہ توڑی ہے تب بھی مایوس ہونے کی بات نہیں آگے بڑھ اور اپنے خدا سے رجوع کر۔

توبہ کے معنی رجوع کرنا واپس آ جانا بچھڑ کر مل جانا اور شرمسار ہو کر خدا کی طرف متوجہ ہونا ہے۔ ہمارے پالنے والے کو ہمیں زندگی عطا کرنے والے کو اور ہمارے رب کو سب سے زیادہ خوشی اس وقت ہوتی ہے جب کوئی گناہ گار، ظالم اور برائیوں کا پیکر بندہ اظہارِ ندامت کے ساتھ عجز و انکساری کے ساتھ اللہ کے حضور جھک جاتا ہے۔ توبہ کرتا اور استغفار کرتا ہے اور توبہ پر قائم رہتا ہے۔

لیجئے حضور اکرم ﷺ کی زبانِ مبارک سے بھی سن لیجئے۔ ایک مرتبہ کچھ جنگی قیدی گرفتار ہو کر آئے۔ ان میں ایک عورت بھی تھی جس کا دودھ پیتا بچہ اس سے بچھڑ گیا تھا۔ وہ ممتا کی ماری ایسے بے قرار تھی کہ جس چھوٹے بچے کو دیکھتی اسے اپنے سینے سے لگا کر دودھ پلانے لگتی۔ اس عورت کا یہ حال دیکھ کر حضور پاک ﷺ نے صحابہؓ سے پوچھا "کیا تم توقع کر سکتے ہو کہ یہ ماں اپنے بچے کو خود اپنے ہاتھ سے آگ میں پھینک دے گی"۔

صحابہؓ نے کہا "یا رسول اللہ ﷺ! خود پھینکنا تو درکنار اگر بچہ آگ میں گرنے لگے تو یہ اپنی جان دے کر بھی بچہ بچا لے گی"۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا "خدا اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان ہے"۔

آپ بھی اظہارِ ندامت، انکساری اور عاجزی کے ساتھ اپنے اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہو کر اپنے ظلم کی تلافیوں کے لئے معافی طلب کیجئے توبہ استغفار سے روح مجلّٰی ہو جاتی ہے اور قلب دُھل کر سکون حاصل کر لیتا ہے۔

بچوں کی نفسیات

صفیہ بیگم۔ نواب شاہ

میری بیٹی جس کی عمر چھ سال ہے بڑی سست ہے کلاس میں بھی جلدی کام نہیں کرتی اور ہوم ورک بھی کئی کئی بار کہہ کر کروانا پڑتا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ وہ خود شوق اور ذمہ داری سے کام کرے۔ میری بیٹی بہت حساس ہے۔ مجھے اس کی سائیکالوجی سمجھ میں نہیں آتی۔ مجھے لگتا ہے کہ اسے کسی کی نظر لگ گئی ہے یا پھر یہ کہ میں نے بہت سخت حالات دیکھے ہیں۔ ان دنوں میں نے اپنی بیٹی کو ڈانٹا اور مارا بھی ہے شاید اس کا اثر ہو۔ میری بیٹی اندر سے خوش نہیں ہے مجھے لگتا ہے اس کا دل مرجھا گیا ہے یا وہ خائف ہے ضد بھی کرتی ہے جس سے مجھے غصہ آتا ہے۔ اگر میری کوئی غلطی ہے تو ضرور بتائیں۔ بیٹی ماشاء اللہ بہت ذہین ہے۔ اس کے لئے دعا بھی کریں مجھے کوئی ایسا وظیفہ بتائیں جو میں چلتے پھرتے پڑھتی رہوں جو میرے اور بچوں کے لئے باعثِ برکت ہو۔

جواب :- بیٹی کو خود سے زیادہ قریب کریں تاکہ نفسیاتی طور پر اس کے اندر جو الجھنیں واقع ہو گئی ہیں وہ بتدریج دور ہو جائیں۔ رات کو جب بچی گہری نیند سو جائے تو سرہانے کھڑے ہو کر ایک مرتبہ سورۂ کوثر پڑھ دیا کریں آواز بلند ہو لیکن اتنی زیادہ نہیں کہ نیند خراب ہو جائے اس عمل کو کم از کم چالیس روز کیا جائے۔

بُرے خیالات

محمد شہزاد۔ ڈی آئی خان

مجھے چھ ماہ قبل پیٹ میں درد اٹھا تو شہر کے مشہور ڈاکٹر صاحب سے علاج کرایا ایکسرے لیا گیا جگر اور معدہ کے ورم کی تشخیص ہوئی۔ علاج کے دوران ایک مرتبہ کیچوے گرے کمزوری بہت بڑھ گئی ہے دماغ میں ہر وقت بُرے خیالات اور وسوسے آتے ہیں براہ مہربانی میری مشکل دور کریں۔

جواب :- صاف شدہ کلونجی 3 ماشہ صبح نہار منہ تازہ پانی کے ساتھ کھانا کھانے سے ایک گھنٹہ قبل کھا لیا کریں کلونجی کھانے کے بعد کوئی بھی شے ایک گھنٹہ تک نہ کھائیں اس علاج کے ساتھ حکیم یا ڈاکٹر سے علاج بھی کیا جا سکتا ہے رات سونے سے پہلے **100** مرتبہ درود شریف **100** بار یاحی یا قیوم کا ورد کر کے پندرہ منٹ تک زرد روشنی کا مراقبہ کریں۔

سینے پر گلٹیاں

طاہرہ

عرصہ دراز سے سینہ پر گلٹیاں بن گئی ہیں جس کی وجہ سے شدید احساس کمتری میں مبتلا ہوں ہر قسم کا علاج کرا چکی ہوں کوئی آسان علاج بتائیں۔

جواب :- ایک چھٹانک پنیر کے تین حصے کر کے تین وقت میں روزانہ تین ماہ تک کھائیں سورۂ یوسف کی پہلی آیت

الر تلك آيٰت الكتاب المبين

100 بار پڑھ کر پندرہ منٹ تک گلابی رنگ کی روشنی کا مراقبہ کریں سرخ مرچ کھانا آپ کے لئے اچھا نہیں ہے۔

تصور سے علاج

سلیمان۔ اورنگی ٹاؤن کراچی

بہت زیادہ مخالفت کے بعد میری شادی تو ہو گئی مگر ہمارے مخالفین نے ہم دونوں میاں بیوی پر جادو کر دیا ہے۔ صورتحال یہ ہے کہ بیوی میری شکل سے بیزار ہے اور میں بیوی سے۔ دونوں کے اندر کوئی رغبت نہیں حالانکہ دونوں میں کوئی جسمانی نقص نہیں ہے بیوی کہتی ہے میرا دل چاہتا ہے کہ تمہیں زہر دے دوں۔ میری اپنی حالت یہ ہے کہ جب وہ سامنے آتی ہے تو غصے سے لال پیلا ہو جاتا ہوں اور اس سے لڑنا شروع کر دیتا ہوں۔ یہ سب کچھ شادی کے چھ ماہ بعد سے ہوا۔ ہم دونوں علیحدگی بھی نہیں چاہتے اور نفرت بھی دور نہیں ہو رہی۔ آپ ہی مسئلہ کا

کوئی حل ڈھونڈیں۔

جواب :- اپنا اور اپنی بیوی کا ایک بلیک اینڈ وائٹ گروپ فوٹو 10×12 انچ کے سائز میں دو کاپیاں بنوائیے ۔ دونوں کاپیوں کو فریم کرالیں جس کمرے میں آپ دونوں میاں بیوی سوتے ہیں اس کمرے میں دونوں طرف کی دیوار پر قد آدم بلندی پر لٹکا دیجئے۔ یہ بات ذہن سے نکال دیجئے کہ لوگ اور رشتہ دار کیا کہتے ہیں یا کسی نے جادو کیا ہے بہر کیف آپ کے دماغ میں جس قسم کے خیالات آتے ہیں وہ ختم ہو جائیں گے اور طبیعت میں جس قسم کی یکجہتی اور ہم آہنگی ہونی چاہئے وہ ہو جائے گی۔ دو ماہ دس دن بعد دوبارہ حالات سے مطلع کیجئے کہ اب کوئی کسر تو باقی نہیں ؟

کان بہنے کی شکایت

فیصل عزیز۔گوجرانوالہ

میں ایک غریب طالب علم ہوں عرصہ دراز سے کان بہنے کی شکایت ہے۔ بساط سے زیادہ علاج پر خرچ کر چکا ہوں خسارہ کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوا۔

جواب :- سفید پیاز کا عرق 2 چمچے، لہسن کا عرق ایک چمچ (ٹیبل اسپون) تلوں کا تیل (ایک چھٹانک)

تیل میں یہ دونوں عرق شامل کر کے دھیمی آنچ پر پکائیں جب عرق جل جائے تیل کو چھان کر شیشی میں بھر کر رکھ لیں۔ رات کو سوتے وقت پانچ قطرے بہتے ہوئے کان میں ڈالیں۔ کان میں ڈالنے سے پہلے تیل کو ہلکا سا گرم کر لیا جائے۔ خارش ہو تو کان کو نہ کھجائیں۔

توکل کیا ہے؟

محمود علی۔سانگھڑ

ہمارے بزرگ روز مرہ گفتگو میں اس بات پر زور دیتے ہیں کہ آدمی کے اندر توکل اور استغنا ہونا چاہئے۔ مسلمان قوم میں جب سے استغنا ختم ہو گیا ہے ساری قوم مادہ پرست ہو گئی ہے اور مادی زندگی کی تیز رفتاری نے آدمی کو توڑ کر رکھ دیا ہے۔ ہوس زر ایک ایسی بیماری ہے جو قوم کے لئے کینسر سے بھی زیادہ مہلک ہے۔ آپ ہم نوجوان نسل کو یہ بتائیں کہ جب آدمی ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائے گا اور توکل کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لے گا تو ہم ترقی یافتہ دنیا میں کس طرح اپنا مقام بنائیں گے۔ کیا توکل کی تعریف یہ ہے کہ ہمارا بھائی امریکہ میں بیمار ہے۔ ہم اس کی خیریت معلوم نہ کریں اس کی کوئی امداد نہ کریں۔ بس اللہ کے اوپر چھوڑ دیں کہ وہ خود ہی ٹھیک کر دے گا۔ ؟؟ جب کہ مذہب ہمیں ایک دوسرے کی مدد کرنے کا حکم دیتا ہے اور مدد کا ذریعہ یہ ہے کہ ہمارے پاس ٹیلیفون ہو، ٹیلکس ہو، امریکہ جانے کے لئے دولت ہو تاکہ ہم جلد از جلد اپنے بھائی کے پاس پہنچ کر اس کی دیکھ بھال کر سکیں۔ اگر ہم زمین پر پھیلے ہوئے وسائل کو استعمال نہیں کریں گے تو ہمارا بھائی ہماری مدد سے محروم رہ جائے گا۔ ہو سکتا ہے کہ بھائی کی شکل دیکھنے کی آرزو دل میں ہی رہ جائے اور وہ انتقال کر جائے جن لوگوں کے پاس وسائل نہیں ہیں ان کے ساتھ یہی ہوتا ہے۔

جواب :- عظیم روحانی سائنس دان قلندر بابا اولیاءؒ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خود نہ کھاتے ہیں نہ سوتے ہیں اور نہ ہی انہیں مکان میں رہنے کی ضرورت ہے۔ دنیا پر پھیلے ہوئے سارے وسائل بندوں کے لئے ہیں اور اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ نوع انسانی وسائل سے فائدہ اٹھائے۔ انہیں خوب جی بھر کر اور خوش ہو کر استعمال کرے اگر وسائل کو استعمال نہ کیا گیا تو زمین پر سے ان کا وجود مٹ جائے گا اور اللہ کی نعمت کا کفران ہو گا مذہبی نقطہ نظر سے قرآن پاک میں توکل اور استغنا کی تعریف یہ ہے اللہ ایک ہے اللہ ہر قسم کی احتیاج سے بے نیاز ہے نہ وہ کسی کا بیٹا ہے اور نہ ہی اس کا کوئی بیٹا ہے اس کا کوئی خاندان بھی نہیں ہے۔ ہم جب خالق اور مخلوق کا تذکرہ کرتے ہیں تو ہمارے سامنے مخلوق اور خالق کی تعریفی حدیں اس طرح قائم ہوتی ہیں کہ اللہ ایک ہے واحد ہے یکتا ہے بے مثال ہے لیکن مخلوق ایک نہیں ہے کثرت ہے مخلوق کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی کی اولاد ہوتی ہے یا اس کا کوئی باپ ہوتا ہے مخلوق کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کا کوئی خاندان ہوتا ہے۔ مخلوق احتیاج

اور ضرورت کے دائرے میں قید ہے کوئی مخلوق احتیاج اور ضرورت سے باہر قدم نہیں نکال سکتی۔ اس کی زندگی کا ہر قدم ہر ہر جذبہ احتیاج اور ضرورت میں بند ہے ان پانچ باتوں میں مخلوق خالق سے براہ راست رابطہ اگر رکھ سکتی ہے تو وہ یہ ہے کہ اپنی تمام ضروریات کا کفیل اللہ کو سمجھے۔ جب ہم شعوری زندگی کا تجزیہ کرتے ہیں تو ہم جان لیتے ہیں کہ زندگی سے متعلق ہر چھوٹی بڑی خواہش یا ضرورت کے لئے ہم اس طرح پابند اور بندھے ہوئے ہیں کہ ہمیں اس سے چھٹکارا نہیں ملتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم خالی الذہن نہیں ہوتے کبھی ہمارا ذہن اس بات میں لگا رہتا ہے کہ ہمیں معاش حاصل کرنی ہے کبھی ہمارا ذہن اس بات میں مصروف رہتا ہے کہ ہمیں مکان بنانا ہے، وغیرہ وغیرہ لیکن جب کوئی شخص شعور کے دائرے سے نکل کر تفکر کرتا ہے تو یہ بات اس کا یقین بن جاتی ہے کہ فی الواقع ہر ضرورت کا کفیل اللہ ہے۔ اس کی ایک نہیں ہزاروں مثالیں ہیں۔ نو مہینے ماں کے پیٹ کی زندگی پیدائش کے بعد بچپن اور لڑکپن کی زندگی ہمارے سامنے ہے۔ ہم جب اربوں کھربوں دانہ چگنے والے پرندوں کی طرف نظر اٹھاتے ہیں تو وہاں یہ بات سورج کی طرح روشن نظر آتی ہے کہ کفالت کا نظام دردست اللہ کے ہاتھ میں ہے کسان جب کھیتی کاٹتا ہے تو جھاڑو سے ایک ایک دانہ جمع کر لیتا ہے انتہا یہ کہ جو دانے کرم خوردہ اور خراب ہو جاتے ہیں وہ بھی محفوظ کر کے کھیتی کے کام آنے والے جانوروں کو کھلا دیتا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کسان نے ایک ایک دانہ زمین پر سے سمیٹ لیا تو یہ اربوں کھربوں سنکھوں پرندے کہاں سے دانہ کھاتے ہیں ان کے ہاں تو کوئی کاشت ہوتی نہیں ہے۔ اس طرف توجہ کرنے سے بھی یہ بات یقین بنتی ہے کہ کفالت کا نظام دردست اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

یعنی اللہ کے ساتھ بحیثیت خالق کے رابطہ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہمارے اندر یہ طرز فکر راسخ ہو جائے کہ جس طرح اللہ ہمیں پیدا کرتا ہے اسی طرح اللہ ہماری زندگی کی کفالت بھی کرتا ہے اور یہ سارے وسائل بھی اللہ کی زمین سے حاصل ہوتے ہیں۔ توکل اور استغنا یہ ہے کہ آدمی روئے زمین میں وسائل کو حاصل کرنے کی کوشش کرے اور زمین پر پھیلے ہوئے وسائل سے پورا پورا فائدہ اٹھائے لیکن وسائل کو زندگی کا مقصد نہ بنائے۔

آج کا مسئلہ یہ ہے کہ ہم صرف نفع کو اور دولت کے حصول کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں۔ یہ توکل اور استغنا کے منافی ہے۔ ایک بیٹا اپنے باپ سے اس لئے محبت نہیں کرتا کہ باپ اسے پیسے دیتا ہے۔ بیٹا باپ سے اس لئے محبت کرتا ہے کہ وہ اس کا باپ ہے۔ یہی صورت مخلوق کے ساتھ خالق کی ہے۔

ٹی۔ بی

شبانہ۔ کراچی

4 مہینے قبل میری گردن میں کان کے نیچے گٹھلی نکلی جیسے غدود ہوتے ہیں۔ بڑھتے بڑھتے تقریباً انڈے کی زردی کے برابر ہو گئی ڈاکٹری علاج کروایا لیکن آرام نہ ہوا۔ پھر خون ٹیسٹ کرایا تو معلوم ہوا کہ مجھے ٹی۔ بی ہو چکی ہے۔ ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ دوائیاں کھانے سے آرام نہ آیا تو آپریشن کر کے گٹھلی نکال کر ٹیسٹ کی جائے گی۔ میں شروع ہی سے بیمار رہتی ہوں اور دوائیاں کھاتی رہتی ہوں۔ مگر اب دوائیں بالکل نہیں کھا سکتی گولی منہ میں رکھتی ہوں تو قے ہو جاتی ہے۔ جسمانی کمزوری اتنی ہو چکی ہے کہ سوکھ کر کانٹا ہو گئی ہوں۔ چہرہ بے رونق ہو گیا ہے۔

جواب :- سورۂ یوسف کی پہلی آیت، 2 عدد سفید چینی کی پلیٹوں پر زعفران یا گلاب کے عرق سے لکھ کر، سرخ شعاعوں کے پانی ایک ایک اونس سے دھو کر صبح اور شام پئیں۔ معالج کی ہدایت کے مطابق پرہیز کرنا ضروری ہے۔

دادی اماں کا نسخہ

انیلا پروین

میرا بچہ جو ابھی تقریباً ڈھائی سال کا ہے پیدائش کے وقت بہت خوبصورت اور تندرست تھا لوگوں کے بار بار

ٹوکنے کی وجہ سے پچھلے چھ ماہ سے کسی نہ کسی تکلیف میں مبتلا رہتا ہے کبھی دست لگ جاتے ہیں کبھی بخار آجاتا ہے کبھی ناک بہنا شروع ہو جاتی ہے غرض کہ ہم اس کی وجہ سے پریشان ہیں یہ ہمارا پہلا اور اکلوتا بیٹا ہے۔ براہِ کرم کوئی روحانی علاج تحریر فرمائیں۔

جواب :۔ دادی اماں کا ایک مجرب عمل یہ ہے کہ ماش کی ہری دال پر معمولی سا سرسوں کا تیل لگا کر بچہ کے سر پر تین مرتبہ گھما کر چھت پر ڈال دیں۔ ایک ہی مرتبہ کے عمل سے نظر کا اثر ختم ہو جاتا ہے۔ علم الحروف میں نظر اتارنے اور نظر سے محفوظ رہنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک انچ مربع کاغذ پر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ل ل ل

ل ل ل

ل ل ل

ل ل

لکھ کر کاغذ کو موڑ کر بچہ کے گلے میں ڈال دیں ہر جمعرات کو پانچ روپے خیرات کریں۔

ھمنوا دل

شکیل احمد۔لاہور

میں نماز کا پابند ہوں، گناہوں سے حتیٰ الوسع بچنے کی کوشش کرتا ہوں لیکن ذہن میں بُرے بُرے خیالات آتے ہیں اور دل بھی ان خیالات کا ہم نوا بن جاتا ہے۔ میرا ضمیر مجھے بہت شرمندہ کرتا ہے۔ خدارا کوئی ایسا عمل بتادیں جس سے نماز میں یکسوئی رہے اور بُرے خیالات سے چھٹکارا مل جائے۔

جواب :۔ ایک روز حضور سرورِ کائنات ﷺ صحابہ کرامؓ کے سامنے آنے والے ادوار کے لوگوں کے فضائل بیان فرمارہے تھے مجلس میں سے کسی صحابیؓ نے کہا "یا رسول اللہ ﷺ ہمارے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان کیا ہمارے بعد آنے والے مسلمان ہم سے بھی اچھے ہوں گے ؟" رسول اللہ ﷺ کو یہ بات ناگوار گزری اور فرمایا "اللہ کی قسم ! اگر تم لوگ گناہ کرنا چھوڑ دو تو اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ دوسری قوم پیدا فرمائے گا"۔

میرے عزیز ! ہماری سرشت میں گناہ کا ارتکاب داخل ہے اگر ہمارے اندر گناہ کا ارتکاب نکل جائے تو ہمارے اندر احساس ندامت نہیں رہے گا۔ احساس ندامت سے ہی بندہ اللہ کے سامنے عاجزی اور انکساری کرتا ہے۔ نماز میں یکسوئی اور خیالات میں کمی کے لئے نماز سے پہلے سو مرتبہ یا حی یا قیوم پڑھ کر پانچ منٹ آنکھیں بند کر کے یہ تصور کریں کہ اللہ آپ کو دیکھ رہا ہے۔ جیسے جیسے وقت گزرے گا نماز میں گداز پیدا ہو گا اور ذہن یکسو ہو جائے گا۔

خوبصورت وجود

عامر عباسی۔ پشاور

بچپن سے ہی مجھے باہر غیروں اور عزیزوں کے لڑکوں سے ملنے جلنے سے روکا جاتا اور میں گھر میں عورتوں اور لڑکیوں کی صحبت میں رہتا۔ میرے بڑے بھائی مجھے لفٹ نہیں کراتے اور میرا نوٹس نہیں لیتے میں ڈانس کرتا اور لڑکیوں کی طرح حرکتیں کرتا تو منع کرنے کے بجائے لوگ خوش ہوتے۔ جب میں بڑا ہوا تو میری یہ عادات اور حرکات خود میرے لئے عذاب اور ڈوب مرنے کا مقام بن گئیں۔ ایک مرد ہونے کے باوجود میری شکل و صورت، چلنے کا انداز، بات کرنے کا طریقہ حتیٰ کہ میرے جذبات اور خیالات تک عورتوں جیسے ہیں۔ جہاں کوئی خوبصورت لڑکا دیکھا ہفتوں ذہن سے نہیں نکلتا ایسے ایسے خیالات ذہن میں آتے ہیں کہ لکھنے سے قاصر ہوں ڈر ہے کہ کہیں جنس تبدیل نہ ہو جائے میری مدد کیجئے میں ہر صورت میں مرد رہنا چاہتا ہوں۔

جواب :۔ عشاء کے بعد 300 بار

الرجال قوامون علی النساء

پڑھ کر اپنے اوپر دم کریں۔ چالیس روز تک رات کو سونے سے پہلے ایک چھٹانک چلغوزے کھالیا کریں اور ترکاریوں میں بند گوبھی زیادہ سے زیادہ استعمال کریں۔ انشاء اللہ مقصد پورا ہو گا۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ عرض کرنا بھی ضروری ہے کہ جہاں اولاد کے اوپر اپنے والدین کے حق میں کچھ فرائض ہیں وہاں اولاد کے حق میں والدین کی بھی کچھ ذمہ داریاں ہیں اور ان کی سب سے بڑی ذمہ داری اپنے بچوں کی صحیح اور بہترین تعلیم و تربیت ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ بچوں کو باہر کی بُری صحبت سے بچانا چاہئے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ان کو گھر میں قید اور بند کر کے ان کی آزادی اور میل جول کے حقوق کو یکسر تلف کر دیا جائے۔ بعض اوقات اس کے نتائج بڑے دردناک اور بھیانک نکلتے ہیں۔

مہکتے پھول

ہاشم جیلانی

میں ناامید ہونے کے بعد آپ کو بڑی امید سے خط لکھ رہا ہوں خدارا میری مدد فرمائیں۔ پچھلے پانچ سالوں میں میری ناک کے (ناک کے اندر کی ہڈی بڑھ جانے کی وجہ سے) پانچ آپریشن ہو چکے ہیں۔ میں پہلے ایک صحت مند نوجوان تھا۔ بڑی مقدار میں خون ضائع ہو جانے کی وجہ سے بہت کمزور اور لاغر ہو گیا ہوں اور اس سے بھی ایک بہت بڑا نقصان یہ ہوا ہے کہ میری سونگھنے کی حس بالکل ختم ہو گئی ہے۔ عظیمی صاحب میں جس کرب اور اذیت میں مبتلا ہوں خدا جانتا ہے۔ ہر چیز ادھوری لگتی ہے خوشبوؤں سے معطر اور مہکتے ہوئے پھول میرے لئے محض کاغذی حیثیت رکھتے ہیں۔ بہت علاج کرایا لیکن ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ سب سے پہلے آپریشن میں ناک کے اندر کی جھلی کٹ گئی ہے جس میں سونگھنے کی حس ہوتی ہے۔ ڈاکٹر حضرات کہتے ہیں کہ اب تم کبھی ٹھیک نہیں ہو گے۔

جواب :۔ ناک کے اندر کی جھلی کا بڑھ جانا یا خراب ہو جانا، ناک کی ہڈی کا بڑھ جانا یا اندر مزید ہڈی کا پیدا ہونا سانس کا رکنا اور ناک کے دوسرے امراض کے لئے مندرجہ ذیل نقش کسی موی کاغذ پر لکھ کر اس کاغذ کو موڑ کر موم جامہ کر کے گلے میں ڈال لیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیمO

× × × × × ×

× × × × × ×

× × × × × ×

یابدیع یابدیع یابدیع

نقش آسمانی رنگ کی روشنائی سے لکھیں اور یہی نقش زردے کے رنگ سے سفید چینی کی پلیٹوں پر لکھ کر پانی سے دھوئیں اور ناک میں ڈالیں اور نکالیں صبح پانچ مرتبہ اور شام پانچ مرتبہ۔

مختصر مختصر

شمشاد۔ بدین...... جس بیماری کی علامات آپ نے لکھی ہیں وہ بیماری امراض خبیثہ میں شمار ہوتی ہے۔ سرخ مرچ، گوشت اور انڈے سے پرہیز ضروری ہے۔ حکیمی علاج کے ساتھ ساتھ رات کو پندرہ منٹ تک سبز روشنی کا مراقبہ کیا کریں۔ زخم سے رسنے والا پانی دوسروں کے لئے پریشانی کا موجب بنتا ہے۔ اس لئے اپنے کپڑوں کو دوسرے لوگوں کے کپڑوں کے ساتھ نہ رکھیں۔ باتھ روم میں ڈیٹول رکھ لیں جب بھی کپڑے اتاریں بالٹی میں ڈال دیں اور ساتھ ہی پانی میں بھی ڈیٹول ڈال دیں۔

عبدالرزاق...... بڑوں کا کہنا ہے کہ پہلے سال چٹی دوسرے سال مٹی تیسرے سال کھٹی۔ آپ کا نیا نیا کاروبار ہے۔ دلچسپی کے ساتھ دکان وقت پر کھولیں۔ صفائی ستھرائی کا خاص طور پر خیال رکھیں۔ صبح شام اگر بتی جلائیں۔ اس طریقہ سے دکان خوب چلے گی ہر مہینے 27 تاریخ کو حسب استطاعت کھانا پکا کر غریب لوگوں کو کھلا دیا کریں۔ غریبوں کو کھانا کھلانے سے رزق میں بہت برکت ہوتی ہے۔

نصرت...... ہر جمعرات کو روزہ رکھ لیا کریں۔ اللہ کے حکم سے صحت اچھی ہو جائے گی۔

ثوبیہ...... آپ روزانہ صبح فجر کی نماز کے بعد سورۂ قمر پارہ 27 ایک بار پڑھ کر پانی پر دم کر کے بچوں کو پلادیا کریں اس عمل سے انشاءاللہ حافظہ روشن اور دماغ تیز ہو جائے گا۔ امتحان میں بچے اچھے نمبروں سے پاس ہوں گے۔

حمیدہ...... شوہر کا غصہ ختم کرنے کے لئے صبح سورج نکلنے سے پہلے وضو کر کے بسم اللہ الرحمن الرحیم ایک بار، الحمد شریف ایک بار پڑھ کر ہاتھوں پر دم کر کے ہاتھ تین بار اپنے چہرہ پر پھیر لیا کریں۔

وہاب...... ویزہ کے حصول میں آسانی کے لئے عشاء کے بعد اول آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف پڑھ کر 41 بار آیت الکرسی عظیم تک پڑھ کر ہاتھوں پر دم کر کے ایک بار پورے چہرے پر ہاتھ پھیر کر دعا کریں۔ یہ عمل اکیس دن تک کریں۔

شبیر...... آپ کے والد صاحب کے اندر مختلف رنگوں کی کمی واقع ہو گئی ہے رنگ اور روشنی سے علاج کے طریقے پر پانی تیار کر کے صبح شام رات رنگین پانی پلائیں۔ صبح نہار منہ نیلی شعاعوں کا پانی، کھانے سے پہلے زرد شعاعوں کا پانی کھانے کے بعد سرخ شعاعوں کا پانی 2،2 اونس پلائیں، چکنائی اور زیادہ نمک سے پرہیز کریں۔ اس علاج سے ذہنی یکسوئی ملے گی ہاضمہ درست ہو جائے گا اور بلڈ پریشر کی تکلیف ختم ہو جائے گی۔ علاج ایک ماہ تک کریں۔

حامد...... آپ باقاعدگی کے ساتھ مراقبہ جاری رکھیں۔ آہستہ آہستہ تصور قائم ہونے لگے گا۔ مراقبہ سے قبل کوئی میٹھی چیز کھالیا کریں۔

رضیہ، کراچی...... رات سوتے وقت ہونٹوں پر روغن زیتون لگایا کریں۔ ہونٹ خوبصورت ہو جائیں گے۔

مسعود...... رات سونے سے پہلے سو بار درود شریف اور سو بار یاحی یاقیوم کا ورد کر کے پندرہ منٹ تک نیلی روشنی کا مراقبہ کریں۔ ذہنی سکون حاصل ہو جائے گا۔

نازیہ، حیدر آباد...... رات کو تین سو بار روزانہ یامغنی پڑھ کر شادی ہونے کی دعا کیا کریں۔ دوستوں کی ہمدردی کے تیر کھانے سے نجات مل جائے گی۔ عمل کی مدت مقصد پورا ہونے تک ہے۔

منصور...... بیوی جب سو جایا کرے تو اس کے سرہانے کھڑے ہو کر تین دفعہ سورۂ لہب پڑھ دیا کریں 19 دن تک۔ خراب عادات ختم ہو جائیں گی۔

نوربانو...... رات سوتے وقت ایک سو ایک بار یا حکیم پڑھ کر شوہر کا تصور کر کے پھونک مار دیا کریں عمل کی مدت چالیس روز ہے۔ شوہر کے دل میں محبت پیدا ہو جائے گی۔

فرزانہ...... صبح نہار منہ اور سوتے وقت پانی پر صرف ایک بار سورۂ فلق پڑھ کر دم کر کے پئیں 40 روز کے اس عمل سے جادو کا اثر ختم ہو جاتا ہے۔

محمد ریاض، کراچی...... طہارت کے وقت تین لوٹے پانی استعمال کریں اور استنجا کرتے وقت مانی قمیرا پڑھتے رہا کریں چالیس روز کے اس عمل سے خونی بواسیر ختم ہو جاتی ہے۔

نسرین...... صبح سورج نکلنے سے پہلے بند آنکھوں سے شخص مذکورہ کا تصور کر کے ایک بار یاودود پڑھ کر پھونک ماردیا کریں۔ عمل کی مدت چالیس روز ہے اس عمل سے نفرت محبت میں بدل جاتی ہے۔

توفیق...... اگر بلڈ پریشر لو نہ ہو تو نمک ایک ماہ تک چھوڑ دیں ورنہ کم کر دیں اور میٹھی غذائیں زیادہ کھائیں۔ پیٹ کا درد ختم ہو جائے گا۔

رقیہ...... صبح نماز کے بعد 100 بار نصر من اللہ و فتح قریب پڑھ کر اپنے اوپر دم کر دیا کریں۔ عمل کی مدت چالیس روز ہے مشکلات ختم ہو جائیں گی۔

سعد...... آپ اپنے والد صاحب کو صبح دوپہر اور رات ایک ایک چمچی خالص شہد دو ماہ تک کھلائیں۔ شہد میں اللہ نے شفا رکھی ہے۔ دل کے امراض میں شہد مفید علاج ہے۔

مہوش...... تصور قائم کرنے، مراقبہ کیا ہے اور روحانی علوم حاصل کرنے کے لئے کیا طریقہ اختیار کرنا چاہئے اس کے لئے 60 سے زائد پمفلٹ شائع ہو چکے ہیں پمفلٹ

کے حصول کے لئے قریبی عظیمیہ روحانی لائبریری سے رابطہ کریں۔

سجاد...... شریعت اور طریقت میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ شریعت راستہ ہے اور طریقت منزل ہے راستہ کے بغیر منزل نہیں ہوتی اور منزل تک پہنچنے کے لئے راستہ کا ہونا ضروری ہے۔

اسرار احمد...... میرے مرشد کریم حضور قلندر بابا اولیاء نے فرمایا ہے کہ اللہ کے بھروسے پر جو کام بھی کیا جاتا ہے اس میں غیبی مدد ہوتی ہے۔ گھر بسانا اور شادی کرنا یہ دو کام ایسے ہیں کہ تہی دست بھی اگر شادی کی تاریخ مقرر کرلے اور مکان کی تعمیر شروع کر دے تو اللہ کی مدد سے یہ دونوں کام ہو جاتے ہیں اس لئے کہ شادی اور مکان کے وجود سے اس دنیا کی رونق قائم ہے۔

فیضان...... معدے میں السر کا بہت اچھا علاج یہ ہے آپ دو تولہ خربوزے کے بیج کی گری بغیر نمک مرچ کے سل پر پیس کر نہار منہ چاٹ لیا کریں۔ انڈہ، مرچ اور تیز مصالحہ والی غذاؤں سے پرہیز کریں۔ ٹھنڈا دودھ السر میں بہت فائدہ دیتا ہے۔ صبح کے وقت بھی خالص شہد ایک چمچہ کھالیا کریں۔

منیا

سلمیٰ۔سکھر

میرا کوئی ایک مسئلہ نہیں ہے بلکہ کئی مسائل ہیں جن کی وجہ سے میری زندگی اجیرن ہو گئی ہے۔ اب تو خدا سے دعا ہے کہ مجھے موت دے دے۔ میرے لئے سب سے بڑی خوشی موت ہی ہے۔ میرا اصل نام کچھ اور ہے لیکن محلے والے اور رشتہ دار سب مجھے منیا کے نام سے پکارتے ہیں مجھے یہ نام بالکل اچھا نہیں لگتا جس کو منع کرتی ہوں وہ کئی دفعہ یہی نام پکار کر مجھے چڑاتے ہیں۔ جس وقت کوئی مجھے منیا کہہ کر پکارتا ہے تو میرا دل چاہتا ہے کہ میں مرجاؤں تو اچھا ہے آپ کہیں گے کہ میں احساس کمتری کا شکار ہوں لیکن مجھے احساس کمتری کے موضوع پر کوئی لیکچر نہیں چاہئے بلکہ مجھے اس مسئلہ کا حل چاہئے کوئی ایسا حل جس کی بدولت تمام لوگ مجھے منیا کہنا چھوڑ دیں اور میرا اصل نام سلمیٰ پکارا کریں۔

جواب :۔ آپ کے مسئلہ کا حل یہ ہے کہ دن رات میں کسی بھی وقت بیس منٹ تک سفید کاغذ پر سیاہ روشنائی سے منیا لکھا کریں۔ یہ عمل بلاناغہ چالیس روز تک کریں۔ مسئلہ حل ہو جائے گا۔

میلاد پڑھنے کا شوق

نیلوفر

جب میں آٹھ سال کی تھی تو مجھے میلاد شریف پڑھنے کا شوق پیدا ہوا اور پھر یہ شوق اتنا بڑھا کہ میں باقاعدہ میلاد شریف پڑھنے لگی۔ پچھلے دو سالوں سے نہیں معلوم کیا ہوا کہ میری آواز بیٹھنے لگی۔ ایک نعت یا حمد پڑھتی ہوں اس کے بعد گلا اتنا خراب ہو جاتا ہے کہ نعت پڑھنا مشکل ہو جاتا ہے اور اب تو نعت پڑھتے وقت جسم میں کپکپی طاری ہو جاتی ہے اندر ہڈیوں میں اتنا درد ہوتا ہے کہ آنسو نکل آتے ہیں ایک بیٹی نہایت عاجزانہ طور پر ہاتھ جوڑ کر کہتی ہے کہ کوئی طریقہ بتائیں کہ آواز ٹھیک ہو جائے۔

جواب :۔ دوپہر کے وقت کاہو کا تیل سر میں بالکل بیچ میں تالو کی جگہ مالش کریں اور اس کے ساتھ ساتھ روزانہ سیاہ رنگ کی روشنائی سے یہ نقش

۵	۵	۵	۵	۵
۹	۹	۹	۹	۹
۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱
۹	۹	۹	۹	۹
۵	۵	۵	۵	۵

لکھ کر ایک گھڑے یا صراحی میں ڈال دیں اور پینے میں صرف یہی پانی استعمال کریں۔ پانی ہر روز تبدیل دیں جو پانی بچ رہے اسے کسی پاک کیاری میں بہا دیں اس عمل کی مدت نوے دن ہے۔

گھر کی حفاظت کے لئے

انعام علی

مسئلہ یہ ہے کہ میرے علاقے میں دن ہو یا رات چوریاں بہت زیادہ ہوتی ہیں۔ ہر وقت دل گھر کی طرف سے پریشان رہتا ہے۔ میں ایک متوسط طبقے کا فرد ہوں گھر کی خواتین دن بھر اکیلی رہتی ہیں۔ آپ سے درخواست ہے کہ کوئی ایسا نقش بتادیں جس سے میرا گھر اور اس کے رہنے والے، دشمن کے کسی بھی شر سے محفوظ رہ سکیں اللہ آپ کو اجر عظیم دے گا۔

جواب :- نو انچ چوڑے اور بارہ انچ لمبے سفید آرٹ پیپر کے اوپر سیاہ چمکدار روشنائی سے پہلی لائن میں بسم اللہ شریف، دوسری لائن میں تین بار یا حفیظ تیسری لائن میں تین بار یابدیع اور چوتھی لائن میں یابدیع العجائب بالخیر یابدیع لکھ کر گھر کی دیوار پر چاروں طرف سے کیلوں کے ساتھ گاڑدیں اور صرف ایک بار سوا پانچ روپے خیرات کردیں۔

اس کے ساتھ جب بھی گھر سے نکلا کریں 11بار یاحفیظ پڑھ کر گھر کا حصار کرکے نکلیں اس عمل سے آپ اور آپ کا گھر اللہ تعالیٰ کی حفظ وامان میں رہے گا۔

جنسی مسائل

نام اور خطوط شائع نہ کئے جائیں

جواب :- ایسے تمام نوجوان لڑکے لڑکیاں جو خود کو ضائع کرنے کی عادت میں مبتلا ہیں وہ ٹی وی خاص طور پر ڈش کے چینلز دیکھنے سے اجتناب کریں اور روزانہ رات کو سونے سے پہلے غسل کرکے، مصلے پر بیٹھ کر جامنی رنگ روشنی کا مراقبہ کریں۔

اولیاء اللہ کی تعلیمات پر مبنی کتابوں کا مطالعہ کریں۔ کتابوں کے حصول کے لئے قریبی عظیمیہ روحانی لائبریری سے رابطہ کریں۔ کھانوں میں گوشت سے پرہیز کریں۔ ترکاریاں سبزیاں کھائیں۔ گوشت میں انڈا بھی شامل ہے۔ پرہیز اور علاج کی مدت چالیس روز ہے۔

برکت اور ترقی

سعید نواب۔حیدر آباد

عرصہ دراز سے مالی پریشانیوں کا شکار ہوں۔ بے انتہا روپے پیسے کی کوئی خواہش نہیں ہے مگر اتنی آمدنی تو ضرور ہونی چاہئے کہ پانچ افراد پر مشتمل اپنے کنبہ کی کفالت کے فرض سے خوش عہدہ برآ ہو سکوں۔ روزگار میں برکت کے لئے کوئی دعا بتانے کے ساتھ ساتھ میرے لئے محفل مراقبہ میں بھی دعا کروائیں۔

جواب :- رات سونے سے پہلے 100مرتبہ یاشکور اول آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف کے ساتھ پڑھ کر اپنے اوپر دم کرلیں اور بات کئے بغیر سوجائیں۔ یہ عمل کم از کم ایک ماہ تک کرنا ہے۔ محفل مراقبہ میں بھی آپ کے لئے ہم سب دعا کریں گے۔

کمزور حافظہ

محمد طارق۔سیالکوٹ

میرا حافظہ بہت کمزور ہے یہاں تک کہ اپنے خاص دوستوں کے نام بھی یاد نہیں رہتے۔

جواب :- فجر کی اذان کے فوراً بعد ایک سو مرتبہ رب اشرح لی صدری پڑھ کر ایک پیالی پانی پر دم کریں اور نہار منہ چالیس روز تک پئیں۔ زیرزبر پیش مسجد کے خطیب سے معلوم کرلیں۔

شوہر سست اور کاہل ہیں

نبیلہ گلزار

میرے شوہر ہفتہ میں دو یا تین دن کام پر جاتے ہیں اور ایک جگہ مستقل طور پر کام نہیں کرتے۔ اچھی خاصی ملازمت بار بار چھوڑنے کی وجہ سے گھر میں مالی پریشانی آجاتی ہے۔

جواب :- رات کو100بار آیت کریمہ پڑھ کر دودھ پر دم کرکے شوہر کو پلادیا کریں۔ چالیس روز سے زیادہ عمل نہ کریں۔

Azeemia Roohani Library No. 16
Sec, 11-F, Block 16
Shop No. 8, Masjid-e-Hanfia
New Karachi.